ساہتیہ اکادمی انعام یافتہ ہندی ناول

زندگی نامہ

پہلا حصّہ : زندہ رُخ

کرشنا سوبتی

زندگی نامہ

ساہتیہ اکادمی انعام یافتہ ہندی ناول

زندگی نامہ

پہلا حصہ : زندہ رُخ

کرشنا سوبتی

مترجم

حیدر جعفری سیّد

ساہتیہ اکادمی

Zindaginama : **Zinda Rukh** : Urdu Translation by Haider Jaf
Syed of Akademi's award-winning Hindi novel by Krishna Sobt
Sahitya Akademi, New Delhi (1997), Rs. 225.

پہلا ایڈیشن : ۱۹۹۷ء

ساہتیہ اکادمی

ھیڈ آفس
رویندر بھون - ۳۵ فیروز شاہ مارگ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱

سیلز آفس
سواتی، مندر مارگ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱

علاقائی دفاتر
جیون تارا بلڈنگ - چوتھی منزل، ۲۳۰ اے/ ۴۴ ایکس دائمنڈ ہاربر روڈ - کلکتہ ۷۰۰۰۵۳
۱۷۲، ممبئی مراٹھی گرنتھ سنگھرالیہ مارگ، دادر، بمبئی ۴۰۰۰۱۴
گنا بلڈنگ، دوسری منزل - ۳۰۴، ۳۰۵ اناسلائی، تینام پیٹھ - مدراس ۶۰۰۰۱۸
اے - ڈی - اے رنگ مندر ۱۰۹ جے - سی - روڈ، بنگلور ۵۶۰۰۰۲

قیمت : دو سو پچیس روپے

ISBN 81-260-0301-4

طباعت : سپر پرنٹرس، دہلی ۱۱۰۰۵۱

چوں کار از ہماں حیلتے درگزشت
حلالست بُردن بہ شمشیر دست

جب دوسرے سب راستے کارگر نہ ہوسکیں تو
ظلم کے خلاف تلوار اُٹھا لینا جائز ہے

تاریخ / جو نہیں ہے
اور تاریخ / جو ہے

وہ نہیں
جو حکومتوں کی
تخت گاہوں میں
شواہد اور ثبوتوں کے ساتھ
تاریخی کھاتوں میں درج کر
محفوظ کر دیا جاتا ہے

بلکہ وہ
جو لوک مانس کی
بھاگیر تھی کے ساتھ ساتھ
بہتا ہے
پنپتا اور پھیلتا ہے
اور عام آدمی ہے
ثقافتی پختہ پن میں
زندہ رہتا ہے !

گل بہئیوں سی

امنڈتی، مچلتی

دودھ بھری چھاتیوں سی

چناب اور جہلم کی دھرتی

ماں بنی

کُرتے کے بند کھولتی

دودھ کی بوندیں ڈھلکانے کو

کنک کے سنہری ڈھیروں پر

چم چم چمکتی

میٹھی سجری دھوپ

چاندی کے چونک پھول پہنے

برفیلی چوٹیوں کو چھو چھو آتیں

ٹھنڈی سہانی ہوائیں۔

سرسوں کے پیلے کھیتوں کو

ہلاتی ڈُلاتی

قلانچیں بھرتی

بھاگی بھرے چناب کے

الھڑ انوکھے پانیوں پر۔
جن کی امرت کی بوندوں نے
لہو کے پیڑ کھڑے کر دیئے
ہرے بھرے کھیتوں کی منڈیروں پر۔
تنے ماتھے پر اکھڑ تیور
گیہوئیں رنگ پر نخریلی مونچھوں والے
بھارے گو ہرے چہروں پر
گندم کی الہٰی لالی
بانہوں کے چوڑے چھنکاتی
مکا سی کھلی کھلی
شربتی آنکھوں والی
نئی تازہ بہوٹیاں
ہنستی ہنساتیں
تیوروں سے رجھاتیں
کھلے ڈلے پنجاب کی ہیریں
اور اُن کی کھلنڈری سہیلیاں
دھوپ کی برکھا میں
پُھلکاریوں کی اوٹ کنکھیوں سے
خدا بن کے کھڑے۔ اڑے اپنے گبروؤں کو
کھیتوں کی دیکھتی منڈیروں پر۔
ایسے
انوکھے البیلے پنجاب کے
دودھیا گھروں میں

رانگلی پیڑھیوں پر بیٹھی رانیاں
گھوں گھوں چرخا کاتتیں
تکلوں پر مہین سوت نکلاتیں
بھری بھری گدرائی دیہیں
موٹے گاڑھے کھدر۔ پٹ میں لپٹیں
محنت۔ مہارانیاں۔
تپتے تندروں پر جھکی
الہٰی گندھ بھری
گھی۔ رچی موٹی وزنی روٹیاں
پیڑے اٹھا
ہتھیلی سے لگاتیں
زندگی کی سوندھی مہک کو
لہک کو
جگاتیں
لہکاتیں۔
تاروں کی لو
منہ اندھیرے اٹھ
بیلوں کو ہلوں میں جوت
ہر کھیت کا رکھوالا
صدیوں کھلے آسمان تلے
گیہوں کی سنہری فصلیں اگاتا رہا
ہر بار
ہر پیڑھی کا نوجوان

ہر صبح
میٹھی دُہیوں کی گنجل کھول
کھیتوں کو سنکارتا رہا
ہر شام
جس کی محنت پر
ماں بہنوں اور ساتھنوں نے
امرت کے کلش وار دیئے۔
تصویر یہ کھڑی رہی
مردانہ پنجاب کی۔
اُس سورما تاثیر اور
مصری سے آب کی
ہر دھڑکتے دل میں
پھڑکتی بانہوں میں
دریاؤں کی مچلتی لہروں میں
سبز جاما ورجنی
اتراتی چونکاتی
سجی بنی دلہن سی
دھرتی پنجاب کی
نظر پروان ہوتی رہی
ہزار بار
ہزار بار آسمان جھکا
دھرتی پر۔
بار بار

لاکھ بار مہکا موتیا
سہروں کی لڑیوں میں
لاکھ بار ڈھول بجے
بیساکھی اور لودھڑی کے۔
پاؤں کی تھرکن میں
گدے اور بھانگڑے پڑے۔
کھیتوں میں بیج پڑے
بیج اُگے
اور سونا رنگ فصلوں کے
انبار لگے۔
مائیں
اپنے اپنے آنچلوں میں
اُگاتی رہیں
مضبوط بیٹے بیٹیوں کی پنیریاں۔
پیر فقیروں کی
منوتیوں سے
اپنے لاپرواہ
اپنے لاپرواہ
لاڈ۔ پیاروں سے۔
کڑکتی سردی
اور تپتی لوؤں نے
جن کے ہاڑ۔ ماس کو کمایا
جس نے شنکارتے۔ چھنکارتے

سوبھاؤ کو رچایا بسایا
جس نے لڑاکو بچے ۔ بچیوں کو
دودھ پلایا
ایسی بیربانیوں کے کرتوں پر
چمکتے رہے کنٹھے
اور لاکھے رانی ہار ۔
لدی بھری بوریوں تلے
چہکتی رہیں بچوں کی کلکاریاں
صبح ۔ شام
گھیوں سے اچھلتی لپکتی
گلی ڈنڈے اور سوٹچی کی باریاں ۔
انگنوں اور پساروں میں جھلملاتے
سگونوں کے باغ اور پھلکاریاں
بھنڈار گھروں میں
مکا اور باجرے کی
مہک سے شرابور
ہر گھر کے اندر اور باہر
وہ
خوشحال دھرتی کا خوشحال لشکارا
آنکھوں کی پیاس بن کر
ہر چوکے کی چنگیروں کے
سگن مناتا رہا ۔
بھر بھر موٹھیں

برتن بھاڑوں میں انڈیلتا رہا۔
کھانے پہننے اور
جی بھر بھر جی لینے کی دیکھیں۔
جہاں کا ہر محنت کش بادشاہ
اپنے سر کے صافے کو
اپنا تاج سمجھ سنبھالتا رہا
اور اپنے کھیتوں کو
اپنا رزق سمجھ
سنکارتا رہا۔
ایسے بھاگی بھرے
بھرے پُرے پنجاب کی دھرتی پر
زہر کی کانگیں گھر آئیں۔
دیکھتے دیکھتے
لاکھوں قدموں کے ہجوم آٹھ دھائے
چڑھائیاں
بہت بار ہوئیں
بہت بار حملہ آوروں سے سامنے۔
بہت بار راج پاٹ بدلے
پر چوڑے سینوں والوں نے
کبھی حوصلے نہیں گنوائے
مرنے اور مرنے سے
خوف نہیں کھائے
پر آج ؟...

کیا سُورماؤں کے تیکھے بدل گئے!
کندھے اچک گئے!
ہاتھ موٹھوں سے اٹھے نہیں۔
ایک آواز پر
اُٹھ کھڑے ہونے والوں کی
کہاں گُم ہو گئی!
کیا تھر بھری چھاتیوں میں؟
ربّی حکم کی طرح
کیا یہ فصلیں بھی آخری ہیں؟
منہ موڑ لو
اپنے گھر آنگن سے
ہری بھری
پکی۔ جڑی اپنی فصلوں سے۔
بیٹھ دے دو
اس ہریالی
اس جرأت اور
اِن نیلاہٹوں کو۔
اس دھرتی پر
اب ہمارے تن
شیش ہو گئے ہیں۔
اب ہمیں بچھڑ جانا ہے
اپنی دھرتی سے
اپنی ماں سے

ماں کی ماں ہے
اور ہم سب کی ماں ہے!
اِس کی مٹھڑی اوٹ سے
چھانہ ہے۔
اس کی
دودھ بھری چھاتیوں سے
اب دودھ نہیں
خون ٹپکتا ہے۔
دیکھو پلٹ کر

مت دیکھو
دوڑ چلو
چھوڑ چلو
اِس پانی کو
اِس دھرتی کو
جس نے ہر موسم
ہر بہاریں
سورماؤں کی ڈھیری آگائی تھی
جس نے
ہاڑ۔ مانس کے انسانوں میں
محنت کرنے
اور زندگی کو

جی بھر بھر پیار کرنے کی
للک جگائی تھی
لَو جگائی تھی

الوداع
آب کے آب کو
پنج دریاؤں کے پنجاب کو
جہلم اور چناب کو۔

الوداع
اپنے پُرکھوں کی یاد کو
جن کے خون اور
دودھ سے بنے بچّے
اب پھر کبھی اس دھول میں
اس مٹّی میں
کبھی نہیں کھیلیں گے
کبھی نہیں کھیلیں گے
اِن زندہ رُخوں کی چھانہہ میں
جہاں دور تک
جمے تھے
کھُبے تھے جڑوں سمیت
اِن کے چھانہہ دار قبیلے۔
بوریوں اور ٹولیوں تلے
دُلہنوں کی پالکیاں
اب کبھی نہیں اُتریں گی

کبھی نہیں ٹھٹکیں گی
ڈالیوں کی
سازبازو والی گھوڑیاں
گاؤں کی سیماؤں پر۔
گوٹا لگی
چنریوں کی ٹولوں سے
اُٹھتے کھنچتے
لاڈلوں کی گھوڑیوں کے
ممتالے سُر۔
پھر کبھی نہیں پکا دیں گی
کچے کوٹھوں سے
چٹی دودھ شوخ
پنجاب کی بیٹیاں۔
پٹوں کے بند جوڑ
اپنے ماہیوں کو
اپنے دلگیروں کو
کون جانے گا
کون سمجھے گا
اپنے وطنوں کو چھوڑنے
اور اُن سے منہ موڑنے کے دردوں کو
پیڑوں کو
جہلم اور چناب
بہتے رہیں گے اسی دھرتی پر۔

لہراتے رہیں گے
کھلی ڈلی ہواؤں کے جھونکے
اسی دھرتی پر
اسی طرح۔

ہر رُت موسم میں
اسی طرح
بالکل اسی طرح۔

صرف
ہم یہاں نہیں ہوں گے۔
نہیں ہوں گے،
پھر کبھی نہیں ہوں گے،
نہیں۔

شرد پورنیما کی رات۔
پنڈ کے کچّے کوٹھے چم چم چمکنے لگے۔ دمکنے لگے۔ چاندنی نے سجری لپائی سے کھیت کھلیان رُخ ورخ سب اُجرا۔ اُجلا دیئے۔
کنوؤں کے مٹھڑے سُر جھلمل جھلمل ہیروں کو ہلسانے لگے۔
بیٹوں بچھڑوں کے ساتھ لوٹتی بلدوں کی جوڑیاں جی کی ترکھا۔ پیاس بجھانے لگیں۔
چولہوں سے اٹھتی اُپلوں کی کچّی گندھ ہر کوٹھے ہر چوکے کو مہکانے لہکانے لگی!
چٹّی دودھ چاندنی میں ترکی بلبلوں کی ڈار پنکھ پھیلائے اپنی لمبی اُڈاریوں پر۔
”لو، ایک اور آیا جھنڈ“

"بگلا ہے کہ ڈوکا؟"

"ڈوکا ہے۔"

"نہ، بگلا ہے۔"

"ویرجی، یہ کہاں جارہی ہیں اُڑ کر؟"

مِھتّی کے بھائی مہربان نے بہن کے سر پر لاڈ سے دو دھپے رسید کیے۔ "سُن نہ، یہ چوگ کے لیے آئی تھیں ہمارے پنڈ۔ چگا چُگا کر اب جا رہی ہیں تیری سُسرال۔"

"ہٹ پرے ویرا۔"

مینڈھیوں گُندھے سر پر چونک پھول ڈالے مِھتّی نے بھائی کی بانہہ پر چُونڈی بھرلی۔ پھر دندیاں جھکا کر کہا "منگنی میری ہوئی ہے کہ تمھاری! بتاؤں تمھاری لاڈی جی کا نام! ڈوڈا... ڈوڈا..."

"چل مرجانی!"

شاہوں کے کوٹھے پر کُڑیوں۔ چڑیوں کے جھنڈ۔ کھینوں کھیلنے میں مگن تھے۔

مِھتّی چھلانگ مار اُن میں جا ملی۔

آل مال

پہلا تھال

ماں میری کے

لمبے بال

کنوئیں میٹھا پانی

ماں میری رانی

کاڑھے کی کیڈرہ

دودھ پائے متھانی

"چنگار، سنو میرے بچو، جسے حاجت ہو وہ ہو آئے، جسے پیاس ہو وہ پی آئے — بیچ میں سے اُٹھنے کی ممانعت ہے۔

بھائی کو گجیڑیں اٹھائے شانو چپکے سے آٹھی اور کوٹھے کوٹھے زنانیوں کو بلاوا دے آئی۔ "نِکی بے بے کے گھر کتھا ہو رہی ہے۔ سب کو بلایا ہے۔"

شانو واپس آئی تو سب چاچیاں، تائیاں ایک گوٹھ میں جُٹی بیٹھی تھیں۔

"سنو میرے بچیڑو، ہر بیٹا اپنے باپ کا اوتار ہوتا ہے۔"

لڑکے اپنے اپنے سروں کو چھونے لگے "جی ہم بھی ۔۔۔۔ میں بھی ۔۔۔۔۔ ہم بھی ۔۔۔۔"

کالو اُٹھ کھڑا ہوا — "بے بے جی، ہم بھی تو؟"

"بلیہاری جاؤں پُتر، تو کیوں نہیں، تم بھی۔"

"ہر بندہ اپنے باپ کا اوتار ہے۔ یاد رکھو۔ اوتار وہ جس کے دو ہاتھ ہیں۔ اوتار وہ جس کے دو پاؤں ہیں۔ اوتار وہ جس کا مُنہ ماتھا ہے دھڑ ہے، آگا ہے، پیچھا ہے۔ میرے بچو، اوتار وہ جو ہل سے دھرتی جوت کر پانی سے سینچتا ہے۔ سیراب کرتا ہے۔ بیج بوتا ہے۔ فصلیں اُگاتا ہے۔"

"آگے سنو۔"

"سب سے پہلا اوتار ہوا پہلا انسان پرجاپتی۔"

"پرجاپتی آپ ہی نر تھا۔ آپ ہی ناری تھا۔"

"اس نے آپ ہی اپنے کو دو حصوں میں بانٹا۔"

"ایک حصے سے پیدا ہوئے بلد۔ دوسرے سے پیدا ہوئی گئو ماتا۔"

"لالہ جی، گائے اور بلد دونوں بھائی بہن ہیں نا!"

"یہی سمجھ لو۔"

تھلی ونڈ والے جگتار کا دھیان کہیں اور جا بھٹکا — "نہ جی، دونوں نر مادہ ہیں۔ گائے بلے سے ہی تو بیائی جاتی ہے۔"

دور بیٹھی جگتار کی بہن دیپا نے اُٹھ کر دو چار کسے ہاتھ بھائی کی پیٹھ پر جمائے "چپ کر بیچ میں نہیں بولتے۔"

لالہ جی نے ہاتھ سے روک دیا۔ "بس بچو! آگے سنو۔"

"پھر پیدا ہوا پیڑ۔ فطرت کا پیڑ۔"

"جی بیل اور گائے اس کی چھاؤں میں بیٹھ سکیں۔ اسی لیے نا!"

بھولو کیوں پیچھے رہے۔ آگے ہو کر بولا۔ "کون سا پیڑ وہ بھلا؟ پیپل، بوڑھ، دھریک کہ کیکر؟"

مٹھی کو سوجھ گیا۔ "لالہ جی، اپنے پیپل والے کنو کا پیپل ہوگا۔ کتنی بڑی بڑی جٹائیں چڑھی ہوئی ہیں۔ اس پیپل پر!"

"بچو، یہ پیڑ ہمارے سب پیڑوں سے بڑا تھا۔ اتنا بڑا کہ گئوؤں اور بیلوں کے بڑے بڑے جھنڈ اس کے نیچے آ ڈھکے۔ اسی سرشٹی پیڑ سے زمین اُگی۔ یہ زمیں، ہماری دھرتی پھر پیدا ہوئیں چار سمتیں اور پھر بنا آکاش۔ جب یہ سب کچھ بن گیا تو اَدت (دیوتاؤں کی ماں) کے پیدا ہوا دکش (پرجاپتی)"۔

"پیچھے پیچھے دیوتا پیدا ہونے لگے۔"

"لالہ جی، اس طرح تو ہم ہی ہوئے نا دیوتا! ہم ہی ہوئے نا اوتار!"

لالہ جی نے انگلی ہلادی۔ "نہ پُتر جی۔ دیوتا اپنے منہ سے اپنے کو کبھی دیوتا نہیں کہتے۔ اپنے منہ اپنی بڑائی نہیں کرتی۔"

"ہاں تو ماتا اَدت سارے برہمانڈ کی ماتا ہے۔ اَدت آکاش بھی ہے۔ اَدت دھرتی بھی ہے۔ ان دونوں کے اوپر، آگے جو کچھ بھی ہے وہ بھی اَدت ہے۔"

بڑے بھائی چمن مل کا بچّے دادا کا مقابلہ کرنے لگا۔

"لالہ جی، کیا دُھرتارا بھی اَدت ہے؟ سات تاروں کی پالکی بھی اَدت ہے؟ میں ابھی اَدت ہوں؟ آپ بھی اَدت ہیں؟ ندیاں بھی اَدت ہیں؟ کنوئیں بھی اَدت ہیں؟"

بچّے کے چاچا بھاگ مل نے کان مروڑ دیا۔ "بیچ میں نہیں بولتے۔"

جانکو، دیوتاؤں کی تین قسمیں ہیں۔

پرتھوی کے دیوتا

آکاش کے دیوتا

بڑے منڈل کے دیوتا

مدرسے میں پڑھنے والے بوڑے کو تعجب ہوا۔ "لالہ جی، ہر ایک مر کر بڑے منڈل میں ہی جاتا ہے۔ بڈّے وڈیرے جب پورے ہو جاتے ہیں نا تو اوپر والے منڈل میں جا بیٹھتے ہیں۔ آکاش گنگا کے کنارے منجیاں بچھی ہیں۔ اُنہی پر بیٹھے سب دادے نانے حقے پیتے رہتے ہیں۔ نانیاں دادیاں پیڑھیوں پر بیٹھی چرخے کاتتی ہیں۔"

بوڑے کی ماں نے دور سے ہاتھ دکھایا۔ "چپ کر۔"

"بچو، جُگ چار ہوتے ہیں ___

سوتا ہوا کلجگ

چھوڑتا ہوا دُواپر	(تریتا اور کلجگ کا درمیانی دور)
کھڑا ہوا تریتا	(چار جگوں میں سے دوسرا دور)

چلتا ہوا ست جُگ

گھولو کی پھرکی پھر گھوم گئی ___ "ست جُگ ریل گڈی پر چڑھتا ہے، گھوڑے پر کہ ڈاچی پر؟"

"پُتر جی، جُگ سمے کے جکّوں پر چلتے ہیں۔ گاڑی میں صرف جاترا ہوتی ہے۔ سفر ہوتا ہے بھلا کسی نے دیکھی ہے گڈی؟"

گینڈے نے ہانک مار دی ___ "لالہ جی میں نے دیکھی ہے۔ مامے کے بیاہ میں لالہ موسیٰ گیا تھا۔"

"اچھا ہے۔ واہ بھلا۔"

"یاد رکھو۔ سورج ساری دنیا، لوک پرلوک، اوپر تھلے میں، دھرتی آکاش میں سب سے بڑا ہے۔ وہ سچی مچی کا مہاراج ہے۔ برہمانڈ کا سرتاج سمراٹ ہے۔"

"اب سنو کتھا سورج کی دِھی ___ دھیانی کی۔

"سورج نے اپنی دِھی سورجا بیاہی آکاش کو تو سورج مہاراج نے اتنی بڑی اُجیاری چادر دِھی جمائی کو دی کہ وہ سارے منڈل میں بچھتی چلی گئی۔"

چنتی بولی۔ "اُس چادر کا سوت کس نے کاتا تھا؟ سورج کی دادی نے کہ نانی نے؟"

بے بے نکّے بڑے لاڈ سے ہنسی۔ "نے ری گُن بنتیے، اپنی دِھی کی بات۔ پوچھتی ہے کہ سوت

کس نے کاتا تھا؟ پھر پوچھے گی اس کی جاڑے کی پھلکاری کس نے کاڑھی تھی"۔

آگے سنو ـــ

"چادر آگے آگے اور اُس پر ٹھمک ٹھمک گنوؤں کے جھنڈے کے جھنڈ۔ پیچھے سنہرے رتھ میں جُتے تھے تیلے گھوڑے۔ بارہ۔ ایک سے ایک بانکا منڈل کا سنگھار"۔

چنی کی چھوٹی بہن چینی سورجا پر اٹک گئی ـــ "بے بے جی، سورجا کی باہنوں میں لال چوڑے چاندی کے کلیرے، ماتھے پہ دونی، سر پہ چونک پھول، اور پر گناری کے بندوں والی اوڑھنی جھم جھم کرتی۔ کس رنگ کا جوڑا تھا بھلا اس کا لالہ جی! لال کہ گلابی؟"

"مرمنیا! ادھر تو آ"۔

بے بے نے سر پر ہاتھ پھیرا ـــ "لے دیکھ لے لاجونتیے! ابھی تو تیری دھی کا دل اٹکا پڑا ہے چوڑے کنگن میں۔ ابے منگ چھوڑ جلدی سے"۔

"بارہ گھوڑوں والا رتھ چلتا رہا ـــ چلتا رہا۔ آکاش اور سورج پورے برہمانڈ کے چاروں طرف چکر لگاتے چلے"۔

"جی، گھوڑوں پر پلانے پڑے تھے کہ کاٹھی سجی تھی؟"

"میری بچی، گھوڑوں پر پڑے تھے ست رنگی پلانے اور ان کے پیروں میں ہوا کی جھانجھریں"۔

"پھر کیا ہوا لالہ جی؟"

"سورجا کے لڑکا ہو گیا اگن کمار"۔

بڑی بڑی آنکھوں والی منتھی کی ماں کے کچھ دن پہلے لڑکا ہوا تھا۔ منتھی نے فکرمندی سے پوچھا "اگن کمار رتھ میں ہی پیدا ہو گیا؟ سورجا رتھ میں کیسے لیٹی؟ کیا اس میں منجی بچھ گئی تھی؟"

چاچی مہری نے پیچھے سے ٹھوکہ لگایا "چپ ری، پہلے لالہ جی کی بات سُن"۔

منتھی نہ مڑی ـــ "تو اور کیا، کوٹھری رپسار نہ ہو گا تو کیسے چاپا پایا سور جانے!"

چاچیاں تائیاں ٹھڈیوں پر ہاتھ رکھے دل ہی دل میں ہنستی رہیں تھنوں پر پھول اُگنے لگے۔

"پتروں دھیان سے سنو۔ اگن کمار سورج وڈے کا دھوترا اور سمندروں کا پوترا"۔

"جل کا پتر اگن کمار کیسے ہوا لالہ جی؟"

''اگن کمار کا باپ خلاء اور سمندروں کا مالک۔ لہٰذا جب اگن کمار نے جنما تو نہ ندیاں بہہ بہہ نکلیں۔
پتر جی، یہ اگن کمار سب دیوتاؤں کا کوچوان ہے اور یہی اگنی اور یگ کا باپ بھی''۔

''لیکن جی، اگنی کہاں سے اپجی؟''

پترو، اگنی کی پیدائش سنہرے پانی سے ہوئی، سونے جیسے رنگ والے ستھرے پوتر جل سے''۔
بھائی کو کندھے سے لگائے بھولی بڑی سوچوں میں پڑ گئی۔ ''لالہ جی، یہ سنہرا جل گاگر میں
تھا کہ گھڑے میں، گھوٹ کانسی کا تھا کہ مٹی کا؟''

لالہ جی بچی کو دیکھ دیکھ کر سر ہلاتے رہے، پھر بہت لاڈ سے بولے ''بیٹی، یہ سنہرا جل گاگر میں نہیں
گھڑے میں تھا۔ آدمی پرکھ کی چھانی دیکھو، کلش سے بوندیں گریں گاگر میں اور ہاڑ مانس کے آدمی
بن بن کھڑے ہونے لگے''۔

''لالہ جی، چن ماما کی بھی کہانی سناؤ نا!''

''پترو، چندرما اکیلا ہے۔ اس کا کوئی سنگی ساتھی نہیں۔ اس کے کوئی آگے پیچھے نہیں۔ جو
آدمی اکیلا ہے وہی اسے ساتھی مان لیتا ہے''۔

''چندرما اوپر سے دھرتی کو دیکھ کر بہت اداس ہوتا ہے لیکن اپنا دُکھ کسی کو نہیں دکھاتا، سارا
رنج و غم اندر ہی اندر پیتا رہتا ہے۔ اس لیے چاند کا کلیجہ بن گیا ہے''۔

شاہنی نے ٹھنڈا ہوکا بھرا تو چاچی مہری کا دل بھر آیا۔

''لالہ جی، سورج کی گرمی چاند کو کیوں نہیں پگھلاتی؟''

''پتری سورج اپنے آپ ہی اس سے پرے رہتا ہے۔ جانتا ہے نا کہ اگر چاند کا دکھ درد
پگھل گیا تو برہمانڈ میں قیامت آجائے گی''۔

''لالہ جی، چناب میں دو چن کیسے نظر آتے ہیں؟''

''پتر جی، چاند تو ایک ہی ہے، دوسرا تو اس کا لشکارا ہے''۔

''لو، یہ اور سنو۔''

''اوپر والا چن اور اپنا دریا چناب دونوں جڑواں بھائی ہیں''۔

''سورج کے بیاہ میں جب گگن منڈل میں اجیاری چادر پڑی تو دونوں بھائیوں کی آنکھیں

چوندھیا گئیں، ایک اودھر بھاگا، ایک اُدھر، بس دونوں بچھڑ گئے۔"

"بے بے جی، ان کی ماں نے کیوں نہ ڈھونڈا اپنے بچّوں کو! وہ کہاں تھی اُس وقت؟"

"بچّی میری! وہ چاٹی میں دودھ، دہی ڈال چکی تھی۔ متھانی کیسے چھوڑتی! بیٹوں کے لیے مکھن بھی تو نکالنا تھا نا!"

"جب دونوں بچّے کھو گئے تو اُس نے مکھن کا کیا کیا؟"

"دھیے، اُس نے گھی بنا لیا ہوگا۔"

"لالہ جی، پھر؟"

"بچو، دونوں بھائی بچھڑ گئے تو ایک جہاں ٹھنڈا تھا وہیں کا وہیں رہ گیا دوسرا ہموان راجہ کے یہاں آ گرا۔"

"چپّا چاند گم صم رہ کر ٹھنڈا ہو گیا اور دوسرا شہ زور چنچل ٹکرا ٹکرا کر برف توڑنے لگا۔"

"ہموان نے سوچا اسے پاتال پہنچا دوں گا لیکن یہ منچلا لوٹکر ا پربتوں سے کود بھاگا اور ہماری دھرتی پر اٹکھیلیاں کرنے لگا۔ زور آوری دکھانے لگا!"

اللہ اکبر

اللہ اکبر

اللہ اکبر

اللہ اکبر

اشہد ان لا الہ الا اللہ

اشہد ان لا الہ الا اللہ

اشہد ان محمد الرسول اللہ

اشہد ان محمد الرسول اللہ

حیّ علے الصلوٰۃ

حیّ علی الصلوٰۃ

حیّ علی الفلاح

حیّ علی الفلاح

الصلوٰۃ خیر من النوم

الصلوٰۃ خیر من النوم

اللہ اکبر

اللہ اکبر

لا الٰہ الا اللہ

مسجد میں اذان اور مرغے کی بانگ ایک ساتھ۔ اُٹھو!

دھوں دھوں دھوں بیریوں والے کنویں کے گرنے کی آواز فجر کے گلے میں سُروں کی لڑیاں پرونے لگی۔

شاہنی نے کروٹ لی اور آنکھیں کھول دیں۔ واہگرو! واہگرو! پَو پھٹنے سے پہلے کا سچا اندھیرا جیسے دھرتی کے لیے زندگی کے کنویں سے ایک ایک قطرہ زندگی کھینچ رہا ہو!

ابدی انسان جیسے بندوں سے کہتا ہو — لو! اور لو! خوب جیو اور جی بھر کر آب حیات پیو!

رزق دینے اور عمل کرنے والا انسان۔ سچے بادشاہ آپ جی کے دربار میں کوئی کمی نہیں۔ ایسا وطن ہمیں نصیب ہوا جہاں دودھ سا ان اور امرت سا جل۔ بابا! تیری مہرس، تیری برکتیں!

شاہنی نے کھونٹے پر پڑی گوتھنی جھاڑ کر پہن لی۔ کُرتے کے بٹن لگائے۔ بال سمیٹ کر گُدھتے کی کنگھی ماری، ٹک شاہ جی کی بیٹھک کی طرف دیکھا اور مطمئن ہو کر پوڑیوں سے نیچے اُتر گئی۔

ڈیوڑھی کا در کھلا ہی تھا کہ حویلی کا بلند دروازہ کھل گیا۔

"سلام شاہنی!"

"سلام چنا۔ عمر دراز ہو۔"

شاہنی نے حسب معمول طویلے کی طرف جھانکا۔ اوسے میں جلتے دیوٹ کی لو۔ تینوں گھوڑے تیار۔ دونوں چتے شہزادہ اور بادشاہ محتاط ہو کر ایسے گرجے جیسے بادل شہباز۔ لاکھا گل خیر شاہنی

کو دیکھ کر ہنہنانے لگا۔ جیسے پوچھتا ہو — "کیوں شاہنی، دریا تک جانا ہے!"

نہ رے نہ!

شاہنی پچکار کر آگے بڑھی۔

"ملاں! اس لاکھنے کا دماغ تو ایسا کہ کوئی ڈاڈا اسور رہا ہو!"

"شاہنی اس کی تعریف نہ کرو۔ بڑا تجربہ ہے جان لے کہ کوئی نیا اس کی کاٹھی پر سوار ہے تو پھر اس کی خیر نہیں۔ پار سال حافظ آباد والے شاد کو مہینہ بھر ٹکور کرنی پڑی تھی۔ لے اڑ اسوار بنا سمجھ کے اور موجوکی والے ٹبوں سے نیچے دے پٹکا!"

شاہنی ہنسی "سو تو ٹھیک ہے نواب خاں پر تمہارا تو اس سے دن رات کا ساتھ ہے۔ پہچانتا ہے نہ تمہیں!"

نئی بیائی وہیر کنڈی بھینس نے شاہنی کو دیکھا تو کھونٹا چھڑانے لگی۔

شاہنی نے تھپیڑ مارا — "بڑی غصیل ہے ری تو! کیوں نواب، اس کا افرا کم ہوا!"

"کل آم کا اچار اور اجوائن ڈال دیئے تھے اس کے گتاوے میں!"

شاہنی نے بچھڑے کو سہلایا — "ملاں اس کی مشک بھری ہے۔ آج اسے کھلی لسی میں تیل دو، کوئی اڑ ہوگی تو ختم ہو جائے گی۔"

بیگو وال والی نئی جھوٹی نے سر اٹھایا۔

"اس ملکہ مہارانی کی اداسی کم ہوئی؟ کل دودھ دیا تھا نا!"

"تھوڑا سا۔ بچہ چونگھتا رہا۔ جیسے ہی الگ کیا، دودھ اوپر چڑھا بیٹھی۔"

شاہنی نے کونے میں جا کر گائے کی کھرلی دیکھی۔ ہاتھ پھیر کر پچکارا — "یہ ہے نا ہماری بھولی بھالی گائے!"

"شاہنی اس بھولی بھالی کے بہکاوے میں نہ آنا۔ ظالم بہت تلخ ہے۔ بچھیا ذرا سا اوجھل ہوا نہیں کہ ساوی بجلی ہو جاتی ہے!"

شاہنی نے بچھڑے کو سہلایا — "صدقے جاؤں۔ دو چار دن ہی ماں کی لہر وہر ہے، پھر تو خیر سے ڈالی لگ جائے گی!"

"رب خیر کرے، چھلانگیں مارنے لگا ہے۔ ماں سے چھوٹا اور بلند ہوا!"

طویلے کے آنگنا پتیل کے لش لش کرتے پنج سیری گڑوؤں کی قطار دیکھ کر شاہنی نے آنکھیں جھکا لیں۔

داتا تیری مہروں دفضل وکرم ہے۔

شاہنی طویلے کے باہر نکلی تو سر پر ابھی تک ٹم ٹم تاروں کی لو تھی۔

مثیں خاں کے طویلے کے آگے دِتے پہروے نے کھنکھارا۔

شاہنی دارے کے پچھواڑے سے باہر کی طرف ہولی۔

بوڑھ کے پرانے پیڑ پر پنچھیوں کے جھنڈ کے جھنڈ۔ شاہنی کے قدم یکایک ٹھٹک گئے۔ مشہور انبڑیال والی۔ بیاہ کا لال سبز، گوٹے والا جوڑا اور ناک میں سونے کا لونگڑا!

خوف کی پھانس شاہنی کے کلیجے میں آ چبھی۔ آج اتنے برسوں بعد — واہگرو...... واہگرو......

شاہنی نے سر جھکایا اور ہاتھ جوڑ دیئے — "پُرکھوں، تم جیسے مرنے سے پرے شاہوں کے گھر کی مالکن۔ میں تو جبری تمہارے حکم سے۔"

شاہنی نے لمحے بھر بعد آنکھ کھولی تو پہلے انبڑیال والی کی پشت نظر آئی۔ پھر بغیر پیروں کی پرچھائیں یہ جا اور وہ جا!

شاہنی کے پاؤں ایسے بھاری ہوئے کہ کسی نے تن من کی جان کھینچ لی ہو!

بیریوں والے کنوئیں تک پہنچتے پہنچتے صبح صادق کی سرخی سورج بھگوان کا تلک کرتی تھی۔ ہاتھ جوڑ کر سر جھکایا — "دھنیئے پربھو۔ تم ہی نے یہ دن رات کا میل ملایا۔ برہمانڈ کا کھیل رچایا۔"

گدی پر بیٹھے لدے نے شاہنی کو اول کی طرف بڑھتے دیکھا تو دوتہی سے منہ اور سر لپیٹ لیا۔

شاہنی نے کپڑے اتار کر باڑھ پر رکھے اور اولو میں بیٹھ مل مل نہانے لگی۔ ٹھیکری سے پاؤں رگڑے۔ منہ پر چھینٹے مارتے مارتے پھر آنکھوں پر انبڑیال والی کا پرچھاواں اُتر آیا۔

بال کھول گیلے کئے اور من ہی من میں کہا "بہناری، تیری نظر بے سیدھی۔ اس منہ یا من سے تیرا نام کبھی میلا نہیں کیا۔"

غسل کرنے کے بعد شاہنی نے گتیا جا کر ماتھا ٹیکا۔ پاٹھ سنا تو چت کو چین ملا۔

واہگرو، آپ جانی جان ہو

ہاتھی کلم اگم مستک لیکھاوتی

اُرجھ رہیو سبھ سنگی انوپ روپاوتی

اُستتی کہنو نہ جائی مُکھو تتہارِیا
موہی وِیکھی درسو نانک بلیہارِیا
سنت سبھا ماہی وِس کر کیرتی میں کہاں
اِرپی سمو سینگارو ایہو جیو سبھو دوا
آس پیاسی سیج سو کنتی بچھاییے
ہیر یا مستکی ہووے بھاگوت ساجنو پاییے
سکھی کاجل ہار تمبول سبھے کچھ ساجیا
سوابھ کئے سینگار وکر انجنو پاجیا
جے گھر آوے کنوت تبھو کچھ پاییے
ہیر یا کنتے باجھو سینگارو سبھو برتھا جاییے
جس گھر بسیا کنوت تبھو کچھ پاییے
تس باڑیا سبھو سینگارو سوئی سہاگنے

ست وچن، ست وچن! مطمئن ہو کر شاہنی نے گرو کے دربار میں سر جھکایا اور دہلیز کی دھول پیشانی پہ لگا کر گھر کی طرف چلی۔

دھرم شالہ کے آگے ارائیوں کی قطار سبزی و کتر کا ڈھیر لگائے بیٹھی تھی۔

"آؤ شاہنی، آؤ!"

"اِدھر آنے دے ری جواہراں، بوہنی کرنے دے۔ لو شاہنی یہ کنگلے کی مولیاں!"

حکم بی بی نے سرسوں کا ساگ آگے کیا — "لو شاہنی رُت کا میوہ ہرا کرو!"

فتح نے کالے بھٹ بینگن آگے کئے — "شاہنی شام کے لیے ہی لے جاؤ!"

شاہنی نے ساگ سبزی جھولی میں ڈال علیے کی دھی فتح کو دیکھا۔ چٹا دودھ کشمیری رنگت، پیڑا گدرایا بدن۔ اوڑھنی تلے اشارت شباب بہا رتے ہوئے دیکھ کر مُنہ میں پانی آئے۔

"فتح ری، ذرا آنا دوپہری حویلی کی طرف۔"

"ہلا شاہنی!"

شمالی وَنڈ والی نظام بی بی نے ٹھوکا دیا "ہے ری، جھولی بھری کرلے۔ جا رہی ہو تو گھاٹے میں کیوں رہو!"

فتح مصری مصری ہنسنے لگی۔ پھر ہانک دی ــ "لے لوری نرم ملائم ٹنڈے، کنگ کی سوہلی مولیاں!"

نظام بی بی نے چھیڑا ــ "اری سہیلڑی، سب لونا میٹھا، کچا پکا آج ہی نہ بیچ جانا۔ ابھی عمر پڑی ہے ری!"

شاہنی جنج گھر کے سامنے پہنچی تو سر کا کپڑا ماتھے تک کھینچ لیا۔ تاولی تاولی لوہاروں کی گلی سے حویلی جا نکلی۔

ڈیوڑھی سے اوپر چڑھی تو اوٹے میں جلتا دیوا دیکھ کر قدم ٹھٹھک گئے سہم کر آواز دی "ماں بی بی، طبیعت تو ٹھیک ہے۔ دن چڑھے دیوٹے کی لو جلتی چھوڑ دی۔ سورج نکلنے کے بعد دیپک کی بے عزتی! بخشنا مہاراج! نہ سورج بغیر دن سجے، نہ دیپک بغیر رات!"

شاہنی چوٹھے چوکے لگی تو کرتارو نے کانسی کے برتن نکھار کر چوکی پر لگا دیے۔

شاہنی نے دُھوانے سے اُپلے کی آنچ لی اور درلاٹوں پر اُپلے رکھ چولہا لہکا دیا۔

دودھ کی کڑاہی اوپر رکھ کر کرتارو کو بتایا ــ "دھیان رکھنا کرتارو، دودھ دھوانکھا نہ ہو جائے۔"

شاہنی دودھ بلونے بیٹھی تو مدھانی کے دودھیا سُر چوکے کے درنجیوں سے لگ لگ کر گونجنے لگے۔ دودھ کی کنیاں چاٹی سے باہر بکھرنے لگیں۔

چاٹی میں ہاتھ ڈالا۔ ابھی تو کنی کچی ہے۔

کرتارو بلی، کوسا پانی دینا۔ ذرا چھینٹا دوں۔"

مکھن کے پیڑے طوبا زمیں رکھ چاٹی پر صاف پونا ڈالا کہ شاہ جی تشریف لے آئے!

آسن پر بیٹھے تو شاہنی بولی "میں نے کہا جی، بیالے۔ بیالے اپنی کوٹھی پر نہا لیا کریں۔"

"نہ شاہنی ــ اپنے اشنان تو اپنے پرکھے دریا میں ہی۔ تم اوپر چھبے پر کیوں نہیں نہاتیں۔ بے بے کے رہتے تو بھی رہتی یہ کوٹھی!"

شاہنی بجھ گئی شاہ جی کو ماں کی یاد آئی ہے۔ سورگوں میں پاس بڑی سرکار کا نہاتے بدن

کی چھال نہ جھیلی جاتی تھی جتنا روپ اُتنا اختیار!

"یہیں جہاں بیٹھی ہو نا شاہنی۔ صبح صبح ماں کا چوڑا کھلکنے لگتا۔ میں اور کاشی پسار میں پڑے پڑے پہاڑے یاد کرتے بس، متھانی کے تھمتے ہی مکھن مصری کے لیے پہنچ جاتے۔ بے بے مکھن پر مصری بادام بُرکتی، اوپر سے لسی کا کٹورہ پینے کے بعد طویلے میں جا کر گھوڑے کھول لیتے!"

"جی، کہاں گئیں وہ سہانی گھڑیاں اور کہاں گئیں وہ میٹھی پرچھائیاں! رب خیر کرے شاہ جی، میں تو آج بہت ڈر گئی ہوں!"

شاہ جی دیکھتے بھر رہے۔

"آج مُنہ اندھیرے مسیت کے موڑ پر بڑی کو دیکھا جھلمل کرتے کپڑے۔ اپنے بدن میں ...."

شاہ جی کھڑے ہوئے — "دودھ دہی سنبھال کر ذرا اندر آنا شاہنی"

شاہنی نے پرات بیسن کی بھر دی۔ گھی کی تری لگائی۔ چٹکی بھر نمک اور اجوائن۔

"کرتاری، بیسن ڈھیلا نہ کرنا۔ گوندھ کر ضرور پتا دے۔ میں ابھی آئی"

"شاہنی، سوچا تم بھرم کرو گی — تم سے کہا نہیں۔ پچھلے پکھواڑے گوری مجھے بھی خواب میں نظر آئی"

شاہنی ڈر سے کانپنے لگی۔

"شاہ جی، سپنے میں کیسی دکھی — کچھ بولی؟"

"مجھ میں بہت تشنگی تھی، ساتھ رہی اتنے گنے دن جب سپنے میں نظر آتی ہے تو بس یہی۔ شاہ جی، میری اولاد کہاں ہے! کنبے خاندان میں کون آگے، کون پیچھے! یہ کہہ کر ہنستی ہے اور اوجھل ہو جاتی ہے!"

شاہنی رونے لگی۔ بار بار آنچل سے آنکھیں پونچھنے لگی۔

"اس گھر رب کا دیا بہت کچھ، لیکن میں امتحان میں کھری نہیں اُتری"

"شاہنی تقدیر کے آگے کسی کا بس نہیں۔ میری مانو شاہ جی تو اُن کے کنبے سے کسی لڑکی کا بیاہ اپنے ہاتھوں کروا دو"

لمحے بھر کو شاہنی کا دل دہل گیا۔ پھر فوراً سنبھل کر کہا "میری مانو شاہ جی تو ایک لڑکا گود لے لو!"

شاہ جی نے شاہنی کے درد کو سمجھا، پچکار کر کہا۔ "یہ فیصلے تمھارے ہاتھ جو جی چاہے وہ کرو۔"

یہ بات سن کر شاہنی کا دل گداز ہوگیا۔ سر ہلا کر بولی "سوجھ بوجھ آپ کی، میں کس لائق۔"

شاہ جی کچھ کہنے کو ہوئے پھر زیرِلب ہنس کر رہ گئے۔

شاہنی چوکنا ہوئی ــ "شاہ جی، منہ تک آئی کو کیا روکنا۔"

"شاہنی، ایک بار آنکھیں موند لینے پر کون اپنا کون پرایا۔ خاندان چلانے کے لیے بیٹے کی لوک ریت چلی آئی ہے۔"

شاہنی کا دل تو ایسا اُمنڈا کہ روتے روتے شاہ جی کے گلے جا لگے لیکن ٹھٹکی سی اپنے سرتاج کو دیکھتی رہی۔

پھر قدم اُٹھایا۔ دہلیز تک جا کر مڑی ــ "بیسن کی تندوری کھالوگے نا!"

سر ہلا دیا ــ ہاں۔

شاہ جی دیکھتے رہے اور شاہنی دہلیز پار کر گئی۔ چال میں ایسا عزم کہ جیسے قسمت سے نپٹارا کرنا ہو۔ عالم گڈھ کی یہ دھی جتنی اوپر اتنی اندر۔ شاہنی کی ماں ایسی کہ نری نرم چھال اور باپ ایسا کہ پیڈا اکیلا تنا ہو پرانے بوڑھ کا!

لوہڑی سے پہلے شاہنی نے اَنتر جتن، بٹھایا تو پنڈ بھر میں دھوم مچ گئی۔ نیچے کے تندرے لیپ پوت کر ستھرے کیے۔ دن بھر شاہوں کے گھر گہما گہمی مچی رہی کہ گھر میں کوئی تقریب ہو۔

شام کے وقت شاہنی نے دیوٹوں میں تیل ڈال کر روشنی کی۔ ایک دوجے کو لو دکھائی، اور ہاتھ جوڑ کر سر جھکایا۔

دیوا جلے
دشمن ٹلے
رزق کا چھینٹا اندر پڑے
دیپک تلے

بچھڑے ملے

چاچی مہری نے لو کو ہاتھ جوڑ کر ماتھے سے چھو لیا۔

سندھیا پڑی اتارنی

میرے سنگے دو کھ نوار ڑی

بچی، ذرا نیچے چل کے دیکھ تو لے۔ تندروں میں لڑکیوں کے چہرے سما تو جائیں گے۔ ہاں ماں بی بی۔ رنمائیوں والی کوٹھڑی سے کیس دو تھیاں تو نکال لے۔ لڑکیاں پائے ہی نہ ٹھر جائیں۔"

ماں بی بی دوپہر سے چاچی کے فرمان سن رہی تھیں۔ تنگ آکر کہا "اپنی عقل پر تو بھروسہ نہیں چاچی، لیکن تیری نظر پر ضرور ہے!"

"ہا ری ہلا تیرا کیا دھیا بھی دیکھ لیتے ہیں۔ آ بچی ذرا نظر مار لے!"

تینوں نیچے پہنچیں تو ہاتھ کی لو سے لمبا دالان لشکارے سا جھلملایا۔ سرد خانے کی دیوار پر ہرے گلابی رنگ پھڑ پھڑانے لگے۔

شاہنی خوش ہوئی "یہ کیا کر دیا ماں بی بی!"

چاچا نے پاس آکر دیکھا۔ "واہ ری واہ! کیا مور مورنی۔ یہ پنچھیوں کا سید کبوتر۔ کبوتری۔ یہ کونجوں کی ڈار!"

"چاچی، اور دیکھو۔ یہ موتیے کا بوٹا۔ یہ بلد۔ یہ جھوٹ اور لو یہ چاند سورج کی جوڑی۔"

شاہنی کی پیاسی انکھیوں میں جوتیں جلنے لگیں۔ اُس نے دل کے ڈر کو لمبا سانس لے کر اندر ضبط کر لیا۔

چاچا مہری نے شاہنی کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ بچی اس پل کچھ ایسا لگتا ہے کہ گھر میں ترنجن سے پہلے ہی لال تیرا تندروں میں کھیلتا ہو۔"

شاہنی نے اپنا رُخ دہلیز کی طرف موڑ لیا۔

ماں بی بی، چاچی سے بولیں "سونہہ (قسم) رب کی چاچی میں اندازہ لگانے سے پہلے سوچنے نہیں بیٹھی تھی۔ یہ سوہنی مورتیں آپ ہی ہاتھوں سے بن گئی ہیں۔ اللہ بیلی ہماری بھی سنے گا نا!"

"اُسی کے حضور عرض کر، اس گھر بھی بچھڑے کھیلیں۔"

"چاچی، بابا فرید جن کی آل کے بزرگ ہوں اُن پر کیوں نہ فضل و کرم ہوگا! کیوں نہ جھولی بھرے گی!"

شاہنی نے اوپر بنیرے سے آواز دی: "ماں بی بی، میرے چرخے کی مال تو دیکھ لے، ترکلا تو نہیں کہیں ونگ پڑا!"

"ہلا شاہنی!"

ماں بی بی چاچا مہری کی طرف مڑی — "چاچی شاہنی کو کسی بیر سیانے کے پاس لے جاؤ۔ بتائے کیا بات ہے۔ کئی دن سے اندر باہر جاتی شاہنی انکھیا بوجھی بوجھی رہتی ہے۔ لمبے لمبے سانس لیتی ہے، چلتی ہے تو ایسے کہ کوئی اونچی منڈیر پھلانگتی ہو!"

ٹھوڑی پہ ہاتھ رکھے چاچی سر ہلاتی رہی۔

دونوں اوپر پہنچیں تو ہاتھ میں گیندے کا پھول لیے کرتارو ہنس ہنس کر اترا رہی تھی۔

"کیوں ری، سدا دے آئی ہے ترنجن کا؟"

"کہاں چاچی، ابھی تو شمالی وند ساری پڑی ہے۔"

"سر سڑی! اری کچھ بھوک پیاس ہو تو کھا کر سدا پورا کر آ!"

"شاہنی دودھ میں مکھانے ڈال دے تو جی ہرا ہو جائے۔"

چاچی نے جھڑک دیا "کیوں ری، یہ تو کہہ پھل گیندوا کہاں سے لائی؟"

"گٹیا سے لائی ہوں کٹیا سے۔"

"مر گئی، وہاں کسے بلانے گئی تھی؟"

بے خوف ہو کر کرتارو ایسے ہنسی کہ ہاتھ سے برتن چھنکاتی ہو — "چاچی، میں گٹیا گئی تھی ماتھا ٹیکنے۔ بھائی جی نے پرکاش کیا، واک نکالا۔ دھول ماتھے لگائی تو جھولی میں یہ پھول آن گرا۔ سمجھ لے چاچی، میرے حق میں کوئی اچھی بات ہونے والی ہے۔"

"ناس ہونی، اری لگام دے منہ پر۔"

کرتارو چاچی سے مسخری کرنے لگی — مجھے کوستی ہو، میرے ساتھ کی تو قبیلے دارنیں ہو کر بیٹھی ہیں!"

"چپ ری، کون تو بیس بائیس کے پیٹے میں پہنچ گئی ہے۔ سہارا کر تیرا بھی لاڑا کسی دن آن پہنچے گا۔"

"چاچی میں کب کی ڈیوڑھ سوائے پار کر چکی!"

نواب اور محمد دین دودھ بھرے بھرے گڑوے ادھر لے آئے۔

"لو شاہنی، خیروں سے جھوٹی نے آج کوئی ٹمٹا بکھیڑا نہیں کیا۔ ہاں کرتارو بہن بڑی لہروں بہروں میں! دودھ کا کٹورا منہ سے لگائی بیٹھی ہو۔ کیا ہنیڈا مار کر آئی ہو!"

"ویرا، میں تمہیں نہیں سہاتی پر میرے کٹورے کو نظر نہ لگا!"

شاہنی نے پچکارا۔ "اُٹھ کرتارو، شام ہو گئی۔ دلباغ کو ساتھ لے جا اور بلا وا پورا کر آ۔"

"دلباغ سے ماتھا کون کھپائے گا شاہنی! دونوں کانوں سے ڈورا ہے۔"

چاچی نے جھڑکا۔ "چپ ری، ڈورا ہے تو کون راستے میں اُس سے غرضی پرچہ کرنا ہے۔ جا۔"

"چاچی، محمد دین کو میرے ساتھ کر دو تو ہوا سی پلٹوں گی۔"

"نواب تیرا بیری ہے کیا!"

"چاچی آج ہے میرا اچھا دہاڑا۔ نواب کے لچھن ہیں ٹھنڈے۔ اس کی تو ہر سیانے منگنی ٹوٹتی ہے۔"

چاچی ہنسنے لگیں۔ "تیرے پھیروں سے پہلے اس نے نکاح پڑھوا لیا تو منہ چھپاتی پھرے گی۔"

نکاح کے نام سے نواب کی رال ٹپکنے لگی۔ "تیرے منہ گھی شکر، چاچی۔"

"میں نے کہا ماں بی بی، کوئی رشتہ دولت گڈھ سے ہی لے آ۔ جوڑی چھلہ شاہنی گڑھوا دے گی، اور دیگ جہانگیر شاہ جی کر دیں گے۔ ارے، پلے ہوں دمڑے تو سونے سے پیل سج بیاہ۔"

ماں بی بی نواب کی طرف دیکھ دیکھ ہنسی۔ "جتی والے جولاہوں کے گھر نواب کا کوڑی پھیرا۔ کوئی ہے اُمید اس جوڑ میل کی!"

نواب جھینپ گیا۔

"ماں بی بی سیدہ بڑی ٹھونی جنچلا ہے۔"

چاچی نے گھڑکا۔ "کچھ شرم کر رے! عمر ہو گئی گھوڑوں کو قلابازیاں لگواتے اور رہے دے کے ایک لڑکی تیرے قابو نہیں!"

نواب نے پیری پونا بُلا دیا ۔ چاچی، تیری سیکھ ۔ اسیس سے ہی بیڑا پار ہوگا۔"

حسینہ نائن آئی تو کھوجوں کی ریشماں کا چرخہ ساتھ لے آئی۔

شاہنی بولی ۔ "حسینہ ری ۔ ذرا بالو مراثن کو آواز دینا۔ آ کر رونق لگائے گی۔ کڑیوں کا دل خوش کرے گی۔"

نیچے لمبے پسارے میں چرخوں اور پیڑھیوں کی قطاریں سج گئیں۔ بیچ میں روئی سے بھری پٹاریاں۔

ناک کانوں سے دمکتی نئی بیاہیاں۔ بھری جوانی میں غوطہ مارنے کو تیار چلبلی شوخ مٹیاریں اور اٹھتی عمروں کھل کھل کرتی کنواریاں۔

چاچا مہری نے ہانک مار مار کر ماں بی بی، کرتارو کو تھکا دیا ۔ دونوں والی چنگیر اُٹھا لا ۔ گڑ کی پتیوں والی بھی۔ سلیم کے مرونڈے بھول آئی۔ شیرینی کا تھال کہاں ہے؟"

لڑکیاں ہنس ہنس کر ماں بی بی کو چھیڑنے لگیں ۔ "ماں بی بی، اپنی سوہنی موہنی مورت بھی چنگیر میں سجا لا!"

"ہائے ری، آپ ہی آ گئی ۔ اپنا ڈھول بھی لیتی آتی۔ ہم بھی دیکھتے۔"

"کڑیو، چڑیو، آج تو خیر سے بھورے بیٹھی ہو۔ ہنسو، کھیلو، پر کاتنا نہ بھولو۔"

لڑکیاں کھل کھل ہنستی رہیں اور ایک دوجے کے دھول دھپے لگاتی رہیں۔

شاہنی اپنی پیڑھی پر بیٹھی تو ریشماں جھکی "سوت نہیں، شاہنی پٹ کاتتی ہے۔"

"کیوں نہ ہو! جو پٹ پہنے سو پٹ کاتے!"

نوری نے جھجھکا دیا ۔ "کیوں ری، ریشماں، تمھیں بھی ارائیوں کی رابعاں کی لت لگ گئی! دیکھا دیکھی بند جوڑنے لگی۔"

شاہنی نے نظر دوڑائی "کیوں ری، رابعیاں اور فتح کیوں نہ آئیں؟ جاری نعمتے، نواب کو آواز دے؛ بہنوں کو بُلا لائے گا۔ کہنا چرخے لانا نہ بھولیں۔"

نعمتے اُٹھی ہی تھی کہ دونوں بہنیں آن پہنچیں۔

"بڑی عمریں تمہاری! چرخے لائی ہو!"

"جی شاہنی۔

روئی بن پنجن کیسا

چرخے بن تر بخن کیسا۔

چاچی مہری نے خوش ہو کر بلیاں لے لیں۔ میں صدقے، میں واری رابعان! کیسے کیسے بول جوڑ لیتی ہو! ہاں ری ماں بی بی، چھاجوں میں چھ چھ پونیوں کے چھاپے ڈالو۔ چرخوں کی بو چکی۔ اری ماں باپ جائیو۔ اپنی اپنی پونی چھوؤ۔ دتے بہروے کی ڈانگ کھٹنے لگی ہے!"

گھوں.... گھوں.... گھوں.... گھوں ایک ساتھ چرخوں کے ہتھے گھومنے لگے اور تکلوں سے تار نکلنے لگے۔

"دیکھ ری دیکھ، شاہنی کی تار دیکھ۔ مہین ایسا کہ سر کا بال ہو۔"

چاچی نے گھڑک دیا۔ اپنا اپنا دیکھو اور اپنا اپنا کاتو۔"

لڑکیاں ہنسنے لگیں۔ "چاچی، ہم کیا نظر لگاتی ہیں۔"

پٹاریوں میں سوت کے مُنڈے مٹکنے لگے۔ چھوپوں کے ڈھیر ہلکے ہونے لگے۔

کمو بولی، "بہنا باُبو، کیوں چپ بیٹھی ہو! شاہنی جی، باُبو سے کہو۔ کچھ سنائے!"

گچھا بھر آوازیں چہکیں۔ "ہیر، باُبو، ہیر!"

چاچی مہری بولی "سنا دے لڑکیوں کو، پر ذرا ہولی۔ تیرے گلے کا ٹنکار تو، ری، چھت بلا دیتا ہے۔ خیروں سے اوپر مرد آرام کرتے ہیں۔"

"باُبو بڑبڑانے لگی "لو سنو لوکو، چاچی کی شرطیں! گلا بھینچ کر تو 'سیاپے' کے بین نہیں اٹھتے۔ یہ تو سکھی، ساندی وارث شاہ کی 'ہیر' ہے۔"

قطع کلام معاف۔ تخت ہزارے کے رانجھے مرد نے سیالوں کی ہیر کھلار لاڈالی۔ وارث شاہ نے ہیر گا گا کر محبتیں سجا ڈالیں۔ نگوڑے اپنے ہی مرد ہیر کے سُر نہیں پہچانتے۔ اری شاہنیو، ہیر سن کر تو زندگی جاگ اٹھتی ہے!"

"ہوا ری ہوا، اب نخرے نہ کر، کوت اٹھا!"

"لو سنو لڑکیو۔

ڈولی چڑھدیاں ماریاں ہیر چیکاں
میں نوں لے چل بابلا لے چلو وے
میں نوں رکھ لے بابلا ہیر آکھے
ڈولی چھت کہارنی لے چل وے
ساڈا بولنا چالنا معاف کرنا
پنج روز تیرے گھر رہے چل وے

شاہنی کی انکھیاں بھر آئیں۔ ماں بی بی چپ چپ ہو کے سسکے بھرتی رہی۔ مدماتی چڑیوں کی آنکھیں بابو کے مکھڑے پر ٹکی رہیں۔

چاچی مہری بیراگی سے بولیں۔ "رب راکھا! رب رکھیا کرے تو عاشقی پروان چڑھے۔"

اروڑوں کی مہندی ہنسنے لگی۔ "لو، اور سنو چاچی کی! پریت پیار کے قصوں میں رب کا کیا جوڑ!"

چپ ری! چھوٹا منہ بڑی بات! رب رکھوالا نہ ہو تو عاشقوں کا تو محبتیں توڑ نہیں چڑھتیں۔ چناب پار کرنے والے گھڑے ہی گل جاتے ہیں۔"

بابو نے سر اٹھایا۔

"اول حمد خدا دا ورد کیجے
عشق کیتا سو جگ دا مول میاں
پہلا آپ ہی رب نے عشق کیتا
تو معشوقؐ ہے نبی رسول میاں
عشق پیر فقیر دا مرتبہ اے
مرد عشق دا بھلا رنجول میاں
عشق واسطے رب حبیب اُتے
کیتا آپ فرمان نزول میاں

بابو نے لڑکیوں کو گم صم دیکھا تو ٹھٹکاری لی ــ کنواریو۔ دھیانیو ابھی سے کیا چنتا فکر! جو آنکھ وقت سے لڑے گی وہ اللہ کے فضل سے تو ڑ بھی جا چڑھے گی ۔

پونی کا آدھا تار تھامے بر بنسو مُحر مُحر بابو کی جانب دیکھتی رہی۔

"کن سوچوں میں میری لاڈو۔ ابھی تو خیروں سے بور بی نہیں پڑا!"

بر بنسو نے ہنس ہنس کر مُرکیاں بلائیں ــ "بابو بہنی! ہمیشہ یہ چھیڑ چھاڑ اچھی نہیں۔"

ماں بی بی نے چاچی مہری کے ماتھے پر تیور دیکھے تو ہاتھ سے منع کیا ــ

"چھوڑ دے یہ بات کچھ اور گا۔"

بابو نے "سہاگ" اٹھالیا۔

"بی بی چنّن دے اولے اولے کیوں کھڑی
جی میں کھڑی ساں بابل جی دے پاس
بابل ور ڈھونڈیو!

نہ کسی کی منگنی، نہ بیاہ اور بابو مریم سہاگ گانے چڑھ آئی!

شاہنی اٹھی اور بابو کے لیے دودھ کا چھنا بھر لائی۔

"لو گھونٹ بھر ذرا گلا تر کر لو۔ اتنے لڑکیاں کچھ گا کے سناتی ہیں۔"

کسی نے آواز لگائی ــ "فاطمہ بہن، نبی رسول والی گھوڑی گا دو۔ بڑی من بھاتی ہے۔"

"میرے ویر کا سہرا آیا
کوئی مالی گوتھ لے آیا
اُتے چھتر نبی کا سوہوے
سالیات یا علی"

اتنا گا کر فاطمہ مُکر گئی۔

سہیلیو، قول رہا۔ پھر کبھی گاؤں گی۔ میرا بھائی مردان سے واپس آئے گا تو کھل کر گاؤں گی۔"

چچی مہری نے بلّیاں لے ڈالیں ــ "دھی ساتوں خیریں تیرے بھائی کی! شوکت اپنی چھاتی سجا کر آئے گا۔"

" اور میری بھی چاچی ....."

ظفر کی سب سے چھوٹی بہن اکبری بولی۔

شاہنی کا جی اُمنڈ آیا۔ گٹڑا اُٹھا کر اکبری کی جھولی میں ڈالا۔

"جئیں ویر سب بہنوں کے ری! منہ میٹھا کر میری بچی!"

" سنتے ہیں ری، ظفر چینا پہنچا ہوا ہے"

" نہ چچی، اس کی پلٹن لنڈی کوتل ہے۔ وزیریوں سے لڑائی لڑنے گیا ہے"

"خیر صدقے، گج وج کے آئے گا۔

"سناؤ ری، کوئی سوہنی مہیوال گاؤ۔ فتح ری، سناؤ نا!"

کالے جھگڑے پر مٹ میلی اوڑھنی بکھرا جیسے تصویر کھڑی ہوئی فتح کا ایک ہاتھ چرخے کی ہتھی پر، دوسرا ٹھوڈی تلے۔

" یار یار تو پئی پکارنی اے جے کر جان کہیے مہیوال مائے
میرا رب رسول تے خاص کعبہ جے ایمان کہیے مہیوال مائے
والی وارث جو جہان اندر میرا خان کہیے مہیوال مائے
فضل شاہ یار تو جان فدا میری میرا تان کہیے مہیوال مائے

سب کی نگاہیں تنجنوں کی بہاراں کی طرف اُٹھ گئیں۔ تبھی سید زادی دل لگا بیٹھی رنگریز سے!

"اری رابعاں، کچھ تو بھی سنا نا! دنیا جہان دھوم ہے تو بیت بازی کرتی ہے"

شاہنی رابعاں کی صورت پر ریجھتی رہی۔ ارائیوں کے گھر ایسا سچا روپ!

رابعاں پلک جھپکائے بغیر شاہنی کی طرف دیکھتی رہی جیسے شاہنی کوئی مورت ہو۔ لوکا بوٹا ہو۔

"لو سنو ــــ

دیوے کی مٹی لو چرخے رانگلے
گوری چٹی مٹیاریں جیسے چاننے
پوہ ماہ کے پالے ڈاڈے ٹھارنے
بھورے بیٹھی شاہنی سوت سنوارنے"

"رکھو سائی کی رابعاں ری، تمھیں رب کی دین! کچھ اور کہہ میری بچی!"

"شاہ کنوئیں کی مال
بھر بھر پانی لائے
شاہنی گھر کی رانی
من چاہا وترائے"

سن کر شاہنی کا اندر باہر جھلس گیا۔ گلے سے نگینوں والا نامہ اتار کر ہاتھ میں تھما دیا۔

"لے لے ری، شاہنی خوشی دیتی ہے! سنبھال کے رکھ لے۔ سامرے جائے گی تو پہننا۔"

کڑیاں ہاتھ میں لے لے کر دیکھنے لگیں۔

"ہائے ری، کس پٹوے نے پرویا۔ بیچ میں ہو دردلی کا۔ سچا پتھر رابی ری، تیرا سوداگر گھوڑے پر چڑھ پہنچا ہی سمجھو۔ ساہنی کے ہاتھوں تیرا شگون تو اچھا ہو گیا!"

یکا یک چاچی مہری نے نگاہ گھما دی۔ "اری گڑ کی بھیلیو، تمھارے چگنے کے لیے چوگ کی چنگیریں بھری ہیں۔ کالو تگی نہیں تو کھا گئی کیا! ہاتھ نہ چلا اور زبان ہی چلی، تو سوت کی پٹاریاں خالی بھنبھنائیں گی اور انھیں دیکھ کر تمھاری مائیں بڑبڑائیں گی۔ تمھیں کاتنے کو بھیجا ہے ترنجن میں!"

بھائی رے بانکے چہرے والے
دمڑا تو اک دیتا جا
موہ مائی دے کے جا
داڑھی پھُل پلوا کے جا

"بس، جانگو! یہ لو پھل پھول اور خلاصی کرو۔"

"خلاصی کیسی!"

"ہمیں تو ٹکے چاہئیں۔"

"ناٹا برو، جھوٹی بات۔"

"ہیں تو پیسے چاہئیں۔"

"ہیں تو دھیلے چاہئیں۔"

"تو، ہاتھو کرو......"

چھوٹے چھوٹے لڑکے لڑکیاں، ٹولیوں میں گھر گھر جھانکنے لگے۔ جس گھر شادی بیاہ ہوا ہو۔ نئی نویلی آئی ہو، جس گھر جھولی میں ذال پڑے ہوں، ان کے در پہ جا کر۔

بھری ملے بھٹی بھری ملے
لاڈلوں کی بھری ملے

شالو کی ماں نے ٹولی میں اپنی دِمی کو دیکھا تو لڑکی چٹیا کھینچ کر ایک دھول رسید کیا۔ گگو۔ نہ جانے تیرا کوئی وقت بیلا بھی! سات دن سے پنڈ کا چپہ چپہ ڈھونڈ مارا۔ نہ روٹی ٹکر کا ہوش نہ کام کاج کی فکر۔ کل پسار کی لپائی کرنا۔"

بچوں نے ہیک اٹھالی۔

"کرے گی بھٹی کرے گی
شالو لپائی کرے گی
جھولیاں پار لو
شالو کی ماں بھرے گی۔"

دُر...... دُر...... پرے ہٹو!"

شالو کی ماں نے بچوں کو ایسے بھگایا جیسے کتوں کو بھٹکارتی ہو۔

بچے ہنسنے لگے۔

آئے گی بھی آئے گی
اس گھر لوہڑی آئے گی
جانے والی لوہڑی پر
شالو کی ماں گودی میں
بچھڑا کھلائے گی

اری تیرا گیگڑا جیئے

شالو کا دیبڑا جیئے

شالو کی ماں کے تیور ڈھل کر تہوں میں پھیل گئے۔ جھوٹ موٹ کا غصہ دکھایا— "ارے کچھ شرم کرو، لاج کرو!"

مٹھی بھر مکئی کے دانے بانٹ دیئے اور شالو کو بانہہ سے پکڑ کر جھکا دیا— "سر مُنیا، ان کھرو دیوں کے ساتھ تو بھی بکارا کرتی ہے۔"

پھر لڑکی کو لاڈ سے دھکا دیا۔ "جا، میں آپ ہی لپائی کر لوں گی۔ شام سے پہلے پہلے لوٹ آنا!" شالو کی ماں دہلیز پہ کھڑی ہوئی بچیوں کا شور سنتی رہی—

اری تیرا لاڈلا جیئے

سات خیروں سے جیئے

پسار میں جا کر لکڑی کی پیٹی کھولی اور اپنی شادی کا سچا جوڑا منجی پر پھیلا دیا۔

ہائے ری، تجھے پہلے دھیان نہ آیا۔ اسے دھوپ لگا دیتی۔ خیر صدقے، یہ نگوڑی آنکھ تو پھڑکتی ہے۔ کیا پتہ شالو کا بھائیا برس برس کے دن آن پہنچے پٹنہ صاحب سے!

چھاتیوں تلے بے فکری سے پھیلے پیٹ کو چھوا، سر پر ہاتھ پھیرا۔

شکر ہے سر میں گھی نہیں رچایا۔ شالو کا بھیا اس کی مہک پر بہت ناک بھوں چڑھاتا ہے۔ خدانخواستہ آ ہی گیا تو سر دھونے کے لیے قیامت تو برپا کر دے گا۔

شام آتے آتے گاؤں میں لوہڑی کی گہما گہمی شروع ہو گئی۔ پھریوں کے ڈھیر جنج گھر میں اکٹھا ہونے لگے۔

کھلے آنگن میں اُپلوں کے ڈھیروں پہ لڑکیوں کے جھنڈ سجنے لگے۔ پہلے منڈ پھر کیکر، بیری کے گٹھر، اوپر کپاس کی من چھٹی۔

خوشیوں والے گھروں سے چنگیریں آنے لگیں۔ مکئی کے پھول، گڑ کی بھیلیاں، ریوڑیاں، چاول، تل کی ترچولی، کچی لسی کے گڑوے اور مولیاں بھری چھلیاں۔

شاہوں کے گھر سے عمدہ نائن مہندی دھلی پرات اٹھالائی ساتھ آئیں گرمانی کی چنگیریں، مسالے کا گڑ اور اڑد کی دال کی پنّیاں۔

چراغ جلتے ہی خواتین اور بچّوں کا شور جنج گھر کو گنجانے لگا۔

کوئی نویلی پہن آئی سلمے ستارے جڑا مخمل کا سرخ جوڑا۔ کسی نے زیب تن کیا ہرے رنگ کی کابلی دریائی کا۔ کسی نے باندھنی کے جال والی گلابی اوڑھنی۔ کسی نے مونگیا کھدر پر ٹنکا سنہری گوکھرو۔ کوئی ساس کی اوڑھ آئی پھلکاری چیرے پھول کی۔ کوئی بوٹے اور کوڑی والی۔

کالے کوچھڑوں کی گوری بہوئی پاروتی بندوں والی زعفرانی اوڑھنی اوڑھ کر تو پاؤں زمین پر ہی نہیں رکھ رہی تھی۔

بھورسنگھ کی گھر والی چھوہارے والی بوٹی کا جوڑا پہن کر کچھ کچھ شرما رہی تھی۔

شاہنی سنہری بھراوے پھلکاریاں اوڑھے دیورانی کے ساتھ پہنچی تو محفل کا سنگھار بن کر دمکنے لگی۔

بڑی بوڑھیاں چھتے دوپٹے میں پکے کھینتوں سی اپنے اپنے کنبے قبیلوں کے ساتھ اس طرح نظر آئیں جیسے دھرتی کی طرح فیاض ہوں۔

برات گھر کے دالان میں منجی پیڑھیوں پر سجی دھجی مائیں اوڑھنیوں تلے بچوں کو دودھ چکانے لگیں۔ چھوٹے بڑے گھونگھٹوں والی دلہنیں کبھی ٹیکا سنواریں کبھی سنگار ریشی۔ کوئی پاذیبوں کے قفل کسے، کوئی نند جٹھانیوں میں گھری چپکے چپکے سہیلیوں کو سینت مارے۔

موہرے کی بے بے بہو کو ساتھ لے آئی اور سب کو دکھا سنا پچکار کر بولی "بیٹھ میری بچی! ذرا ہنس کھیل!"

بچنو نے ٹک کپڑا اوپر اٹھایا تو نویلیاں منہ ہی منہ میں ہنسنے لگیں۔

پیارے کی بہو بے باکی میں مشہور۔ "بے بے اچھا کیا جو یہاں لا بٹھایا۔ تم سے دور بیٹھے گی تو کچھ تو جی بہلے گا اس کا!"

بے بے نے ان سُنا کر کے اپنا چہرہ اپنے ہم عمروں کی طرف گھما لیا۔

"مبارکبادیاں، مبارکبادیاں! موہرے کی بے بے، سوکھی ساندی بہوٹی کو پہلی لوہڑی آئی ہے!"

دیوے کھلڑ کی بہوئی گلابی جوڑے میں زیورات میں لدی پھندی گھونگھٹ نکالے آئی تو باری باری سب سیانیوں کی قدم بوسی کی۔

چاچی مہری نے پیشانی کا بوسہ لے لیا ــ "میں صدقے جاؤں! ہیرا ری رنگ ریسا اُجلا ار۔ نظر لگائے میلا ہو۔"

شاہنی نے چھوہارے اور ناریل سر کے چاروں طرف گھما کر جھولی میں شگن ڈال دیا۔

کھلڑوں کی بے بے کو آواز دیتے ہوئے کہا۔ "بے بے بہو کیا ہے چن چڑھا ہوا ہے:

"تیرے پیروں کا صدقہ دھیا!"

شاہنی ہاتھ میں پکڑی گتھی سے جھنڈ نکال کر بچوں کا سر وار نا کرتی جا رہی تھی۔

چھوٹی شاہنی بندرا دئی نے مایا ونتی کے لڑکے کو گود میں لے کر پوچھا۔ "کیوں ری اس کا ناک نقشہ کس پر؟"

"دادی پر ہے، اپنی دادی پر۔ اسی بات سے خوش ہوتی ہے ساس میری۔"

مشہور و معروف خود ساختہ ہفت صفات سے وڈے لالہ اور نکی بے بے تشریف فرما ہوئے۔

چھوٹے بڑے نے اُٹھ کر قدم بوسی کی اور دعائیں لیں۔

کابل والے بدھا وا سنگھ اور بدھو سنگھ، کنڈا سنگھ، گرووت سنگھ، تایا طفیل سنگھ، عربی گھوڑے سا لش لش کرتا شاہوں کا چچیرا بھائی "تارے شاہ۔" تیکھا ناک نقشہ شاہ جی کا اور مغل تاتاری رنگ۔

چھوٹے بھائی کاشی رام کی کشادہ پیشانی اور جیرت پر کہیں کہیں نشان پہاڑوں والی کے۔

کرپا رام کی مونچھیں ایسی کہ منہ پر دو پاکھی بیٹھے ہوں۔

پنڈ کا پنڈ وڈے لالہ کی منجی کے پاس سمٹ آیا۔

"لالہ جی، نہروں سے بھاگ مل، رتن مل، بجرم مل، لابا مل کیوں نہ آ گئے!"

بے بے نکی جھٹ بول اٹھیں "پترا! کیا ساری پرجا کے نام گنا ڈالے گا!"

خیر صدقے، بڑا اچن مل جو موجود ہے۔ چھوٹوں کو اپنی روزیوں پر رنگ لانے دو!"

کرپا رام نے آگے جھک کر بے بے کے گھٹنے چھو لیے ــ "بے بے میرے کہے کا بھرم نہ کرنا۔ تمہارا پتر ہوں۔ پنڈ کا پنڈ تمہارا ہے۔ تو بھلا بھاگ مل کو کسی کی نظر کیوں لگنے لگی۔"

بے بے نے بیٹھ پہ ہاتھ پھیرا — "سچ کہتا ہے کرپارام، سچ کہتا ہے۔ تم میرے پاس ہو اور وہ دور، کہتے ہیں نا، انکھیوں دور، سو دوروں دور!"

کرپارام نے بے بے کو باہنوں میں گھیر لیا — "بے بے، نہ وہ دور نہ تم دور! پورا پینڈ جمع ہے آنکھوں کے آگے، لیکن تمھارے دل کی وہیں بجتی ہے! دور کیسے ہوا؟"

بے بے نکی نے بہت لاڈ سے دھمکایا — "چھوڑ رے، تنگ نہ کر مجھے!"

بے صبرے بچے بھولی نظروں سے چنگیروں پر ٹکٹکی لگائے کبھی آپس میں دھول دھپا کریں، کبھی ماؤں کے آنچل کھینچ کھانے کو مانگیں۔

شاہ جی نے پانڈے کو ہاتھ سے اشارہ کیا تو پگڑ سنبھال پانڈہ جی آسن پر رونق افروز ہو گئے۔ بچی لسی والی گڑوی کو مولی باندھی، تھالی میں پھول کھیل رکھے، مولی، تل، گڑ اور بہت سنجیدہ لہجے میں کہا، "ماؤں، بہنو، لوڑھی کا مبارک تیوہار بار بار آئے۔"

ترچولی والا تھال نکی بے بے کے ہاتھ میں دے کر بھری، کے انبار میں چنگاری لگا دی۔

"بدھائیاں بہنو، بدھائیاں! لو پاندھا جی، پہلے اپنے جھنگے بچوں کی بھری ڈلے!"

"لو جی، یہ تو نہال سنگھ کی!"

"یہ چیڑوں کے دھوترے کی!"

"یہ کھلڑوں کے پوتر کی!"

"یہ ارجن داس کے پُتر کی!"

نکی بے بے نے ست پتری ویراں والی کو آگے کر دیا "چل دھیئے، لسی ڈال کر اگنی دیوتا کی پریکرما کر۔ جگ جگ آتا رہے یہ کرموں والا دہاڑا۔ جھولیاں بھرتی رہیں، دُلہنیں دہری چڑھتی رہیں، ست پُتریاں ہوتی رہیں!"

لکڑیوں کے اونچے ڈھیر میں کپاس کی سوکھی منجھٹی کی لپٹیں آسمان کی جانب کوندنے لگیں۔ تاروں کی چھاؤں میں بیٹھے جنے، زنانیاں بچے بوڑھے ایسے لگیں جیسے لہو کے پودے ہوں۔ اور اپنے اپنے ٹبر قبیلوں کے جھرمٹ جھنڈ کی چھاؤں میں بے فکری سے بیٹھے ہیں۔

بچوں کے ہونٹوں میں گھلتی گڑ کی ٹکڑیاں۔ مکا کے دانے پھانکتی بلاروں بھری مست کنواریاں۔

گھولو کی ماں نے لڑکے کو دباؤ ب گڑ چگلاتے دیکھا تو سر پر کرارا دھول رسید کیا۔ "موڑھ رات جموں نے لڑیں گے تو بوڑھی پر پھینک آؤں گی!"

دادی نے پوتے کو گود میں کھینچ لیا۔ "چھوڑ ری، آج تو اسے دل کی خوشی کر لینے دے یہ مبارک دہاڑا کبھی کبھی!"

قد کاٹھ نکالتے ہوئے گبرو لڑکوں کا جماؤ ایک طرف۔

شرلی اور گینڈا اُٹھا اُٹھا کر بھریاں آگ میں ڈالنے لگے۔

ہوا میں آگ کی سُرخ سنہری لپٹیں ایسے ہلوریں لیں جیسے من موجی زندگی اُنھیں ہوا کے ہنڈولوں میں جھلاتی ڈلاتی ہو۔

ماؤں دادیوں سے ہٹ کر کنواریوں کی قیامت خیز ٹولی کبھی دانے پھانکے کبھی گل بہیاں دے دے کر دور کھڑے لڑکوں کو دیکھ کر آپس میں اترائے۔ لجائے۔

ہر بنسو نے تریپتا کو آواز دی۔ "لے آری، ایک مُٹھ بادام کشمش کی میرے لیے بھی۔

شبو نے جھجکا دیا۔ "دھمان چڑھنے والی ہے کیا؟"

"دیر ہے ری، ابھی دیر ہے!"

"پھٹے منہ!" ہر ہنسو نے چٹکوئی کاٹ لی۔

"ہائے ری، میں مرگئی!"

سامنے کھڑا اِسناروں کا گلزاری نیم وا آنکھوں سے دیکھنے لگا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔

کسی سیانی نے جھانکا تو جھڑکی دی۔ "عقل کر دی، گلے کا کپڑا اینچا کر!"

لڑکوں کی ٹولی سے ڈھول کی تھاپ پر اونچی، گہری، گنجان آواز نکل لوہڑی کی رات کو تھرتھرانے لگی۔

ساتھ پُتر، سترہ پوترے

پانچ دھیاں پندرہ پوترے

نت نت دھووے ماں کُچھی

ٹبّر کے پوترڑے

ارے کھٹی کمائی کھائیں کرم والڑیاں

نت نت بیاہ رچائیں کرم والڑیاں

امرت ویلا شاہنی اور چاچی مہری نے گھر کی کوٹی پہ اشنان کیا سو تھنے جھکّے پہن کر اوپرے دُھسّے اوڑھے اور حویلی کے آگے آن کھڑی ہوئیں۔

نواب نے شہباز کو تھپڑ مار کر پلانا، ڈالا، تنگ کسا اور ڈیوڑھی کے سامنے لا کھڑا کیا۔

شاہنی نے دل ہی دل میں واہگرو کا نام لیا اور چھیبیاری مٹیاری کی طرح گھوڑے پر چڑھ گئی۔ ہاتھ دے کر چاچی کو اوپر کھینچا اور گھوڑے کی لگام تھام لی۔ اوپر تاروں کی لو دیکھ کر وقت صحیح کیا اور گاؤں سے باہر نکلی۔

ساتھ ساتھ پیدل آتے نواب کی جوتی کی آواز گھوڑے کی ٹاپ سے رل مل کر انوکھا شور کرنے لگی۔

رُوڑھی پر کوئی میمنا کود کر آگے آگے بھاگنے لگا۔

"چاچی، دیکھ یہ بچھڑا۔ چار چھ دن سے زیادہ نہیں، کیا قلانچیں بھر بھر کر کود رہا ہے!"

"بچی، مئیں خاں کی جھوٹی سوئی ہے۔"

چاچی مہری نے دل ہی دل میں داتے کے آگے عرض کی۔ "غریب نواز، آپ کے حکم کی بندی آپ کے دربار میں شیش جھکانے آئی ہے! مہراں والے، تیری نظریں ہوں سیدھی تو شاہوں کے گھر بھی جھنڈا لہرائے۔"

گاؤں سے نیچے اتر کر ریت کا سوکھا دوآڑا پار کیا تو شاہنی میٹھے مہین سروں میں بابا فرید کی وانی پڑھنے لگی۔

پہلے پہرے پھلڑا

پھلو بھی پچھا رانی
جو جاگنھ لین سے
سائیں کتوں دات
داتی صاحب سندیا
کیے چلے تسو نالی
اک جاگ دے انہھ
اکنھا تتیاں دے آتھال

گاتے گاتے شاہنی کا گلا بھر آیا۔ دھیئے دھیئے بابے کی ماں۔ دھیئے بابا تیری تجانی!
اچانک کلیجے سے بادل امنڈا اور شاہنی کی آنکھوں سے پھوہار گرنے لگی۔
نواب نے اللہ پاک کو یاد کیا۔ شاہ کی سچی کمائی جس نے شاہنی جیسی گھرنی پائی۔ ملکہ جہاراتیوں سا صدق اور رب کے نام سے محبت۔
دوناں پار کر ریتیلے کنڈوں سے گھوڑا اوپر چڑھا تو سورج مہاراج آسمانی برجی سے جھانکنے لگے تھے۔ سنہرے پر بچھی شبنم موتیوں سی چمکنے لگی سرسوں کے پیلے کھیتوں کے بنیرے سنگی اور میتھا کی کیاریاں دھوپ میں چمک چمک آنکھوں کو رجھانے لگیں۔
سامنے کے پہاڑوں سے آتی ہوائیں جیسے دھوپ کے چھاج چھانٹنے لگی ہیں۔
شاہنی اور چاچی مہری نے بیک وقت احتراماً سر جھکائے عدالت گڈھ کی سیدھ شیخ سادوں کے مینارے آنکھوں میں ابھرنے لگے تھے۔
نواب نے سلام کیا تو چاچی مہری بولیں — "منت مانگ — دل کی مراد پوری ہوئی تو شیخ سادوں کے دربار چراغ جلاؤں گا۔"
شاہنی نے لگام کھینچ گھوڑا روک لیا۔ نیچے اتر کر خانقاہ کی دہلیز پر ماتھا ٹیکا، تیل کے لیے پیسے رکھے اور عدالت گڈھ کی طرف چل پڑی۔
"میں نے کہا بچی، حاکماں کے یہاں گھڑی بھر ہی ٹھہریں گے۔ دوپہری بھی چل دیں گے تو شام جلال پور جا پہنچیں گے، اور کل تڑکے بابا فرید کے دربار۔"

دھوپ میں چمکتا سلیقے سے لپا پتا حاکم بی بی کا سجرا آنگن دور سے پہچانا جاتا ہے۔

"حاکماں بڑی سچی ہے ری۔ دیکھ لپائی ایسی کہ تختی پوتی ہوئی ہو۔"

دونوں گھڑلی کے پاس آکھڑی ہوئیں۔

اُپلوں سے دھواں نکلتا تھا اور دودھارنے میں دودھ کی ہانڈیاں پڑی تھیں۔

چاچی نے آواز لگائی ـــ "حاکم بی بی ـ باہر تو آکے دیکھ۔ تیرے گھر پُرامنے آئے ہیں۔"

حاکم بی بی کا گھر والا غلام رسول باہر آکھڑا ہوا کہ کچے کوٹھے سج گئے۔

اونچی کاٹھی۔ گندمی رنگت پر سلونی مونچھیں اور گردن کو سجاتے بالوں کے چھتے۔

"سلام کرتا ہوں چاچی! سلام شاہنی!"

"جیتا رہ پُتر، جوانیاں مان۔"

چاچی نے دعائیں دی۔

"کیوں جی غلام رسول، میری بہن حاکماں کہاں ہے؟"

"ابھی حاضر ہوتی ہے۔"

حاکماں بی بی تھیبوڑھی جل کر باہر نکلی تو اُگب اکوٹھری کا جانک دوپٹے میں سے چور انکھیوں جھانکے۔

"آؤ شاہنی، آؤ! خیر سے آج تو سجری دھوپ بن کر آن پہنچیں!"

پھر چاچی کو سلام کیا۔

"سائیں جیوے، رب پُتر دے!"

سچ مانو شاہنی، تڑکے کنالی سے آٹا ڈالا تو ٹکڑی بھر باہر جا گرا۔ دل میں آیا کہ ضرور کوئی مہمان چلا ہوا ہے۔ صدقے تمہاری آمد پہ۔"

شاہنی نے غلام رسول کی جانب دیکھا ـــ "شاہ جی، خیر و عافیت پوچھتے تھے۔ کیوں ری حاکماں، میرے بہنوں کو ہمارے گراں کے راہ۔ راستے ہی بھلا دیئے۔"

غلام رسول کی پیشانی ہنسنے لگی، "سچ کہتی ہو شاہنی، تمھاری یہ منہ بولی بہن جب تک

"مجبوری" بنی رہے گی۔ میرے گھر سے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا!"

چاچی مہری کی نظریں حاکماں کے 'لاچے' کے اردگرد گھٹی رہیں۔ پھر ہولے سے پوچھا" کیوں دھیاں، آٹھواں کہ نواں!"

حاکماں شاہنی سے آنکھیں چرائے رہی۔

شاہنی ہنسنے لگی ــ" لاج کاہے کی۔ میں اپنے بہنوئی سے ٹھٹھا ٹھلو کری کروں گی تم سے نہیں۔ کیوں جی غلام رسول!"

غلام رسول کی تلیں دھوپ میں چمکتی رہیں۔

حاکماں کی ہمسائی ست بھراویں مہمانوں کی بات سن کر ملنے آن پہنچی۔

"حاکماں، تندور ہیکنے لگا ہے۔ میں گرم گرم روٹی اتار کر لاتی ہوں!"

"نہ ری نہ میری بچی، ہم کھا پی کے چلی تھیں۔"

ست بھراویں اڑ گئی ــ" ان پانی داتے کا، پروان کرو۔ میں بچے منہ نہ جانے دوں گی۔

چاچی نے شاباشی دی ــ" جیتی رہو۔ دھیئے، ہم گلے گلے تک بھری ہیں۔ پیدل پینڈا مارا کے آتیں تو کچھ بھوک لگتی!"

غلام رسول نے بیچ بچاؤ کیا ــ" چاچی ست بھراویں بھرجائی نہ ماننے گی۔ روٹی نہیں تو دودھ لسی پی لو۔"

حاکماں کو شاہنی کی پسند یاد آگئی ــ" شاہنی کو قہوہ پلادو۔"

ست بھراواں بہت خوش ــ" اری میرے منہ آئی تھی۔ ستی کے بھائیے نے ساوی پتی بھدرواہ سے بھیجی ہے۔ میں ابھی لائی بنا کر۔"

چاچی نے ہدایت دی ــ" چٹکی بھر نمک ڈال لینا۔ اور ہاں دھیئے، میرے قہوے میں ملائی کم ڈالنا۔"

حاکماں ہنسنے لگی ــ" وہ قہوہ کیسا جس میں ملائی نہ ہو۔"

غلام رسول نے دہکتی کانگڑی لاکر مہمانوں کے آگے رکھ دی۔

چھوٹی سی کانگڑی میں سرخ سنہری انگارہ ایسا سرخ جیسے دھرتی کی کوکھ میں سورج کا

چھوٹا سا بچھڑا آن بڑا ہو۔

شاہنی ہاتھ تاپتے ہوئے من ہی من سوچنے لگی ۔ "دیکھو کھیل قدرت کے اور دیکھو کمال بندے کے! اپنے سکھ سہولت کے لیے کیا نہیں بنایا آدم کے بیٹے نے!"

ست بھراوں پٹاری میں گڑ اور باجرے کی بُھنی کھیلیں لے آئی ۔ "جتنے سما دا گرم ہو اُتنے منہ جوٹھا کرو!"

چاچی نے گڑ کی ڈلی منہ میں ڈالی ۔ "ہیں ری، یہ تو دھمان کا گڑ لگتا ہے! اجوائن سونٹھ پڑی ہے!"

حاکماں ہنسنے لگی ۔ "ست بھراواں بھرجائی کو گڑ چگلانے کا خبط ہے۔ ہر سیالے گھڑا بھر لیتی ہے!"

"چل، تیرے پُتر جننے سے پہلے ہی منہ میٹھا کر لیتے ہیں۔ ہاں ری، کیا براج رہی ہے؟"

حاکماں نے پیٹ پر ایسے ہاتھ پھیرا جیسے بچھڑے کا سر سہلاتی ہو پھر چاچی کی طرف جھک کر پھسپھسائی، "رات بھر پیڑیں اُٹھتی رہیں۔ تڑکے اُٹھ کر جلدی جلدی کام نمٹا دیا۔"

"ارے، ٹھنڈی پیڑیں تو نہیں جو رہ رہ اُٹھتی ہوں!"

"نہ!"

"رسول، پُتر! ست بھراواں کو آواز دے ذرا! جو لانا ہے جلدی لے آئے۔"

تھالی میں دو کٹورے قہوہ، مکا کے ڈھوڈے پر مکھن کا پیڑا لا کر ست بھراواں نے آگے رکھے تو دونوں نے اپنے اپنے آنچلوں پر پیالے ٹکا منہ سے لگا لیے!

الائچی بادام والا قہوہ اور اوپر بہت ملائی کی!

"دیکھ حاکماں، غلام رسول کی روٹیاں تو اتار لی ہیں نا!"

"ہاں چاچی!"

"پُتر جی، حاکماں وقت سے ہوئی لگتی ہے۔ دائی کو بُلا لاؤ!"

حاکماں کے لیے ست بھراواں مٹی کے طباق میں قہوہ لے آئی ۔ "بہنا، کڑوا گھونٹ کر کے پی جا۔ گنو کا گھی ڈال لائی ہوں۔ سہارا رہے گا۔"

غلام رسول واپس آیا تو منہ اترا تھا۔

"چاچی، کرم بی بی تو آج نہ ملے گی۔ نوشہرے والے سِکھوں کے گھر زچگی کے لیے گئی ہے۔"

چاچی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ شاہنی نے کہا "رچّی، میں جتنے حاکماں کو دیکھوں، تم چولہا لہکا پانی رکھ دو، تانبے کا ڈھکن کس کر بند کرنا، کوئی دھول مٹی نہ جائے!"

"غلام پُتر، کوئی کورا گھڑا چاہیے ہو تو ٹھیکری کے لیے نکال دو۔ چراغ میں تیل ڈال کر آلے میں رکھ دو۔"

چاچی کو مطلوبہ سامان دے کر حاکماں بچھونے پر جا لیٹی۔

"میں مر گئی چاچی، اب نہیں سہا جاتا۔"

"چاچی ہاتھ دھو کر حاکماں پر جھکی۔ پھر سر پہ ہاتھ پھیرا — حاکماں دھیئے! آنکھوں میں بی بی مریم کا پنجہ لسائے رکھو اور ظاہری نام لے پیر سکھی سرور کا!"

شاہنی نے مدد کے لیے ریلوٹے کی لو آگے کی تو تڑپتی حاکماں کو پچکار کر کہا۔ "بیبیئے سہار کر، تو اکیلی ہی درد بیڑا ہی نہیں۔ اری غلام رسول کے گھر کی نیویں بل رہی ہیں۔ جٹھیرے اس کے بہشتوں سے جھانک رہے ہیں!"

چاچی نے ہاتھ سے بچھڑے کا سر چھو لیا تو پُھرتی کی۔ "خیریں مہریں! لے ری حاکماں، مبارکیں ہوں!"

نئی نئی سجری رُلائی کوٹھڑی میں تھرتھرانے لگی۔

شاہنی نے ذرا سا پٹ کھولا اور باہر کھڑے غلام رسول سے کہا — "مبارکیں غلام رسول جی، خیروں سے اندر شہزادہ آن پہنچا ہے۔"

غلام رسول کا گلا بھر آیا — "خیر مبارک شاہنی!"

غلام رسول کے سوہنے مکھڑے پر پُرکھوں کا خون جھلک مارنے لگا۔

"شاہنی، تمہارا پاؤں ہی خوش قسمت!"

واہگرو، واہگرو، سچائی اس والے کی نہیں تو انسان اپنا سا بچّہ بنا کر دنیا میں قائم کر سکتا! رب جی، مہریں تمہاری!"

شاہ جی اور تھانے دار ابھی کھیت سے نہ لوٹے تھے کہ گاؤں میں سیندھ لگانے کا شور شرابہ مچ گیا۔ لوگ گروہ در گروہ حویلی کے آگے اکٹھا ہونے لگے۔

نواب نے پیٹھے کاٹتے کاٹتے بھیٹر دیکھی تو ہنس کر کہا۔ "بادشاہو، ابھی تو تھانے دار جنگل جھاڑے گئے ہیں۔ آئیں گے تو عرضی پرچہ لیں گے۔"

مختیار نے اپنے تہبند کو بل دیئے ـــ "لو سنو لوگو، نواب کی بات ـــ! ارے تمہارے مہمان فارغ ہونے ہی گئے ہیں نا، بھنگیوں کی توپ تو داغنے نہیں گئے!"

نواب نے ہاتھ کا لوٹا پرے پھینک دیا اور دانت نکال کر کہا ـــ "حد کر دی بادشاہو! کہاں صبح کا چھوٹا موٹا زلزلہ، کہاں سکھوں کی توپ!"

"ہاں جی، خبروں سے کون سا پیٹ ہے جس میں تڑکے مُس مُسی نہ ہو۔ سہارا رکھو۔ تھانے دار فارغ ہونے گئے ہیں۔ آجائیں گے۔"

تھانیدار کے دبدبے سے فضل کی چوڑی چھاتی تنگ ہونے لگی ـــ "لو جی، کوئی انوکھی ڈھوئی ہے سلامت علی کہ اس میں زلزلے بھی پیدا ہونے لگے! سیدھی طرح یہ کیوں نہیں کہتے کہ کل والی خاطر تواضع ہے۔ ہلکے ہوتے گئے ہیں۔"

"وہی سمجھ لو۔ آپ جانو اناج کے کبڑے کو دیر سویر بیروں کے بھار بیٹھ اپنے گردے تو ہولے کرتے ہی پڑتے ہیں۔ پھر ہم نے کون سی بڑھا چڑھا کے بات کی۔ مہمان داری میں ذرا سی سجا کے کہہ دی اور کیا!"

"یہ تھانیداری کلّے کی برکتیں ہیں۔"

"خیر مہر ہے۔ اکثر تھانیدار سپاہی کو سلامی دینی تو پڑتی ہی ہے نا۔"

محمد دین نے ڈنگروں کی کھرلیوں میں چارہ ڈالا اور ہنس کر کہا۔ "آہو جی، اپنے کون سے زن زمین کے معاملے کہیں اُلجھے پڑے ہیں کہ تھانیدار کا طرّہ دیکھتے ہی فتح بلانے لگے!"

نواب کو ایک بات یاد آگئی۔

"کسی نے گھوڑے سے کہا تھا ـــ او لنڈیا تجھے چور لے جائیں!"

غازی نے سر ہلا دیا ـــ "بے شک لے جائیں! یاروں نے تو پٹھے ہی کھانے ہیں!"

"بننے کا مطلب یہ کہ دنیا ہوتی رہے منصف اہل کار۔ ہم نے تو ڈھور ڈنگر کو چارہ ہی کھلانا ہے!"

مولو کو تھانیدار بجو خاں کی یاد آگئی۔

"تھانیدار سلامت علی کی قد و قامت لمبی اور صحت بھی اچھی ہے۔ بجو خاں جب دورے پر آئے تو مشکیارا اور مُنترالی اس کے ساتھ ساتھ بچارے کو بار بار بیٹھنے کی حاجت ہو۔ کسی سے کچھ کہہ نہ سکے! چھوٹے شاہ نے مرض کی تشخیص کر لی کہ ہو نہ ہو بجو خاں مُومیسیا ہے۔ بواسیر کی دوا دی، تاگے کا ٹوٹکہ کیا اور رب تو کلی ٹھیک بھی ہوگیا!"

سلطان نے کھجورے کو کہنی ماری — "دیکھ اوئے، اُدھر دیکھ!"

شاہ جی کے ساتھ ساتھ تھانیدار کے قدموں کی چاپ سنتے ہی بیٹھ چوکنی ہوگئی۔

پہل کون کرے؟

شاہ جی نے پوچھا — "یہ ہجوم کیسا؟"

میئے خاں نے کیس ڈھنگ سے وڑھا اور بولے "سننے میں آتا ہے رات رجمی میں سیندھ لگی ہے!"

"ہوش میں تو ہو نا! ہمارا قیام پنڈ میں اور ہماری موجودگی میں ایسا حادثہ؟"

تھانیدار سلامت علی کی آواز ایسی کہ تیل میں بھیگا ہوا بینت ہوا میں گھمایا ہو!

میئے خاں نے سر کا منداسہ ٹھیک کیا اور رجمی والوں کی طرف نظر مار کر کہا — "سیندھ، چوری، ڈاکہ — جو بھی حادثہ ہوا ہو، بیان کر دو!"

"تو فیقوں والو رات کا پچھلا پہر ہوگا۔ سوٹے والا گھو گڑنے لگا تھا۔ میں نے حسب معمول ٹنگنے سے اُٹھا دو تہی کندھے پر ڈالی ہی تھی!"

تھانیدار پھنکارے — "تاج خاں! چوروں نے رتی بھی تیرے ٹنگنے سے ہی باندھ رکھی ہوگی! ایسی چمڑی ادھیڑوں گا کہ سارے بدن کی ٹلیاں کھڑک اُٹھیں!"

"ہاں سیندھ والی دیوار سے ملی ہوئی کس کی دیوار ہے؟"

اسمٰعیل درزی تھر تھر کانپنے لگا۔

آگے بڑھ کر سلام کیا — "جناب!"

"جناب کے کنٹھالے، ذرا صبر کر۔ تیرا دم چولہا ابھی بھگواتا ہوں سیندھ لگی تو" تیری دیوار کی

طرف سے، جور بھاگے تو وہ بھی تیری پوڑیوں سے! کپڑے لتے پھیلا گئے تو وہ بھی تیری چھت پر!
خود ہی پھوٹ دے! میں ابھی موقع پر نہیں پہنچا۔!"

اسمٰعیل کی گھگھی بندھ گئی — "جناب بندہ بے قصور ہے!"

سپاہی کو حکم ہوا — "مدی خاں، ترچھی کاٹ کر دے اس کی کھوپڑی کی! اور ٹنڈے، تو بھی
اُٹھ! پہچانتا ہے نا مجھے!"

موتیو والو، آپ جیسے طاقتور کو کون نہیں جانتا بھلا!"

"جھٹ پٹ اُگل دے!"

"جناب حاضر ہوں!"

"یہ چنڈال چوکڑی کل چوراں والی میں کیا رستے بُن رہی تھی!"

"نہ جناب۔ کہاں چوراں والی، کہاں جی!"

"اوئے، تو ابھی تنہا نہیں اتنی ہے۔ مدی خاں نے باون دستے والی ضیافت ایک ہی دور
میں ختم کر دی!"

تھانیدار نے ٹنڈے کو زمین پر چت دیکھا تو آنکھ سے اشارہ کر دیا — بس!
اور پورے مجمع سے بے نیاز ہو کر شاہ صاحب سے باتیں کرنے لگے۔ ٹنڈے نے کنکھیوں سے
دونوں کو محو گفتگو دیکھا تو کھجورے کو آواز دی — اوئے، بہنو کے یار، میرے دائیں پیر کی جوتی کہاں
گئی۔ ذرا لانا تو ڈھونڈ کر!"

مدی خاں نے بھبکی دی — "جوتی نہیں، تیری ٹانگ کنجری اب بیوہ ہونے کی تیاری میں ہے!"
شاہ جی منجی پر بیٹھے ہوئے اپنے دوست سلامت علی کے کرتبوں سے لطف اندوز ہوتے رہے!
بھوکٹ کی سیندھ چوری و مفت کا مال و متاع اور بنا چوری کے پکڑا گیا چور بچہ! اب فہرست
بنے گی اُس مال کی جس کا والی۔ وارث سُرجن سنگھ ولد ارجن سنگھ سیکڑوں میل دور پٹنہ صاحب میں کپڑے
کی پھیری لگا رہا ہے۔

رات روٹی ٹکڑے کے بعد چاچی منجی پر لیٹی تو بہت پُرسوز آواز میں گانے لگی۔

"اری پُتر نہ ملتے مانگویں
نہ ورے باٹ بکیں
جو وہ ملتے مانگویں
بیں لیتی دتی لوں!"

ماں بی بی نے ہاتھ میں دو ہر لیے پسار کی طرف جاتے ہوئے سنا تو کلیجے میں ہوک اُٹھی۔
"ہائے ری چاچی! جس نے شاہوں کے گھر آکر اپنی زندگی قربان کر دی آج بھولے بسرے سپنوں کو کیوں یاد کرنے لگی!"

ماں بی بی نے کوئی کے آلے میں سے دیوٹ اُٹھا کر چاچی کے پسار میں جھانکا۔
لوئی میں منہ سر لپیٹے چاچی دیوار کی طرف منہ کیے لیٹی تھی۔
ماں بی بی نے دیوڑی پر دیا رکھا اور چاچی کے پینتانے بیٹھ پاؤں دبانے لگی۔
چاچی نے نئے سُر چھو لیے۔

"کا کی مائی کا کو باپ
نام دھاریک جھوٹے سبھی ساک
کاہے کئو مُورکھ بھکھلایا
ملے سنجوگ کی حُو کمی تو آئیا
ایکا مائی ایکا جُوتی
ایکو پولو کہا کئو نو روتی"

ماں بی بی بیٹھی سوچتی رہی۔ بد قسمت زندگی رات برابر۔ آنکھوں کے آگے کنجری کے روپ پر شیدائی ہوا گھر والا آٹھ ٹھکا نورلانی نے آگھیرا۔

چاچی مہری نے مُنہ کھولا اور ماں بی بی کو پچکار کر کہا "نہ دھیئے، ایسے بغلول مرد کو نہ رو۔ بھاڑے کے در در سے چھتر کھا کر لوٹے گا یہیں ــ تمھارے پاس۔ میری بات پلّے باندھ لے!"

"چاچی، اب کے تھانیدار سلامت علی اپنے گراں آئے تو میری طرف سے شاہ جی سے کہنا کہ بات کریں۔ کیا پتہ اس کے سمجھائے دھمکائے جنا راہ پر آجائے۔"

"ماں بی بی، یہ معاملے مرد کی مونچھوں سے نہیں رَبّی جوتوں سے نبٹتے ہیں۔ میری بات پلّے باندھ لے۔ تیرا سودائی یا تو بیاہ لے تک لوٹ آئے گا۔ اپنے ٹھیے پر نہیں تو دلا بن کر بیوہ کے گلی کوچوں

ہیں بھٹکے گا۔"

"چاچی، سنتے ہیں کنجری بھٹروی ہندوستان کی ہے جو لے گئی جنے کو پانچ دریاؤں پار تو اس جولے میں مجھ تک نہیں پہنچتا۔"

"چپ، اری، شبھ شبھ بول، ٹیروں کی جھلک پر عاشق نہیں مرتے کنجری کا پیار ٹکوں سے۔ در در ٹھوکریں کھا کر آئے گا تیرے ہی ڈھب!"

"تیرا منہ مبارک چاچی! انہی وچنوں کی ٹیک اُسے باندھے رہے! چاچی! ایک بات تو بتاؤ، مجھے تم اداس دکھتی ہو۔ اتنے بیراگی سُر کیوں چھولیے۔"

دیوٹے کی لو میں چاچی کا ناک نقشہ کسی لو کی طرح لہرانے لگا اور برسوں پیچھے والی شاہ گنیت کی جوان مہراں میں تبدیل ہو گیا۔

ٹھوڑی پر کا تندولہ چمکنے لگا۔

"اری، مایا موہ اور کیا! مرے ہوؤں کی روحیں کہیں جاتی تھوڑے ہی ہیں! جتنا سفر زندگانی میں کرتی ہیں اتنا ہی مرے پیچھے۔"

"چاچی، ایسا بھرم نہ کر۔"

سُن ماں بی بی، مزارعوں کی بانت بیٹھی نہ اٹھنا، تو بنیرے سے جھانک نیچے دیکھنے لگی۔ ایسا جھولا پڑا کہ کوئی پرانی ٹرت ہو! پرانے دن۔ دیکھتی کیا ہوں میرا بانکا شاہ اپنا لڑکا بنا ڈیوڑھی پر آن کھڑا ہے! اری، وہی اس کی سوہنی پوشاک وہی گھنگھریالے بال۔ مکھڑا ایسا جیسے میرا پتر ہو!"

"چاچی، بھلا یہ کیا بجھارت!"

"ماں بی بی، چت اپنا مایا درپن۔ اری، جس پتر کو کبھی میری کوکھ نہ پڑنا تھا وہ مجسم میری آنکھوں کے سامنے آن کھڑا ہوا اس ایک پل میں جیسے باپ بیٹے دونوں سے مِلن ہو گیا۔ آنکھ جھپکی اور دونوں کہیں کے کہیں!

"پھر؟"

"اری، پھر کیا؟ دوبارہ ڈھونڈنے بلانے لگی اپنے محرم کو تو سامنے کھڑا تھا مچھیوں کا سلطان!"

"چاچی، سنتے ہیں شاہ اپنا بڑا ملوک نازک ہے۔"

"ہاں ری شاہوں سے چٹا دودھ رنگ، تیکھا ناک نقشہ۔ پہننا اوڑھنا جیسے حاکم ہو۔"

"چاچی، بے بے کہا کرتی تھی کہ مہری گنپت شاہ کے قصے گھر گھر گائے جاتے تھے۔"

چاچی مہری اس طرح ہنسی کہ شام پلٹ کر صبح ہوگئی۔

"ماں بی بی، وقت بادشاہوں کا بھی بادشاہ۔ کبھی چوتی چڑھی تھی پریت محبت ہماری۔ بھری کچہری مجھے جا کھڑا کیا میرے شاہ نے ساسرے کا مانا پروانا قبیلہ کچہری عدالت میں ٹوٹ پڑا۔ جت دیکھیں تت خلقتیں!"

"چاچی، ایسے بیٹر بھڑکے ہیں تم کھلے منہ پہنچیں!"

"اور کیا! اری، کھل گئی پوٹلی عشق کی تو پردے کیسے! اجلاس بیٹھی ہوگئی۔ وکیل نے پوچھا، مسمات مہری، بے دھڑک ہو کر کہو تمھارے خاوند کے کنبے قبیلے سے کفری شاہ نے تمھیں کن ترکیبوں سے اغوا کیا اور کس طرح ورغلا کر تمھیں نظم وضبط سے گمراہ کیا!"

"پھر کیا کہا چاچی تم نے!"

ماں بی بی، مہراں نے نظر اٹھا کر کچہری کا جائزہ لیا! مجھے نظر آئے صرف دو بندے۔ ایک دکھا اپنا شاہ اور دوسرا حاکم اعلیٰ۔ میرے لیے باقی سب پگڑیاں ہی پگڑیاں۔

میں بے فکری سے بولی — صاحب جی، مجھے بیوہ ہوئے تین سال ہوئے۔ عدالت سمجھے کہ نہ میں کھیلوں گڑیاں اور نہ میں سولہویں سال۔ میں بالغ ہوں۔ میرے ہوش وحواس درست ہیں۔ اپنا بھلا برا سمجھتی ہوں۔ اپنی مرضی سے سرداروں کی دہلیز لانگھ آئی ہوں!"

کھتی وکیل ساسرے کا پھر بھی باز نہ آیا۔ پوچھا — "کیا یہ سچ ہے کہ شاہ گنپت نے تمھیں لالچ دے کر سبز باغ دکھائے اور بدمعاشوں کی مدد سے تمھیں دریا پار بٹھایا!"

"ماں بی بیٹے، میں نے گردن اٹھا کر اپنے شاہ کی سیدھ کرلی۔ جانے اُن انکھوں میں کیا محسوس ہوا کہ تن بدن میٹھی آنچ میں جلنے لگا۔

"ساسرا ٹبر ڈاڈھا بچا تھا۔ وکیل جھتل دیں —" اور بولو!

اور بولو!

"پورا کنبہ قبیلہ تمھارے مرحوم مالک کا، اروڑی زمین، گھتا کتا، برتن بھانڈا، بھرے بھرائے

شاہوں کے وکیل نے جرح کی تو میرے کچھ پلّے نہ پڑا۔ میری نظر تو اپنے شاہ کے چہرے پر ٹکی تھی۔

حاکم نے پوچھا ــ "مسمات مہری تمہیں کچھ کہنا ہے؟"

"میں بولی ــ سرکار، یہ سوال جواب میرے کس کام کے! میں تن من سے شاہوں کی ہو چکی۔ اب میرا جینا مرنا، رہنا سب ان کے سنگ۔"

"بس جی، حاکم نے فیصلہ دے دیا اپنے حق میں۔"

"شاہوں کا ساتھ دینے والوں نے ہم دونوں کو گھیر لیا۔ سورگ میں قیام ہو ان شاہ بھائیوں کے پتا کا۔ پاس آ کر میرے سر پر ہاتھ رکھا اور گھوڑوں کے لیے آواز دے دی۔"

"اتنے دیکھتی کیا ہوں میرا سب سے چھوٹا دیور، ہجوم کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور قدم بوسی کر کے بھرائی آواز میں بولا ــ عزت کی بات جانیں بڑے۔ وڈیرے، پر بھرجائی ری، تیرے بغیر گھر، گھر نہ رہے گا۔ میرے لیے تو تم ہی گھر کی مہارانی۔"

"سچ کہتی ہوں ماں بی بی، اُس بالک کو چھوتے ہی میں تھر تھر کانپنے لگی۔"

"شاہ نے مجھے منجدھار میں دیکھا تو تیکھے صاحب سنگھ کو تھاپی دے کر الگ کر دیا ــ 'چھوڑ، چھوڑ دے بچّہ! ہمیں دیر ہوتی ہے۔'"

"مجھ سے دیکھا نہ گیا۔ ہاتھ بڑھا کر صاحب سنگھ کو پاس کھینچ لیا اور پیشانی سونگھ کر بولی ــ صاحب سنگھ، تو چھوٹا ہے، ابھی نہ سمجھے گا! بیٹا پچھلے جنموں کے پھیرے گیڑے کسی کے بس میں نہیں۔ کوئی پچھلے کرموں کا دے اور کوئی لے!"

صاحب سنگھ نے میری چادر کا پلّہ پکڑ لیا ــ "نہ جا، چھوڑ کر نہ جا بھرجائی! تیرے ہاتھ کی چوری بنا میرے گلے سے نوالہ نہ اُترے گا۔"

"اگلے پل دیکھتی کیا ہوں بڑے جیٹھ ملکیت سنگھ نے ــ نام لیتی ہوں، رب معاف کرے۔ صاحب سنگھ کا بازو مروڑ دھکا دیا ــ بد دیدہ، گھر سے باہر نکالنے والی لُنڈی زنانی کو واسطہ دیتے سے پہلے مر تو نہیں جاتا!"

"راہ میں اوندھا پڑا صاحب سنگھ تب تک نہ اُٹھا جب تک اپنے گھوڑے چل نہ نکلے!"

چاچی مہری نے لمبا سانس لیا — "اری ماں بی بی میرے اس پچھلے گھر سکھ ہو۔ جانے کیوں آج وہ تیز یاد آگیا۔ جھوٹ کیوں بولوں، وہاں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ مال و متاع بھرے پُرے کوٹھے، گائیں بھینسیں، گھوڑے گھوڑیاں اور رقم جتنے تحرے میرے سنگھ دلیر — جیو قسمت کا کھیل اور کیا! شاہ سے ایسی بندھی کہ نہ چھوٹی!"

"چاچی کبھی جی میں پچھتاوا ہوا!"

"نہ ری! شاہوں کے گھر زندگانی خوب سکھوں میں بیتی۔ وہ ڈاڈا کامل مرد — میں اُسے دن میں سرکار سمجھوں اور رات کو وہ مجھے۔ رُت بہاروں کے میوے قسمت سے! ماں بی بی وہ جوانی کی لٹ بوریاں پینگیں نہیں تھی ری، وہ اتفاقات تھے اتفاقات، جنھوں نے نانووال کے میلے میں ہم دونوں کو گھیر لیا۔"

"چاچی، یہ تو بتا شاہ نے تمھاری کیسی من بھاونی کی!"

"تقدیروں کے کھیل! پہلی نظر شاہ کی مجھ تک پہنچے کہ پہنچے، اس تن بدن اور کُمب قبیلے میں زلزلہ آگیا! ایسی گھڑی کہ نصیبوں کی بیڑیاں پڑ گئیں ہم دونوں کے پیروں!"

ماں بی بی کا دھیان کہیں اور جا بھٹکا — "چاچی، شاہ ایک نشانی چھوڑ جاتا تمھارے لیے تو کیا کمی تھی!"

چاچی مہری انکھیں سا پونچھنے لگی — "اری! شاد کا بیچا سنتا ہے۔ اس جان کے لیے کوئی کمی نہ رکھی۔ سن ری، جب بچھڑتی گھڑی شاہ کے سر پر آئی تو ایک ٹک چپ چاپ پیار کے در پر آنکھیں اُٹھا اُٹھا کر دیکھوں — کہیں جم دوت تو نہیں دیکھ رہے میرے دھنی کو!"

"رو رو کر منتیں کیں — کچھ تو کہہ میرے ساتھیا! تمھارے بنا کیسے زندہ رہنے کی مہری!"

"ماں بی بی، میری آواز سن کر شاہ ہوش میں آئے! ایسی نظر پھرائی جیسے کسی مقدمے کا فیصلہ سنانا ہو — مہراں، تم نے میرا لوک جہان سنوار دیا۔ لیکن آگے کی سدھ نہ رکھی۔ انکھیاں میٹتے ہی پُتر، بیرکھوں کی پانت ٹُک جائے گی!"

"سن کر بہت روئی، کلپی، پیر ری! اب کیا ہوتا! شاہ جی پہنچے اگلی درگاہ اور میں رہ گئی

اپنا حساب پورا کرنے کو۔"

چاچی آنچل سے ناک منہ پونچھنے لگیں ــــ ماں بی بی، اس تن من کو لگی ہوئی ہے تبھی بچّی کے لیے بہت دُکھ محسوس کرتی ہوں۔ بابا فرید مہر کرے اور اس کی جھولی بھرے۔ میرے جانے تو اُس دن بابے کے دربار میں بچّی کے لیے خوشبوں کے بول تھے!"

"چاچی، کیسے صحیح کیا! مجھے موقع ملے تو ایک سے آگے جھولی پھیلاؤں!"

سُن ماں بی بیے، ہم دونوں وہاں پہنچیں تو تھان پر بہت بھیڑ۔ کوزہ بھرائی ہوتے ہی پرشاد بٹا تو سب سے پہلے بچّی نے ہتیلی بھری! بابا فرید بہت اعلیٰ سچّا والا! چمتکاری!

"چاچی، اب کبھی جاؤ گجرات گھوڑی لے کر تو میں بھی بڑے دربار کی زیارت کراؤں!"

"اری بڑے دربار پہنچنا ہے تو پاک پتن پہنچیں گے۔"

چاچی کچھ سوچنے لگی ــــ! ماں بی بی سنگھوں کے گھر سُکھ ہو۔ خبریں کیوں دل میں چھنتا چاہتی ہیں۔ وہ چھوٹا صاحب سنگھ بھر میری آنکھوں سے اوجھل نہ ہوتا تھا۔ سوہنا چہرہ ماتھا اور بلوری انکھیاں۔ واہگرو حفاظت کرے۔! ہائے! اری، میں نے بھی کلیجہ کیسا سخت کر لیا۔ کبھی ان کی خبر صورت ہی نہ لی۔ سائیں سچے، درشن میلے جیتے جاگتوں کے۔ مرے پیچھے قصے کرتے مُنہ ملاحظے اور قصے ماں۔ اُلاہنے!"

شاہوں کا چیتا گھوڑا بادشاہ دن ڈھلے بزرگ وال والے جوٹا سنگھ کے طویلے جا رُکا۔

چراغے نے ہاتھ دیا۔ چاچی نے رکاب سے پاؤں نکالے اور کود کر نیچے اتر آئی۔

تن پر صوف کا جوڑا اور اوپر چادر پشم کی۔

"چراغ پُتّر، اندر جا کر حویلی میں خبر کر آ۔ کہنا، شاہوں کے یہاں سے لڑکی آئی ہے۔"

چاچی کو تھڑے پر بٹھا کر چراغ ڈیوڑھی جا پہنچا۔ پوری طاقت سے آواز دی ــــ شاہوں کے گھر سے مہمان آئے ہیں۔"

بنیرے پر سے کسی نے جھانکا ــــ "کیوں ویرا، کس کو پوچھتے ہو!"

"سلام جی! چاچی مہری کو لے کر آیا ہوں!"

چاچی نے لوکا — "کہہ لڈکی آئی ہے!"

ملکیت سنگھ کی گھروالی قدرت کور پہلے بٹر بٹر تاکتی رہی، پھر حیرانی سے پوچھا، "کیا پیرو شاہیوں کے یہاں سے!"

"نہ جی! اے سردار صاحب سنگھ سے ملنے ان کی بھرجائی آئی ہے!"

"بلا بلا. بنتا سنگھ کے یہاں رقعہ پہنچ گیا تھا کیا!"

"سردارنی جی، نیچے اترو آؤ، آپ کی مہمان تھک کر چور ہے!"

سرمے کے سوتھن جھگے میں قدرت کور نیچے اتری تو چٹے رنگ پر دبدبے والی کاٹھی اور بڑے بڑے بُوبے۔ گلے کے بیٹرے کھلے ہوئے اور دھڑ خیروں سے اتنا زبردست جیسے دس بارہ تمغے حاصل کر چکی ہو۔

"کون! کون آیا ہے رے!"

چاچی مہری تھڑے سے اُٹھ بیٹھی ملنے کے لیے بازو پھیلائے کہ قدرت کور نے پہچان کر اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"پچھلے مُنہ ری! لڈکیے، تو یہاں! اکیلے! ارے چنا چونڈا لے کر تو کرنے کیا چلی آئی! اب اس گھر گراں کون تیرے ناز نخرے برداشت کرنے بیٹھا ہے!"

چاچی مہری قریب آ گئی — "قدرتے، میں رنج آئی اس گھر. برسوں نہیں آئی. کل رات سُکھمنی صاحب کا پاٹھ کرتے کرتے واہگرو نے چیت کو درپن دکھلا دیا کہ مہر پئے، صاحب سنگھ تیری راہ تاکتا ہے. اگلی پچھلی بھول کر اُسے دیکھ آ!"

قدرت کور نے گھور کر دیکھا تو آنکھیں بھنچ گئیں۔

"لڈکیے ری، صاحب سنگھ کی کچھ چنگی نہیں!"

ڈیوڑھی لانگھ چاچی چوبارے چڑھی۔

"کس بیٹھکے میں رہتا ہے میرا صاحب؟"

"ادھر ری! ادھر، شیشوں والی بیٹھک میں!"

دیئے کی لو صاحب سنگھ آنکھیں موندے پڑے تھے۔ پاس بیٹھی گھر والی سنتو اور لال چوڑے پہنے بیٹی بسنتو۔

چاچی نے جھک کر ہاتھ صاحب سنگھ کی پیشانی پر رکھا ـــ "میں صدقے جاؤں، صاحب سنگھ، دیکھ تو کون آیا ہے!"

صاحب سنگھ نے آنکھیں کھول دیں ـــ "کون! کس کی آواز آئی؟"

"پہچانا نہیں صاحبا رے! میں ہوں لڈکی، تیری بھابی!"

سر پر دھوئے بالوں کی چھوٹی سی جوڑی۔

ہاتھ لگا کر بخار دیکھا۔ "کیا روگ ہے! کیا دوا دارو!"

پرانی سنگرہنی۔ دوا عالم گڑھ سے حکیم کی۔

"صاحب کو ہسپتال کیوں نہ لے گئی؟"

قدرت کور گُن مَن گُن مُن رونے لگی ـــ "میں اکیلی کیا کروں! چھوٹے بڑے بھائی لاہور مقدمے کی پیشیوں میں اور ان کا دساور کرتے کابل۔ لے دے کے بندہ گھر میں صاحب سنگھ۔ کل چت بڑا ڈولا تو بسنتو کو گھوڑی بھیج دی۔ آج ہی آئی ہے۔ اری بسنتو، تائی سے مل!"

لال چوڑے پہنے بسنتو تائی کے گلے آ لگی۔

مہری نے سر پر ہاتھ پھیرا۔ گُنتھے پھول سا چہرہ دیکھا اور مندریوں والا ہاتھ پکڑ ہتھیلی پر تھوک دیا۔

"حفاظت سائیں کی۔ رب قسمت اچھی بنائے!"

سنتو جٹھانی کے گلے لگ کر سسکاری بھرنے لگی

"کون ہے سنتو، کون ہے! کس سے دعائیں لے رہی ہو۔ دعاؤں کے پہاڑ بھی بنا لو تب بھی میں بچتا نہیں!"

چاچی مہری کی آواز کھڑکی ـــ "بہن قدرتے، دو چار بتاشے لا اور کوئی کا سجرا پانی بھرلا۔ میں ابھی صاحب سنگھ کو چنگا کرتی ہوں!"

چاچی نے کٹوری میں بتاشے گھول کر صاحب سنگھ کے مُنہ لگایا تو کمزور جسم میں جان پڑ گئی۔

صاحب سنگھ نے تکیے سے سر اُٹھا کر بھرجائی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "اسی گھڑی کے لیے جیتا تھا میں، نہیں تو کب کا پار تھا!"

"ارے صاحب سنگھ، شبھ شبھ بول۔ واہگرو مہر کرے گا۔ اُٹھ کر چلنے پھرنے لگے گا!"

دروڑے کی روشنی میں صاحب بھرجائی کے چہرے کو تاکتا رہا۔ پھر گھروالی کو آواز دے کر کہا، "سنتو! پوچھ بھرجائی سے — کبھی اُٹھ کر چل پھر بھی سکوں گا؟"

چاچی نے کڑی نگاہ سے گھورا اور پختہ آواز میں کہا۔ "سُن رے، کان کھول کے سُن! جو تیری طبیعت نہ پرکھی تو اسی بیٹھکے منجی بچھاؤں گی۔ سنت کورے، ذرا گنو کا گھی اور نرگی دارو تو دے آ!"

چاچی نے ہوئے ہوئے ایسی مالش کی کہ صاحب سنگھ کے ہاتھ پاؤں گرمانے لگے۔

پھر لاڈ سے کہا۔ "نیند نہ آتی ہو تو سر میں گھی رچا دوں!"

"نہ، آج اتنا ہی!"

"اُٹھ سنت کورے، لیٹ کر ذرا کمر سیدھی کر۔ میں بیٹھی ہوں!"

بسنتو تائی کے ہاتھ پاؤں دبانے لگی۔

"کیوں ری دھیا، خوش ہے نا اپنے گھر!"

"ہاں تائی!"

"ساس سسر چنگے ہیں ری؟"

"چنگے!"

"اور تیرا گھر والا؟"

"وہ بھی!"

بسنتو شرمانے لگی۔

"بھلا ری بھلا۔ کھلے دل کھاؤ ہنڈاؤ۔ رس رس جُگ پاؤ!"

قدرت کور دہری کے لیے تھالی لگا لائی۔

ہاتھ دھو کر لقمہ لیا تو آنکھیں چھلچھلا آئیں۔

"ہیں ری، بہن قدرتے! اس گھڑی تو بیچ کے بیتے برس کوئی قصہ واقعہ سناتے ہیں، نہیں

وہ' سن وہ وقت، واہگرو کیتے تویلی ــــ صحیح سلامت دہیاں ہے۔"

سنتو نے جٹھانی کی ہتیلی پر رکھی تھالی کا پتی دیکھی تو ہاتھ سے ٹھہرا دی۔

"پھرجائی' سارا خاندان ایک طرف اور یہ تمھارا دیور ایک طرف۔ بیاہی آئی تب بھی رہ رہ کر تمھاری ہی باتیں۔ نہ کبھی دل سے تمھاری ماتا چھوٹی، نہ پچھلی باتیں بھولیں۔"

چاچی مہری رونے لگی ــ "سنت کور' میرا رب گواہ ہے ری! جب جب روٹی پر گھی مکھن لگاتی صاحب سنگھ پیچھے سے آکر میرا پلّہ پکڑ لیتا ـــ بھرجائی' تھوڑا اور' تھوڑا اور۔ اور دے نا!"

"شاہ سے لک چھپ روتی رہتی۔ سو جھگڑے فساد آپس کے' پر ایسی بھی کیا رنجش کہ انسان جیتے جی زیارتوں میلوں کو ترس جائے!"

"میں نے کہا جب تمھارے شاہ کے پورے ہونے کی خبر آئی تو دل ہی دل میں تمھارے لیے سلگتی رہی۔ پر ری' مردوں کے آگے کچھ زور نہ چلا۔ بہت منت سماجت کی بھائیوں کی۔ زور آور کے آگے پل پل ہاتھ جوڑوں پر ایک نہ چلی۔ سر کی قسم کھلا کر سارے راستے ہی بند کر دیئے!"

"ہیں ری' جتیں جاگیں بھائیوں کی جوڑیاں۔ انسان کے دل کو کس نے باندھا ہے' جدھر بہہ گیا' بہنے لگا۔ میں ہی چلی آتی پہلے' پر ری درشن میلے بھی تقدیروں سے!"

زمانوں بعد لاڈی رانگلی کھڑکیوں والے پسار میں بیٹھی تو دیدار سنگھ شاہ کو ہاتھ سے پرے ڈھکیل کر مہری کے پاس کے آن کھڑے ہوئے۔

لاڈی کو گدگدا کر کہا۔ "سنتے ہیں اس مہری مٹیار کے بڑے چرچے ہیں!" دلہن مہری ہنستی ہوئی کھلکھلاتی رہی۔ پھر آنکھیں جھپکا مٹکا کر کہا۔

"ہاں جی' مدینے والے بچے سرداروں کی دھی بزرگ وال والے گگے سرداروں کے گھر بیاہی ہے ــ اِس کے تو ڈھول گجر بج گئے علاقوں میں!"

دیدار سنگھ لاڈی کی ان سخنوں پر جی بھر کر نہال ہوتے رہے۔

پاس جا کر ہاتھ لگایا تو پرانا تجربہ خون سے نتھر کر الگ ہو گیا ـ فاصلے عمروں کے!

چاچی نے کروٹ لی ـ کرتا تیرے رنگ۔ کبھی چت چیتے میں بھی تھا کہ واپس آکر اس بیٹھک میں سوؤں گی۔ کہاں دار جی' کہاں شاہ جی! سپنے کی طرح اوجھل ہو گئے! چل ری مہریئے' جب تک

سانس ہے، پچھلیاں یاد کرتی رہ!"

قدرت خداوندی دکھانے کے لیے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے بڑے بڑے معجزے دکھائے آسمانوں کو کس قدر بلند اور آبدار بنایا، سورج کے ذریعے رات اور دن کی تاریکی اور روشنی کا انتظام کیا۔ سطح زمین کو بچھا کر اس پر پہاڑ قائم کیے۔ آسمان سے پانی برسایا اور زمین پر سبزہ اگایا۔ سطح زمین کی کوئی اگر وسیع فرش سے مثال دی تو اس پر پہاڑوں کو ایسا سمجھا جائے گا کہ گویا فرش کو اپنی جگہ رکھنے کے لیے میخیں نصب کر دی ہوں۔ آسمانوں کی حقیقت خواہ کچھ بھی سمجھی جائے مگر ان کے وجود اور ان کے ثبات میں کسی کو شک نہیں۔ آسمانوں کی ہر شے اپنی مقررہ جگہ کے اندر نہایت مضبوطی سے قائم ہے۔

"نام لو پروردگار کا!"

مولوی صاحب کی۔ آواز پر دہشت کی بجلی سی کوندھ گئی۔

نام لو پروردگار کا۔

لشکر آن پہنچا ہے تھانیدار کا۔

چودھری فتح علی صاحب نے چوکنی نظر سے دیکھا اور اشارہ کیا۔ "اللہ کی حمد و ثنا میں روک ٹوک کیسی! بے خوف بیان جاری رہے!"

مولوی صاحب نے جوش و خروش سے بولنے لگے۔

"مسجد سے باہر نکلتے ہی تھانیدار کے رقعے کی طرح آگے سپاہی خاں نظر آ گئے۔

سب نے صاحب سلامت کی۔

"لال خاں صاحب، رب سب کا بھلا کرے! آج کیسے پینڈا بھولے اپنے پنڈ کا؟"

لال خاں تھانے کی عمارت کو سر پر اُٹھائے اُٹھائے گھومنے کے عادی تھے۔ مونچھوں کو مروڑا اور تیزی سے سر کو جنبش دی۔ "پولس کا کام راستہ بھولنا نہیں، راستہ ڈھونڈنا ہے!"

لال خاں کا طرہ دیکھ کر سکندر روڑیچ کا دل مچل اُٹھا۔ ازراہ مذاق کہا "پولیس کا گھس مار پٹا خنہ بھی گولہ! اُدھر نظر آیا طرہ، ادھر دھماکہ! کیوں جی، لال خاں صاحب!"

وزیرے نے کہنی سے ٹھوکر ماری۔ "چُپ اوئے۔ ہاں لال خاں صاحب، آج کوئی جنسی ضبطی کا

بیٹا تو نہیں اُٹھ کھڑا ہوا! اپنے جاتے اپنے گاؤں کا لازمی داروغانہ سب بھگت چکے!"

لال خاں کی حنا آلود سیاہیانہ مونچھیں مچلنے لگیں۔

"اوئے رانی خاں کے یہ گنجشکی اڑانا اپنے باپ کی رات میں! ابھی صاف ہوئی جاتی ہے سرکاری اہل کار بیٹا خاں کے قتل کی سازش!"

وزیر اور سکندر دونوں نے کان پکڑ لیے۔ توبہ توبہ! مونچھوں والو، آپ کی نظر سیدھی ہے یہ واردات تو ہٹڑ علاقے کے بدمعاشوں کی لگتی ہے۔

"بنگ دستوری ملتے ہی ہٹڑ اور جبٹر دونوں علاقے تمبوں پر پھول کی طرح کھل جائیں گے۔"

چودھری مولا داد صاحب نے بجگڑ والا سر ہلایا۔ "لال خاں پتر جی، گاؤں تو آپ کا تابعدار۔ اللہ کے لیے کوئی ان لڑکوں کو عقل کی سیکھ دو۔"

"رب سب کا بھلا کرے۔ لال خاں صاحب، نائب تحصیلدار صاحب بارانی اور سیلاب کا جائزہ لینے کے لیے پہلے ہی دورہ کر چکے ہیں اب یہ کیسا الل بھیڑا اُٹھ آیا!"

لال خاں کے خاکی طرے کے ساتھ ساتھ تعزیرات ہند کی خوفناک دفعہ پھڑ پھڑانے لگی۔ "اے نچرو، چھوڑ دو بھولی بدمعاشیاں۔ پٹواری کے دھندے میں تھانیدار کا کیا کام! کرتے اُٹھا کر چھاتی کے بالوں میں پھونک مارو۔ اُس پر دفعہ تین سو سات لگنے والی ہے!"

"لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ لال خاں صاحب! اپنا پنڈ تو بے قصور ہے۔

"بدمعاشوں کی مسلین لانے کے لیے ہمیں کابل قندھار نہیں جانا پڑتا۔ خاطر جمع رکھو، ہمیں یہیں مل جائیں گی!"

بنیے نے کھنکھار کر بلغم پرے پھینکا۔ "مونچھوں والو، آپ کے لیے وہ بھی کیا مشکل! موقع پر بیٹھے ہی بیٹھے دریا اٹک پار کر جاؤ۔

"نہ جی نہ!" گھنو نے سنجیدگی سے ٹوکا۔ "بادشاہو، غلط بیانی میں پھنس جاؤ گے۔ پوچھ کر دیکھ لو لال خاں صاحب سے، وہ علاقہ ان کی حد کے باہر ہے! وہاں تو کسی اور خاں صاحب کی عمل داری ہے!"

لال خاں گھورتے رہے اور دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے رہے۔ اپنی لپٹیوں نہ لپیٹا تو لال خاں نام نہیں۔

پگڑیوں، کھیسوں اور دوہتیوں کا جلوس منزل پر آ پہنچا تو تھانیدار سلامت علی کا جلوہ لائقِ دید تھا۔ گیبر ڈائن کی شلوار اور اہلکاری پگڑی کو سجاتا پشاوری کُلّہ۔ منجی پر بیٹھا حکومتی وجود ایسا سجا کہ دیکھنے والے عش عش کر اُٹھے۔

سلام بادشاہو! سلام موتیوں والو! سلام صاحب!

تھانیدار نے ایک ماشہ بھر سر ہلایا اور مجمع کو خاموشی سے گھورتے رہے۔

اکھیے نے اپنے جوڑی داروں کی آنکھوں پر تیتر اُڑتے دیکھے تو حلم و بردباری سے لیپا پوتی کی۔

"کب تک تھانیدار جی کے چہرے کی رونق دیکھتے رہو گے! گرم گرم دودھ لاؤ، ذرا تھانیدار صاحب کی تھکان اُترے۔ سرکار ہیں جانے کب سے دورے پہ ہیں۔

تھانیدار جی نے خشمگیں آنکھوں سے سفو کی ٹانڈ دبوچ لی اور اکھیے کو دھمکا دیا ـــ "اوئے بہنو کے یار! مجھے دار ہنڈے سجانا چھوڑ دے۔ کھڑا ہو جا۔ جو پوچھتا ہوں، سیدھا سیدھا جواب دے!

اکھیے کی ناک چوڑی، جبڑے اونچے۔ آگے کے دو دانت کالے چوہے کے کترے ہوئے۔

آواز دھتورے کی سی دھندلی بنالی ـــ "سرکار کا حکم سر ماتھے"!

"ہوں، پچھلے جمعہ جلال پور والے جہانگیر کے یہاں کیا جشن جلوے تھے؟"

"جی موتیوں والو، میں شادی وال والی پھوپھی کے یہاں سے پلٹا تو جلال پور میں رات ہو گئی۔ جہانگیر کے یہاں رک گیا....."

"ہوں۔ چنڈال چوکڑی کے گوشے اور حرامزدگیاں ذرا دوہرا لو پھگو لنگا اور بھورا سیالکوٹیا کوڑیوں کی مٹھ کھیل رہے تھے اور تم تینوں بدمعاش....."

جناب، اول تو میرے علاوہ وہاں کوئی دوسرا موجود نہیں تھا۔ دوئم اگر ہو بھی تو مجھے نظر نہیں آیا۔ رات اندھیری تھی۔ بادل چھائے ہوئے تھے۔ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا....."

سلامت علی کی آواز کڑکی ـــ "پوچھے بغیر ہی عبارت اگلنے لگا۔ سچ سچ بول کتنی جھوٹی گواہیاں دے چکا ہے؟"

اکھیے نے سادگی سے ہاں میں ہاں ملائی ـــ "بجا فرمایا آپ نے۔ ہم بھڑووں کا تو آئے دن کا یہی کام ہوا۔"

"لال خاں، لگتا ہے کہ لنڈوروں کو گرمی کچھ زیادہ چڑھ گئی ہے! نکال باہر کرو ان کے لوتھڑے۔"

72

لال خاں نے جب بینت مارنے شروع کیے تو ہر بینت کے ساتھ ایک ہی آواز بلند ہوتی رہی۔

"واہ۔ واہ! اوہ واہ ہی واہ! خدا تیرے فضل و کرم سے پولس والوں کا ستارہ اور بلند ہو۔"

چودھری مولا داد نے اس انوکھی گستاخی کا انجام سوچ کر شاہ صاحب کی طرف دیکھا، تو شاہ جی نے سر ہلا کر سلامت علی صاحب کی نظر سمجھنے کی کوشش کی۔

"تھانیدار صاحب ڈھونڈے شاہ کی ڈھونڈ مچی ہے تو یہ رہا ڈھونڈ شاہ۔ اس نالائق کے قصور وار ہونے میں کوئی شک شبہ ہے ہی نہیں! باقی عرض اتنی ہے کہ اس کا قصور بتانے کی مہربانی ہو تاکہ اس کے جوڑی داروں کو بھی سبق ملے۔"

ادھر سلامت علی کی سرخ قہر آلود آنکھ جھپکی، اُدھر لال خاں نے ہاتھ روک لیا۔

"یاد رہے شاہ صاحب، پولس کے سر پر برطانیہ کے انصاف کی پگڑی ہے۔ وہ بہر حال انصاف کر کے ہی رہے گی۔"

پنڈ کے سیانے، چہروں کی آنکھیں جھپکنے لگیں۔

میٹے خاں نے ملائم آواز میں کہا "پتر سلامت علی جی، آپ خود سیانے ہو، ان بدمعاش بے لگاموں کے لیے ذرا کھول کر کہو تو بات بچاری صاف ہو۔"

سلامت علی نے کرم دین کی جانب دیکھا اور مضبوط ہاتھ سے دو تین دھول اکھیے کی کنپٹی پر جڑ دیئے۔ پھر بہت شائستگی سے کہا۔

"چاچا کرم دین، پوترے کے مار پڑتے نہ دیکھی جائے تو اس بے لگام پود کو سمجھا دو کہ پولس کے سامنے جھوٹ دروغ گوئی نہیں چلتی اگر برخوردار اُس رات اپنے گاؤں میں ہی موجود تھا تو پولس کے دھمکانے سے جلال پور کیسے پہنچ گیا!"

تھانیدار نے بہت رعب سے طرہ گھمایا اور بدمعاشوں پر نظر پھینک کر کہا۔ "بدمعاش کان کھول کر سن لیں، غلط بیانی کا یہی حشر ہوگا۔"

اکھیے نے اپنی کہنی سے آنکھ پہ آئے بال پرے کئے اور دوسرے ہاتھ سے پیٹھ چھولی۔

ہاتھ لوٹایا تو انگلیاں خون سے سنی تھیں۔

الیس بی ام گت!

تھانیدار سے نظر ملتے ہی اکھیا ولد سفیہ ہنس دیا، "بلّے بلّے، سرکار بڑھیا، ابل کار بڑھیا۔ بینت کی مار بڑھیا"۔

چودھری فتح علی نے کڑکدار آواز سے نیبے کو بُلایا۔ "جا اوئے تتے تتے دو دو میں ڈلی بھر گھی ڈلوا لا اکھیے کے لیے!"

اکھیے نے دارے کے پیچھے سے دُتے کو آتے دیکھا تو بے خوفی سے گلا پھاڑ کر کہا۔ "آیار! موتیوں والوں کے آگے تو بھی شوق پورا کرلے۔"

دُتے نے ایک نگاہ پورے مجمع پر ڈالی۔ لمبا لوٹنگ کرا دا سے دو چار دلانگیں بھریں اور اکھیے کی لہولہان پیٹھ دیکھ کر تھوکا اور للکار کر کہا، "وردی والو، یہاں کے گبرو دتوں کو تم نے مٹی کا مادھو سمجھ لیا! کان کھول کے سن لو، اس پنڈ میں تھال کے اُٹھائی گیر ڈنگر چور نہیں رہتے۔ یہاں رہتے ہیں نڈر اور بہادر، جنھیں پولس خود ڈر کے مارے بدمعاش کہتی ہے۔"

سلامت علی نے اس شہدی داڑھی پھوٹ بھبکی کو ہوا میں اڑا دیا۔ شاہ جی کی جانب دیکھا اور بارعب انداز میں کہا۔ "لال خاں، فی الحال انھیں دھوپ سینکنے دو۔ دن ڈھلے شاہ جی کی حویلی میں حاضر کرو۔"

پوتے کی مار سے کرم دین غمگین ہونے لگا تھا۔ دوسرے دور کی بابت سنا تو واضح ہوگیا کہ آج جانکڑے کی خیر نہیں۔ اُٹھے اور تھانیدار کے پاس جاکر کہا۔ "ماشاءاللہ کیا بارعب مزاج پایا ہے۔ تھانیدار جی، میرا سلام قبول ہو۔"

سلامت علی نے دلچسپی سے دیکھا اور سر ہلا کر کہا۔

"چاچا، ابھی تم میں ایک آدھ اچھی عادت باقی ہے۔ ہم خوش ہوئے۔

پھر بھاری بھرکم بدن سنبھال کر حویلی کی جانب چل دیئے۔

دونوں کو ساتھ ساتھ قدم اُٹھاتے دیکھ مولوی قربان علی پر فارسی روشن ہوگئی۔ سر ہلا کر کہا۔

کنند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز بہ باز!

شام ہوتے ہی شمالی ونڈ میں ڈھول کھڑکنے لگے۔

انگاروں کی دھونی کے آس پاس ڈھولوں کے کنجک اور کنٹرل چم چم چمکنے لگے۔ کسی کے ہاتھ میں دف، کسی میں ٹنڈری اور کسی کے آگے شتری۔

ماموں قصائی نے دو تہی میں سے مُنہ نکالا" ارے لغاڑیو! آج کیا جلسہ ہے! نہ ہولی، نہ دِوالی اور لے بیٹھے شتری اور شارنہ!"

"چاچا، آج من کی موجیں نہیں رُکتیں۔ راگ رنگ کو اگر پسند نہ ہو تو کانوں میں انگلیاں ڈال سو جاؤ، چاچی تاباں کا جی چاہے گا تو کرجائے گی ان سروں کا سروا رنا!"

سانسی مراثیوں کے خاندان آگ کے اردگرد آ بیٹھے۔

"گاؤ جی گاؤ، کوئی جس گاؤ"

اُلٹی عقل یارو، کیا جس گائیں تھانیدار کے باپ دادے، پڑدادے، لکڑدادے کا، جنھوں نے بی بی پور میں ٹکڑیوں والے کھیس بُنے تھے!"

"ہوش کر ابھی تو تھانیدار کا پیشکارا ہی چڑھا ہے"

"فکر نہیں بادشاہو ہم نے بھی کئی طرے اور طرے باز دیکھ ڈالے!"

ہیرا سانسی کا چچیرا بھائی کرتارا ماچھی سلطان کے ساتھ آ دھمکا۔ مُنشی کے کان میں کچھ کہا تو خوشیے نے ترنگ میں آکر بول اُٹھالیے۔

"پوستہ دل دوستا تیرا سونے منڈھاواں بُوٹا
سو روپے کی پینگ پلائی ہزار روپے کا جھوٹا
پوستہ دِل دوستا تیرا جبڑے سے اُکھاڑوں بُوٹا
بیتے گھرا جاڑ کے تو ہاتھ میں دے دے ٹھوٹھا"

مراثیوں، کنجروں کے جٹ مل کر بھنگیوں کے گانے گانے لگے۔
الاچی کنجر نے شتری پر تھاپ دی تو گانوں کی رات بر بند پر تھرانے لگی۔

گنگ بھنگ بہنیں صاحبو
پربت میں استھان
ایک نہائے اترے میل
دوجے پیئے پاپ تران

گلو نے ٹوکا ــ "او ٹھٹھولیو، مراثیو، لعنت تم پر۔ بھوکے پیٹ گانے لگے۔ شوبھا اور وہ بھی بھسی بھنگ کی!"
لکھی مراثی کے تہنیے سے بول پھوٹ پھوٹ پڑتے تھے۔ گلو کو تھاپڑا دیا، "گلو بادشاہ، اکیلی تیری ہی جوانی اوپر چڑھنے کو نہیں تڑپ رہی۔ ذرا گانے کی مہک تو پھیلنے دے۔ شاہوں کے یہاں تشریف فرما سلامت علی کے کان تک ڈھول "تندیرے" نہ پہنچے تو ہم نے بلاوجہ ہی محفل سجائی۔"
کرتارے نے ہنس کر خوشیے کی ٹانڈ پر ٹھوکہ دیا ــ "اوئے پولسیوں سے گدی گرج کروانی ہے کیا! بات کہتی ہے ــ تو مجھے منہ سے نکال، میں تجھے پنڈ سے نکالوں گی۔"
"لوجی، اپنی تو موج من کی۔ ٹپہ نہیں تو ٹھمری۔ دوہا نہیں تو کوت۔"
سلطان ماچھی نے چڑھا رکھی تھی۔
"استاد، آج گا گا کر نخالفوں کے بنیے بند کر دو!"
"لوجی بادشاہو، جو حکم کرو!"
پھگو نے اپنی بوتی اٹھائی اور لکھی کو آگاہ کیا ــ "وہ آ گئے پاپی پولسیے!"

گنیوں کے ساگر ہیں
جات کے اُجاگر ہیں
بھکاری بادشاہوں کے
پرکھو کے مراثی ہیں
سنگھوں کے ربابی ہیں

قوال پری زادوں کے
ہم ڈوم مال زادوں کے

"بس بس!" لال خاں نے کڑک کر کہا، "اُٹھا لو محفل اپنی۔ حضور نے یاد فرمایا ہے!"

"حکم کلّے والوں کا! کیوں جی پولس بہادر! کیا سارا ساز سامان لے کر تھانیدار کے سامنے حاضر ہوں!"

"اوئے سنبھل کر مراثیا! جن جن شہدوں کا نام لیتا ہوں، شاہوں کی بیٹھک میں پہنچ جائیں۔ بھگو، لکھی، گونگلو، سلطان!"

کنجروں کی گوٹھ کے ست ماہا نیرو سپاہی نے لال خاں کے پاس جا کر پوچھا "سپاہی جی، کیا اکیلے کی پیش پیشی ہو گی؟"

"ابھی ذرا زخموں کی ٹکور کر لیں۔ اُس کی ماں کی . . . . ."

دُلا مراثی اُٹھ کر پھینیری کی طرح گھوم گیا۔ تالیاں بجا بجا کر بولا۔

"یاد آگئی جی
بھڑوی یاد آگئی
ہائے ہائے یاد آگئی"

لال خاں کی آنکھوں میں غصّے کا سُرمہ دیکھ کر دُلا بھولا بن گیا۔

"لو جی! چلے تھے یار مجلس جمانے
پڑ گئے حقّے کوڑے کھانے"

گلّو نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی: "بہادر جی لال خاں، ذرا منہ تو گیلا کرتے جاؤ رسوخ والو!"

لال خاں ہیکڑی سے ڈٹے رہے۔ نہ ہلے نہ قدم اُٹھایا۔

"لا، او لا، پیالہ بھر لا آفتابے میں سے!"

لال خاں انتظار کرتے رہے۔ پیالہ ایک ہی گھونٹ میں غٹک گئے۔ اور ہوا میں بینت ہلا کر کہا ما نہو یو، غیر قانونی حرکتوں سے باز نہیں آتے۔ آفتابوں کچی شراب رکھتے ہو۔ سرکار کو خبر پہنچ گئی تو چھلکے ہو جائیں گے۔"

"خیر، مہر ہے تیری ذات، جب اپنے سر پر خاص الخاص ستارۂ ہند صاحب بہادر لال خاں موجود ہوں تو پھر دوسرں آنریبلات ہند کی کسے پرواہ!"

اکھی مراثی نے بتاشا اچھو کر یا دوں پچھو کر یاروں کو دلاسہ دیا۔ "پولس سے بھی کیا ڈرنا یارو! اُس سے تو تمھارا اگند ھ چیرا ادا ہو چکا۔ ہنسی خوشی باقی حاضری بھرا بھلی کرے گا سائیں!"

چوکڑی تھانیدار کی پیشی کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئی تو اکھی نے ہاتھ اوپر اُٹھا کر اللہ کو یاد کیا۔

"اللہ سچ نبی بار حق
دیدار اللہ کا، شفاعت حضرت کی۔"

کھیسوں، دوتہبوں کی بُکلیں مار جوان جوانٹرے ایسی مست شہدی چال چلے کہ لال خاں کا اپنا دل مچلنے لگا۔

"کاش اِن بے وردی کنجروں کی ٹُنش ٹنکار اپنے پولسیا بیروں میں بھی ہوتی!"

پھر اپنی بیٹی اور طرے کے پیش نظر اس حسرت کو تھوک دیا۔ بدکار رماں کے یار اپنی کرنیوں کا پھل بھگتیں گے!

معلوم ہوا کہ تھانہ تیسرے دن بھی پنڈ میں ٹھکا رہے گا تو ہنگامہ برپا ہو گیا۔

چھوٹے بڑے دوڑ دوڑ ماؤں بھائیوں کو بتانے لگے کہ بٹے کٹے مچھڑ تھانیدار کا آج یہیں پڑاؤ رہے گا۔

یہ خبر سن کر گھر والیوں نے جھٹ پٹ آٹا گوندھ تندور تپا دیے۔ سو طرح کی اونچ نیچ بے مرد کھا پی کر جائیں تو شام تک سہارا بنا رہے گا۔

شاہنی کے چولہے پہ پچھلی رات سے اُڑد پکتے تھے۔ مکئی کے ڈھوڈے بنا کر گھی رچایا اور مٹی کی بائیوں میں لسی مکھن ڈال کر پولسیوں کو بھجوا دیا۔

چاچی مہری ماتھا ٹیک کر گیٹیا سے لوٹی تھی۔ بُھنتی سوجی کی خوشبو سونگھ کر بولی۔ "بچی تھانیدار

سلامت علی کو تو فیرینی بہت پسند ہے۔ کہئے تو جلدی جلدی چاول پیس دیتی ہوں!"
چھوٹی شاہنی ہنسنے لگی ۔"چاچی، تھانیدار کو کس چیز کی کمی۔ اُس کے لیے تو قسم قسم کے پکوان
آج اگر اُسے فیرینی نہ ملی تو سوکھ تو نہ جائے گا۔"
"چھوڑ ری، میں تو چاؤ سے کہتی ہوں۔ ایک تو تھانیدار، دوسرے شاہوں کا دوست یار، اس
کی جتنی خاطر ہو تھوڑی۔"
"اس حساب سے تو لکڑ کڑاہیاں چڑھا دو۔ مرغ بنے، مرغابی بنے، یخنی پلاؤ بنے۔ ۔ ۔"
چاچی ان سنی کر کے چاول گھوٹنے لگی۔ کونڈی سوٹے سے ایسا سم کیا کہ میٹھے میں رہے نام
صرف فیرینی بی بی کا۔"
ماں بی بی نے شاہنی کو چھاچھ کا گڑوا بھرتے بھر دیکھا تو کہا، "شاہنی دو چاٹیاں بیچے
جا چکیں۔ اتنی لسی! پینے والوں کے تو پیٹ اپھر جائیں گے!"
"نہ ری ماں بی بی، ان گھوسیوں کی بھلی پوچھی۔ رات جگر میں بھٹیاں تپائیں اور دن میں لسی
پانی سے تپش بجھائیں۔ اری وہ کیا پولیا جو اپنی ہستی میں پینے پلانے کے کھونٹے نہ باندھ رکھے۔

دن بھر چوری چکاری کی باتیں ہوتی رہیں۔ یہ پتہ نہ لگے کہ پولس واردات قتل کی تفتیش کرنے
کے لیے رُکی ہے اور نہ یہ معلوم ہو کہ لٹیروں کی باہمی رنجش کی وجہ سے۔
شام ہوتے ہی بگّے نے حویلی میں جا کر عرض پیش کی ۔"شاہ جی، شاہنی جی نے تھانیدار
صاحب کو یاد کیا ہے۔ گھڑی بھر کے لیے اوپر جھلک دے آئیں!"
سلامت علی شاہ جی کو دیکھ کر مسکرائے۔ اونچے شملے والا سر ایسے ہلا جیسے کسی ڈپٹی کے آگے
حاضری ہو۔
ہنس کر بولے۔ "تھوڑی دیر کے لیے معافی شاہ صاحب! شاہنی جی کو ہمشیرہ سمجھوں یا سالی
صاحبہ! دونوں رشتوں سے بُلاوے کو ٹالنا سلامت علی کے حق میں اچھا نہیں حاضری ضروری ہے۔"
"مالک ہو بادشاہ ہو، جو چاہو سو کرو۔"

سلامت علی صاحب نے چہرے پر ہاتھ پھیرا، صافہ ٹھیک کیا۔" شاہ صاحب، رشتے سے تو آپ اور ہم دونوں ہم زلف ہی ہوتے۔ دونوں بیٹیاں ایک ہی پنڈ کی ہیں۔ ہم کرڑے والے ہیں ان عالم گدڑیوں کے!"

ٹھسے دار چال سے پوڑھیاں چڑھتے ہوئے سلامت علی دو انگل اور اونچے اٹھ گئے۔ آواز دی۔ "خیر سکھ ہے ناشا ہنی جی!"

تھانیدار کو دیکھ کر زنانیوں کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے۔

ماں بی بی نے منجی کھینچ کر اوپر چوخانے کا کھیس بچھا دیا۔

سلامت علی نے چاچی کو قدم بوسی کے لیے بلایا۔

"جیتے رہے جوانیاں مان۔ لاری ماں بی بی، چراغ اُٹھالا!"

پیشانی تک کپڑا کھینچ کر شاہنی پیڑھی پر آبیٹھی۔" سلامت علی جی میری فیروزہ بہن کیسی؟"

"بھلی چنگی، یہ سمجھو کہ اُس میں اور مجھ اب اون پون کا ہی فرق رہ گیا ہے۔ چوہ کی طرح پھیل گئی ہے تھانیدارنی!"

چاچی نے ٹوک دیا۔" بس پُتر جی، میری بہوٹی کو نظر نہ لگاؤ!"

تھانیدار نے پاس کھڑی بی بی ماں پر ایک دلچسپ نگاہ ڈالی۔" ماں بی بی، تمہارا میاں ابھی گنجھا والی دُھری پر ہی گھوم رہا ہے!"

چاچی مہری نے جھٹ تار پکڑ لیا۔ پُتر جی، اپنی باریک عقل اور بڑے رسوخ سے بچاری ماں ماں بی بی کا گیڑا ٹھیلو۔ اِس تتی پر بھی کوئی رُت بہار آئے۔ گھروالا ویری کنجری کے بھاؤ پڑ گیا!"

چاچی کا حکم ہو گیا ماں بی بی، تیرا یہ ٹنٹا نبیڑنے کی کوشش ضرور کریں گے!"

شاہنی نے جھولی میں سے دو چار پوٹلیاں نکالیں۔ آگے کر کے کہا۔" لو جی یہ سندیسہ میری بہنو کے لیے!"

"یقیناً سلیم پٹ کے پراندے اور ازار بند ہوں گے!"

"فیروزہ بہن نے بانکڑی اور گوکھرو منگوا بھیجے تھے!"

چاچی مہری کا دھیان جھٹ تھانیدار کے بال بچوں کی طرف جا بھٹکا۔

"خیر صدقے پُتر جی، میری پوتری کتنی بڑی؟"

سلامت علی جیسے اچانک عمر کے ہوائی گھوڑے سے اتار دیے گئے ہوں۔

"عائشہ بیٹی ماں کے کندھے تک پہنچی ہی سمجھو!"

"رب قسمت اچھی کرے۔ بیاہ برات اب کون دور!"

شاہنی نے موقع سنبھال لیا۔ "بس چاچی، اپنے بہنوئی اوپر کیا تشریف لے آئے کہ دیکھتے ہی کڑم سمدھیانے کا آر کھار کرنے لگی۔ ابھی تو ان کی پیشانی پر خود ہی سوہنے داماد وں والی جھلکیں ہیں۔ گھوڑے پر چڑھ کر جن راہوں سے نکل جائیں، راہ سج جائے۔"

سلامت علی خوش ہوئے۔

"میں شاہ جی کا لحاظ کر کے دوستوں دیواروں والا مذاق نہیں کرتا تو آپ کی جانب سے یہ سالیوں والی چھیڑا کشی کیوں؟"

شاہنی میٹھا میٹھا ہنسنے لگی۔

"جی، میری بہنو سے کہنا۔ پتلی ہو جا۔ نہیں تو بچوں کی شادی بیاہ ٹھٹھیاں کھانی پڑیں گی۔"

دعا خیر جیل کی محنت مشقت سے فارغ ہو کر برخوردار خاں گھر لوٹا تو دادی کرم بی بی نے گاؤں بھر میں کھجوروں کی چنگیر گھما دی۔

"جو منہ لگائے، بے بے کو مبارکیں دے!"

"مبارکیں بے بے، خیر صدقے، پُتر گھروں کو لوٹا ہے۔"

"رب کی نظر ہوئی سوئی بے بے، اب دیکھ مرادیں پوتروں کی۔"

"ہاں ری! اللہ کے فضل سے جاتکڑ اپنی روزی کو لوٹا ہے۔ مہر اوپر والے کی!"

"بے بے، تیرے ہاتھ کی روٹی کھائے گا۔ تو پُتر آپ ہی پلٹ جائے گا۔"

پنڈ کی مٹیاروں کو برخوردار کی چھیڑ چھاڑ نہ بھولی تھی۔

شبیرن نے راہ چلتے بے بے سے پوچھ ہی ڈالا۔ "بے بے، سنتے ہیں جیل والے غرق جانے

جیل میں بہت محنت کرواتے ہیں۔"

"نہ میری بچتری، اپنا برخوردار جیل میں حولدار لگا ہوا تھا۔"

چنتی نے شیریں کو کہنی ماری — "بلا بے بے! یہ تو سزا نہ ہوئی اہلکاری ہوگئی۔"

بے بے اپنی رو میں بولتی رہی — "دیکھو، جیل والے بہت خوش تھے میرے برخورے سے۔ رہائی کا حکم نکلا تو داروغے نے گھر سے سوئیاں حلوہ بھیجا برخوردار کے لیے۔"

چنتی منہ میں چُنّی دبا کر ہنسی روکنے لگی۔

بے بے نے دیکھ لیا — "کیوں ری کُٹّے! یہ کیا بینت ماری شیریں کو! سوچتی ہوگی داغی ہوکر چھوٹا ہے! پھٹے منہ ری! میرے بچڑے پہ زنا جبر کا الزام نہیں تھا! اس نے اپنی روزی بچانے کا دنڈ بھگتا ہے۔ جو اپنی روزی نہ بچا سکے، اُسے حلال کا نہیں، حرام کا سمجھو۔"

شیریں کی آنکھیں چمکنے لگیں — "بے بے، یہ تو ہوئی نہ بات گُردے والوں کی۔ چنتی تو موڑھ مَتی ہے، اس کے کہے کا خیال نہ کر۔"

شاہنی دھرم شالے سے ماتھا ٹیک کر لوٹی تھی۔ راہ میں بے بے کو دیکھ مبارکیں دیں —

"مبارکیں بے بے، مبارکیں۔ خیروں سے گھر میں چراغ واپس آیا ہے۔"

"خیر مبارک شاہنی! میرا برخوردار آپ آئے گا۔ سلام کرنے شاہنی کو۔"

"کرموں والا برخوردار جیے جاگے۔ ربّا قسمت اچھی کرے۔ بے بے اب گھر در بنا دے پوترے کا۔ سکھی ساندی تمھارے بیہڑے بھی رونقیں لگیں۔"

"تمھاری ہی زبان مبارک میری بچّی! میرے سرفراز کو تو عمر قید۔ تب تک اسی کا منہ دیکھوں گی۔"

بے بے کرموں گھر کی طرف مڑی تو شیریں سے بولی "دھیے، مٹھ بھر سوئیاں تو ماں سے مانگ لا۔ برخورا بڑا لہ بھتا ہے گھی سوئیوں پر۔ پکا دوں تو خوشی سے کھائے گا۔"

جھولی میں سوئیوں کی مٹھ ڈالے شیریں آئی تو بے بے بہت خوش ہوئی۔ لڑکی کو دعائیں دیں —

"بلیہاری جاؤں ری! اللہ سوہنے بھاگ لگائے۔"

شیریں نے چولہا ٹھنڈا دیکھا تو پوچھا "کوئی کام ہو تو بتا دے بے بے، کرتی جاؤں۔ کہے

تو چولہا لہکا دوں۔"

"میں صدقے جاؤں دھیے، چولہا جلا کر ہنڈیا اوپر دھر دے۔ پک جائیں گی سوئیاں تو اوپر سے گھی شکر ڈال دوں گی۔"

شیریں نے ہنڈیا چڑھا کر آٹے کی کنالی کھینچ لی — "بے بے، آٹا بھی گوندھے جاتی ہوں۔"

بے بے بیٹھی ہوئی چوکھی نظر سے دیکھتی رہی۔ خبر ہے کیسے دل کے چور دروازے سے شیریں کو گھر کے اندر کھینچ لیا۔

گٹھی لٹکائے منجی پر پڑے پڑے پوچھا "گڑ دے شیریں، تیری ماں نے تیرا بیاہ ابھی تک کیوں نہیں کیا؟"

شیریں نے انکھیاں اُٹھائیں — "بے بے سوئیاں دودھ والی کہ گھی شکر کی؟"

"برخوردار دودھ والی ہی خوش ہو کر کھاتا ہے۔"

"بے بے، کوئی لونگ الائچی نکل آئے گی گھر سے؟"

"نہ ری! میں بوڑھی ٹھہری اکیلی۔ نہ کھچڑ پلاؤ، نہ فیرنی، سوئیاں! رمضان میں روزے رکھے تو دودھ کا گھونٹ بھر لیا۔ بہت ہوا تو ساتھ پنجیری پھانک لی۔"

شیریں نے چولہے سے لکڑی کھینچ لی۔

"ذرا دھیان رکھنا بے بے ہنڈیا کا، کتا نہ مُنہ مار جائے۔ میں ابھی آئی۔"

بے بے کرموں پڑی ہوئی سوچتی رہی۔ سگھڑ سوانی گھڑی دو گھڑی بھی آن کھڑی ہو گھر میں تو آنگن چولہا چم چم کرنے لگے۔ ربّا، کیا میں اس کنوار کو بلانے گئی تھی! آپ ہی چلی آئی۔

شیریں کی آہٹ پہ بے بے نے پوچھا — "کیوں ری دھیا، کیا لے آئی؟"

"بے بے، یہی دو چار الائچیاں اور کوڑی بھر بادام۔ الائچی پڑی تھی گھر میں، بادام مانگ لائی شاہوں کے یہاں سے۔"

بے بے اُٹھ بیٹھی۔ چولہے کی انگیاری میں دم دمکتا شیریں کا مکھڑا دیکھ آنکھوں میں ایسی سوہنی جھلک پڑی جیسے لڑکی نہ ہو، وتر لگی کھیتی ہو۔

"واہ ری دھیا، تُو تو بہت فیاض ہے، مہمان نواز ہے، اتنا تو بتا کام دھندے کو ادھر چلی

کیسے آئی؟"

"بے بے ایک دو دیے کا ہاتھ بٹانا کوئی گناہ ہے بھلا!"

"نہ ری! جتن وہ جو چا نا کرے۔"

شیریں نے ہمت کر کے پوچھ لیا ۔۔ "بے بے۔ یہ خواب ٹھیک کر رہے گا پنڈت؟"

بے بے نے ماتھے پر تیوریاں چڑھالیں۔ پہلے لڑکی کو گھورتی رہی۔ پھر ہنس کر کہا، "ہے ری میں کون اچرج دادی ہوں جو میرے پوپلے مُنہ کے زور سے میرا پوترا یہاں ٹکا رہے گا!

چلے گا زور تو تیری جیسی مُٹیار کا ہی!"

شیریں خوش و خرم ہو کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اگرچہ دوپہر ڈھل رہی تھی اور قدم اُٹھا لیے۔

"چنگا بے بے، میں تو اب چلی۔ چاچا گھوڑے آتا ہو گا۔ جا کر تندور پر جاؤں کہے تو روٹیاں آنا کر دے جاؤں؟"

"جیتی رہ۔ بڑی بڑی عمر ہو۔ لے ری رُک جا۔ یہ آن پہنچا ہے برخوردار!"

"نہ بے بے! اب کیا رکنے کا کام۔ ہنڈیا اتار کر سوئیوں پر گوبرا ٹمک دینا۔"

"صدقے! دیکھ پُترا، تیرے لیے دوڑ دوڑ کر آپ تو لائی سوئیاں اور آپ ہی بادام الائچی۔"

برخوردار نے شیریں کو راستے میں روک لیا ۔ کیوں جی، جو جنا حوالات میں رہ آیا ہو تم اُسے نہیں پہچانتیں؟"

ودیٹی کا لڈ مُنہ میں ڈال کر شیریں پہلے تو ہنستی رہی، پھر ماتھا چڑھا، آنکھوں سے تمتما۔ "ہٹ پرے! شہریوں کی سی الگ لپیٹی باتیں۔ جیسے ہم نہ جانتے ہوں کہ حوالات میں گیدڑ نہیں بچھیار جاتے ہیں!"

بے بے سر ہلاتی ہوئی بہت خوش ہوئی۔ "سچ کہتی ہے شیریں۔

شیروں کی قوتیں بڑی

کون اُٹھائے شیروں کی بدیاں!"

"حوالات بے بے، حوالات!"

"ہلا جی!"

برخوردار کی چھاتی پر نئی نئی پھلواری کھل آئی۔ ہاتھ بڑھا کر شیریں کا پراندہ پکڑ لیا اور سر پر پیار سے دھپ مار کر کہا "شیریں، تجھیں ملی پیری۔ کل فجر تم بے بے کے پاس اسی جگہ اسی تھاں نظر نہ آئیں تو تیرے چاچے بابے سمیت تیرا گھر در یہیں اُٹھا لاؤں گا۔"

"مرڑ رے مرڑ، نہ چھیڑ میری دھی کو۔ جا پتر، گھر راہ تکتے ہوں گے۔"

نٹ کھٹ شیریں آنکھوں سے ایک میٹھی جھکی دے کر یہ جا اور وہ جا۔

برخوردار نے جھگا اتار کر کھنگنے پر ٹانگ دیا۔

"کیوں رے تیرے بھانے جیٹھ ہاڑ ہے جو گلے سے کپڑا اتار ڈالا"

برخوردار کے گلے کا نامہ چم چم چمکنے لگا۔ دیوار سے لگی چارپائی بچھائی۔ پل پر بیٹھا۔ پھر اُٹھ کھڑا ہوا۔

"کیوں رے کیوں؟ ذرا دیدہ لگا کے بیٹھ۔ اب کن سوچوں میں؟"

برخوردار نے چولہے کی طرف دیکھا "بے بے، شیریں ہنڈیا اتارنے کو کہہ گئی ہے۔ اتار دوں نا؟"

"ہاں رے!"

برخوردار نے ہنڈیا نیچے رکھی اور چولھے کے پاس بیٹھ کر ہاتھ تاپنے لگا۔

کرم بی بی نے دیکھا تو اونچا اونچا بولنے لگی۔ "کچھ نہ جانے تیرا۔ ارے کبھی بدن سے کپڑا اتارتا ہے۔ کبھی آگ سینکتا ہے۔ برخوردار! قسم ہے تجھیں میرے سر کی۔ گھر لوٹتا ہے تو دل لگانے کی کر۔ دل نہ بھرما جا کچھ دیر یاروں، متر پیاروں میں بیٹھ آ۔"

برخوردار اُٹھ کھڑا ہوا۔

"بے بے سینکڑہ دو شاہوں سے مل جائے تو واہی کر زمین کو، تمباکو لگا دوں۔ قندھاری بیج نہ بھی ملے تو دیسی ہی لگا دوں۔"

یہ سن کر بے بے کے کلیجے میں ٹھنڈک پڑ گئی۔ "ربا جٹ پُتر اپنی روزی پر نظر ٹکا کر تانے سوچنے لگے تو خیروں سے پھر آئی رُت بہاراں۔"

"پُترا! ارادہ کیا ہے تو اللہ کے فضل سے برکتیں ہی برکتیں۔"

برخوردار نے قدم گھر کے باہر رکھا تو پوترے کی پیٹھ دیکھ کرموں کو اپنا بیٹا سرفراز یاد آ گیا۔
ہائے ری، جہاندرا تو بچڑے کا ایک طرف رہا، قد کاٹھی بھی برخوردار کی ہوبہو باپ جیسی۔
کرم بی بی کے دل میں ایسا طوفان اُٹھا کہ بے صبری میں سرفراز کو ایسے آواز دی جیسے پُتر
تھوڑی کے لیے کھرلی میں پٹھے ڈال رہا ہو۔
"سرفراز پُترا، دینے والے کھپیوں نے تجھے عمر قید تو دے دی پر رے تیری ماں نے بھی کم
جگرا نہیں رکھا۔ آرے آ۔ اب گھر لوٹنے والا بن تیری لبے بے بوڑھی اور کتنا جیئے گی! برس
چھ ماہی ہی نا! آجا، چھوٹ بھی آ!"

پہلے نوراتر گھر گھر جو اور کنک کی کھیتی بوئی گئی۔
نہا دھو اشنان کر دریا پر، گھر والیوں نے چھوٹے بڑے آلوں میں مٹی بچھا بیج ڈال دیئے۔
کسی نے آلے کے آگے پیچھے پٹ کا پٹولہ لٹکا دیا۔ کسی نے مٹی کے کوزے میں کسی نے کورے
گھڑے کے ببروں میں۔
جے بھولوں والی دیوی، تیری جے! جے سانجھے دربار والی، تیری سدا ہی جے!
عید اور دسہرے کی تاریخیں اُگٹر پچھٹر نکلیں تو چھوٹے بڑے ہیروں میں جوش امڈنے لگا۔
کورے کپڑے درزی۔ درزنوں کے ہاتھوں میں کھڑکنے لگے۔
لٹھے کے لاچے تہبند، خاشے کے کرتے جھگے، دریش اور پٹ پٹی کی سُوتھن شلواریں، چھوٹی
لنگیاں تہبندیاں۔ پنڈ کا پنڈ درشن سنگھ کی ہٹی پر ٹوٹ پڑا۔
"چھینٹ نکال او روبیرا، چھوٹی بوند کی!"
"کوئی چھبیلا کھدر دکھا دے چاچا!"
"کالی سُوف دے میری سُوتھن کے لیے!"
"بہن وزیرو، بھوٹی کے لیے بخارا کیوں نہیں لیتی!"
"لو تائی، دھی کو دوالی پر جوڑا بھیجنا ہے تو دریائی لے کالی!"

"نہ، مجھے تو سیاہی دکھا دھوپ چھاؤں والی! دوپٹہ ہو جائے گا۔ ڈور بیٹے کا۔"

"ویرا، لاچے دے دو! ایک لال، ایک ہرا۔ نیچے لگانے کی کنیاں دے دے دھاریدار۔"

"لے جیناں بی بی، دو بیتی بھی لے لو۔ اوڑھن تازہ نہ ہو گا تو دوجے کپڑوں کی بھی کیا پھبن!"

"درشن سنگھ نے جیناں بی بی کے کانوں میں جھولتے قمقموں پر ایک چمکیلی نظر ڈالی اور ہنس کر کہا۔ اس بار بھی جنس ہی کہ ....."

"ویرا! گھو کے گھی کی پچی دو بیری۔ پہننے کو کوئی ڈھنگ کا کپڑا دے!"

گج سنگھ نے ستو کھتر ونی کے آگے چھینٹ کا تھان پھیلا دیا۔ "لو پھیلی بھی اور سجیلی بھی!"

"نہیں رے، کوئی مضبوط ہنڈونا کپڑا دکھا! اس کی نہ تند نہ تانی!"

"درشن سنگھ، ملتانی چھینٹ پھینک۔ نرا لوہا ہے کھر جائی۔ آدمی ہنڈ جائے پر کپڑا نہ چھیجے!"

کرم بی بی نے دور سے آواز لگائی۔ "لے ری ویرا، یہ سوت کی اٹیاں! تیرے بھانجے پیچھے پڑے ہیں، نئے جھگے پہنیں گے! بتا کوئی ظفر جار خانی ہی بتا!"

رسولی گبرو ن مانگنے لگی تو گج سنگھ نے پوچھا "دھیے، بتا تو سہی نا، بنانا کیا ہے!"

"گوہر کے پاجامے کے لیے!"

"میری بچی، یہ لے یہ لے پھاتا دار بڑے عرض کا!"

چیڑوں کی گنتی چھوٹا سا گھونگھٹ نکال کر بولی۔ "ویر جی، چو نکے۔ بھانڈے ململ کے دو دوپٹے!"

"بھرجائی، میری بات برا نہ ماننا۔ کپڑا لٹھا کسی نے اگلی درگاہ نہیں لے جانا اپنے اوپر یہ کر سکاری اچھی نہیں۔ لا درشن سنگھ، چھینی کی ململ کے دو دوپٹے پھاڑ دے!

دو پہری کھلے کوٹھوں پر مٹیاریں رنگریزنیں بن گئیں۔ کونڈوں میں رنگ گھول کر اوڑھنیاں رنگی جانے لگیں۔

"اری چھتی ڈال پیازی کے کونڈے میں اور ابرک ڈال کلف کے کونڈے میں!"

"ہیں ری کالی متری کے لیے اتنا گاڑھا رنگ! اسے نہیں پھبتا!"

موہرے کی بے بے اپنی بہوٹی کا دوپٹہ اٹھا لائی ــ "گوڑھا گلابی گھولا ہو تو بچنی کی اوڑھنی

بھی نکال دو۔"

"بے بے، بہو کو ہوا لگنے دیا کر۔ پھر جانی کو اوپر بھیج دے۔ آپ رنگ لے گی۔"
شبو نے جھٹی نکال کلف کے کونڈے سے کتوں کو اڑایا اور ہنس کر کہا۔ "وچھو پھر جانی
گڑھ گڑھ کر روگ لگا بیٹھی تو پچھتاؤ گی!"

بے بے پی گئی۔ چھوٹی سی مسکراہٹ بکھیر دوپٹہ منجی پر ڈال دیا اور جاتے جاتے کہا "لو ری
چڑیو کڑیو، تم کرو بات چیت! میں وچھی کو بھیجتی ہوں۔"

رشبو ہنس ہنس کر دوہری ہوئی ___ "ہائے ری، میں مر گئی۔ آج تو بے بے کو سیدھے گٹی لگی۔"
بیری والوں کی ریشماں آگئی۔ چٹی ململ کو ہتھیلی سے کانٹھیں دے کر پوٹلی بنا ڈالی "کیوں ری ریشماں کیا لہریا رنگنے لگی ہے؟"

"نہ لہریا نہیں، ٹمکا ہے۔"

"کس رنگ کا؟"

"فیروزی۔"

سہیلیاں ہنسنے لگیں ___ "واہ ری گل ڈوڈو، فیروزی کے بنا کوئی رنگ ہی پسند نہیں!"
ریشماں نے کونڈے میں چونڈی بھر پھٹکری ڈالی اور دوپٹے کو رنگ میں بھگو دیا۔
چھوٹی بڑی کڑیاں آپس میں آ جٹیں۔ گودیوں میں ناک بہتے بھائی بہن۔ رنگ کی پڑیاں
ایسے دیکھیں پرکھیں جیسے رنگریزی ہی سیکھنی ہو۔

ہاتھ میں ململ کی اوڑھنی لیے ماں بی بی آن پہنچی۔

"کیوں ری ریشماں، دو رنگی لہریا بھی جانتی ہے کیا!"
کیوں نہیں! آ رنگ دوں۔ جنا عید پر آئے گا تو ایسا لپیٹے گا جیسے کسی ٹونے تعویذ کا
بندھا ہو۔"

ریشماں کو بندیجی بھرتے دیکھ کر ماں بی بی نے پوچھا "بھلا کہاں سے سیکھی یہ کلا!"
"ماں بی بی پرے کے سال اپنی خالہ کے پاس گئی ملتان۔ ہمسائے اس کے گگے زئی پٹھان۔
سوانی ان کی ایسے ایسے بیل بوٹے چتارے کہ رہے نام رب کا!"

"گلابی میں ڈالو لال تو بنے آتشیں گلابی۔"

"پیلے میں ہرا تو بنے انگوری"

"لال کو کالے میں ڈبو دو تو بنے فیروزی"

"سالو رنگنا ہو تو پہلے مجیٹھ ابال لو، پھر کپڑے کو آلونے میں ڈبو دو اور تھوڑی سی پھٹکری بُرک دو"

"بڑی گنیا ہے ری! ساسرے جائے گی تو لوک جہان پوچھے گا"

ادھر رنگ برنگی اوڑھنیاں ہوا میں سوکھنے لگیں، اُدھر لڑکیوں کو آوازیں لگنے لگیں۔

"اری آ او ری، دوجے کاموں میں بھی ہاتھ بٹاؤ۔ رانگلی چُنریں کھانے پینے کے کام نہ آئیں گی!"

شمالی ونڈ عید کی سوئیاں بٹنے لگیں۔ ماچھیوں کے تندور پر سوئیاں نکالنے کی جندری لگ گئی۔

اوپر سے گندھا میدہ ڈال کر جندری کی سخت ہتھی دبائیں اور نیچے ڈھینگریوں کے جال پہ پتلی مہین سویاں بن کر پھیلتی جائیں۔

اپنے تندور پر بھیڑ دیکھ کر سلیمان کی باچھیں کھل گئیں

سلیمان نے چھوٹے شریفو کو گھرک دیا۔" ادھر اُدھر آنکھیں نہ مٹکا کام کر۔ لا بے بے اکبری مجھے دو آٹا۔ ہتھوں ہتھ نکالتا ہوں!"

"جیو جا کو پُترا! میری تو سوئیاں نہیں جو کی چُٹن ہے۔ بھٹی میں بھی بھُنے گا!"

ہیرن نے ٹوپا بھر میدہ آگے کیا تو سلیمان نے آنکھ مار دی۔" تمہارے لوٹے رہیں سلامت!"

"تمہارے بھی تندور تپتے رہیں سلیمان! اور مچھیاں بھُنتی تلتی رہیں!"

حاجی جی کی جُحن نے اپنا طباق آگے کر دیا۔" جوانیاں مان پُتر سلیمان، جلدی سے نکال دے میری بھی!"

شریفو نے نظر گھمائی۔۔ جحن چاچی، جان تو ایک سانس میں نکل جاتی ہے، پر سوئیوں کو وقت لگتا ہے!"

سلیمان نے بھائی کو کہنی ماری" زیادہ بیچ بیچ میں نہ پڑ!"

چاچی نے سمجھا کہ بڑا بھائی میرے لیے چھوٹے کو پچکار رہا ہے۔ چمکار کر کہا۔
"ماں رج گئی۔ سیجے سے کرو!"
قادر کلال میرن کی کھوج میں ادھر آنکلا تھا۔ سلیمان کو دیکھا تو مچل گیا۔ "کوہ سلیمان۔ آج کس کی چیچی انگلی پر!"

نوراں تنّی بڑی دیش ہیں کھڑی تھی۔ اپنی پنجی آگے کی اور اپنی سڈول ناک سلیمان کی سیدھ کر بولی "وسن رے۔ عید روز روز نہیں آتی یا تو سیدھی طرح تندور سنبھال یا ارتھیر والے کر لے تیرا تنبیال!"

سلیمان پہلے وقتوں کی یاد میں خوشامد کرنے لگا۔ "میرے سر کی سونہہ ہے نوراں جو بنا سوئیوں کے پلٹو۔ لاؤ!"
پنجی پکڑاتے پکڑاتے نوراں نے ظالم انکھیوں سے سلیمان کو تڑپ کر ڈالا۔ "زرکی ماچھی سلطان تم نے کیا سمجھا کہ تندور گرماتے لگاتے تم پٹّے دار ہو گئے ہو!"
سلیمان پہچان گیا اس لمبڑداری ادا کو۔ "اس بار معافی ہو جائے نوراں! سلیمان تمہارا پرانا خادم!"

نوراں ہنسنے لگی۔ "ہیں رے دل پھینکو تو نے کس کس کی خدمت بجا نہ چھوڑی!"
سلیمان مچل گیا۔ "نوراں، مچھی چھوٹے پینگو کی ہے یا ڈوری ہو، جال میں تڑپے گی ہمیشہ!"
سلیمان نے جندری کا قفل گھمایا، پھر آس پاس کے بچوں کے کان بچا کر ہولے سے کہا لمبڑدارنے!
مچھی مچھی میں فرق۔ بُرا نہ ماننا۔ کھنڈی چھریوں میں اب دھار کہاں!"
نوراں، جو یارنی جتی کے نام سے مشہور تھی، اپنے ہتھکنڈوں پر اتر آئی۔ "چپ اوئے عشقی ندّے۔ گنڈ غلامی میں بڑی بڑی جوانیاں ڈھیر ہو گئیں۔ تو کس باغ کی مولی ہے!"
سلیمان نے ہنس ہنس کر سلام پیش کیا۔ "صدقے تیری لمبی جوانی پر نوراں! بھلے تو گولی پھینک اس مُنہ پر، ہم تو تیرے پرانے پختہ عاشق!"
نوراں لاڈ سے ہنسنے لگی۔ "چھوڑ دے چھڑ! یہ تو کہہ تیری لچھو باندری کہاں!"

پورا پسار سنہری دھوپ میں جھلمل جھلمل کرنے لگا۔

شاہنی کو پہلے تو دِکھے دو وہینار۔ جگمگ جگمگ۔ پھر دِکھائوسے لپا ہوا ایک کچا آنگن۔ انگنا میں گھٹنوں چلتا ہوا ایک لہوڑا بالک۔ اس کے کانوں میں کالی سیلم کی بجھنیاں۔ کمر میں کالی تڑاگی۔ شی کمار اتر آیا ہو کہیں سے! ٹھمک ٹھمک۔ یہ کیا؟ کرشن کنہائی کے پیروں میں جیسے گھنگھرو بجتے ہوں۔ پیچھے پیچھے گئوؤں کا جھنڈ۔ کالی گائے آنکھوں کے سامنے آئی ہی تھی کہ شاہنی کی نیند کھل گئی۔

"شری رام! شری رام! سپنے میں یہ کیا موہنی۔ مورت دکھا دی! چاروں طرف لو ہی لو! رکھ سائی کی۔"

شاہنی بچھائی چھوڑ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ لوئی اوڑھی اور پسار کے باہر نکل آئی۔

چوکے کی کنڈی کھولنے کے لیے قدم اُٹھایا ہی تھا کہ پاؤں ڈگمگانے لگے۔

شاہنی سنبھلی۔ پھر سر گھوما اور چکر کھا کر تھم سے جا لگی۔

"چاچی، ذرا آنا۔ میرے تن من اچھے نہیں لگتے۔"

چاچی بڑبڑاتی سی باہر نکل آئی ـــ "کس نے پکارا! اری کس نے آواز دی؟

بچی کو تھم کے پاس بیٹھے دیکھا تو حواس اُڑ گئے ـــ "یہ کیا میری بچی! صبح سویرے یہاں کیوں بیٹھی ہے!"

"چاچی، گھونٹ بھر پانی تو دینا!"

"کیوں ری جیٹھی ......" چھوٹی شاہنی باہر نکل آئی۔

ماں بی بی فکر سے بولی۔" اجوائن کا پانی ابال لو چاچی!"

شاہنی کچھ کہنے کو ہوئی کہ کھایا پیا گلے سے باہر نکل آیا۔

دو دھارنے سے انگارا اُٹھا چاچی نے چولھا لہکایا اور آپ ہی آپ بڑبڑانے لگی ـــ "کوئی پوچھے چت من ٹھیک نہ ہو تو ......"

چھوٹی شاہنی پاس جھک کر کان میں بولی۔" ست اجوائن کا ہے کو! سمجھ بھی جانا چاچی! میں چلی ماتھا ٹیکنے!"

"چاچی، بھلی چنگی تھی بہن رات کو تو۔ خبر ہے اب کیا ....!"

"ہوا ہوا ری! بھرم چھوڑ۔ نہا دھو چو کے چولھے لگ!"

شاہنی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ہاتھ میں اُبٹن لیا اور کرتار و کو آواز دے کر کہا "بی بی برتن بھانڈے ہو کر آٹا گوندھ۔ میں نہا کے آئی۔"

چاچی کی آنکھوں میں شاہنی جلنے لگی۔ لاڈ سے جھڑک کر کہا "آری اُٹھ گن دھو تاولی تاولی! بے دیر ہوتی ہے۔"

دونوں نیچے اتر گئیں تو ماں بی بی اوپر سے دیکھتی رہیں۔ پھر ہاتھ اوپر اُٹھا کر کہا "فضل مولا مہر اللہ!"

جمی والا کنواں گڑنے لگا تھا۔ کھیتوں پر تیجری دھوپ رہ رہ کر چمکتی تھی۔ ہوا کے لہکاروں میں کپاس کی ڈوڈیاں اترا اترا جاتی تھیں۔ پیچھے نیلے آسمان کی سیدھ دریا کی چھچھاتی لکیر دھرتی پر ایسی دکھتی تھی جیسے دھرتی اور آکاش کے بیچ کی منڈیر ہو۔

دونوں نے ریتی پر کپڑے اتارے اور پانی میں اُتر گئیں۔

دونوں ہتھیلیوں میں پانی بھر کر سورج دیوتا کو نمسکار کیا۔ "سب لوک برہمانڈوں میں بڑا تیرا تپ تیج مہاراج ....."

چاچی نے بھر بھر پانی میں تاریاں ماریں۔

شاہنی نے پہاڑوں کی سمت سر جھکا کر جے کارا بولا "گورا بھو بھامنی، تیری سدا ہی جے!"

پھر چہرے پر چھینٹے مار کر ڈبکی لگائی تو کنواری دھوپ میں بدن صبح کا ٹکڑا بن کر پانی میں ہلتا ہوا ہلوریں لینے لگا۔

"بس ہوا بچی! سر جھکا کر پیر فقیروں سے خیر مانگ!"

شاہنی نے سمجھ لیا کہ چاچا جان گئی۔

آنکھیں میچ کر بابا فرید کا دھیان کیا۔ "تیرے ہی رحم و کرم سے بابا! نہیں تو یہ اوسر دھرتی ہریالی! مہر رکھنا۔ اِس دن کو دُھر چڑھانا!"

دریا کے کنارے کنارے چلتی ہوئی دونوں گاؤں کی جانب مڑیں تو شاہنی نے مُلّھے شاہ

بارہ ماسہ چھیڑ دیا۔

"پھاگن پھولے کھیت جیوں بن تن پھول سنگار

ہور ڈالی پھل پتیاں گل پھولن کے ہار

ہوری کھیلن سیئیاں پھاگن مورے نین

چھلا رو وگن

او کھے جیوندیاں دن تگن سینے بان

پریم کے لگن

چیت چمن میں کوئلیا نت گوگو

کرے پکار

میں سن سن جھر جھر مر رہی

کب آوے گھر یار"

ارائیوں کے کھیت سے اُٹھ کر دو مٹیار مورتیں جھکیں۔ "سلام شاہنی!"

"سلام چاچی!"

مڑ کر دیکھا — رابعاں، فتح اور شیریں۔

"کیوں ری چڑیوں گرٹلیو، ساگ وگھر چننے آئی ہو!"

"جی شاہنی!"

"اری تیرے چھند گوت کیسے؟"

رابعاں کا مکھن مکھڑا دھوپ میں دم دم دمکنے لگا۔" ایک سناؤں چاچی!"

"ہاں ری ہاں سنا، شاہنی کا جی ہرکھے گا!"

"لو سنو —

رنگ رس جینے والوں کے

رے ساجن پریت پیاروں کے

جن کے ہردے سورج

ان کی مٹھی دھوپ
سنگ ان کے چندرما
جن کے گھر ہیں پُوت،"
شاہنی نے رابعاں کو ایسا آنکھ بھر کر دیکھا کہ جیسے لڑکی کوئی سادھو سنتنی ہو، جانی جان ہو،
پیتے ہیں ترکھی تو یاد آگئی۔
"جیتی رہو، رب بڑے بڑے بھاگ لگانے، ہاں ری رابعاں کر لے کام دھندھے سے
مت دو گھڑی میرے پاس آ بیٹھا کر۔"
"جی شاہنی!"
چاچی اور شاہنی آگے بڑھ آئیں تو چاچی بولی "ارائیوں کو روپ ایسا کہ دیکھ دیکھ ترس
تی جی کی!"
"سچ کہتی ہو چاچی! چھوٹی رابعاں کی عقل تو ایسی کہ جانتی ہی جانتی ہو نظر نہ لگے لڑکی کو،
نکھرا نترا پھول گلاب!"
"دھنیے ہے جننے والی ماں۔ حساں ارائیوں کی نے جیوں دُھر پہاڑوں کے ستھرے ہوا پانی
سے لڑکیوں کے وجود بنا ڈالے! حساں کیا کم سوہنی تھی! قسم! کہتے ہیں نا کہ جان بندے کو رب دیتا
ہے اور رنگ روپ ماں اور بٹ دیتا ہے۔"
"چاچی، جانتی ہو رابعاں کے لیے شاہ جی کیا کہا کرتے ہیں؟"
"کیا ری!"
"کہتے ہیں لڑکی کو دیکھ لیں ایک نظر تو جی چاہتا ہے کہ جاؤ سر ناگھی کو۔"
"یہ تو تعریف نہ ہوئی حمد ہو گئی۔"
"جو بھی کہو، شاہ اپنے کی آنکھ بڑی پارکھی۔"

کچہری کے احاطوں میں جٹ ساہوکاروں کے ٹھٹ کے ٹھٹ ایسے تانے بانے بُنیں کہ
مقدموں میں کوئی مار جائے، کوئی مر جائے۔ کوئی نقصان سے جائے، کوئی سر جائے۔

بیر کوڑی کے کھیل کی طرح کبھی اندرونی ٹولی مات دے ڈالے باہری کو کبھی باہری داؤں بیں دے ٹنگڑی۔

علاقے کے جٹ ساہوکار سب مل جل کر مقدمے کریں اور گنتی کمائی کریں وکیل اہلمد۔ گواہ بھاڑے کرائے کے ٹٹو۔

قتل ڈاکہ، ادھار بندی، اصل بیاج اور سود خوری میں روزیاں ہڑپ۔ قرض لیا، زمین رہن رکھی، نہ ٹوبنو نہ کاغذ۔ شاہ کے ہاتھ کی لکھت ہوئی تو جو جٹ کہے سو جھوٹ، جو شاہ کہے سو سچ۔ پگڑیوں کے زور۔ جبر بڑے بڑے رعب داب والے مقدمے بھگت گئے۔

گجرات کچہری کے احاطے میں بیٹھے بیٹھے ڈھولاں والے چودھری فتح علی نے مدینہ والے خوشی محمد کو پہچان کر آواز دی۔ "خوشی محمد جی، راضی خوشی ہونا۔ آج خیروں سے کون سے مقدمے کی تاریخ بھگتنا آئے۔ بخیر اللہ، دو چار مسلیں تو لگی رہتی ہیں نا کچہری میں؟"

"ہاں جی، بھگتنا والی زمین کی تاریخ تھی۔ اگلی پڑ گئی۔ سننے میں آیا ہے آج عدالت اعلیٰ شہر سے باہر ہے۔"

"کس کی کچہری کی بات ہے؟"

"وہ جی اپنے دریا کلاں والے شیخ احمد کے چھوٹے فرزند غلام مصطفیٰ!"

کچہری کا پیرانا دھسہ گورالی والی پہلوان خاں سُن کر بولا۔ "کوئی اور وجہ ہوگی تاریخ لگنے کی۔ عدالت اعلیٰ برابر شہر میں موجود ہے۔"

"آپ کو یہ کیسے معلوم؟"

"بادشاہو! عدالت اعلیٰ سویرے سویرے منڈی میں بھنڈی خرید رہی تھی!"

بہت ہنسی آئی۔

دیکھو نہ جی جج منصف کچہری کے باہر گھومتے نظر آجائیں تو سمجھ دبدبہ خوف آدھے رہ گئے۔ اور جو عدالت بھنڈی بھتوم خریدتی نظر آجائے تو اجلاس کا گنبد غائب!"

اونچے کٹر یل جوان نے پاس آکر سلام کیا۔ "سلام عرض کرتا ہوں چچا صاحب!"

"جیتے رہے، برخوردار عمر دراز ہو۔ بھلا آپ کی پیشی کس کے یہاں تھی؟"

"شیخ عظمت اللہ صاحب کے یہاں!"

"بھگت گئی؟"

"نہ جی، اگلی تاریخ مل گئی!"

فتح دین جی نے سر ہلایا۔ "یہ تو کچہریوں کے چاؤ، ملہار ہوئے نا! ہاں، گھر میں سب خیریت ہے؟"

"جی، اللہ کا فضل و کرم ہے!"

"پتر جی، دیوانی معاملہ شریکوں کے ساتھ چل رہا تھا، کیا کسی نکتے پر پہنچا؟"

"نہ جی! مقدمے کے دوران صاف ہوا کہ ہٹی والی زمین بازمین چاچا نبی محمد جی نے رہن ڈال رکھی ہے۔"

"یہ تو وہی بات ہو گئی۔ لڑائی پڑی شریکاں اور مالک بنے گواہ!"

نالووال والے جلّے اور رتموں کی جوڑی احاطے کے اندر داخل ہوئی تو دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ کسرتی جوان کاٹھی۔ چہرے پر لون اور خون۔ تین ڈکیتیوں میں سے صاف شفاف نکل جانے والے شیروں کو کون نہ سراہے گا!

پاس آ کر دعا سلام کی اور چودھری فتح علی سے پوچھا۔ "چودھری صاحب! آپ کے بنڈ کا سائیں باشا کا کیا حال ہے؟ اڑتی اڑتی کان میں پڑی تھی کہ علاقہ جہلم میں بہت غدر مچائے ہوئے ہیں۔"

"سائیں پتر کا کیا، آج یہاں کل وہاں!"

جلّے نے سنجیدگی سے سر ہلایا۔ "بادشاہو! سائیں کے پیروں تلے پھرکیاں۔ آج صندل بار، کل نیلو بار، پرسوں پچھ خوشاب!"

خوشی محمد جی نے گہری دلچسپی سے جوانوں کو دیکھا اور معصومیت سے کہا۔ "کیوں جی، کیا ہماری ڈاچیاں ریل گڈیوں سے بھی تیز چلتی ہیں؟ سننے میں آیا ہے کہ اصل عربی گھوڑے ہوں تو گڈی کو بھی پچھاڑ دیں!"

چار سفروں کے ماہر جلّا اور رتموں ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے۔ خچر بن کر کہا۔ "بادشاہو! اپنا چھوٹا موٹا سفر تو ان ہی پیروں پر۔ جھوٹ کیوں کہیں، آپاں نے تو وزیر آباد والا پل ہی نہیں لانگھ کے دیکھا!"

چودھری جی ان کے پوتڑوں سے واقف۔ ہنس کر بولے "پُتر جی۔ آپ تو فقط نیند میں ہی شیخوپورہ، پٹیالہ، کرتال پہنچ جاتے ہیں۔"

جلے اور رمتے نے دانت نکال دیئے۔ "بجا فرماتے ہیں چودھری جی، صرف خوابوں میں ہی۔"

چودھری جی بھی پینتی بھگتا کر آن پہنچے۔

دراز قامت، گلابی چہرے پر جچتی پاگ۔ ساتھ ساتھ ہاتھ کا انگوچھا بنے بھاگو والیئے دو گواہ۔

"آؤ جی، آؤ شاہ صاحب! آپ کے بغیر محلس ادھوری تھی۔"

بھاگو والیے سوداگر سنگھ اور اجاگر سنگھ نے جلو اور رمتو پر ایسے نگاہ ڈالی جیسے ایک ہی جنس کی گٹھریاں ہوں۔

"آج تو گواہیاں پوری ہو گئیں نا شاہ جی! اگلی ایک دو پیشیوں میں مقدمہ نمٹ جائے گا۔"

سوداگر سنگھ نے انگلیاں چٹخانا شروع کیں تو شاہ جی جھٹ سمجھ گئے۔ ٹکے نکال آگے کئے۔

"جاؤ برخوردار، مولے حلوائی کے یہاں جا کر لسی پانی پی آؤ!"

لڑکوں کی گواہی کھری ہوئی۔ ست وچن کہہ کر قدم اُٹھائے۔

"شاہ جی، یہ بھاگو والیے بہت پہنچے ہوئے چھیڑے معلوم دیتے ہیں۔"

"چودھری جی، ان کا کچھ نہ پوچھیے۔ ان کا حساب اِش متر اور تشمتر والا ہے۔ اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ پر آپ جانو مقدمے میں رنگ بھرنے کو یہ ہی بھجنیے کام آتے ہیں!"

"واہ واہ شاہ جی! کیا فرمایا ہے! اُنھیں کھڑا کیا کچہریاں اور گانے لگے بھجن!"

شاہ جی ہنسے۔ "چودھری جی، ہوا یہ کہ پچھلی سردیوں نوشہرے والی زمین کی مسل لگی ہوئی تھی خاں صاحب اللہ یار خاں کی کچہری میں۔ پینتی کے دن آ کر دیکھتا ہوں تو دونوں گواہ ندارد۔ دیکھا پوچھا، پتہ لگا دونوں کرائے کے ٹٹو دودھ جلیبی کے ٹھٹے لیے کھڑے ہیں۔ مجھے دیکھا تو ہنس دیئے۔

"معافی شاہ جی یہ منہ آپ کے دیکھنے لائق نہیں۔ آپ کے مخالفوں نے ہمیں پٹا لیا ہے فقط مایا ہو نہ، ان جلیبی کے ٹھٹھوں پر!"

میں نے دونوں کی پشت پر تھپڑ رسید کئے اور کہا، برخوردار، اپنا کچھ نہیں بگڑا۔ ایمان گیا سو

تمہارا اور میں نے اپنے پکے گواہوں کی فہرست سے تمہارے نام کاٹ دیئے سو وہ الگ۔"

وڑی گلوں کی ہنسی اور کھانسیاں احاطے میں گونجنے لگیں۔

"شاہ صاحب' پھر؟"

"پھر کیا! بس پاؤں پڑ گئے' میں نے دودھ جلیبی کے پیسے ہاتھ پکڑائے اور سال بھر لگا کچہری میں بلا کر اجلاس میں نہ کھڑا کیا۔ آخر نصیحتیں نکالیں تو آج اُنھیں کچہری میں ہنگڑی پڑی۔

جلال پور جٹاں والے چودھری لساؤ خان آن پہنچے۔ صاحب سلامت ہوئی۔

"خیر و عافیت ہے نا شاہ جی! سناؤ!"

"شکر ہے مالک کا۔"

"اڈے پر خبر تھی بادشاہو کہ سرکار چوری ڈاکے کے بارے میں زبردست قدم اُٹھا رہی ہے۔ اہل کاروں کو اگر جانی نقصان پہنچا تو حکومت پنڈوں پر جرمانہ کرے گی!"

گنجی ان جھگے خاں اپنی انوکھی کسرتی چال سے خراماں خراماں پہنچے تو چہرہ دیکھ کر سب پہچان گئے کہ چودھری جی فوجداری جیت کے آئے ہیں۔"

سب نے ہاتھ پکڑ پکڑ کر مبارکیں دیں۔

"رب رسول کی نظر سیدھی رہے بادشاہو' سانچ کو آنچ نہیں۔"

شاہ جی نے آگے بڑھ کر ہاتھ ملایا۔ جھگا خاں جی' خیروں سے فوجداری جیتنے کی خوشیاں روز روز میسر نہیں ہوتیں۔ جیتنے کا رعب ہی علاقے کو انگل بھر اونچا کر دیتا ہے!"

جیب سے جھنکڑ نکال کر رکھتے کو دیا۔ "ایسے سوہنے موقع پر منہ تو میٹھا ہو چودھری جی کا! گھر انولیے کی دکان کا بدلہ لے آؤ۔"

جھگا خاں جی سج گئے۔

شاہ جی' کچھ پتہ تو لگ کسی ڈپٹی مختار سے' جرمانے والی بات کہاں تک ٹھیک ہے!"

"چودھری جی' خفیہ گارڈ والی واردات سے چار چھ دیہاتوں کو ہرجانہ تو بھرنا ہی پڑے گا۔"

چوراں والی حاجی شاہ نے سُن گُن لینی چاہی شاہ صاحب' اس قتل کے بارے میں اپنے خیال میں تو ایک ہی بات آتی ہے کہ یا تو سازش ہے کسی ایک پورے پنڈ کی یا پھر دلاور خاں سے تعلق

رکھنے والی کسی ڈگی چھنال عورت کی۔"

بساوا خاں جی نے تیکھی نظر سے دیکھا — "یہ تیاداں خیال تو نہیں معلوم ہوتا۔ یہ تو باقاعدہ پولس کی طرف سے گناہگاری کی پیش کش لگتی ہے۔"

شاہ جی ہنسے — "بادشاہو، معاملہ فہمی کے لیے کج فہمی ترک کرنی پڑتی ہے۔ آپ مالک ہو، باقی ساہوں کے آگے دیئے جلانے کے لیے تو ہماری پولس بھی کم نہیں۔"

جھگا خاں جی کو بات پسند آئی — "بہت خوب بادشاہ صاحب دلاور خاں بچارے تو سدھار گئے۔ اب تو سرکاری جھاڑا پھونکی ہی باقی ہے۔ دیکھیں گناہ کس پنڈ گراں کے ماتھے مڑھا جاتا ہے۔"

گھر گھر گندم کی بالیاں بتھوں پر سج گئیں۔ مولی کے لال ڈورے سے بندھے ان مہاراج کے ستّے ایسے سجے کہ دیکھ دیکھ کر قتاب ونظر کی بھوک مٹے۔

شاہوں کے گھر حلوے پوری کی کڑاہی چڑھی اور خوشبو جا پہنچی برہمن پانڈوں کے گھر۔

پہلا نیوندرا۔ شاہنی نے لیپ پوت کر چوکہ سجایا آسن بچھا کر چوکیاں رکھیں۔ ہلکی آنچ پر کھیر کا دیگ برا چڑھایا کڑاہی میں سوجی بھوننے لگی۔

چاچی نے مٹھ بھر بادام اور کشمش ڈالے کہ دیکھ دیکھ کر کرتارو کے منہ میں پانی آنے لگا۔

"شاہنی ذرا میٹھا تو چکھا دو!"

چاچی نے ٹوکا — "صبر کر ری کرتارو! ابھی کڑاہی سجی ہے۔ پہلے برہمن پاندے کو تو جیم لینے دے۔"

شاہنی ہنسنے لگی — "برس برس کے دن کوئی منتر اشلوک پڑھ۔ تھوڑی دیر حوصلہ رکھ ری۔ پاندے کے آنے تک تیری بھوک نہ مر جائے گی۔"

کرتارو مرگئی مطمئن ہو کر کھڑ کھڑ کرنے لگی — "شاہنی جی، رب کے گھر میں بھی باہنوں کا رسوخ۔ یہاں بھی بھرے بھانڈے دودھ گھی باندوں کے لیے ہی۔ کرتارو بے چاری کے دل کا ٹھنڈا ٹھونا ٹھونا۔"

شاہنی نے کڑاہی اتار کر نیچے رکھی اور چاچی سے ہوئے سے کہا — "چاچی ٹھنگنے پر سے میرا اشوتھن گرتارو کو۔ نہا دھوکر پہن لے، دل میں ٹھنڈ تو پڑے۔"

چاچی پیار سے جوڑا لے آئی گرتارو کی بانہہ پر ڈال کر کہا "جا ری، کوئی پر نہا دھو آ۔ پھر آکر پوری بیل! بھگوان پاندا آتا ہی ہوگا۔"

کاسنی چھینٹ میں پیلی ٹکی والی جوڑا پہن گرتارو اوپر آئی تو اپنی پچپن پر ہنستی ہوئی اترائی۔ پاندوں کی قطار جیسے بیٹھی تو بنیرے پر ہتھیلی ٹکائے گرتارو جاتیوں سے ہنسی مذاق کرنے لگی۔ "کھاؤ رے کھاؤ! نہ کھاؤ گے تو وید پڑھو گے کیسے! وید نہ پڑھوگے تو خوش وخرم لوگوں کے بیاہ کیسے پڑھاؤ گے!"

بھگوان پاندے کا لڑکا شری ناتھ ٹکٹکی لگائے گرتارو کو دیکھنے لگا۔ پھر اپنے چاچے کی طرف مخاطب ہوکر کہا "چاچا جی! کلووال والے صاحب دِتّے کے ساتھ کیوں نہ بہن گرتارو کے ساتھ رشتہ کروا دیں؟"

"ہائے ری، میں مرگئی۔"

گرتارو نے ہاتھوں سے آنکھیں چھپالیں اور دوڑ کر چھوٹی بیٹھک میں جا چھپی۔

شاہنی نے ہنستے ہوئے شری ناتھ کی تھالی میں حلوا ڈالا۔ "میں صدقے جاؤں۔ پاندے جی اس چھوٹے سے سر میں اتنی عقل! کیوں نہ ہو، جاتک ٹھہرا کاشی والوں کا!"

پاندے جی نے تھالی پر سے سر اُٹھایا اور گہری سنجیدہ آواز میں کہا۔ "اس لڑکے کے مُنہ سے سنجوگ بولے ہیں اپنے آپ۔ صاحب دِتّہ دوہاجو ہے تو کیا! اس کے دروازے نویرا بندھا ہے۔ کرپانے کی ہٹی ہے۔ اور کیا چاہیے بندے کو — گلّی، جلّی اور گلّی!"

شاہنی نے کھیر کا کٹورہ بھر کر پیش کیا اور رُہلسائی آواز میں پوچھا۔ "پاندے جی! جنے ججمان کی عمر کتنی ہوگی؟"

چاچی مہری نے بیچ میں ہی ٹوک دیا۔ "خیروں سے دوہاجو کی عمر جتنی بھی ہو، ہمیں منظور۔ آج دن اچھا ہے۔ بھگوا نیا، شام تک ہماری گری چھوہارا ان کے گھر پہنچا دے۔"

وید مہتروں کو کھلا پلا کر شاہنی نے دکشنا دی اور گری چھوہارے والی شگونوں کی لال پوٹلی

پاندے جی کے ہاتھ تھما چاندی کے پانچ ٹکے ہتھیلی پر رکھ دیئے۔ ”پاندے جی، بن ماں باپ کی اس لڑکی کا پُن کا رج آپ کے ہاتھوں ہو جائے تو اپنی بے فکری ہو۔ ہماری طرف سے جو جڑ بن جائے گا۔ کوئی کسر نہ رکھیں گے۔“

پاندے جی نے پگڑی چھو کر چاچی سے پوچھا۔ ”کلو وال والے لڑکی کی عمر پوچھیں تو کیا کہوں!“

چاچی نے تیوریوں پر بل ڈال کر پاندے جی کو گھورا۔ ”میں نے کہا بھگوانیا! ہم جو پوچھیں عمر دو باجو کی تو تم بھی پوچھ لو لڑکی کی۔ بتائیں گے برابر۔ بس نام لو تو گرہوں کا اس سمرتیا کا سگن چڑھا آ۔“

پاندے جی کا دھیان نہ پلٹا۔ ”شاہنی، یاد تو کرو کتنی عمر ہوگی اپنی کنیا کی!“

چاچی نے من میں کوئی گنتی کی۔ ”ہوگی کوئی سولہ اٹھارہ!“

شاہنی نے کوڑیاں لانگھنا مناسب نہ سمجھا۔ بولے مُنہ کہا۔ ”چاچی، کرتارو کچھ بڑی ہوگی۔“

بھگوان پاندے نے فیصلہ کیا۔ ”اس کے ماں باپ پورے ہوئے مہاماری میں!“

چاچی مہری نے گھبرا کر بیچ بچاؤ کیا۔ بھگوانیا، ہو گئی نہ بات صاف، انگلیوں پر برس گِن ڈال اور کلو وال والے کی بات پکڑنے کی کر!

شاہنی کی آواز پر کرتارو اندر آئی اور آتے ہی برتن بھانڈے مانجھنے لگی۔ شاہنی کو لڑکی پر پیار آنے لگا۔ ”ہیں ری، برتن بھانڈوں میں جو بن گزرا جاتا تھا، رب کرے اس کی بھی تحو گ کھلیں!

غمگین کرتارو اُپلوں کی راکھ سے کانسی کے کٹورے چمکانے لگی۔

چاچی نے گھڑ کا۔ ”کچھ ڈھنگ سے ری! اتنا نہ بلا کر۔ اندر اب انگیا پہنا کر۔ کل بال دھو دھا کر سر دِکھانا۔ کہیں تیرے جھونٹے میں جُوں، لیکھوں کا لشکر تو جمع نہیں!“

دیوے جلے پاندے جی آن پہنچے۔

پیرتے کے جھولے سے بتاشے نکال کر شاہنی کے ہاتھ میں رکھے۔ ”بدھائیاں شاہنی مُنہ میٹھا کرو۔ کرتارو کی بات پکی ہوئی۔“

شاہنی نے چاچی کو آواز دی۔ ”دیورانی، بندرا دئی کو.....“

”بدھائیاں ری بدھائیاں! کرتارو کی منگنی ہوئی ہے کلو وال والوں کے گھر ماں بی بی، ذرا

آواز تو دینا لڑکی کو!"

قدروں سے منجی کا بھڑولا اٹھائے کرتارو اوپر آئی تو بھگوان پاندے کو منجی پر بیٹھا دیکھ کر دل میں کھلبلی مچ گئی۔

"کرتارو، ذرا سرخرو ہو کر ادھر تو آ! پانداجی تمھیں دعائیں دینے آئے ہیں۔"

کرتارو اوڑھنی سے سر ڈھک کر اس طرح آکھڑی ہوئی جیسے سب کی کنیز ہو۔

"ہاتھ جوڑ کر ڈنڈوت کرو پانداجی کو! تیرا شگن لائے ہیں!"

ہکا بکا کرتارو سب کو ٹکر ٹکر تاکتی رہی۔ شاہنی کی بات سمجھ میں آئی تو لپک کر شاہنی کے گلے آلگی اور اونچی اونچی کھائیاں لینے لگی۔ "نہ شاہنی جی، میں نہ جاتی پرائے گھر! ہاتھ جوڑتی ہوں مجھے نہ بھیجنا!"

چھوٹی شاہنی پہلے ہنسنے لگی۔ پھر اوپر سے پھٹکار کر کہا "چپ ری، تو انوکھی ہے کیا! رانی ہوڈ اوری، سبھی ساجین اپنے کنت پیاروں سے!"

کرتارو کا دل امنڈ امنڈ آیا۔ چت نہ جیتا اور بیٹھے بٹھائے یہ کھاگی بھرا دن آن پہنچا!

آنچل سے آنکھیں چھپا کر کرتاروں چاچی کے ساتھ جالگی۔

"میں نہیں چاچی، مجھے نہ بھیجنا پرائے گھر۔"

ماں بی بی نے جھڑکا۔ "چپ ری، عقل کر۔ ایسی مبارک گھڑی اوا ہی تباہی نہیں بولتے۔ رب کا شکر کر، معلوم بالک کے مُنہ سے تیری قسمت نکھر گئی!"

شاہنی نے دودھ کا کٹورہ پاندہ جی کے آگے کیا۔ "منہ جوٹھا کرو مہاراج! کیا کلو دال والے نے کچھ پوچھا تاچھا؟"

"بھگوا تا کوئی لگ لپیٹ نہیں رکھتا۔ ساری بات کھول دی۔ لڑکی بھلی ہے اور شاہوں کی چھاؤں میں ......"

ایک ہی سانس میں کٹوری خالی کر پانداجی نے نہ پیرنے سے مُنہ پونچھا اور نہ ہاتھ سے مونچھیں۔

چاچی دہری سمجھ گئی۔ شاہنی سے کہا۔ "بچی، گنو کا گھی ڈال کر اور دودھ لے آ۔ بھگوان پتر ذرا تھکان تو اتارے۔"

پانڈا جی بہت ٹھنڈی بے نیاز آواز میں کہا۔ شانتی، ذرا گری، چھوہارہ ڈال کر دھیمی دھیمی آنچ
تتا ہوتے دو دودھ۔ اتنے کچھ سنا دوں۔

پنّا دھرن وشنو کرشن ورٹن چیتر بھجم
پرسن ودتن دھیاٗیت سرو ودھنوپشانتیے
نارائنن نمسکرتے نرنچیو نرو تمم
دیویں سرسوتیں چیو تتو جیو مدیریت
ویاسن وششٹ نپتارن شکتے پوترم کلشم
پراشرار جن وندے شکتاتن پتو ندھ ہم
ویاسائے وشنو روپائے ویاس روپائے وشنوے"
نمو وے برہم ودھیے وسشتا ہیئے نموتم۔
اُچت وردلو برہمادبا ئُمر پردیری۔
ابھال لوچین شمبھو بھر گوان بادراتن۔

دیپک کی لو بھگوان وشنو کی تعریف سُن کر کچھ ایسا لگا کہ کوئی انجان دیوی دو چین دونوں لوگوں
کو باندھے ہوئے ہوں۔ جے جے سنسکرت مہارانی، اپنے جیسے مورکھ جن چاہے کچھ نہ سمجھیں بوجھیں
پھر بھی سن کر من کے اندر باہر چاتن چاتن۔

سب نے ہاتھ جوڑ کر سر جھکایا تو کرتارو نے بھی ماتھا ٹیک لیا۔

"جیو بیٹی، جیو! اگلے گھر جا پھلو پھولو! یاد رکھنا—
ناگ شوبھے مدکر نیر شوبھے اندیور
رین شوبھے ہمکر ناری شیل رتی تے
شوبھت ترنگ جب دھام شوبھے اُتسو
شوبھے دیاکرن دانی ندی ہنس گتی تے

دل میں جینے کی چاہ جگا بیساکھی کے ڈھول ایسے گونجنے لگے جیسے ہاتھ پیروں میں تازہ خون بہنے لگا ہو۔

پیپل، بوڑھ، کیکر، پھلاہ اور نیم کے تجرے سوبے پات دھوپ میں یوں چمکیں دمکیں جیسے دودھ پیتے بچوں کے مکھڑے ٹہنیوں پر جاگتے ہوں۔ الگ الگ کساروں والی پکی فصلیں رنگ رنگ جھلک ماریں کہ ہلکے گاڑھے رنگ کی اوڑھنیاں دھوپ میں سوکھنے پھیلی ہوں۔

دھونی کا لال کسار، ڈاگر کا کالک لیے ہرا، بنا کسار کی موتی۔ کسی پہ رت کا پیلا پن، کسی پر پکنے کی ललائی۔

ماڑھی والی کھیتوں میں واڈھی کرنے والے جٹ جنے چلتے پھرتے ہیڑوں سے دکھتے۔

دودھیا کنگوں کے ڈھیر کٹ کٹ کر لگنے لگے۔

دوپہر کو شاہوں کے یہاں سے ماں بی بی، کرتارو اور لگا سروں پر چاٹیاں چنگیریں اٹھائے ہوئے آتے دکھائی دیئے تو بجھتے دیلے کے لیے ہاتھ منہ سے پسینے پونچھنے لگے۔

اللہ رکھے نے دور سے ہنکارا دیا — "آؤ کرماں والیو، ذرا تکھا پیر اٹھاؤ۔ پائیا تیرے گھڑے ضرور گھی ہے پر اس کی باری پیچھے پہلے تو پینے دو ذرا لسی!"

سفو نے ماتھے کا پسینہ تہبند کی لڑ سے پونچھا اور مٹی کا کٹورہ ماں بی بی کے آگے بڑھا دیا —

"لا پھوپی! اپنے لیے تو تیرا ہاتھ ہی مبارک!"

ماں بی بی نے تیوری چڑھالی — "کیوں رے بھتیجڑے پھوپھیاں کیا صرف لسی پلانے کو!"

سفو نے کٹورہ خالی کر آگے بڑھایا اور ہنس کر کہا، "پھوپھیوں کا ایک اور کام ہوتا ہے کہو تو بتا دوں!"

"بتا چھوڑ بھتیجڑے! کہیں میرے ہی من ارمان نہ رہ جائے!"

"کان ادھر کر پھوپی! کٹورہ بھر چھاچھ کا بھتیجے کے لیے، ٹلی پھر مکھن بھی ڈالتی ہیں پھوپھیاں۔"

"لو بھول گئی باتیں، کیا بیان اور کیا بیان کی خوبیاں! بھتیجے، تو نے اس کے اتنی لمبی بات سجائی!"

وزیرے نے پاس آ کر کرتارو سے چھیڑ چھاڑ کی — "بہن کرتارو، آج تو میل گھی شکر کا ہے نا!"

"ویرا، سولہ آنے سچ! آج تمھارے لیے آئی ہیں دو دیڑی روٹیاں اور گھی شکر!"

کرم دین نے ہاتھ سے گیہوں کی بھری اُٹھا ڈھیر پر پھینک دی اور تنبے سے پسینہ پونچھ پاس آ بیٹھا۔

"بی بی رانی، جٹ جنگروں کو زردہ پلاؤ نہیں چاہیے۔ انھیں تو چاہئیں موٹی تکڑمی روٹیاں اور گلا ہرا کرنے کو گھی شکر!"

کرتارو روٹیوں پر گھی شکر رکھنے لگی۔

جاودے نے ہونٹوں کو چھاچھ سے تر کیا اور کرتارو سے پوچھا، "تمھیں کرتارو، لہریں، لہریں دریا ہیں کہ روزیوں میں!"

فتا ہنسنے لگا۔ "لہریں دریا ہیں اور بہریں روزیوں میں۔ کیوں بہن کرتارو!"

کرتارو نے پہلے ماتھے پر تیوریاں چڑھائیں اور پھر سر گھا بڑبڑانے لگی۔ "جانے میری جُتی!"

اللہ دتے نے ہنس کر کہا، "کرتارو بھولیے، رُت، بہار میں پھدکن ہار! ان پر غصے کلے نہیں کرتے!"

ماں بی بی نے کرتارو کو جھنجھلاتے دیکھا تو جٹیوں کو ڈبکی دے دی۔ "سکھی ساندی ویرو! کرتارو کی جھولی میں دعائیں ڈالو۔ بی بی کی منگنی ہوئی ہے گلو وال!"

کرتارو نے لاج کے مارے چُنی میں مُنہ چھپا لیا۔

ماں بی بی شوخیاں کرنے لگی۔ "پہلے بدھائی، پیچھے شیرینی۔ کرتار لمبے انتظار کے بعد ساسرے چلی ہے۔ دل سے دعائیں دو۔ تمھیں ہر واڑھی پر کھلاتی پلاتی رہی ہے!"

اللہ رکھے کے مُنہ کا نوالہ گلے میں پھنس گیا۔ لسی کا پیالہ نیچے رکھا تہبند سے ہاتھ پونچھے اور کرتارو کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا، "اپنے گھر بسو رسو۔ رب قسمت اچھی کرے۔"

کرتارو بیچ میں سکاریاں بھرنے لگی۔

وزیرے، فتا، گلو، جمن — سب گھیر کر کھڑے ہو گئے۔

ماں بی بی آدھی روئے، آدھی ہنسے۔

"ہیں رے بے عقلو، پہلے قصہ تو بننے دو! ابھی تو منگنی ہوئی ہے۔ جب خیروں سے ڈولی چڑھے گی تب رونا!"

کرتا رونے آنکھیں پونچھ لیں اور چنگیر سے روٹیاں نکال کر وہ تانے لگی۔

مہر علی کو آتے دیکھ کر ماں بی بی بولی ۔" ہیں رے مہر علی، تیری خالہ لگتی ہوں کبھی سلام دعا تو کیا کر!

"سلام کرتا ہوں خالہ!"

گبرو جوان مہر علی دھوپ میں چمکتا تھا۔ گندمی رنگ پر جوانی اور محنت کی انوکھی چمک۔

ماں بی بی نے روٹی پر گھی شکر رکھی تو مہر علی نے ٹھٹھولی کی "کس کس کو کھلاؤ گی خالہ! سارے گاؤں کی تو خالہ اور پھوپی بنی بیٹھی ہو!"

تم بھانجے، آج میں لاڈ پیار کا نہیں، محنت مشقت کا کھلاتی ہوں۔ رب رکھا تمہاری محنتوں کا۔ بھر بھر کا ٹو فصلیں اور ڈھیر لگاؤ اونچے۔"

" ہلا خالہ! تم تو ایسے بولتی ہو جیسے ہم آپ ہی اپنی روزیوں کے مالک ہوں رگاہ پڑیں، جوگیں چلیں، ترنگل بھریں، دانوں کے ڈھیر لگیں ۔ کھیت تو شاہوں کے ہی نا! اپنے حصے تو بس محنتانہ ۔ داڑھی کی کچھ بھریاں!"

ماں بی بی کے کان کھڑے ہو گئے۔

"کیوں رے گجیی گو رے، تو انوکھی داڑھی کرنے چڑھا ہے! جس کے پاس کھیتوں کی ملکیت ہو وہ فصلیں نہ لے تو کیا مزارع لیں۔ کامی مزارعوں تو بانٹ مطابق محنتانہ لگا ہی ہوا ہے۔"

مہر علی نے چھاتی پر ہاتھ پھیر بغلوں میں دبا لیے، پھر اڑیل گھوڑوں کی طرح شنکار کر کہا۔

"شاہوں کی دینداری میں تو ہم گھٹنوں گھٹنوں گھپے ہیں، کتنو کی والی زمین شاہوں کے کھونٹے سے چھوٹ جائے تو ڈٹ کر کریں محنت اور کچھ کھائیں، کچھ بچائیں۔"

"مرے مہرا، سمجھ کر کچھ! شاہ پیسے دھیلے سے تیری مدد کرتے ہیں۔ برا وقت سنبھالتے ہیں اور تو ان بدگمانیوں میں!"

مہر علی ڈھٹائی سے سر ہلانے لگا ۔" خالہ تم آپ شاہوں کی خدمت میں ۔ یہ لیکھے جو کھے نہ سمجھو گی!"

فرمان علی کو پتر کی باتوں پر پیار آگیا، پر جھڑک کر کہا۔ "کہتے ہیں نہ جٹ یملا اور خدا کو لے گئے

پچور، مزارع آسامیوں کے لیے برکت شاہوں سے۔ جس کی مالکی اس کی زور آوری، جس کا ڈنڈا کھایئے تس کھیئے شاباش!"

مہر علی نے زمین پر بکھلے اناج کی طرف دیکھا۔ "جی، کھیتوں کی محنت مزدوری جٹ کسان کے ذمے اور گھوڑ چڑھی نگرانی شاہوں کے! گھوڑوں پر چڑھ کر کھیتوں پر ادھر ادھر نظر ماری، مشیری کی اور ہر فصل کے دانے اپنے کوٹھوں میں بھر لیے! پسینہ بہایا سو کمیوں نے!"

"بس اوئے مہرا، افلاطونی نہ جھاڑ! روٹی ٹکڑ جو صدق سے مل رہا ہے اس سے بھی جائے گا!"

مہر علی سُنکارنے لگا۔ "چار آنے سوا ایک روپے پر اور ایک پنڈ والوں کی بیگھا زمین پر۔ باقی جو بچا کچھا اس میں کمی کمینوں کی عمریں پار!"

فرمان علی نے لسی کا کٹورا خالی کر کے نیچے رکھا اور ڈپٹ کر کہا۔ "پتر! ہوش میں رہ کانٹوں والے جھاڑی بوٹی کے بیر اُگلنے چلا ہے کیا! او بھولیا، شاہوں کی ملکیتیں لال ہیروں اور ہماری اپنے وجودوں ہیں! شاہ جتنا ہاتھ پھیلائے سو اس کا۔ جٹ جتنا پسینہ بہائے سو اس کا۔"

ماں بی بی نے بھی گھرکی دی۔ "مہر علی، جٹ پتر ہو کر تیری ایسی حکومتی ادا! ابھی تو خیر صلّی میں دو چار سپارے ہی یاد کیے ہیں۔ اری شاہوں کی مالکی چوری۔ چکاری اور ڈاکے زنی سے نہیں جو ان پر غصے گلے کر رہا ہے!"

مہر علی نے گھی لگی گُوپتر کے چار ٹکڑے کئے اور نوالہ مُنہ میں ڈال کر کہا۔ "دودھ ملائی دُھناڑھ شاہوں کی اور چھاچھ لسی ہماری! لعنت ہماری قسمتوں پر!"

"بس اوئے شیخی خورے، چیڑیوں کے دودھ پر نظر رکھی تو ہاتھوں سے خالی طوطے اڑائے گا!"

مہر علی نے ایسا معتبر منہ بنایا کہ باپ کا پوت لگنے لگا۔ آنکھوں پر ہاتھوں کی اوٹ کر کے اوپر دیکھا۔ "چاچا، دوپہری جسے کھلی آنکھوں دیکھا نہیں جاتا وہی سورج مورج پیشی ویلے آپ ہی ڈھل جاتا ہے!"

یہ بات سنتے ہی فرمان علی کی سانس خوف میں قید ہو گئی۔

اتنی زور آوری اور زعم جوانی کا! اپنا برخوردار کیا شاہوں سے پیلے نئے پرانے قرض اتارے گا، ناہلائق! انگلی دکھا دی وہ بھی سورج کو کہ ڈھل جائے گا! ساتھ ہی باپ کو دھونسا کر تو بھی!

جھنجھلا کر کہا "پترا جٹ کی پوٹلی میں قرض ادھار نہ ہو تو وہ کس شہنشاہ سے کم۔ خداوند کریم بھی سبزے اگا، لہرا کر دوسروں کو سونپ دیتا ہے۔ یاد رکھ میرا کہنا، بیشک اپنے کو جاٹ سمجھ خدمتگار سمجھ، پر شاہ نہیں۔ خدا نہیں۔ تو محنتوں کا مالک ہے!

سقو کے کلیجے میں کُھب گئی۔ "یارا، تجھے تو رب بھی ان چٹی پگڑیوں والوں کا جوڑی دار لگتا ہے۔"

اللہ رکھے نے دھمکایا۔۔ "ارے بھڑوو، کی نہ بھر کافی کمینوں والی بات۔ گھی، کھانڈ اور اناج شاہوں کا اور ان ہی کی بدخوئی ہمارے مُنہ بسنا ہوا ہے۔ نا کہ کوٹھیوں کے یہاں گیہوں کو آٹا اور خوشامدیوں کو چاول! پر اپنے شاہ ایسی دوجنگی نہیں کرتے۔ ہر برس واڑھی پر کھائے ہوئے گھی چاول اگلی واڑھی تک روح کو پرچائے رہتے ہیں۔ بری بات ہے جو ہم شاہوں کا نمک میٹھا کھا کر ان کی برائی چغلی کریں۔ سچ بات یہ ہے کہ شاہ شاہ ہے اپنے مقدر سے۔ جٹ جٹ ہے اپنی تقدیر سے!"

مہر علی نے جیسے اپنی گتھی کی آخری مُہر نکال دی۔ "ٹھیک ہے، پر جی تدبیر کہاں گئی!"

محنت مرت جٹوں کے جُتھ شاہوں کے گھر آن پہنچے تو سجری لپائیوں والا آنگن لش لش کرنے لگا۔ ہاتھ پاؤں والے مردجنوں کے وجود لیسے جمکیں لشکیں جیسے کمہار کے پتے برتن۔ موٹے گاڑھے تنبے اور گلوں کے نیچے پھیلی بالوں کی کیاریاں۔ گندمی چہروں پر قلمیں اور مونچھیں ایسی سوہویں جیسے کہ ٹیل زیور۔

تندور کے پاس میٹھی مہک پھیلاتے چاولوں کے دیگبرے۔ کھانڈ شکر کے گھڑے اور گھی کے کپّے، گپّے۔ آنگن میں پھیلی مٹی کی کتالیاں ایسی دکھیں جیوں دھڑکتی زندگانیاں سادھ سدھروں کی آس لگائے بیٹھی ہوں۔

باسمتی کی مشکیں ہوا میں لہرانے لگیں۔

جادوے حلوائی نے پونی سے چاولوں کی کنی دیکھی تو شاہ جی بولے "کھلا گھی چاول کی کھیر

بچا چا پینڈے تک چاولوں میں رچ جائے۔“

”لوجی، کہو تو گھی چاول کی کھیر بنا ڈالیں۔ اپنے کئے تو بڑے پریم سے پکائے ہیں۔“

”چاہیے بھی ایسے ہی۔ جنے جوانوں نے داڑھی میں پسینے بہائے ہیں ان کے تن من کو آسودگی درکار ہے نا! رسد ہو پوری، چوکھی تو پھر کی کاہے کی۔“

اوپر بنیرے پر بچوں اور زنانیوں کی بھیڑ جمع ہو گئی۔

جنے جٹوں کی قطاریں آنگن میں پھیلنے لگیں اور وجودوں کے آگے کنالیاں سجنے لگیں۔

جمادا حلوائی چاولوں کے کڑچھے بھر بھر کر نکالے اور شاہ جی انڈیلیں گھی اور چھوٹے شاہ مٹھی بھر کھانڈ بورا بُرکنے پر۔

”جی بھر کھاؤ جوانو، کوئی کسر نہ رہے۔ ہاں وزیریا کوڑے جتنی تیری ہتھیلی اور ایک توت جتنی تیری بُرکی۔ یہ تو کوئی بات نہ بنی!“

ساتھ بیٹھا سفو ہنسنے لگا تو چٹے مضبوط دانت چاولوں کو تڑپانے لگے۔

رحمت لمبی انگلیوں سے چوکھی مٹھی سمیٹ کر منہ میں ڈال لیتا ہے۔

میئے خاں نے دیکھا تو ہنس کر کہا ”شاہ جی، رحمت پہلوان نشاہیوں کے میلے میں ملنگ پہلوان کو پچھاڑ چکا ہے!“

شاہ جی نے دو چار باٹیاں بھر چاولوں کی اور ڈال دیں اور اوپر سے گھی اور بورے سے تر کر دیا۔

برخوردار خاں، جیت گئے جیت اور نبھائے گئے پریت! کھانے میں ہار نامت!“

”توبہ کرو شاہ جی! کھانڈ چاول سے بھلا کوئی ہار مانے!“

جلال کی بن آئی — ”شاہ جی، سکندر سے کا پیٹ تو خیروں سے کھیت ہے۔ جو کھانے سما جائے۔“

شاہ جی نے خوش ہو کر تھپیڑ دیا۔ ”بلّے بلّے! او خوبصورت جوانان، تیری شہرت گاؤں کے ملتھے!“

چودھری فتح علی تکا تکا ہنسنے لگے۔ ”شاہ جی بات تو چوکھی تب بنے جب اپنا جلال بھی کچھ کر دھر کے جلال الدین ہو جائے!“

بورے والا تھال ہاتھ میں لیے کاشی شاہ ادھر مڑے اور بولے ــ "محمد جلال وہی جلال الدین فرق صرف پکارنے میں!"

بڑے شاہ نے سر ہلایا ــ "نہیں کاشی رام، فرق نام میں نہیں، کام کاج میں، سنو! پیشہ ٹھاکر زنی تو نام جلالو، مزاج میں فراخ دلی تو نام جلال الدین، ہاتھ میں تسبیح اور زبان پہ نام مالک کا تو نام سید جلال شاہ!"

کاشی شاہ مالک کو یاد کرنے والے صوفیانہ لہجے میں بولے: "تعریف اس رب کی جس نے جہاں بنایا!"

شاہ نے چھوٹے بھائی کی جانب سہانی نظر ماری اور فخر سے کہا: "کاشی رام! کل دھرم اور گھر کی مریادا تمھارے جیسوں کے ہاتھوں میں! میں تمھیں دیکھ کر دو دو انگل اونچا ہو جاتا ہوں!"

کاشی شاہ نے بڑے بھائی کے آگے ہاتھ جوڑ دیے ــ "بھرا جی، جو کچھ بھی ہوں آپ کے سائے ہیں! ورنہ میں کس لائق!"

دونوں بھائیوں کی میٹھی باتیں سن کر اوپر بنیرے پہ بیٹھی زنانیوں کی آنکھیں نم ہو گئیں۔
شاہنی نے آنچل سے خوشی کے آنسو پونچھ ڈالے اور دیورانی کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر بولی۔
"سنا ہے ری، میرا دیور کیسے کیسے مٹھڑے بول بولتا ہے! جیئے جاگے یہ رام لاکھن کی جوڑی!"

دونوں دیورانی، جٹھانی اوپر سے نہارتی رہیں۔ پانتوں میں بیٹھے دھرتی پتر اور چٹی پاگوں میں پھبتے دونوں بھائی۔ دھنیے۔ دھنیے ری پرتھوی مہتاری، نت نت ہریالی تیری گود! آگے آگے برکتیں اور سوہنی فصلوں کے شخوگ!

میں نے کہا چچی، اگلے برس تو اس انگنا ٹھٹ کے ٹھٹ تھے۔ اس بار کی بھیڑ کیوں کم!"

چاچی، یہ تو خیروں سے ابھی آدھا ہو رہے۔ چھتری پٹ رانی کنکیں تو ابھی کھیتوں میں کھڑی ہیں۔ آدھے گبرو جوان تو ان ہی کی ٹہل سیوا میں!"

چاچی مہری نے نیچے نظر ماری ــ "ہے رے آج اپنا مہر نہیں دیکھا!"

مہر کے چاچے نے چاچی کی آواز سن لی۔ نیچے سے ہی آواز لگائی ــ "چاچی مہرے کے ماموں کے پتر کو آنا تھا کھیوڑے سے ہر سال کٹاس راج سے پیچھے گلابوں کی پنکھڑیاں لاتا ہے۔ ایک پنڈیہ

بھی لے آئے گا تو کل قندھار لانے والے نہیں گے۔"

شاہ جی نے تایا میاسنگھ سے پوچھا "اپنا کابل کیوں غیر حاضر ہے؟"

"شہ پتر جی، غیر حاضر کوئی نہیں، کنوئیں تک گیا تھا۔ ابھی آتا ہوگا۔"

کابلے کا جوڑی دار مرحم ہنسا۔ "شاہ جی، گھی چاول کی مُشک پر کون ہے جو دھام نہ کھانے آئے۔"

تایا طفیل سنگھ ایک تیکھی نظر اس لٹبورے پر ڈال اور ڈپٹ کر کہا۔ "اوئے پلّے کس تنبے کے، آدمیوں میں بیٹھنا سیکھ!"

اُتری ونڈ کا سلطان آن پہنچا تو دیکھنے والے عش عش کر اُٹھے۔ ڈاڑھی درشنی کاٹھی، کناتی میں ہاتھ ڈالا تو گاؤں بھر کی انکھیاں سراہنے لگیں۔

"ہیں ری خیر صدقے، پھبن دیکھو۔ نوشہ لگتا ہے نوشہ! ہاں ری چڑھتل دیکھ۔ اُچھلے کچھ جیوں لہریں چڑھ آئی ہوں جوانی کی! ناک تلوار سے گڑھی ہوئی!"

دھاریوں دار تہبند باندھے لباڑوں کا ورشہ پہنچا تو آمنے سامنے دو مرغے اپنی اپنی کلغیوں پر اترانے لگے۔ شاہ جی نے بھانپ کر جھٹ ماتھے کی سلوٹیں دیں۔ "کھاؤ پیو! جی ہرے کرو!"

دور سے ڈھول بجاتا بنیا مراثی آن پہنچا تو چھوٹے بڑے بچوں کا لام لشکر ٹھمک ٹھمک کر ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔

مندی نے ڈھول کی تھاپ کو ہوا سے لوچ کر اپنے پیروں کی تال پر سجالیا۔

کوڑے نے کان پر ہاتھ رکھا اور پاٹ دار گہری آواز میں بول تھرتھرانے لگے۔

"چڑھ گیا چیت پڑی پھوہار
یارو بڑی بہت سرکار
دھکّے کابل اور قندھار
ڈیرے لگ گئے اٹکوں پار
آخر مرنا
پھر کیوں ڈرنا!"

مرزا فی چک والا مقدمہ جیتنے کی گہما گہمی میں شاہوں نے بہیاں کھول ڈالیں اور بند بہوں میں آئندہ پیروں کے وارے نیارے کرنے لگے۔

پیتل کی دوات میں کلیچ کا قلم ڈبو کر کاشی شاہ بڑے بھائی کی جانب مڑے۔ "بوڑھے جال والے مولوی کا رقعہ ہے۔ مرار داس اونٹوں والے کے ہاتھ بھیجا ہے۔ کہتا ہے مسیت کے لیے مدد ہو جائے تو گاؤں میں مینارے اٹھ جائیں گے۔"

"صوفی جی، اپنی رائے بتاؤ۔ ان معاملوں میں تو آپ کی مرضی ہی چلے گی۔"

"بھا جی، ایسے پُن کام میں سوچ کیسی۔ مندر مسجد مالک کے ہی ٹھکان ہیں۔"

"منور تو ی والی زمین کا تو بَنو ہونا باقی ہے۔"

"تاریخ لگی ہوئی ہے۔ اگلی دو چار پیشیوں میں نبڑ جائے گی۔"

"ٹبچیوں والی چھاہی زمین سے صرف پچاس مانی وانے آئے ہیں۔ رُلدو کا ہاتھ تنگ ہے۔"

بڑے شاہ نے سر ہلا دیا۔ "کمی بیاج میں جمع کر چھوڑو۔ روپے پیچھے چار سیر تو دیتا ہی بنتا ہے اس کا۔"

"ہانڈو والی منی زمین۔"

کاشی رام، قادر بخش اور فتا اس کی مالکی پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ پرانی بہی نکال لینا چاچا صاحب کے وقتوں کے والے نیارے ہیں۔"

"کلیچر پور کا معاملہ ذرا پیچیدہ ہے۔ سلطان نے عرضی پرچہ کر دیا ہے۔"

"کتنی زمین ہے؟"

کاشی شاہ سیالکوٹی کاغذ کو پلٹنے لگے۔ "پچاس پچاس گھماں کے قریب ہے۔"

"کتنا سر پے چڑھا ہوا ہے؟"

چھوٹے شاہ نے ایک گہری نظر بڑے بھائی پر ڈالی۔ "مُول رقم ایک سینکڑہ، کُل آن پہنچی ہے ہزار پر۔"

شاہ جی لاڈ سے سڈول سر پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ "کسی نے سچ کہا ہے۔ شاہ کا روپیہ دوسرے کی ہتھیلی پر پہنچ کر چوگن ہو جاتا ہے۔"

"بے چارے غریب جٹ کسان کو اتنا دوہنا کہاں تک واجب ہے بھرا جی!"

شاہ جی چھوٹے بھائی کے چہرے پر نگاہ مرکوز کئے رہے۔ پھر بڑی دانا آواز میں کہا۔" دل سے یہ بھرم نکال دو کاشی رام۔ ساہو کاری پیشہ ہے۔ کسی نے دلجوئی کے لیے نہیں بنایا چلایا۔"

چھوٹے شاہ چپ چاپ لکھت کو دیکھتے رہے۔

"منگتو نے بنا پوچھے دو تولیاں کٹوا ڈالی ہیں۔"

"لمبردار کو اطلاع کرڈالو۔ آپ سمجھ لے گا۔"

"جمی والا خیرو دس بیسی کے پیچھے پڑا ہے۔ کہتا ہے ڈھگے خریدے گا۔ روز تڑکے آگھیرتا ہے۔"

"پہلے کا اصل کچھ حولہ کیا؟"

"کچھ نہ کچھ دیتا ہی رہا ہے!"

"کاشی رام، نرم دلی سے چل نکلا ساہو کارہ! اگلی فصل تک نہ چکایا تو اس کی زمین بندھے رکھنی پڑ جائے گی۔"

"بندہ مصیبت میں ہو تو قانون بھی رعایت دیتا ہے!"

شاہ جی نے اپنا چوڑا اسٹول ہلایا۔" قانون کے مطابق کاشت کاری ہندو نہیں خرید سکتے۔ سکھ لباڑوں اور کھالوں کو چھوڑ غیر مسلمان نئی مالکی قائم نہیں کر سکتا سرکاری لکھت کے مطابق کاشتکار ہیں ارائیں، اعوان، بلوچ، گجر، جٹ، قریشی، لبانڑے، کھال، مغل، پٹھان اور راجپوت سید!"

اپنا تو پورنا ہی نہ پڑا فہرست میں! سرکار کی منشا ہے کہ زمین اُن کی جو اس کی واہی کریں۔ بتاؤ، روپے دھیلے کی طاقت کے بنا جٹ کسان کہاں سے دے گا معاملہ اور کہاں سے کرے گا ٹھکسال!"

"بھاجی، گہنے بندھے پڑی زمینیں واپس جائیں گی، تو آپ ہی ان بہیوں سے چھوٹ جائیں گی!"

"ایسے حالات میں کوئی دوسرا راستہ ہے ہم لوگوں کے سامنے؟"

"بلی وٹڈ والا بخشا وریچھلے پوہ سینکڑہ اُٹھا گیا تھا۔ اس بار دس مانی دانے ڈال گیا تھا! آپ کہیں تو اس کے آدھے پر لکیر مار دیں! بھار ہلکا ہو جائے گا غریب کا!"

شاہ جی سر ہلاتے رہے اور ہنستے رہے۔"بھگت جی، تمہارے ہاتھوں کسی کی قسمتیں کھل رہی ہوں تو بتاؤ میں کیوں روکوں! تمہارا دل دریا ہے پر حساب ہندسوں کو کون ہلائے گا! ان جٹ مزارعوں

کے او کرڑ ویلے کون پٹائے گا!"

"ہم تو سبب ہیں، مسبب تو اوپر والا ہے!"

"کاشی رام، بندوں کے سروں پر ایک نہیں دو کی زور آوری ہے۔ ایک مالکی اوپر والے رب کی اور دوسری حکومت نیچے والی سرکار کی!"

"اوپر والا ہی بڑا ہے۔ اس کی نظر سیدھی رہے تو دنیا کا ذرہ ذرہ پختہ۔ جو بڑھ جائے ظلمت تو گھڑی بھر میں بڑی سے بڑی سلطنتیں نیست نابود۔"

"کاشی رام! تم زاہد خشک ہو رہیں دنیادار۔ تمہاری مروت اور سخاوت والے مزاج کو کیوں بدلوں! سو پچاس پر لکیر مار بھی دوگے تو اس کے بھنڈارے میں کمی نہ آئے گی۔ پھر شاستر مریادا کہتی ہے۔ دان سے آتا ہے، جاتا نہیں۔"

کاشی شاہ سنجیدہ ہو گئے۔ "بھراجی، دن میں ایک بار سکھمنی کا پاٹھ ضرور کر لیا کریں۔ اس فانی دنیا میں نام ہی کمائی ہے۔ مایا دھڑے نہیں!"

شاہ جی کچھ اور سوچنے لگے۔ "بڑے چاچا جی کا قول یاد کرتا ہوں تو دماغ کی سوجھ بوجھ نتھر جاتی ہے۔ کہا کرتے تھے۔ صرف اکوتر کو لے کر اس گراں آن بسے تھے ہمارے پرکھے۔ جو چھوا، سونا بنتا گیا! اب دنیا بیان کرتی ہے۔ لوگوں کا تیل نہیں جلتا، شاہوں کا پیشاب جلتا ہے۔"

"برکت اُس مہروں والے کی۔"

کاشی شاہ نے ہاتھ والی بہی کی ڈوری باندھی اور بھائی کو یاد دلایا۔ "محرم خاں والے پیرا چھے کے گھر جانا ہے آپ کو اگلے جمعے۔ لڑکے کی سنتیں ہیں!"

بڑے شاہ نے دھیان ہی دھیان میں کئی اسامیوں مزارعوں کے گل جوڑ دوہرا ڈالے۔ گہری آسودگی سے آنکھیں موند لیں اور دھیرے دھیرے گنگنانے لگے۔

چڑی چونچ بھر لے گئی

ندی نہ گھٹیو نیر

دان دیئے دھن نہ گھٹے

کہہ گئے بھگت کبیر!

چھوٹے شاہ من ہی من میں مسکرائے۔ دولت مایا میں اتنی کشش!

بڑے بھائی کو یاد دلایا۔ "پر اچھے کے گھر سے پانچ روپے تمبول ابھی لکھت میں درج ہیں!"

بڑے شاہ پر بڑپّن چھا گیا۔ کاشی رام! سگن بھاجی سگن بھاجی کے ساتھ ایک من باسمتی اور ایک من کھانڈ بھجوا دینا نواب کے ہاتھ۔ بڑے انتظاروں کے بعد ان کے گھر پُتر کی شبرتی بنتی ہے۔"

حویلی میں بیٹھے چھوٹے شاہ کاغذ کے پُڑوں سے جڑی بوٹیاں، کاڑھے نکال کر لوگوں کو دے رہے تھے۔

"لو پیراں دِتّہ، یہ برہم ڈنڈی پانی میں اُبال کر نہار مُنہ سات دن پی لو۔ خارش، پھوڑے پھنسی سب دور ہو جائیں گے۔"

"ہلا شاہ جی۔ پِر کے سال آپ نے پت پاپڑا دیا تھا، پر لڑائی جھگڑے میں پڑا ہی رہ گیا۔"

کاشی شاہ ہنسے۔ "تمہارا علاج تو خون صاف کرنے والا تھا۔ تم نے دوا دارو چھوڑ اُلٹے خون خراب کر لیا!"

پیراں دِتّے کا چوڑا جبڑا کئی پل چھوٹے شاہ کی آنکھوں میں اٹکا رہا۔

"شاہ صاحب فوجداری ہوتے ہوتے ہی بچی۔"

"شکر رب کا۔ لو بشیر بادشاہ، سونچل کی پتّی ہے۔ کھانسی میں آرام دے گی۔"

فقیرے لوہار نے پاؤں آگے کیا۔ "جی، کوئی زہریلا کیڑا مکوڑا کاٹ گیا لگتا ہے۔ انگلیاں نیلی پڑ گئی ہیں۔"

"فقیریا آک کے پتّوں کو دھو کر اوپر لوبا گھس دے۔ کوئی زہریلا ڈنک لگتا ہے۔ ڈاکٹر کو دکھا آ جلال پور۔ صبح نواب گھوڑی لے کے جائے گا۔ اس کے پیچھے بیٹھ جانا۔"

"میں نے کہا شاہ جی ڈاکٹر ٹانگ ہی نہ کاٹ کر خلاصی کر دے!"

فقیرے ٹیلر ڈاکدار جٹ بوٹ نہیں جو پیر کاٹ کر روڑھی پر پھینک دے گا۔ سوچ سمجھ کے علاج کرے گا۔ سونے سے پہلے دو آک کے پتّے کھا چھوڑ۔ کوئی زہر ہوگا تو کھینچ ڈالے گا۔"

گنڈا سنگھ نے حویلی کی دہلیز لانگھ کر جیسے ہی قدم اندر رکھا، اُسے ایک کراری ڈکار آگئی۔
فقیرا ہنسنے لگا۔ "چاچا گنڈا سنگھ! مُنہ چکھاتے چکھاتے ہی اُٹھ بیٹھے! کیا کوئی فیصلہ تھا کہ
ڈکار ماریں گے تو شاہ کی حویلی ہی ہیں۔۔۔۔"
"روٹی مُکائی ہی تھی کہ کاکے مہر چھوٹے نے آکر خبر دی کہ گائے نے بچھا دیا ہے۔ واہگرو
کی مہر، بچھا بلا ہے۔"
"مبارکیں جی، بڑی بڑی مبارکیں!"
"کاشی راما! گڑ کے گھول میں صابن دینا ہے۔ ہیرا اگر تو نکل آیا کوٹھری سے پر صابن نہیں
لینے آیا ہوں۔"
"یہ لو صابن کی ٹکی۔ چھٹانک دو سے زیادہ نہ ڈالنا۔ صابن ذرا تیز ہے۔"
گنڈا سنگھ کے جاتے ہی کھیس میں مُنہ سر لپیٹے نا تھا آن پہنچا۔ "پیری پوناجی!"
"نا تھیا، سکھ تو ہے۔ رُت کھل گئی، اتنا بھاری کپڑا کاہے کو؟"
"گٹھیے سے جکڑا پڑا ہوں۔ کوئی چنگی اوشدھی دو تو اُٹھنے بیٹھنے سے تو نہ جاؤں۔"
"گئو کے گھی میں تھوم کا استعمال سات دن اور سنتھا سونٹھ کی مالش۔ برابر آرام آئے گا۔"
نا تھے نے جانے کے لیے قدم اُٹھایا۔
"پچھلی سردیوں تم نے یا ہو بجلی کھائی تھی، اب تو اس روگ سے چھٹی ہے نا؟"
"ٹھیک ہوں، پر ایسی بیماری کہ بندے کی ساری آب ماری جائے! جسم کسی کام کا نہیں رہا۔"
"نا تھیا۔ نام لیا کر رب کا! سب روگوں کی ایک ہی دارو!"
"جی!"
دوہری اوڑھنی میں مُنہ سر لپیٹے ودھوا سنگھ کی بڈی گھر والی سامنے آکھڑی ہوئی تو چھوٹے
شاہ بہت پشیمان ہوئے۔ "بھرجائی، اس وقت یہاں! خیریت تو ہے؟"
شدین ہی بچھترکور نے سر کا کپڑا اتار دیا اور چھاتی پر دو ہتڑ مارنے لگی۔ "مجھے مُہرہ
دے دے دیورا، سوتن مجھ سے نہیں دیکھی جاتی! لاکھ سمجھاتی ہوں لیکن کلیجے میں طوفان مچلتا رہتا
ہے۔ میرا دوش اتنا ہی نا کہ بد قسمت کوکھ نہ کھلی۔"

کاشی شاہ کئی پل فکر میں گم رہے۔ پھر سمجھا کر کہا۔" بھرجائی، گنیا جا کر سیوا لے لے۔ پاٹھ کیا کر۔ یہ دنیا مایا سب جھوٹی ہے۔"

بچھتر کور کی آنکھیں تڑپنے لگیں۔ بالوں کی لٹیں نوچ کھسوٹ کر رلانے لگی۔" دیورا! تو سادھو پُرس ہے، تیرے مُنہ سے نکلا وچن ورتھا نہ جائے گا۔ یا ایسا منتر دے کہ گھر والا سوتن سے بیزار ہو جائے یا میرے کلیجے چین پڑے۔"

" بھرجائی، مُنہ پر لگام دے اور صبر پہ کپڑا کر۔"

بچھتر کور نے سر ڈھانپ کر جھول پھیلا دی۔" جو چاہتا ہے کہ میں پلٹ کر گھر کو لوٹوں اور کنوئیں میں نہ ڈوب مروں تو کوئی ایسا منتر دے کہ میرے اندر چین پڑے۔ سوتن کے ساڑے نے میری مت مار دی ہے۔"

کاشی شاہ نے آنکھیں موند کر سر جھکایا اور غریب نواز کے آگے عرض کی۔" غریب پرور! اس بے گناہ کے تڑپتے دل کو صبر دیدو!"

آنکھیں کھولیں، جھنوں سے بندھی پڑیا صندوقچی سے نکال۔ گلاب کی سوکھی پنکھڑی سر کو چھوا کر بچھتر کور کی ہتیلی پر رکھ دی۔" بھرجائی، اب تم ظاہرہ پیر کے زیر سایہ! تمھیں اب نہ کوئی دُکھ، نہ چنتا، نہ غم۔ باگیا! جا بھرجائی کو گھر تک چھوڑ کر آ۔"

بچھتر کور نے ہاتھ جوڑے۔" دیورا، آج سے تم میرے گرو پیر۔ مچھلی سی تڑپتی آئی تھی۔ ظاہرہ پنکھڑی گلاب کی، جلتی چھاتی ہلکی پھول ہو گئی۔ اس کا بھانا مجھے منظور۔"

کاشی شاہ نے ہاتھ چھوڑ دیئے۔" صاحب کمال، پروردگار! یہ جلوہ تیرا ہے۔ تیرے نام میں ثواب ہی ثواب۔"

باہر گھوڑے کی ٹاپ سنی۔ وڈے شاہ کچہری تاریخ بھگتا لوٹے تھے۔

کاشی شاہ اُٹھ کر باہر آیا۔ بڑے بھائی کو پیری پونا بلایا۔ مشکی کو تھاپڑا دیا۔

دونوں بھائی پوڑیاں چڑھ گئے تو نواب نے گھوڑے کا تنگ ڈھیلا کیا۔ سہلایا اور چارے بھری کھرلی کے آگے لے جا کھڑا کیا۔

محمد دین نے شاہ جی کے تخت پر کھیس بچھایا۔ آلے میں چومکھیا دیا رکھا اور نواب سے کہا۔" یارا

شاہ اپنا سچ مچ میں پہنچا ہوا سنت فقیر ہے کیسے رونق تڑپتی آئی تھی وڈھاوا سنگھ کی گھر والی اور کیسے اطمینان صدق سے پلٹ گئی۔"

چھوٹے شاہ جیں تو سچائی ہے پیر فقیروں والی، پر ایک بات بتا خصم تربیت کا رشتہ بھی کیا ہوا؟ جن بھوت والا ہی نا؟ جوڑا اڑھا بن کے بولنے لگے۔ روپ رنگ دیکھا ہے نچھتر کور کا۔ "جگمگ جگمگ اور وڈھاوا سنگھ اولاد کے لیے دوسری کر لایا!"

"چھوڑ پرے، آپ دونوں چھڑے۔ چھانڈ ہی چنگے بھلے۔ نہ زنانی انگ لگی، نہ مت ماری گئی۔"

نواب کو ناطمہ یاد آگئی۔ "جو بھی کہو محمد دینا! انصاف تو نہ ہوا۔ کسی کو ملیں موچیں مرد لینے کے لیے چار چار بیویاں اور ہم جیسوں کی جند اکیلی! چپ چپ روئے پیٹ!"

"کبھی مردوں کے پیٹ بھی روتے ہیں! بھولے بادشاہ، مردوں کے بلتے ہیں جگرے۔ رب نے بھی کچھ سوچ سمجھ کے یہ کھیل رچایا۔ جیکر بچے بڑتے مردوں کے جنتے تو چھاتیاں مردوں کی روز دونک ہوتیں باپ خود اولاد کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے کھاتا۔ یہ تو ماں کے ڈڈھ کا پٹیا ہے۔ ایک بار تھن سے دودھ پلاتی ہے تو عمر بھر کھینچتی ہے ٹبر کو!"

نواب نے لمبا کش کھینچا۔ "برابر شاہوں کی نقل کرنے لگا ہے۔ اتنی سیانف کب سے؟"

محمد دین ہنسا۔ "اکی دُکی کان میں پڑتی رہتی ہے۔ کوئی یاد رہ گئی تو زبان پر آگئی۔"

"یارو! موچیں شاہوں کی۔ لگا دیں اور سینکڑہ لیں۔ اب رسول کبھی اپنے کو بھی شاہ زمیندار بنا چھوڑتا تو لہریں بہریں تھیں!"

"ہوتیں کیسے! پیغمبر صاحب کی طرف سے سود کی قسم ہر مسلمان کو! شرع میں حرام ہے۔"

"بھرم چھوڑو۔ ہم چھڑے، نہ گھر گھاٹ، نہ بیوی، ہنڈیاں۔ جو شاہوں کے یہاں ملتا ہے، وہی واہ واہ! اور کیا، کون ہم نے بال بچوں کے بیاہ سدھانے ہیں!"

"زبان کی تو چھوڑ۔ دل بھی تو کچھ کہتا ہوگا کہ نہیں! اللہ پاک نے سب توفیقیں امیروں کو سونپ ڈالیں۔"

"چھوڑ یار، تقدیریں لکھی ہوں شاہنی کے ہاتھوں کی روٹیاں، تو بتا کون سی فاطمہ حسینہ اپنی ہنڈیا چڑھانے آئے گی!"

"اتنا ہی ارمان لگا رکھا ہے دل میں تو کچھ کر ڈال! اُدھار اُٹھا لے شاہ سے اور نکاح پڑھوا ڈال۔ سنا ہوا ہے نا۔ دمڑے ہوں پلّے تو سونے سے پہلے سجے بیاہ!"

خبروں میں خبر شاہداد کے قتل کی۔ اچانک پنڈوں میں ایسی ترتھلی مچی کہ رہے نام اللہ کا! کانگڑے کے زلزلے میں بھی ایسے بلبلے بھونہ مچے تھے جیسے لپ لپ مچے پوٹھی والے شاہ داد خاں کے قتل پر!

اندھیر سائی کا لوکو، شاہ داد مسجد میں نماز کے دوران سجدے میں گیا ہی تھا کہ قتل ہو گیا۔ شاہ داد بھتیجے ظفر کے ساتھ پہلی صف میں تھا۔ دس بارہ نمازی دوسری صف میں تھے۔ آلے میں چراغ جل رہا تھا۔

سب سے آگے تھے امام صاحب۔ سجدے میں گھٹنے ٹیکے ہی تھے کہ شاہ داد کی گردن پر پیچھے سے ٹوکہ پڑا اور وہ چیخ مار کر گر پڑا۔ "ہائے او رمار دیا بیریوں نے....."

"پکڑو...... پکڑو...... دوڑو....." مسجد میں بھگدڑ مچ گئی۔

امام صاحب چراغ ہاتھ میں لے کر شاہ داد پر جھکے۔ خون میں لت پت شاہ داد کی آنکھوں میں زندہ روح اتر آئی تھی، رُک رُک کر کہا۔ "مجھے میرے گھر لے چلو!"

"کیوں نہیں چاچا!"

ظفر نے کندھوں سے کھیس اتار کر شاہ داد کی گردن سوکھی اور منت کی۔ "نام لے دو چاچا اپنے دشمن کا! جس کا نام لو گے وہی سزا پائے گا!"

شاہ داد کی آنکھیں امام صاحب کے ہاتھ میں تھمے چراغ پر ٹکی رہیں۔

کسی نے منہ میں پانی کی دو بوندیں ڈالیں تو آنکھیں کھولیں۔ آس پاس جھکے چہروں کو پہچاننے کی کوشش کی اور تڑپ کر کہا۔ "میرا متبنیٰ نہ ظفر نہ بوستاں!" کہتے کہتے ہاتھ پاؤں جھٹک گئے اور سر نڈھال ہو کر ڈھیلا پڑ گیا۔

شاہ داد خاں کو زمین پر سے اُٹھا کر منجی پر لٹا دیا گیا اور چار اشخاص منجی کو کندھوں پر اُٹھائے

مسجد سے باہر نکلے۔

امام صاحب نے جائے واردات سے ہٹنا مناسب نہ سمجھا۔ ظفر کو دلاسہ دیا ــــ واردات ہو چکی اس کی اطلاع تھانے بھجوا دو۔ میری موجودگی موقع پر ضروری ہے۔ پولس نشان دیکھے گی شناخت کرے گی۔"

ظفر پل بھر کو رُکا۔ گلے میں ساری نرمی سمٹ آئی۔" امام صاحب آپ گواہ ہیں۔ میں چاچا کے ساتھ اگلی صف میں تھا اور بوستان پیچھے۔"

" وقت نہ گنواؤ۔ بیٹا ایسے معاملوں میں جو آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے۔ وہ کان سے نہیں سُنا جاتا۔ جو کان سے سنا جاتا ہے اُسے آنکھ سے صحیح نہیں کیا جاتا۔ اللہ کا نام لے کر ایک آدمی تھانے دوڑاؤ اور دوسرا حکیم گو مے شاہ کو۔ دانہ پانی ہوگا تو شاہ داد اس کے ہاتھوں اُٹھ بیٹھے گا۔"

" سونہہ اللہ پاک کی امام صاحب! میں اگلی صف میں تھا اور بوستان پچھلی میں ــــ اس کے تو آپ گواہ ہیں!"

امام صاحب کوئی جواب دیئے بغیر مسجد کی جانب بڑھ گئے تو ظفر نے لپک کر افضل سے دُھسّہ لیا اور مسجد کے باہر پڑی جوتیاں پوٹلی میں ڈال لوگوں کے ساتھ ہو گیا۔

اُدھر واردات کی خبر تھانے پہنچی، اِدھر شاہ داد خاں دنیا سے کوچ کر گیا۔

اُدھر پچھلی صف والوں کے جوتے اُٹھے، اِدھر امام صاحب خلاف بیانی کے بیچے کرنے لگے۔

لُکے چھپے بوستاں کے والد شادی خاں کو سمجھایا ــــ" احمق جوتہ چھوڑ کر بھاگا ہے۔ شکنجے سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔"

شادی خاں نے روپئے کھنکا کر کھرے کئے اور مولوی صاحب سے قول قرار حاصل کیا۔ شاہ داد خاں کے آخری بیان کو ہل چلا کر پانی لگا دو اور نہ نام لو ظفر کا، نہ بوستاں کا۔ باقی کروٹ اونٹ کی ہم دیکھ لیں گے۔

پولس پہنچی تو گاؤں میں سلطانی میلا۔

شاہ داد کی لاش کو چارپائی سمیت اُٹھا کر ڈاکٹری کے لیے روانہ کر دیا گیا۔

قتل کا حادثہ۔ پولس مُشکیں لیتی موقع پر پہنچی۔ کچے پکے بیان لیے اور اس ساری کارروائی میں

امام صاحب بچے رہے۔

شاہ داد کی دونوں بیویاں اپنی ڈیوڑھی میں بیٹھی بیٹھی کرلانے لگیں۔ "ارے موت، نہ چھوڑے گی تمھیں بھی! سجائے میں قتل کر دیا بادشاہ سلطان کو! ارے دشمن بیریو، تخت پر پھندے پڑیں گے تمھارے گلے میں، کٹ کٹ گریں گی گردنیں!"

شاہ داد کی "چھوٹی" بیوی حلیمہ بین کرنے لگی۔ "اورے میرے بادشاہ دُلھوا بیریوں نے میری بادشاہت اجاڑ ڈالی۔ ایک لال کھیلتا گودی میں تو اس خونی دن صدق نہ کر لیتی!"

بڑی مریم نے گھڑک دیا۔ "چپ ری' حوصلہ رکھ۔ تو تو خیروں سے پیٹ سے ہے شاہزادہ خود بیریوں کی مونڈیاں اتارے گا۔ باپ کا بدلہ لے کر رہے گا۔"

حلیمہ ہچکیاں لے کر والاپ کرنے لگی۔ "اورے میرے بچے، نبی رسول تمھیں ہاتھ دیں۔ اصل کا ہوگا تو بیریوں کے پیچ مار کے دم لے گا۔"

رات میں مریم نے سوتن کو سمجھایا۔ "اری کب ہوئی تھی تو کپڑوں سے! ہو گئے نا خیروں سے مہینے چار!"

"ہاں خالہ تین سے اوپر۔"

"سن ری، کان کھول کے سن حلیمہ، مرنے والے کا بچہ ہمارے پاس، جس نے اس کی کھیتوں کی طرف نظر اٹھائی، ان کی آنکھیں نکال ڈالوں گی!"

پھر آواز دھیمی کر کے کہا۔ "لڑنے بھڑنے دے دونوں شریکوں کو، نہ ظفر مالک اس گھر کھیتوں کا نہ مالک ہے بوستاں۔"

گاؤں گاؤں میں تذکرہ ہوا قتل کا۔ پولس بھڑوی لاکھ تفتیش تحقیق کرے، شاہ داد کے قتل کا مقدمہ تو بنتے ٹوٹ گیا۔

اِدھر ظفر گواہ پڑھائے کہ شاہ داد نے بیان میں بھتیجے کا نام لیا۔ اُدھر بوستاں کے لیے شادی خاں الجھائے سلجھائے۔

"اس کو قتل کی ضرورت ہی کیا تھی! پر کے سال سرکاری کاغذ پہ شاہ داد خاں نے بوستاں کو لڑکا قبول کر لیا تھا۔"

پوچھنے والے پوچھتے ۔ "پرچے کی اصل یا نقل تو ہوگی آپ کے پاس!"
شادی خاں حقہ گڑگڑاتے اطمینان سے 'ہوں' کرتے۔ کبھی کبھی بیچ میں بول کر حامی بھرتے۔

"برابر، بیشک!"

اس درمیان مریم بی سید مرمست سے حلیمہ کے لیے تعویذ لکھوا لائی۔

ظفر کی ماں بہت ہنایا دکھا کر مریم کو دلاسہ دیتی۔ حوصلہ رکھ، فکر نہ کر، میرا اپنا دُدھ حوالات میں بند ہے۔ نٹر یک شادی خاں نے منھ روپیوں کی چڑھائی ہے پولس تھانیدار کو، تبھی میرے پُتر کو شبہ میں اندر کر لیا۔ اندھیر پڑا ہے کیا! حاکم آپ فیصلہ کریں گے۔ انصاف کریں گے۔ میرا پتر جو چارپائی پر ڈال چاچے کو گھر لایا وہ قاتل ہو گیا اور جو ننگے پاؤں موقع سے بھاگا وہ خونی بے گناہ ہو گیا۔"

مریم حلیمہ کو دودھ میں انڈا ڈال کر دیتی۔ "پی ری، ڈیک لگا کر پی جا۔ تیرے سنگ سنگ اپنا جوان مرد بھی سانس لیتا ہے۔"

جن کے جوتے ظفر نے اُٹھائے تھے ان کے نام پولس نے درج کئے۔ شاہ ولی، سید علی، تیز زماں اور خلیل۔ دلچسپ بات ایک اور بھی تھی۔ بوستاں کی ایک جوتی امام صاحب کے قبضے میں تھی اور دوسری غائب تھی۔

تھانیدار یار خاں نے عمارت کے تینوں میناروں سے سونگھ کر چوبتے پر ہاتھ رکھ دیا۔
"پچھلی صف میں بائیں طرف کھڑے افضل نے جب بوستاں کے دوست محمد صادق نام لے دیا تو تینوں خانے چت ہو گئے۔

پہچان ہوتے ہی یکایک معاملے کو ناویں کا تخم اُدھر رنگ گیا۔

امام صاحب نے سنا تو کھلبلی مچ گئی۔ بن بلائے تھانیدار کے پاس جا پہنچے اور کہا۔ "جناب میں موقع پر خود موجود تھا۔ شاہ دار خاں کے آخری الفاظ تھے۔ "میرا متبنی ظفر ہے بوستاں نہیں۔"

تھانیدار بہت حرامزادی ہنسی ہنسے۔ "امام صاحب، آپ قتل کے مقدمے میں آخری بیان کی قیمت جانتے ہیں نا!"

"جی! زیادہ تو نہیں پر اتنا ضرور جانتا ہوں تھانیدار صاحب، کہ ہونے والا متبنی بھی ایسی سازش سے باہر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔"

تھانیدار یار خاں نے پھن والے سانپ کی طرح پھن اُٹھایا۔ "ظفر اور بوستاں کے پتوں میں انیس اکیس کا فرق ہے۔ امام صاحب جو پتا کم پڑتا ہے وہ آپ کے پاس نہیں۔ اب آپ جا کر آرام کیجیے اور وقت پر اذان دیجیے۔ اپنے کو گاؤں میں ہی رکھیے۔ آپ کو کبھی بھی یاد کیا جا سکتا ہے۔"

امام صاحب ڈانواں ڈول ہو کر شادی خاں کی بیٹھک میں جا پہنچے اور سارا قصہ بیان کر ڈالا۔

شادی خاں حقے سے لمبے کش کھینچنے لگے۔

صلاح مشورہ کرنے کے بجائے مولوی صاحب نے اتنا ہی کہا۔ "خیر مہرے لگوں کو کرنے دو جو کرتے ہیں۔"

شادی خاں دوسرے پہر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ طویلے سے گھوڑا نکالا اور دن چڑھنے سے پہلے گورالی والے دمودر شاہ کو لے کر شاہ جی کے یہاں آن پہنچے۔

شاہ جی نے مقدمے کے ٹانکے بخیئے دیکھ کر مدد کے لیے حامی بھر دی۔ نقد ہزار گن کر ہاتھ پکڑا دیا۔ لین دین صاف، محبت پاک۔

چھوٹے شاہ نے لوٹ بو لکھوا لیا۔ شادی خاں کی جام کے نیچے والی زمین شاہوں کے پاس بندھے اور صرف دو آنہ بیاج روپے پر!

روپیوں کھنک جا پہنچی تھانے اور پولیسوں نے بوستاں کی طرف پیٹھ کر کے مُنہ ظفر کی جانب موڑ لیا۔

مریم بی کے دروازے تھانیدار کی گھوڑی آ کر رُکی تو مریم نے پلک نہ جھپکی تھانیدار یار خاں سے آنکھیں ملائے رہی اور منجی پر بیٹھی بیٹھی صدق سے بولی۔ تھانیدار قتل کے مقدمے میں چاہے سو سو تریاں مار پر قاتل ایک ہی۔ ہمارے لیے الف ہو یا بے۔ اپنے شہنشاہ نے جانا تھا۔ سو ہمیں چھوڑ کر چلا گیا۔ نام رہے رب رسول کا۔ اُس کا وجود اس انگنا کھیلے گا۔ ہمارے لیے وہ زندہ ہی زندہ۔"

تھانیدار نے ایسی تیسی بھر دی۔ "مریم بی! یہ کسے پتہ بوند کس کی ہے! ہے بھی کہ نہیں! ان کھیلوں کو دیکھنے والے تمھارے سر خصم تو موجود نہیں۔"

"تھانیدار اپنے کلاہ کے زور تیرا مزاج لٹ لٹ جلتا ہے سہار اکر ذرا۔ جس زمین جائداد کی خاطر اپنا سردار قتل ہو گیا اس کا وارث آپ اپنے مُنہ سے بولے گا۔ آپ ہی دشمنوں کی چھاتی پر مونگ دلے گا۔"

تھانیدار کو مزہ آنے لگا۔ مریم کو گھور کر دیکھا، پھر حلیمہ کو۔ اور اس کے ہونٹوں پر ہنسی کھیل گئی —
"رب سے بھی ساز باز کر رکھی ہے کیا، کہ ہوگا تو لڑکا ہی ہوگا!"
"کیوں نہ ہوگا تھانیدار! ضرور ہوگا! جس کے سجدے میں اپنے سردار کی گردن گئی وہ اللہ پاک
اس کے خاندان پر کیوں نہ فضل فرمائے گا!"
تھانیدار نے تجربی بیوہ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ "مریم بی، معاملہ پیچیدہ ہے۔ یاد تو کرو
کبھی پچھلے برسوں میں شاہ داد خاں نے اپنا متبنی بنانے کا کوئی تحریری رقعہ لکھا تھا کیوں؟"
"کبھی نہیں تھانیدار، اپنا جنا ایسا کرتا بھی کیوں؟ نمبروں سے بڑی میں فوج کھڑی کرنے کا دم
تھا، پر تو میں انتھڑی ساتھ لگی رہی۔ شریکوں میں کھسر پھسر ہونے لگی۔ ہماری کھیتیاں دیکھ کر کمبختوں کے منہ
میں پانی آنے لگا تو میں بھانجی بیاہ لائی اُس کے لیے۔ رب کی نظر سیدھی، اپنی حلیمہ اب دو ہرتن ہے۔"
لوگ اردگرد جمع ہو گئے تھے۔
مریم بی لسی کا کٹورہ لے آئی اور تھانیدار کو پکڑا کر کہا — "شریکوں نے ہیر کمایا کھیتیوں کی لالچ میں۔
تھانیدار سننے میں آیا ہے ماتھا سٹری پولس نے اپنے جنے کا آخری بیان درج نہیں کیا ہے۔ تھانیدار
ہماری طرف سے مجرم کی چھاتی میں دس بار ہاتھ ڈال اور ہر بار مکھنوں کے پیڑے نکال۔ پر حاکماں! قاتل
کو پھانسی کے تختے پر پہنچا تیرے ....."
"خاطر جمع رہے مریم بی! مجرم کو پکڑ کے رہیں گے۔"
"پیچھے نہ رہنا ہڈی دارا! اتنا جان رکھ، تیرے پولسیوں نے کوئی دوسرا متا پکایا تو دوزخ کی آگ
میں پلیٹیاں مارے گی پولس پنجاب کی!"

تمباکو کی مشکیں اور حقوں کی گڑگڑ :

"ہر کش کے ساتھ مہک اندر اور دھواں باہر۔ یا الٰہی، حمد و ثناء آپ کی کیا کیا شئے بنائی ہے
آدم کے بیٹوں کے لیے نہ!"
"بے شک مولا داد جی، خدا بزرگ و برتر نے پیدا کیا کہیں تمباکو، کہیں میتھی، کہیں گنا، کہیں

کپاس اور جی رب آپ کا بھلا کرے، کہیں دودھ کہیں شراب!"

چاچا کرم الٰہی نے حقے کی نڑی منہ سے نکال دی اور دین محمد پر تیکھی نظر ڈالی" میری منڈی دھڑ سے الگ کر دینا جو کسی مقدس کتاب میں یہ لکھا بتا دو کہ شراب بھی اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے!"

شاہ جی آنکھوں میں میٹھی میٹھی پھنکار بھر کر سر ہلاتے رہے پھر ہنس کر کہا" کس دنیا میں ہو کرم الٰہی جی! اپنے دین محمد خیروں سے لاہور ہو کر آئے ہیں۔ اب انھیں کسی کی شاگردی کی ضرورت نہیں۔ لاہوری فرشتوں نے سارا عالم ہی ان کی کتاب دل پر لکھ ڈالا ہے!"

دین محمد کی مونچھیں بھوے گمان میں پھڑکنے لگیں ۔" یہ تو آپ کی مسخری ہوتی شاہ جی، پر کیا بتائیں آپ کو! شہروں میں شہر لاہور۔ بہشت ہے جی بہشت!"

" دین محمد، تو صحیح یہ ہوا کہ بہشت ہو آئے ہو۔ حوریں بھی دیکھنے کو ملی ہوں گی۔ آپ کی جھولی میں کوئی لوٹی بھجی حور بھی پڑی!"

رہے اللہ کا نام! بادشاہو، لاہور میں لوٹی پھوٹی حوروں کا کیا کام! اپنے پنڈ کی بڈھی بوڑھیاں تھوڑی ہیں حوریں کہ کسی کا جھاٹا چٹا، کسی کی آنکھیں چندھی، کسی پر گٹھیے کی مار کسی پر فالج . . . !"

میّا سنگھ ہنس ہنس کر دوہرے ہوئے" یہ تو ہوئی نا ہماری بے بوں، بوڑھیوں کی بات۔ آپ بات کرو لاہور کی جوان حوروں کی! کیوں دین محمد کیا ہر سڑک پر نظر آتی ہیں یہ پریاں!"

دین محمد چہڑھ گئے ۔" برابر بادشاہو۔ ادھر دیکھو تو گلابی۔ اُدھر دیکھو تو عنابی۔ یہ آئی پیلی تو وہ آئی نیلی، رنگ برنگے پراندے ڈلاتی ایسی ایسی جھلکیں انارکلی میں کہ ہم جیسا جٹ بوٹ تو گیا، چنگا چنگا غش کھا کر گر پڑے۔ کھلے مُنہ، کھلے سر، آگے آگے بانگ ڈوریاں اور پیچھے پیچھے ان کے مرید ٹھن!"

مجلس کو بہت ہنسی آئی۔

چودھری فتح علی بھی ٹکا ٹکا ہنستے رہے۔ پھر بہت سنجیدگی سے پوچھا" دین محمد یہ بتاؤ کہ دیکھنے سننے میں کیسی ہیں، لاہورنیں!"

"کچھ نہ پوچھو۔ گال گلنار اور رنگ بہت گورے ۔"

حمید نے جملہ پورا کر دیا ۔"رنگ گورے اور ذائقے جوانیوں کے کھنڈ لورے ۔"

سیالوں کی کھانسیاں چھڑ گئیں اور جوان کھل کر قہقہے لگانے لگے۔

کسی بزرگ نے جھوٹ موٹ ٹوک دیا۔" اوئے تمیدیا اچاچے تائیوں کے سامنے ایسی بےشرمی!"

"قصور کی معافی چاہیے صاحب! انجانے میں ہی بھول چوک ہوگئی۔"

کرپارام حاجی جی کے سر ہو گئے۔" آپ بھی کچھ بتایئے حاجی جی! آپ بھی خیر صدقے بصرے ہو آئے ہیں۔ کیا کیا نہ دیکھا ہوگا وہاں۔ حوریں، پریاں...."

حاجی جی نے عالمانہ انداز میں سر ہلایا اور سنجیدگی سے بولے۔" ہم نے بھی دیکھی۔ اگر سامنے پڑ پڑا جائیں تو بندہ آنکھیں تو نہیں میٹ سکتا!"

بختاور نے شرارت سے جھپٹ کر اٹھ کر تہمد ڈھیلا کیا پھر دوبارہ کس کر اپنی جگہ پسر گیا۔

"حاجی جی، لوڈ تا دے کے بھی دیکھی کہ صرف دیدہ بازی میں ہی رہے؟"

مے خان نے کان پکڑ کر نصیحت کی۔

"بصرے کی حوریں ساری ہی چٹی گوری ہیں کہ پکے رنگ والی جشنیں بھی ہیں؟"

حاجی جی اپنی رو میں۔" رب جانے، چلتے پھرتے دیکھ بونقابوں کو۔"

"کچھ تو نظر آیا ہوگا؟"

"اتنا ہی کہ سب ہٹی کٹی واہ واہ جوان! کوچے بازاروں میں کوئی تھل کماری نظر نہیں آئی۔"

"تھل کماری کیا شئے ہے بادشاہو!"

وہی جی، زنانی جو بھینس برابر موٹی ہو، وہی تھل کماری ہوئی۔"

پھر حقے کی گڑ گڑ اور خشک گلوں کی کھانسیاں منجیوں پر پھدکنے لگیں۔

گرودت سنگھ اکتا گئے۔ ہاتھ پھیلا کر کہا۔" او چھوڑو یہ تھل کماریوں کے ذکر! پیاریوں دلداریوں کی بات کرو!"

مراد علی نوشہرہ والے پراچوں کے ساتھ ہر سال میوہ خریدنے کابل جاتے تھے۔ موقع ملتے اپنی باری سنبھال لی۔" بادشاہو، کابل کی کیا پوچھتے ہو۔ وہاں تو کون بیگم ہے کوئی خانم ہے، یہی پتہ نہیں لگتا۔ پہن پہناوا ایکساں!"

کابل کی یہ صفات مراد علی جی سے درجنوں بار سُنی جا چکی تھیں۔ پھر بھی دوست کو گرمانے کے لیے چودھری فتح علی بولے۔" کچھ قابل یقین نہیں لگتی یہ بات آخر کو بیگم اور خانم میں کچھ تو فرق ہوگا ہی نا!"

"سونہہ اللہ پاک کی، سب کے تن پر لق دق پکے کپڑے! نہ کوئی مالک دکھے نہ کوئی غلام۔"

نتھا سنگھ اونگھ گئے تھے۔ جیسے ہی آنکھیں کھولیں، سُنی سنائی چھیڑ دی ''سنتے ہیں کابل میں بھی اپنا پنجاب گج بج کے بیٹھا ہوا ہے۔ چھوٹا موٹا شہر تو نہیں دساور ہوا۔ ریشم ربانی، پٹ غلیچے پھل میوے سارے ہندوستان کو دیں ہے۔ اپنے پراچھے، خوجے اور خالصے بڑی تگڑی ہٹیاں والے ہوتے ہیں۔''

کرپارام بولے ''سنتے ہیں کابل میں پہلے ہندو شاہی تھی۔ انگ پال اور جے پال دو مشہور راجے ہو گزرے ہیں''

مولوی علم دین کا علم ابھر آیا ''کہنے میں تو یہ آتا ہے کہ کابل پہلے منگوں کے پاس تھا۔ پھر گیا وڈّا بچوں کے پاس، پھر زور آوری ہوگئی گکھڑوں کی۔ پھر جنجوعوں کی چڑھ بن آئی یہ لڑھک پڑھک تو چلتی رہی نا! تاتار، مغل، پٹھان.....''

شاہ جی نے اپنی سیانی تعلیم کا سوایا لگا دیا ''مولوی جی، نام دو دس نہیں، درجنوں ہیں تواریخ بھری ہوئی ہے اپنے ملک کی ڈیوڑھی تو رہے نا کابل قندھار۔ آگے دریا سندھ کی سنگھ کی باب، پھر اپنا دیش پنجاب، لشکر بڑھتے رہے یہاں سے ہندوستان کی طرف، حملہ آوروں کے تانتے لگے رہے.....''

''ہاں، شاہ صاحب، بے شمار قومیں تخت و تاج سجا گئیں اس ملک پر!''

شاہ جی نے بہت عقلمندی سے تاریخ کا رُخ ہی دوسری جانب موڑ دیا ''اصل بات تو یہ ہے کہ اس دھرتی پر ہزار ہا حملہ آور آئے اور گئے پر آخر کو لاہور، لاہور والوں کے پاس اور کابل، کابل والوں کے پاس۔ کہنے کا مطلب یہ کہ شہنشاہ سلطان بدلے، بادشاہتیں، حکومتیں بدلیں، پر مُنڈھو، نہ بدلیں ملکوں کی خلقتیں! کیوں چودھری جی!''

''واہ واہ شاہ جی، بات ہوئی نہ کوئی!'' مولا داد جی نے داد دی!

فتح علی جی بھی پیچھے نہ رہے ''برابر جی، خلقتیں تو ملکوں کی شہنشاہوں کے کوہ نوری تاجوں سے بھی بڑی ہوتی نا! سوچنے کی بات ہے، شہنشاہ تاج پہن کر تخت پر بیٹھ جائے۔ حکومت کرنے کو اور سامنے رعایا خلقت نہ ہو تو نرا سوانگ ہی ہوگیا نہ مراثی کا!''

گنڈا سنگھ بولے ''شاہ جی، بات تو لے دے کے وہی ہوئی نا کہ جٹ کے پاس کھیتیاں نہ ہوں تو جٹ ہونے کا گمان بھی کیا ہوا! واہنے کو کھیتی زمین نہ ہو تو جٹ جٹ ہے؟''

مولا داد جی نے تائید کی ''بات دو ٹوک ہے آپ کی۔ سر تاج پہنتے ہی دنیا میں دو ہوئے، کھیتی واہی کرنے والی جٹ کسانی اور دوسری انصافی حکومت!''

"بات سولہ آنے سچ ہے۔ سرکار چاہے تختہ ہو چاہے پھکری، کسانوں سے کھیتوں کے معاملے اُٹھاتی رہے تو ملک چلتا رہے گا۔"

تایا طفیل سنگھ نے صافے کو توہا اور آنکھیں کھول لیں۔ "او ہیں ذرا اونگھ گیا اور آپ نے مل ملا کے اپنی ہی کتر بیونت کر ڈالی، تمھارے لیے یا جٹ کسان اور یا سرکار، ہم بہٹ وانیوں کی چادر وادر کچھ نہیں! چلو ہم تو ہوئے اروڑے کراڑ، اس حساب سے ان چھتری شاہوں کا کیا ہوگا! انھوں نے تو کبھی کھیتیاں واہ کے نہیں دیکھیں!"

بیبا سنگھ ہنسنے لگے۔ "میاں نے کہا کھیتی شاہوں کی بھی ہوتی ہے، پر دوسری طرح کی۔ اس کھیتی میں دمڑیوں کے بیج دولت کی فصلیں!"

کرم الہٰی جی نے منہ سے حقے کی نڑی نکال لی۔ "خالصہ جی، شاہ تو پیسے دھیلے کی مدد سے سب کا ڈھکساں کرتے ہیں۔ یہ کیا بولی ٹھولی مار دی!"

آلو خاں کا کوئی پرانا حساب باقی تھا۔ کہا "شاہوں کو تو چھوڑو۔ اس حساب سے تو انگریز بھی بہٹ وانئے اروڑے ہوئے نا!"

شاہ جی نے موضوع بدل دیا۔ "مولا داد جی، اس بار لائل پور کے ڈنگر میلے میں اچھی رونقیں لگیں۔ تھال بار اور جھنگ سے خلقتیں تج کے پہنچیں۔ ہوگا کوئی لاکھ ادھ لاکھ آدم۔"

"ابراہیما، سوہاوا اونٹ کتنے کا بیچھا؟"

"جی حیدر ملکان کا نجر بلوچ کھٹ گیا مجھ سے۔ دو سو مانگتا تھا، تیبی چھڑوائی۔ ایک سو ستر گنے کھرے اور اوپر سے ڈٹ لگایا ایک گیتے کا! بیس پچیس کا کتوک پھر بھی دگا ہی گیا!"

"بھرم نہ کر ابراہیم، سودا کسر وندا نہیں رہا!"

کرم الہٰی جی بہت صدق سے بولے۔ "شاہ جی، اپنی بھیڑ وان گائے بھی چنگی جی مل گئی۔ سوالی بہت خوش ہے۔ نکے نیانوں کے لیے دودھ ہو گیا۔ پیتے رہیں رج کے۔ ہاں آپ کا پچھن گھوڑا بھی واہ واہ رہا۔ شاہ صاحب آپ نے پنج کلیان پر کیوں نہ ہاتھ ڈالا!"

مولا داد جی ہنسنے لگے۔ "بنگال رسالے کا وہ پدم گھوڑا — ماتھے پر تارا.... شاہ جی نے آنکھ بھر دیکھا نہیں! کیوں جی، آپ کر بیٹھے سودا کرنیل کول کی بڈھی میم سے!"

مولا داد جی نو "دوسرے گھوڑے بھی ماڑے نہیں تھے پر یہ رہوال چالی ـــ ہاتھ میں کٹورہ بھر پانی لے بیٹھو اور تیز دوڑاؤ مجال ہے بوند بھی گر جائے! پھر لینے کی ایک وجہ اور بھی تھی میں گھوڑے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ ہلکی سی تھاپڑی دی ـــ غازی نہ چونکا، نہ ہلا، نہ ہنہنایا بس ہو گیا اپنا!"

"گھوڑا ایک اور بھی، بہت اول تھا، پر تھا مشکی، مشکی پر تو ہاتھ وہ ڈالے نا، جو شنی کا دشمنی ہو۔ نہیں تو مشکی آر اور سوار پار۔"

نجیبا، نواب محمد دین کے پاس بیٹھ آیا تھا، سنی سنائی بات اپنی بنائی۔ "کرنیلنی کول کا باڑھا بڑے رنگوں میں۔ کہتے ہیں کرنیلنی کی لڑکی گھوڑ سواری کمال کی کرتی ہے۔ لائل پور کا نوجوان ڈپٹی فدا ہے اس لڑکی پر۔"

شاہ جی ہنسنے لگے ـــ "نجیبیا، یہ تو وقت ہی بتلائے گا کہ دونوں کی راس ملتی ہے کہ نہیں۔"

بختاور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ عین موقع پر کالو نے انوکھی آواز والی ہوا چھوڑ دی۔

حمدے نے ٹیپ دے دی ـــ "کالو بادشاہ لگتا ہے تمہیں ہرگاس کی شکایت ہو گئی ہے۔"

بختاور نے وندیاں نکال دیں ـــ "کھیت جانے کا آس کیا ہوگا۔ وہ سنا ہوا ہے نا بھنبھیری کا ٹکڑا ـــ بگنے پر ہے۔

یارو تینوں ہگن مندے
پوہ ماہ کی ادھڑی راتی
جیٹھ ہاڑ کی تکھر دوپہری
ساون مینہہ وندے
یارو تینوں ہگن مندے

بزرگ سیانے زور زور سے سوٹے مارنے لگے اور چھوٹے ہنس ہنس کر دوہرے ہوئے۔

کرپا رام نے داد دی ـــ "بادشاہو، جھوٹ کیوں بولیں! کوت تو اعلیٰ باندھا ہے شاعر نے پوہ ماہ کی آدھی رات بندے کو جو حاجت ہو جائے تو......"

بختاور پیروں کے بل بیٹھ گیا اور جھک کر بولا ـــ "ہو جائے تو ہو جائے! کوت پڑھو اور

لیت۔" ۔ ہو آؤ۔ اس کے لیے کوئی سواری تو نہیں چاہیے نا!"

تایا طفیل سنگھ کسی اور ہی خیال میں اٹکے تھے ۔ "دیکھنا تو اب یہ ہے کہ میم پچھاڑے ڈپٹی کو، کہ ڈپٹی پچھاڑے میم کو۔"

حاجی جی جھینپ گئے ۔ "کون سا وہ اپنے ضلع تحصیل کا ڈپٹی ہے! اور کون کرنیل میمڑی ہماری پھوپی خالہ ہے! نہ ہمارا میل ملاپ لائل پور کے عہدیداروں سے کہ ہمیں کوئی سگن، تمبول کی فکر ہو!"

طفیل سنگھ چِڑھ گئے ۔ علم دنیا کبھی تو ہنس کھیل جی خوش کر لیا کر! بڑے فرما گئے ہیں مَنا کڑھنا صحت کے لیے چنگا نہیں۔ کیوں حکیم جی؟"

ہر بیماری روگ پر جیرا، تے کا پڑا دینے والے اعتبار سنگھ اپنا صافہ ٹٹولنے لگے ۔ "مجھ سے کچھ پوچھا؟"

"نہ جی، مست رہو۔ ابھی اگلے جہان جانے کو کوئی پنڈ والا تیار نہیں!"

نجیبے کی کھوج میں پہلوانی پلو لٹکاتا گاما آن پہنچا تو کڑاکے سے سب کو صاحب سلامت کی۔ گامے نے اس بار گجراتیوں سے دنگل جیتا تھا۔ کرم الٰہی جی نے شاباش دی ۔ "پُتر جی، اس بار دھاکڑ گجراتیوں کو چت کر کے آئے ہو۔ اپنے پنڈ کا تو طرہ گھوم گیا!"

شاہ جی نے تعریف کی ۔ "شہریے بھی آئے تھے تڑی اکڑے پر گامے استاد جس پل پیٹھ لگائی ہے تم نے لنڈپور والوں کی، میں اور اپنا جی والا قادر ہاتھ ہاتھ اونچے اٹھ گئے!"

"کیوں نہیں شاہ جی، شہرت تو خیروں سے اپنے گراں کی ہوئی!"

کاشی شاہ اوپر والی چوبی سیڑھیوں سے اتر کر بیٹھک میں آ شامل ہوئے۔

شاہ جی بولے ۔ "کاشی رام، گاما پہلوان اب اپنے پنڈ کا نشان ہے۔ گھی کا پیپا اور باداموں کا پنڈ لگا دو اسے، ذرا جسم بنے!"

"جی!"

فتح علی نے بچڑ بلایا۔ "یہ ہوئی نہ حوصلہ افزائی۔ پُتر گامیا، سلام کر شاہ جی کو!"

"برخوردار! بس ہو جائیں تیاریاں شاہ پور کے میلے کی!"

"شاہ جی، اس بار شاہ پوریوں کی پیٹھ لگا لی تو دربار میں ضرور حاضری دوں گا!"

ساون کی جل تھمیاں پہ آ اور وہ جا! پھنکاریں مارتے مٹیلے منہ لیسے گھر گھر آئے جیسے غازی مردوں کے لشکر بادل گرجیں کڑکیں کڑاکوں سے گویا فوجوں کی ٹکڑیاں! بجلیاں لپ لپ لپکیں جیسے تلواریں! چھاجم! چھاجم!

مدرسے میں بیٹھے بچوں نے ہاتھی جیسا منڈلاتا بادل جمے کھو پر دیکھا تو دبا دب بستے سنبھالنے لگے۔

"نکلو بھائی نکلو، فوجیں آگئیں!"

مولوی صاحب نے بھگدڑ دیکھی تو دیکھتے ہی دھونسہ دیا۔"اوئے رانی خاں کے ڈھیکے خبردار کوئی مدرسہ نہ چھوڑے۔ چلو چل کر اندر بیٹھو!"

مولوی جی کی آوازیں ایسی ٹنکار کہ ابھی دن نکلا ہو۔ کڑک کر کہا۔"گوہرشناس، لڑکوں کو دو ٹولیوں میں بانٹ دو!"

"جی جناب!"

"ہاں کالے کو جھڑوں کا بودا کدھر ہے؟"

"جی، یہ رہا میں حاضر!"

"ہے نا تیرا دماغ اس وقت روشن!"

"جناب، کچھ لگتا تو ہے!"

"تو چلو، بچی بچی کو بڑوں سے علاحدہ کر دو!"

گوہرشناس اور بودے نے بھاری ہتھی سردل پر مار جیبڑے جھٹ پٹ ٹیتوں کو گٹے لگا دیا۔

چھوٹے بچے چل گئے:—

لائق سے بڑھیا فائق
اگڑم سے بڑھیا بگڑم
حاجی سے بڑی تجن

موتر سے بڑا بگن

مولوی صاحب کی آواز کڑکی — "چپ!"

بوڑے کا چھوٹا بھائی روڈا نہ ڈرا، نہ چپ ہوا —

شمال میں کوہ ہمالہ

جنوب میں تیرا لالہ

مشرق میں ملک برہما

مغرب میں تیری اماں

گوہر شناس نے اس کے ہاتھ سے تختی پکڑ کر پیٹھ پر دے ماری — "اوئے اب بھی چپ کہ نہیں؟"

مولوی جی نے آواز دی — "نہیں مانتا تو بنا دوں مُرغا!"

چھوٹی سی آواز آئی — "میں مان گیا ہوں نہ مولوی صاحب، کان کھینچ لیے ہیں اپنے بس!"

"اچھا! بودھ راج! ان کام چوروں کو بھی دھار پر چڑھا دے۔"

"جی جناب!"

بوڑا اپنے اور مولوی صاحب کے ملے جلے رعب میں سوال داغنے لگا۔

پنچھیوں میں سید —	کبوتر
پیڑوں میں سردار	سیرس
پہلا حل جوتنا	نہ سوموار نہ شنیوار!
گائے بھینس بیچنی	نہ شنیوار نہ اتوار!
دودھ کی پہلی پانچ دھاریں	دھرتی کو!
نور پور شہان کا میلہ	بیساکھ کی تیسری جمعرات کو
رنجیر پہاڑ	راولپنڈی سے پانچ کوس دور
جو چمکے بجلی بیساکھ کی	تو بھر بھر دانے کوٹھوں میں!
پہلی سودی	

کونے میں بیٹھے ہولوؤں نے تک ملائی ۔ پلے دانے تو کملے بھی سیانے !

جوگے نے گوہر کی سینت ماری ۔" اندھیرے میں ایک دوسرے کا منہ نہیں دِکھتا اُستادجی' تو جواب کہاں سے ڈھونڈ کے لائیں گے !"

مولوی صاحب بھی ہنسے ۔" احمق ! اوئے جس کے دماغ میں روشنی ہو وہاں برابر گل جلتا رہتا ہے ۔ چل گوہر پتر' جلادے چراغ ۔"

لڑکوں میں کھسر پھسر ہونے لگی ۔

شیرے سے نہ رہا گیا ۔" مولوی صاحب' مُنہ سے تو پرنالے بہہ رہے ہیں ! تھلی ونڈ کے سوتے میں سے کیسے نکلیں گے ؟"

مولوی صاحب نے حقے کی گڑ گڑ جاری رکھی

رکھے نے شیرے کی گدی پر ٹھوکر دیا ۔" اوئے دیکھ باہر !"

پورا جمگھٹ ہڑ کرنے لگا ۔

اوئے پڑ گئے ٹپاٹپ

فوجیں چڑھ آئیں دبادب !

دوڑو یارو دوڑو

چلو مدرسہ چھوڑو

مولوی صاحب نے اندھیرے میں ہی دوچار سر گرما دیئے ۔

" بیٹھ جاؤ سیدھی طرح بھوتنو' ایسا ماروں گا کہ ملوے کھاؤ گے !"

بڑے لڑکے ہنا ہن کرنے لگے اور چھوٹے جھوٹ موٹ سکاریاں بھرنے لگے !

مولوی صاحب کڑکے ۔" چپ' اوئے چپ !"

گوہر نے چراغ جلا کر مولوی کے پاس گھڑے کی چپنی پر رکھ دیا تو طلبا کی بھیڑ میں خود مولوی صاحب چراغ کی طرح چمکنے لگے ۔

" گلزاری لال' مرگلا پہاڑیاں کہاں ہیں ؟"

" جی وہی مرگلا ورے کے پاس !"

"شاباش!"

"گوہر شناس، سنگھ کا باب کہاں ہے؟"

"جناب، دریا کابل اور سندھ جہاں مل کر نیلا بھ بن جاتے ہیں، وہیں ہے سنگھ کا باب۔"

"روڈیا، کالا چِٹّا پہاڑ کہاں ہے؟"

"اٹک کے پاس!"

"اٹک کے پاس!" مولوی صاحب نے کان پکڑ کر اُٹھا دیا۔ "پہلے کہتے ہیں جناب باجی!

کیا سمجھے؟"

روڈے نے کنپٹی پر ہاتھ رکھا اور مستعدی سے کہا۔ "جی جناب!"

تائی کے پیچھے سے آواز آئی۔

آلو، آلوچہ، فالسہ

کابل میں پہنچا خالصہ!

"گوہر شناس، شُترلی ہے یہ! پکڑ کے لے آ میرے پاس اسے!"

چٹاخ پٹاخ مولوی جی نے دو لگائے۔ "آج کے آلوچے تو دو کھرے ہو گئے؟"

"جناب!"

"بڑے لڑکے گلوں کے نام لیں۔

گل لالہ

گل یاسمن

گل پلاش

گل شب افروز

گل صوری

گل ہزاری

گل جعفری!

پکّی جماعت کے بستو دائی کے لڑکے ہولو نے مہین سی ہیک نکالی۔ "جی، میں بھی ایک بتاؤں!"

گوہر نے ایک رسید کی پڑ پڑی پیر ے " الف بے آتی نہیں اور شاعری کرنے چلا ہے! بیٹھ جا!"
مولوی صاحب نے بہت پیار سے بلایا ۔" ہولو پُتّر! ادھر آ، میرے پاس!"
ہولو نے ناک سے بہتے سینٹ کو بازو سے پونچھا اور ڈرتے ڈرتے پاس آ کھڑا ہوا ۔" بولو!
کیا کہنا چاہتے تھے؟"
"جی، ایک گل کا نام بتاؤں!"
مولوی صاحب نے سر ہلا کر اجازت دی۔
"گل خودرو!"
مولوی صاحب خوش ہوئے ۔" پُتّر جی، کہاں سے سُنا؟"
"جناب، آپ سے!"
"لڑکے اپنا کہنا یہ ہے کہ ہولو کی کھوپڑی میں کوئی چیز کام کا! گوہر شناس، صندوقچی میں سے
قلم نکال دو، انعام ہے ہولو کا!"
قلم لے کر نکّے ہولو کو ایسی شرم آئی کہ مُنہ میں انگلی ڈال کر ناخن کترنے لگا۔
بادلوں کی گڑگڑاہٹ میں بجلی یکا یک اتنی زور سے کڑکی جیسے مدرسے کے باہر ہی گری ہو۔
بچّی بچّی کے بچّے بیٹھے بیٹھے ڈسکنے لگے ۔" ہائے اوبے بے!"
"جی میری ماں ڈھونڈتی پھرے گی!"
"جی، میرا چاچا فکر کرے گا!"
"میرا لالہ ....."
مولوی صاحب حقّے کی نڑی منہ میں سے نکال کر ہنسنے لگے ۔" اوئے کھوتے کے پُتّرو! ڈرے
تمھاری پاجامیاں تو گیلی نہیں ہو گئیں! بیٹھے رہو آرام سے جب تک مینہہ نہ تھمے۔ دمودر! اُٹھ کر
بتاؤ، گجرات کا قلعہ کس نے بنوایا تھا؟"
دامودر ٹھگنے نے تابڑ توڑ عبارت شروع کر دی ۔" گجرات کا قلعہ ہندوستان کے شہنشاہ اکبر
نے بنوایا تھا!"
مغل سلطنت کے دنوں میں چلن یہ تھا کہ جہاں حکومت قلعہ بنوانے کا فیصلہ کرے، اُس پر

ہونے والا آدھا خرچ رعایا دے اور آدھا دلّی کی حکومت۔"

"بادشاہ سلامت نے شہر کی سلامتی کے لیے قلعہ بنوانے کا اعلان کیا۔ تو علاقے کے جٹ بگڑ گئے۔ انھوں نے خرچہ اُٹھانے سے صاف انکار کر دیا۔

"اکبر بادشاہ نے گجروں کے سرداروں کو سمجھایا بجھایا تو وہ مان گئے۔"

"وڑیچ پنڈ ڈنگا کے چودھری فتح محمد نے روپیہ پیسہ اکٹھا کرنے کا سارا ذمّہ اپنے سر پر لے لیا۔"

"دین گاہ کے امیر گجر آدم نے بوریاں بھر بھر کر دولت دی۔"

"قلعہ جب بن کر تیار ہوا تو بادشاہ سلامت نے خوش ہو کر شہر کا نام گجرات اکبر آباد کر دیا۔"

"جٹ بہت ناراض ہوئے۔"

"دلّی شکایت لکھ بھیجی کہ ملک کے بادشاہ کو کسی بھی ایک فرقے کو دوسرے کے خلاف ترجیح دینا مناسب نہیں، محل جتنا گجروں کا اتنا ہی جٹوں کا بھی ہے۔

"جواب آیا۔ جو نام رکھا جا چکا، تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں، جٹ اپنی طرف کے علاقے کا جو بھی نام رکھنا چاہیں، ہم انھیں منظوری دیں گے۔"

"جٹوں کے مورث کیونکہ ہرات سے آئے تھے انھوں نے اپنے علاقے کا نام رکھ لیا ہرات۔"

"ایک بار بادشاہ کنجاہ کے آس پاس ہیرا ہرن کا شکار کھیلنے گیا جنگل کی خوبصورتی دیکھ کر فرمایا۔" اصلی ہرات میں بڑھیا سے بڑھیا گھوڑے اور گجرات ہرات میں عمدہ سے عمدہ کالے ہرن۔"

درباریوں سے پوچھا "کس ہرات کو اعلیٰ مانا جائے؟ اِس کو یا اُس کو؟"

"بادشاہ سلامت، دونوں ہی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔"

مولوی صاحب نے فتّے کو باہر جھانکتے دیکھا تو آواز دی۔ "فتّہ، دروں کے نام گنا!"

"خیبر، خترم، لوٹچی، اور جی اللہ آپ کا بھلا کرے، ایران۔"

"ایران کہ بولان؟"

فتّے کو جانے کی جلدی تھی لہٰذا لاپرواہی سے کہا۔ "اہو جی، کچھ بھی ہو ہماری طرف سے۔ اب چھٹی کر دو۔ گھر پہنچتے نہیں۔ آسمان دیکھو۔ اندھیر اگھپ۔"

مولوی صاحب گرجے۔ "اوجٹا، ایران اور توران میں تیرے لیے کوئی فرق ہی نہیں کر رہا تھا...."

مولوی صاحب نے اُٹھا کے ایسی چھڑی ماری کہ لڑکوں کے تالو سوکھ گئے۔ "بینتو، نام گنا اپنے علاقے کے جنگلوں بیلوں کے!"

"چک غازی، لنگا رُخ، دھول رُخ، ماری کھیکھرن، بنڈ تاتار، بھک پتی، سادلا پور...."

مولوی صاحب نے اُٹھ کر کنپٹی پر چپیڑ ماری۔ "اوئے سوارا! یہ کیا ٹیش اور ٹش ہے تیری! بنا رُک کے بولتا چلا جاتا ہے جیسے خود ہی استاد ہو! پیٹ سے ہی پڑھ کر نکلا ہو۔"

بنتے کو آگ لگ گئی، کان پر ہاتھ رکھے گھورتا رہا۔

"موٹی عقل والے! اگر جواب تمھیں یاد ہے تو اگلنے کی کیا جلدی ہے! نام ایسے دوہرائے جاتے ہیں جیسے رفتہ رفتہ یاد آتے چلے جارہے ہوں۔ پھر کبھی غلطی نہ ہو!"

جیب کو آواز دی گئی۔ "جیبیا!"

"جی، آج جیب غیر حاضر ہے۔ اس کی بھینس سوئی ہے۔"

نکے کو سوجھ گیا۔ "مولوی صاحب، اب تو آپ کے لیے دہی لسی آیا کرے گی!"

"کیشور لال، سمندر کے نام تازہ کر!"

"بحر الکاہل

بحر سین

بحر اخضر

بحر اسود

بحر دقیانوس....!"

"کند ذہن! اوقیانوس کو دقیانوس! ادھر آ!"

کیشور لال نے کان پکڑ لیے۔ "بھول ہو گئی مولوی صاحب! آج معافی دیدیں۔ گن کر سو بار یاد کروں گا!"

"اوئے تیری یہ اٹک بہت پرانی ہے۔ پھر بھولا تو؟"

"نہ جناب، یاد کر لوں گا۔"

فتہ اٹھ کر پاس آگیا۔ "مولوی صاحب، آپاں چلے! میری تو آج چھٹی کر دیجیے!"

"موئے کھا، گھڑ کھڑی کا ہے کی! چھٹی تیرے کہنے سے ہو گی کہ میرے کہنے سے؟"

فتہ جٹ اڑ گیا۔ "آج تو جی، یہ باتیں بے قاعدہ ہی ہیں نا! اس برسات میں ہمارے ڈھور ڈنگر کون دیکھے گا؟"

اُتری وِنڈوالے ممدرے نے بھی موقع تاڑا۔ ٹھوسی مار اُٹھ کھڑا ہوا۔ "مولوی صاحب چھٹے منہ میرا۔ میرے بیل جُتے تھے کھیتوں میں لوجی، میں گیا....."

دیکھا دیکھی چھوٹے ٹنڈے گینڈے بھی مچل گئے۔ ہاتھا پائی شروع ہو گئی۔

مولوی صاحب نے گوہر کو پچکار کر کہا "پُتر جی، انھیں جانے دو! او ٹنڈو جاؤ، جا کر ماؤں سے تتے تتے پوڑے کھاؤ!"

چھوٹے لڑکوں نے دو دو کی جوڑیاں بنا لیں۔ پچیاں گونگ سروں پر تختیاں رکھ کر گھروں کی طرف دوڑے۔

چھوٹے نوں گاہ
بدھے نوں راہ
مرد نوں چپّی
گھوڑے نوں چپّی
چپرے راہ گراہ
او چھوٹے نوں گاہ

مولوی صاحب بہت پیار صدق سے اپنے کچے شاگردوں کو جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔ پھر بچوں کو آواز دی۔ گوہر پُتر جی، ذرا چلم تو تازہ کرو! دُھڑانے میں انگیاری ضرور ہو گی ہاں سیانے لڑکے پند نامہ کھول کر پڑھیں اور بعد میں پڑھیں گلستان با معنی۔"

راگیوں کے جگتار نے بہانہ بنایا۔ "آپ کے لیے میری بے بے نے کھیر چڑھا رکھی تھی میں لینے نہ پہنچا تو مار مار کر مجھے پھٹڑ کر دے گی۔"

نالائق! سوچتا ہو گا کھیر کے نام سے تیری چھٹی کر دوں گا! ایسے فتح بینچ ڈالے مجھ پر تو سوار والی

کھوتھنی گوندھ دوں گا۔"

یکایک شرلی نے ہانک ماردی۔ "دوڑو، دوڑو، مولوی صاحب کی ہنڈیا میں بلی منہ مار گئی۔"

گوہر نے ہنڈیا پر جھکے جھکے شرلی کو چونٹی کاٹ دی اور مولوی صاحب کو سنا کر کہا "بلی نے ہنڈیا کی چھونی ہی کو اسی ہے، منہ نہیں مارا! دیکھ لو، ملائی کا تھر ویسا کا ویسا ہی بنا دھا ہے!"

یہ سن کر مولوی صاحب کی بھوک جاگ گئی۔

"پُترو، ذرا سکھی سرور لکھن داتا کو تازہ کرو۔ پھر تمہیں چھٹی دیتے ہیں!"

گوہر اور لبودے بیک وقت بلند آواز میں بول اُٹھا یا تو لڑکے بھی طرز پہ آ گئے۔

پنج صدی کے اول یا کہ چار صدی کے آخر

ملک عرب سے فتنہ اُٹھ کر قائم ہو گیا آخر

زینب دین باپ سید احمد ترک وطن تب کیا

عرب چھوڑ پنجاب میں شاہ کوٹ سان سا لیا

سید ہوتے ان صاحب میں شبہ نہ شک ہے بھول

سید حسینی ان کو جانو مانو آل رسول

شاہنی کی سوکھی کوکھ کی عظمت ظاہر ہوئی تو پہننے کے کرتے، جھگے چھوٹے پڑ گئے۔

چاچی مہری اسمٰعیل درزی سے کالی صوف کے دو کھلے جھبلے سلوا لائیں۔

"ماں بی بی، اری ذرا کورے کپڑے پانی میں نتھار کر ڈال دے شام تک سوکھ جائیں گے۔"

شاہنی کے لیے کالا کپڑا ماں بی بی کے دل کو پسند نہ آیا۔

کوٹی کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ "چاچی، تمھاری تم ہی جانو، کھترانیوں کو کالی سوتھنیں پہنتے تو دیکھا ہے، پر کالے کرتے کبھی نہیں، خبیر رہے رب کی چاچی، پر مجھ سے پوچھو تو سوگوار رنگ ہے۔"

چاچی مہری پہلے ماں بی بی کو گھورتی رہی پھر ہولے سے کہا۔

"کالی اندھیاری رات کے بعد چمکے دن کا سورج! آئی سمجھ!"

"سچی سچی چاچی، تمھاری عقلوں کی بھی کیا ریس!"

شاہنی اپنی بانہہ پر سر رکھے منجی پر پسری تھی۔ ٹک دونوں کی طرف دیکھا اور ہنس کر کہا۔ "چاچی! دیکھ مجھے!"

دوپہر لیٹے ہی لیٹے گنوا ڈالی۔ ماں بی بی، میری پٹاری لو دو۔ بیٹھے بیٹھے سوت ہی اٹیر ڈالوں۔"

چاچی نے جواب دیا۔ "کام دھندے بھاگے نہیں جاتے میری بچی! کوئی پوتھی گرنتھا پڑھ لو خیروں سے گپ کوٹھڑی میں چانن ہو۔"

شاہنی نے پوچھا۔ "ماں بی بی، آج رابعاں نہ آئی۔ بلھے شاہ ہی سناتی۔ کل تو لڑکی نے مست کر دیا۔ ایسے میٹھے بول اٹھاتی ہے۔ بارہ ماسے کہ تن من جی جائے!"

"سچ کہتی ہے بچی۔ ارائیوں کی کو رب کی دین! گلا ایسا سُریلا کہ ہر کھ سون مود بھوگ پُر پُر آئے سروں میں! کانوں میں متھڑے بول پڑتے ہی روح ہریا اُٹھے انسان کی!"

پوڑلیوں کی جانب کسی کی آہٹ ہوئی۔

"آری رابعاں، بڑی لمبی عمر ہے تمھاری!"

ملتانی چھینٹ کے سوتھن کرتے پر اودھ میلی دوپٹی۔ روپ ایسا دو دھیا کہ ہاتھ لگے میلا ہو۔"

سر پر سے دوپٹہ اُتار رابعاں نے ماتھے پر آتے سنہری بال سمیٹے اور شاہنی سے پوچھا۔

"سر جھس دوں نا! گھی کی کٹوری طاق میں رکھ گئی تھی۔"

حساں نائن آتی ہی ہو گی۔ بلی رابعاں، تم گاتی ہی بھلی!"

چاچی نے ٹوک دیا۔ "لڑکی کو ہاتھ پاؤں ہلاتے دیا کرو۔ کام کرنے کی عادت پڑے گی۔ دیکھیے، کرتاروں کی بڑائی سنتی ہو نا! بڑی تعریفیں ہیں اس کی اپنے پنڈ میں۔ گھر والا بہت خوش۔ بچی نے ایسا سگھڑ گھر سنبھالا ہے!"

رابعاں زیر لب مسکراتی رہی، پھر کھڑی ہو کر شاہنی کا پٹلا کھولنے لگی۔

سر میں گھی ڈال کر انگلیوں کی پوروں سے بالوں کی جڑوں میں رچاتی تھی کہ شاہ جی آگئے۔

شاہنی نے سر پہ آنچل ڈال لیا۔

رابعاں منجی کی پائی پر پاؤں ٹکائے مورت بنی کھڑی رہی۔

شاہ جی لڑکی کو دیکھ کر بڑے پن سے ہنسے ۔ "رابعاں، سروں میں موتی پرونا چھوڑ کر کن کاموں میں آن لگی۔ شاہنی ایسی گنی لڑکی سے ایسے کام نہ کروایا کر۔"

شاہ جی رابعاں کو دیکھتے رہے ۔" رب کی بخشش اُس کی پیشانی پر۔ جیتی رہو۔ جیتی رہو۔ شاہنی، رابعاں بہت افضل ہے۔ اس پر سرسوتی کا ہاتھ ہے۔"

شاہنی پیار سے لڑکی کو دیکھنے لگی۔

سر کے آنچل سے باہر آتے کُنگے کُنگے سنہری بال اور کالچھے رنگ پر نئی نویلی رُت کی گلابی جھلک۔

چاچی نے پچکار کر کہا۔ "سُنا دے، سُنا کچھ شاہ جی کو! دل سے تیری تعریف کرتے ہیں!"

رابعاں شاہنی کی طرف دیکھنے لگی۔

"بول بی بی، کوئی میٹھی وانی ان کانوں میں بھی پڑے!"

رابعاں نے کنواری چتون سے شاہنی کی طرف دیکھا، پھر اوڑھنی ڈھنگ سے اوڑھ کر بلھے شاہ کی کافی چھیڑ دی۔

میں سورج اگن جلاؤں گی
میں پیارا یار مناؤں گی
سات سمندر دل کے اندر
میں دل سے لہر اُٹھاؤں گی
میں پیارا یار مناؤں گی
میں بادل ہو ہو جاؤں گی
میں بھر بھر مینہہ برساؤں گی
نہ میں بیاہی نہ میں کنواری
پر بیٹا گود کھلاؤں گی
اک ڈونا اچیج گاؤں گی
میں پیارا یار مناؤں گی

شری رام، شری رام! جیئے جاگے ری رابعاں! کیا سُر، کیا گلا اور کیا بابا بلھے شاہ!
شاہنی نے جل بھیگی انکھیاں پونچھیں تو دیکھا شاہ جی کی آنکھوں میں کوئی سورج دمکتا چمکتا ہو! ماتھے پر ہریاول اُگ آئی۔ سر ہلا کر بولے "رابعاں مٹھ بولنی، علیمے بتایا تو نے سی۔ حسق لکھ ڈالی ہے۔ اس بار سیالکوٹ پھیرا لگا تو استاد عنایت شاہ جی کو دکھائیں گے۔"
رابعاں کے مکھڑے پر کوئی پھوہار گرنے لگی۔ جیبی کی چھور چکڑ دانتوں میں دبالی اور آنکھیں نیچی کر کے شرمائی۔
شاہ جی نے سر ہلایا۔ "شاہنی، لڑکی کے گانے کا ستکار کر۔ اسے کچھ دے!"
پیٹ پر بچھے رسیلے مصری بوجھ کو سنبھال کر شاہنی چارپائی سے اُٹھی تو بیک وقت دل میں خوشی اور اداسی گھر آئی۔
پسار میں جا کر لکڑی کی پیٹی کھولی تو لڑکی کے لیے شاہ جی کی تعریف سن کر اپنے جیئڑے کو گھڑک دیا۔ "مُڑی، اس چھوٹی سی کنجک سے کیا جوڑ!"
شاہنی نے ململ کے بھوجھن میں لپٹی مرچی کے بوٹے والی پھلکاری نکالی اور لاکر رابعاں کی جھولی میں ڈال دی۔ "رابعاں ری، اس بار سیاپے میں اوڑھنا۔"
رابعاں کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "میں مرجاؤں شاہنی جی! کیسے اوڑھوں گی۔ یہ تو شادی بیاہ والی ہے!"
چاچی مہری نے جھڑکی دی۔ "بس ری، تو شادی بیاہ سے پرے! تو ان سب سے انوکھی!"
شاہ جی کو بیٹھک کی طرف قدم اُٹھاتے دیکھ شاہنی کو نہ جانے کیا سوجھا روک کر کہا "رابی سے ساون سن جاؤ! گا رہی گا، وہ دوہرا گا!"

ساون ماہ سُہاونا جو دھرتی بوند پٹی
ان حد برسے میگھلا جو من کو تریت گئی
ملہاراں سوہن سارے ساون، دوتی دوت لگے اُٹھ جوان
نی گھر کھیلن کڑیاں گاون، میں گھر رنگیلے آون
میریاں آساں رب پُجائیاں۔

تاں میں اُن سنگ انکھیاں لائیاں

سٹیاں دین مبارک آئیاں

شاہ عنایت انگ لگائیاں

بھادو بھادے تب سکھی، جو پِل ہوئے ملاپ

جو گھٹ دیکھوں کھول کے گھٹی گھٹی کے وِچ آپ

گاتے گاتے رابعاں کی آواز بھرانے لگی۔ آنکھیں بھر آئیں۔

ماں بی بی کا اپنا دل اُمنڈ آیا۔ پاس آکر لڑکی کی پیشانی چومی۔ "صدقے جاؤں۔ سچے بول تیرے ہونٹوں پر پھول بن جاتے ہیں ری!"

شاہنی شاہ جی کی طرف دیکھ کر بولی: "یہ شہد گھولنی تو ہمارے گراں کے ماتھے پر دوئی ہوئی ہے نہ دوئی!"

چاچی نے معصومیت سے ٹوکا: "بس بچی، ہماری لڑکی کا سر نہ پھرا! تعریفیں نہیں اسے دعائیں چاہئیں۔ جا میری رانی، سلام کر بڑوں کو!"

رابعاں پہلے شاہ جی کے آگے رُکی، پھر ہاتھ اُٹھا کر شاہ جی کو سلام کیا۔

مکھڑے پر دو منیاں انوکھی دِپ دِپ کرتی رہیں۔ کچھ دیر۔

چاچی نے دیکھا۔ "بچی، سلام پہنچ گیا شاہ جی کو! ہاتھ نیچے کرے!"

رابعاں نے شرما کر چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپالیا۔

شاہ جی چپ چاپ اپنی بیٹھک کی طرف بڑھ گئے۔

شاہنی نے دیکھا تو منجی پر بیٹھی بیٹھی ہانپنے لگی، کسی سے کچھ کہے سُنے کہ گم صم ہو گئی۔ آنکھیں مچ گئیں اور سر نڈھال ہو کر پائی پر جا لگا۔

ماں بی بی دوڑی۔ "چاچا، جھٹ پٹ آ! کوئی پانی لا او ری چھینٹے دو! شاہنی دل کا چھپ گیا ہے!"

میگھ پنیلے برس برسا سرخرو ہوئے۔ چڑھے ند نالے بھنوروں سے کھیل کھال اُچھالوں سے نیچے اُتر آئے۔

سجدی بی بی نے لکڑی کی سیڑھی سے کوٹھے پر جاکر پانی کی مار لوٹی۔ نظر اٹھا کر آسمان کا ستھرا نیلا رنگ دیکھا اور اپنی بھتیجی، دیورانی بیگم بی بی کو آواز دی۔ "بیگم ری، گگے پیہن سے جلدی نبڑ لے۔ آج کوٹھے بھتیوں پر لپائی ہوگی۔"

چکی پر بیٹھی بیگم نے پہلے ہاتھ تیز کیا پھر جٹھانی کو آواز دے کر پوچھا۔ "دھانی تو ابھی کل پڑی۔ آج ہی لیپا پوتی کیسی! مٹی کو بھیگنے تو دو۔"

پھوپی ناراض ہوگئی۔ "کیوں ری، ابھی سے کترانے لگی۔ رات بھر دونوں بھائی دھانی میں کھڑے رہے۔ ہاتھ لگا کے تو دیکھ۔ انہوں نے پیروں سے گوندھ کر مٹی کو ملائی کر ڈالا ہے۔"

"تڑی بھوہ بھی تو مٹی میں گھل مل جانے دو۔ جلدی کیا! آج نہیں تو کل سہی!"

"آئی ری بڑی آڈ عقلوں والی۔ بھائیوں نے پیروں سے کوٹ کوٹ مٹی کو ریشم کر دیا ہے۔ اب کہیں بہانے سے تاپ نہ چڑھا لینا۔"

بیگم نے ناراض ہو کر پیہن اُسار دیا اور لوٹی ہوئی جانی کا جبر لے کر دودھار ناپینے لگی۔

سجدی بی نے لوکا۔ "اری بھتیجڑی، یہ جھوٹی موٹی چوما چاٹی بعد میں کرنا! چل اُٹھا ڈمبا اور مٹی اوپر ڈال۔"

بیگما چہل مارے رہی۔ لیپ پوت دو دھار نا دھوپ میں رکھا اور پرانے بھڑولوں کی لپائی کرنے لگی۔ سجدی بی تاڑ گئی، آج کام سے دوال نہیں دیورانی۔

سر پر دوپٹہ ڈالی اور گھر سے باہر جاتے ہوئے کہا۔ "روٹیاں اتار کر بھتہ پہنچا آنا کھیت میں۔ میں شاہوں کے یہاں سے لال مٹی لاتی ہوں۔"

جٹھانی کی پیٹھ مڑتے ہی بیگماں بڑبڑانے لگی۔ "مولا، پھوپھیوں کے گھر کوئی نہ بیاہ کر آئے مار گئیں پھوپھیاں زہر کی ٹھوٹھیاں۔"

رسولی نے جھانکا۔ "بیگماں بھرجائی، میں تو چلی گیاہ بیننے شاہوں کے کھیت۔ یہ مُٹھ مُٹھ گئی گیاہ کھڑی ہے۔ ہفتہ آٹھ دن لگا لوں گی۔ چون پر، تم بھی چلو۔ پنڈ دو پنڈ گیاہ تو مل جائے گی۔ مُچھنے بھر!"

"نہ ری شاماں، پھوپی سرکار کا فرمان نکل گیا ہے۔ کوٹھے کی لپائی، پھر گوتی، پھر لوچہ، گئی ہے

شاہوں کے یہاں سے رتی متی لینے۔"

رسولی نے خالہ ساس کو قابو کیا تھا۔ سمجھا کر کہا۔" مجھ سے سیکھ۔ مجھ سے سبق لے کر یہ کر ایک بار پھوپی کو آنکھیں اُٹھا گھور تی چل تیری اپنی نظر کی حیا نکل گئی تو آدھا رن صاف۔"

ریشماں، اس کے بعد؟"

"اس کے بعد کیا؟ بڑبڑانے کے بجائے بے دھڑک ہو کر اونچا اونچا بولنا شروع کر دے۔ سب رن جیت لے گی۔ چلنے لگے گا حکم۔"

"چھوڑ ری، تو کیا جانے اجنا میرا پھوپی پہ جان دیتا ہے۔"

"دے، خیر صدقے دے، پر جب مُنہ مارنے آئے تیرے ڈھب تو دور کر دے۔ پرے... پرے..."

بیگماں ہنس ہنس کر دوہری ہوئی۔" بڑا ہتھ چھٹ ہے ری! ایک دھپہ مار دے، چار دن انگلیاں چمکتی ہیں۔"

"رہیں چمکتی! بس، ہاتھ نہ لگانے دے باشن میں نے کیسے سنبھالا۔ اِدھر تو میری خالہ سے لڑائی اُدھر میں روز سوجاؤں اُسی کی کوٹھری میں۔ جنا میرا کبھی برتن بھانڈے کھڑکائے، کبھی کتوں کو دُتکارے۔ میں مچل مار کر پڑی رہوں۔ ایک دن بھتہ دینے گئی تو جنے نے اُٹھ کر میری گُنڈی پکڑ لی۔" اے بی بی! سیدھی راہ پہ آجا نہیں تو خطا کھائے گا۔"

میں جھٹکا مار کر پیچھے ہٹ گئی۔" دیکھ او جنیا، ماں تیری اور خالہ میری۔ اگر وہ بنے ظلمی ساس میری تو لڑائی نہ میری نہ تیری۔ اُس سے نپٹنے دے مجھے اور خیروں سے منجی اپنی گھر سے اُٹھالے۔ بابے کے ساتھ سو گھوپرا اور میں سوؤں گی گھوڑے بیچنی اپنی ساسڑی کے سنگ۔"

"پھر جانی بیگماں، یہ سنتے ہی گھر والے کو تو ہلک کو دگیا۔ گھسیٹ مجھے پیچھے دے مارا۔ میں نہ روئی نہ کرلائی۔ کپڑے جھاڑ اُٹھ کھڑی ہوئی اور سادگی سے بولی؛ ماں پُتر دونوں مل کر کر لو بوٹے مارے، خداوند تمھارے کنوؤں کا پانی سکھا دے گا۔ کھیتیوں کے بیج گلا دے گا۔ کھڑی فصلوں میں کیڑے ڈال دے گا۔"

رسولی جیسے بیگماں سے نہیں، اپنے گبرو سے باتیں کرتی ہو۔ یکایک ہنسنے لگی۔" بیگماں بھرجائی، وہ دن تھا اور آج کا دن ہے۔ جنے پر جیسے کوئی ٹونا ٹوٹکا ہو گیا، پاس کھینچ پچکارنے لگا۔ نہ نہ رسولے!

کھیتی کو بردو، نہ دے، میں نے قول قرار کیا تم سے۔ بے بے اونچی نیچی کرے، تیرا خاوند تیرے ساتھ ہمیشہ!"

بیگماں کی آنکھیں پھڑکنے مٹکنے لگیں۔ "پھر ری، پھر کیا ہوا؟ جلدی بتا!"

"سن بشانی ویلے تندور تپا میں آٹے کی کنالی لائی اور ساسڑی میری روز کی طرح بولنے لگی۔ "سورخانیے ری رسولیے، گیلی منجھٹی کیوں ڈالی تندور میں! مار دھواں ہی دھواں! کچھ تو عقل سے کام لے!"

"اس کے سے پہلے کہ میں پلٹ کر کچھ کہوں، میرا جنا ماں کے پاس آ کھڑا ہوا اور زور زور سے کھڑکنے لگا۔ "کان کھول کے سن لے بے بے، رسولی سے کچھ اونچ نیچ کی تو سمجھ رکھ، اس گھر میں اکیلی کرلاتی رہ جائے گی۔"

"خالہ پھری۔ کیوں ری کیوں!"

"بے بے، وہ یوں کہ آج سے گھر ہنڈیا کی لمبرداری میں نے رسولی کو دیدی ہے۔ بھوتی تیری جو بھی راندھے پکائے، کھا پی آرام کیا کر۔ کام کی رتّی نہ چھوٹے تو پیہن کر۔ چرخا کات۔ نمازیں پڑھو۔ روزے رکھو۔ بے بے، حکم حاصل تیرا بہت چل گیا۔ اب صبر کرے۔"

بھر جائی بیگماں، میری ساسڑی کو تو جیوں پالا مار گیا۔ منجی پر پڑی پڑی روتی رہی۔

"فجر اٹھ کر مجھ سے گھگی گندھی آواز میں بولی۔ "دھیے، بڑی بڑی حکومتیں نہ رہیں، میری موبیداری کن گنتیوں میں! آپ پکا اور رکھا ہانڈا۔ مجھے جو کہے گی کرنے کو، میں حاضر ہوں۔ ہاں اتنا بتا دول کرم والیے، کس ملوانے سے جادو لکھوا کر لائی تھی؟"

"بیگم بھر جائی، میں کیا کہتی کہ جادو منہ بولا میرا اپنا اور لکھنے والا جٹ پتر بھی تیرا اپنا۔

رسولی کے گئے پیچھے بیگم بی بی سنکھلی ہو مٹی کے کھلونے گھڑنے لگی۔ بارہ سنگھا بنایا، شیر ببر گھڑ ڈالا۔ اونٹ کی تھوتھنی نکالی ہی تھی کہ سجدی بی مٹی کا پوڑا لیے آن پہنچی۔ "ہے ری بد کی نسل، نہ تندور، نہ پالن! کیوں ری کم چورنی، یہ ٹیڑھے میڑھے کس لیے؟ چل اٹھ کر تندور تپا۔"

بیگماں کے سر رسولی چڑھ کر بولنے لگی۔ "کان کھول کے سن لے بھوپی! اب نہیں چلتی

تیری نادر شاہی! آج نہیں میں نے کرنی لپائی پتائی!"

سجدی بی نے گھورا۔ "کیوں ری کیوں، جن بھوت تو نہیں چڑھ گئے تیرے سر!"

"نہ پھوپی! نہ جن بھوت، نہ پانی پہ چھالوان! حجت حکمت اب تیرے خاتمے پر! چل گئی جتنی چلنی تھی!"

"مڑ ری! زبان کو لگام دے۔ کتے کھاتیوں کی طرح بھونکتی جاتی ہے!"

"پھوپی سرکار، اب تک تو نہ بولتی تھی، اب بولوں گی! کسی کی غلام باندی نہیں ڈٹ کر کام کرتی ہوں۔ مال ڈنگر کا گتا واڈالتی ہوں۔ گوبر پوتتی ہوں۔ جھونی کو چھپڑ لے جاتی ہوں....."

"بس ری، اپنے وظیفے گانے چھوڑ دیں۔ جٹ کسان کی جاتکڑی نہ ہوئی کہ مغلوں کی شاہزادی ہوگئی! چل کھو جھنبی اتار اور لپائی کر لگ۔"

"کان کھول کے سن لے پھوپی، میں آزاد ہوئی۔ اب تمھاری لعنت ملامت نہ سنوں گی!"

سجدی بی ہاتھ ملنے لگی۔ "پھٹے منہ ری! اتنا کفر نہ تول۔ تو میرے بھائی کی اولاد، تمھیں میں نے سو سو لاڈ لڑائے۔ اری بھتیجڑی، تو نے میری یہ قدر کی!"

بیگم اُٹھ کھڑی ہوئی، گٹیلی چھاتی کو چھپائے کالا جھگا ایسے لہرایا جیوں جوانی پر رات! گستاخ آواز میں ٹھوکا لگایا۔ "کھا کھا تیری پھٹکاریں پیٹ میں غم کا گولا بن گیا! سن لے پھوپی، جو تم نے اپنی ٹیو نہ چھوڑی تو میں بھی اصل کی نہیں اگر اپنی جھگی الگ نہ کر لوں۔ کہا کرتی ہو نا کہ گنجی نہائے گی کیا اور نچوڑے گی کیا! وہی ہو کر رہے گا۔"

سجدی بی سکتے میں آ گئی۔ چپ چاپ تندور تپا پڑے کھڑے اور بیٹھی سوچنے لگی۔ ہائے ہائے ری، وقت کے پینترے! جس کا جیا مرد ہو چڑھتا سورج، غیروں سے اسی کا حکم حاصل چلے گا! میرا بندہ ڈھلنے پر پہنچ گیا۔ باقی کیا رہا! یہی ذائقہ بلکبونا! صبر کر لے ری سجدی! رب کا شکر منا، رہتے کو گلی، اوڑھنے کو جلی اور کھانے کو گلی۔ پیتر کی طرح دیور پالا، پر مولا تیرے رنگ! کل تک میں اسے انگلی سے لگائے رہی، آج بیگماں اس کے کندھے پر چڑھ گئی۔ چل ری سجدو، دل کو نہ لگا۔ کندھے چڑھی سوانی مرد سے ضرور کچھ نہ کچھ لے کر رہتی ہے۔ چل، جتنا نبھ گیا سو ہی بہت!

لاہور زنجیرکا مالیا شیطان کو مار دے۔

اشک پری شاد جپیر پری کو باندھ دے۔

ایک سیاہ مور سیتل پری کو باندھ دے

ریوا کو باندھ دے، جمنا کو باندھ دے، سرسوتی کو باندھ دے

کشنا، نربدا، گومتی کو باندھ دے

نرسنگھ کو باندھ دے ــــ

ہیراں سانسی نے گرجتے ہوئے بادل اور چمکتی بجلی تلے کھڑے کھڑے سارے جن بھوتوں کو اپنی زنجیر میں باندھ، پھر کچھ شانتی مال کا دھیان کیا اور کراری چال زینے سے اُتر کر سیدھا چوٹ میں جا بیٹھا۔ سر پہ لال دوپٹہ ڈالے جیواں نے تھالی پیش کر دی۔ گھی گڑ ترج روٹیاں آم کا چوپہ اور دہی کی کٹوری۔

ہیرے نے آخری بُرکی مُنہ میں ڈالی۔ دیوے کی روشنی میں لپ لپ کرتی جیواں کی لال ڈھنی دیکھی، جیواں کی آنکھوں میں دو منیاں۔

ہیرے سانسی نے پھڑکتی مونچھوں سے جیواں کی پہلے ناک چھینٹی، پھر گلے میں جھولتی چاندی کی زنجیری کو چوم کر کہا۔ "جے لو چھب مال، جے حاجی جیات!"

ننگا بدن۔ تن پر صرف لنگوٹی۔ جیواں ہیرا کو چاروں دھام دیکھ کر اس کی لنگوٹی پر رک گئی۔ ہیرا سانسی خوش ہو کر ہنسا۔ جیواں کی ٹھوڑی پر تھپڑ مار کر کہا۔ "اری او میری قسمتی، یہیں لوٹوں گا دن نکلنے سے پہلے!"

"صاحب نبیڑھو، تمتا راکیف دان اس بھوتنی کتے...... یہاں...... یہاں..."

ہیرا سانسی نے پھدکتے پاؤں ڈیوڑھی لانگھی اور باہر سے کنڈی چڑھا دی!

جیواں اندر کھڑے کھڑے بھوت مغلوب کرتے کو دوہراتے چلی ــــ

ندی کو باندھ دے اوڑے کو

دریا کی لہریں باندھ دے

اُتنے سے باندھ دے ٹوٹکا

جب اُسے شیر باندھ دے

بچھو کا داغ پکڑ کے باندھ دے

دندان زہر باندھ دے"

کڑکتی بجلی اور گھنگھور برسات میں ہیرا سانسی گاؤں سے اس طرح بے کھٹکے باہر نکل گیا جیسے چڑیا اس پیڑ سے اُس پیڑ تک اڑی ہو۔ کھیتوں میں ہوتا ہوا اڈول پانی اتر گیا۔

اوپر برستے مینہہ کا پانی۔ نیچے تل چناب کا۔ سیدھی اُلٹی تریاں۔ لہروں میں ہاتھ پاؤں کی حرکت ایسی جیسے مچھلیوں کے جال۔

پار پہنچ نظر دوڑائی۔۔۔ سامنے بیگو وال۔

گھپ اندھیرا۔ آسمان کی کالی کجراری چادریں دھرتی منڈیروں پر جھک آئی تھیں۔

بجلی کی جھم جھماتی تڑک میں دور سے آتی ڈاچی کو ہیرا سانسی نے اپنی نظر میں قید کر لیا۔ کلو وال سے ادھر آتی ڈاچی پر مال و متاع! ہاتھوں کی تالیاں پھڑکنے لگیں۔

اکرم خلیفہ نے اس ہوا مار ڈاچی کو راہ پر کیوں ڈالا؟ کون نہ کھسوٹ لے گا راہ میں!

ہیرا سانسی نے جانے پہچانے کنڈھے سے بیریوں کی طرف قدم بڑھایا۔

چڑیل والے کنوئیں کے پاس تڑی کا اونچا ڈھیر دیکھ کر ہیرا کے پاؤں رُکے۔ لمبا سانس کھینچا۔ آدم بو۔ کان لگایا۔ گیلے چارے کے بنڈ میں ہلکی سی سرسراہٹ۔ قدم اُٹھا سانسی نے ڈھیر میں سے ہاڑ ماس کی پنڈلی ایسے پکڑ لی جیسے کوڑ کرلی اُٹھائی ہو۔

"اوئے کون! ماں کا یار! کس پیرا آنکھ رکھنے کو یہ دھندپھند!"

"بے ننگا ہے کرم جی! میں رُلا کھوجی!"

ہیرا سانسی نے پنڈلی کھینچ جسم کا جسم باہر نکال لیا۔

"اوئے دریا سامنے اور موتر میں سے مچھلیاں! دوڑنے کی کوشش کی تو ٹوٹے کر کے بھنور میں ڈال دوں گا!"

"مجھے زندہ رہنا ہے ہیرا استاد! تمھارا ہاتھ بندھا غلام ہوں!"

"او رلیا، بتا تیری ماں کے خصم پولیسے آج کس پنڈ میں اٹکے ہیں؟"

"دادو کھوجی کی خبر ہے کوٹلی لوہاراں!"

"اوئے بچو۔ سچ! جو بولا جھوٹ تو...."

"سونہہ اللہ کی! پولسیوں کی خبر ایسی کہ آپ کا رُخ بھاگوں والا!"

ہیرے نے گردن پکڑ لی۔ "بترا! گھٹ گھٹ چھوڑوں گا۔ کسی پاپی پولسیے نے کل تک میرے اس پاس اپنا بوتھڑا نکالا تو تو گیا!"

"ہیرا بر بادشاہو!"

ہیرے نے رُرے کو کس کر بانہہ سے پیٹا کہ یکایک بجلی کی چمک سے رُرے کھوجی کی پوشاک آجاگر ہوگئی۔ تھانیدار پولس کے سجاول خاں کا نام رُرے کھوجی کا، کام چوروں کی مددگار۔

سانپ کی سی تیزی سے ہیرا سانسی نے سجاول خاں کی گردن ہاتھوں سے دبائی اور پولسیا سنبھلے کہ سنبھلے پاؤں اکھڑ گئے اور کاٹھی مجسں بن کر نیچے ڈھے گئی۔

"لوجی سجاول خاں جی۔ ہم نے تو اپنی محنت کار کمائی کر ڈالی۔ اب آپ دریاؤں کے سناٹوں میں موج مارو!"

پتّن سے اتر ہیرا سانسی شہر یتھو والے کنوئیں پر پہنچا تو اپنی آنکھوں کے جگنو کانوں میں آلگے۔ دور کہیں کتا بھونکتا تھا۔ ہیرا جھٹ پاؤں سمیٹ کونکنیوں کے پیچھے ہوگیا۔ ایک کوڑی ہی گنی تھی کہ جنا سوار کے ڈاچی پاس سے نکل گئی۔ کہیں سجاول خاں کی تو پنی تو نہیں!

تن کھے قدم اٹھا ڈاچی کو جا پکڑا۔ مال سے لدی پھندی۔ نکیل پکڑ سواری لے لی اور ڈاچی کا مُنہ پتّن کی طرف موڑ دیا۔

کلر کے بیچوں گہن ٹھٹھان میں گھس ہیرا سانسی نے ڈاچی کے گلے کی ٹلی بجائی۔ کنڈی کھلنے کا کھڑکا ہوا۔ کسی نے باہر جھانک کر تنگڑی آواز میں کہا۔ "کون ہے پور سوان اس انڈھریانی میں!"

"علیا، استاد شانس مل کا غلام!"

کھیس سے مُنہ سر لپیٹے علیا پاس آیا۔ آنکھوں کی سرمئی جوت سے ہیرا سانسی کو پہچانا اور ہلا کر بیٹری کی طرف بڑھ گیا۔

بھارتول کر ایک بھاری قدم ٹھہرا تو سائنسی کی سوجھ بوجھ نے منڈی اُٹھائی۔

ڈاچی سے کود ٹھنڈے گلے سے للکارا۔" کن سوچوں میں ہو علیا اُستاد! سوار اور سواری دونوں پار اُتریں گے۔ کھانے کا سودا نہیں۔ رب کے فضل سے گتھیں ہی گتھیں"۔

علیئے نے جو کھم کی بھنک پڑتے ہی گلے کا تھوک اندر نگل لیا اور سادگی سے کہا۔" اندھیروں کے سردار ہو، جو کہو مانیں گے!"

ڈاچی کے قدم رکھتے ہی ناؤ ایک طرف ڈول گئی۔ علیئے نے مال سے بھری چھٹ اتاری، پیچھے رکھ وزن صحیح کیا تو ہیرا سائنسی ملاح کے سامنے بیٹھ گیا۔

"لوجی، دریاؤں پہ زندگانی کے پیر خواجہ خضر کی حکومتیں۔ نام لو دریا پیر کا اور بیڑی کو بھنوروں سے پار اُتار لو۔ خواجہ خضر سب بھلی کریں گے"۔

عین دھار کے بیچ پہنچ علیئے نے مُنہ کھولا۔" ایسے کاموں میں بھی اوپر والے کی ہی برکتیں! سائنسی استاد، پہلے پہر مینہہ موسلا دھار برسا۔ اب چھوٹی موٹی کن من۔ پار پہنچتے وہ بھی تھم جائے گی"۔

ہیرا سائنسی دریا کو نہیں ملاح کو ناپتا رہا۔ پھر پوچھا،" علیئے مال کہ پتے؟"

" استاد، آپاں مال کا کیا کریں گے!"

" چلو، تمھیں جو چاہیے، وہی پہنچ جائے گا"۔

" کیوں نہیں، مخبروں سے حساب کتاب صاف کرنے کا عقیدہ تو قدیم ہی سے چلا ہی آرہا ہے!"

ناؤ کنارے جا لگی۔ ڈاچی اُتری۔ سامان لدا اور ہیرا سائنسی ڈاچی پہ جا بیٹھا۔

لگے رہیں کھوجی اور کرتے رہیں شناخت۔

علیا ظالم سائنسی کی خفیہ بھبکی سمجھ گیا۔

" سائنسی استاد، آپاں نے تو نہ دیکھی ڈاچی، نہ ڈاچی سوار"۔

علیئے نے کیس کا تازہ بنڈل مار کشتی موڑی اور اندھیرے میں اوجھل ہوتے ہیرا سائنسی کو دیکھ سر ہلایا اور جی ہلکا کرتے کے بڑبڑایا۔" یہ بدکاریاں یا پھٹے یا سٹے یا لٹے!"

برستی گرجتی رات میں کلووال والے ساون شاہ کے یہاں سن گن لگی کہ ڈاکہ پڑا یہ جانے پولس یا جانے

کھوجی۔ ہیرا سانسی تو جس پیروں گھر سے نکلا تھا، اُنہی پیروں پلٹ آیا۔
باہر سے کنڈی کھولی اور آنگن میں پہنچ کر اندر سے چڑھا لی۔
اندھیرے ہی اندھیرے میں گھر بھر کو سونگھا اور کوٹھری میں جا کر جیواں کو بھینچ لیا۔
"چھوڑ دے، چھوڑ دے رے پہ تبا!"
ہیرا نے پچا تیوں کو چھوا "یہ کا نگھریہ!"
جیواں نے بانہوں کا گنجل مار لیا۔ "ہٹ رے، ہٹ جا ٹیرو!"
ہیرا نے ہتھیلیاں چھاتی تلے داب دیں۔ "نری ہریتی!"
"مُورے... مُورے...!" جیواں نے جیسے کتے کو دھتکارا پچکارا ہو۔
ہیرا نے ڈھانپ لیا۔ "یہ چوہ میری، چل ری، بڑھتی رہ، جا، تم تم..."
جیواں نے بانہوں پہ سر ٹیک دیا۔ "اور بھر! بڑے نیچے کھو تا ہے کھوتا!"
ہیرا نے چھیڑا "چل ری چل، اتار میرا قرض!"
جیواں کھڑ کھڑ ہنسنے لگی۔ "رو کڑ ہیں کہ جنسی ہیں!"
"جو تو چاہے۔"
رتیاری واہنی ہیں غوطے مار ہیرا سانسی تھما تو جیواں نے پوچھا۔
"کیوں رے، بیکھے چڑھ گیا!"
"ہاں، کال کر تیجا اتر گیا۔"
"پچھتی مار بیچ سرور۔"
"خیر ہو لم دور بلاق!"
یکایک جیواں نے کان دیا اور ہیرا کو ٹھیل کر کہا۔ "نچھٹ جا پاپیا!"
دونوں سانسیں روکے ایسے پڑے رہے جیسے ادھ موئے ہوں۔
کوئی کوٹھے کی منڈیر سے لٹک کر نیچے آیا۔ کوٹھری کی کھلی کپاٹی سے جھانکا اور یہ جا وہ جا....
ہیرا سانسی اور جیواں منجی پر لیسے پڑے رہے۔
دھوپ گھر گاؤں کھیت کھلیان میں چمکنے لگی تو سانسی اُٹھ کر آنگن میں آیا۔ دروازے پر لٹکتی کنڈی

دیکھی تو سب سمجھ گیا۔

جادو من:

کنڈی اتار سانسی جادو من کہہ گیا کہ پولس تاک میں ہے ۔ بے کھٹکے نہ رہ۔

ہیرا سانسی دل ہی دل میں ہنسا۔ کپڑا لیٹرا لوی پار۔ گہنا چھلا گجرات صرافے، برتن بھانڈے

منڈل بار، ڈاچی جا بندھی بڑوں کی رہ بے سجاول خاں دہ سوگنے گہرے۔

ہیرا نے جیواں کے کان میں کچھ پھسپھسایا تو جیواں نے چارپائی کی ننگی چوکھٹ اٹھا کر گھر کے سامنے پٹک دی اور آس پاس کے پڑوسیوں کو سنا کر کہا " ارے بے پیندے کے برتنا میں اس برکھا مینہہ میں بھنیے سوتی مرتی ہوں۔ ایک منجی تو بنا دے نکرمے!"

ہیرے کا ہمسایہ باہر نکل آیا۔ کتی صبح سویرے بھونکنے لگی۔ ارے چارپائی کا سٹرا ننگا باندھ پیڑیاں ڈال تو رات تک نبٹر جائے گی!"

جیواں پھٹکیں بھیجنے لگی۔ " ارے لوگو، یہ چھچھڑا بھرتار مجھے نوچ نوچ کھائے کہ کوئی کام کر کے دکھائے!"

ہیرا نے دھمکایا۔ " چپ، الو کی دیدوں والی۔ گوبر کی بھوسی ڈال اور لپائی کر لے اپنے بوتھڑے کی۔

" جا رے جا او جانگلو!"

پڑوس سے جاتری اور مندرا سانسی باہر نکل آئے اور دھمکا کر کہا " او جیواں سپیادی لگام دے زبان کو۔ گبرو ٹرنے گٹ مار کی تو ہمیں نہ کہنا!"

جیواں چلانے کرلانے لگی۔ " چپ او مُئے میرے جانگلو کے یارو۔ میرا لمتیر نہ کچھ کمائے نہ لائے۔ سو بار لعنت ملامت بھیجوں گی۔"

ہیرا نے پاس آ کر جیواں کی گتری کھینچ دی۔ " اری بھیڑ کتی، میری مونچھ پہ ہاتھ ڈالتی ہے! ایسا ڈنڈ دوں گا....."

" جا او لیٹر گھوگھی رونگٹیا، دھو آ منہ ماں کی موت میں!"

ہیرا نے ایسے گھٹسن مارے کہ آن کی آن میں پنڈ اکٹھا ہو گیا آس پاس کے سگوتی آ گئے۔

"چپ او او تری، منہ کتے لگام دے!"

"کاہے رے! میرے دیدوں نے دیکھے اونچی نک والے ٹُکلے!"

یہ سنتے ہی سانسیوں کی گوٹھ کو سانپ سونگھ گیا۔

ہیرا نے جھٹ چیلنج قبول کیا اور جیواں کے بال پکڑ گھر کے اندر دھکیلنے لگا۔ "کتے کھانی، مُنہ پر لگا دوں کا مافرہ!"

جیواں نے جھٹکا دیا۔ "ہیریا مادھو، پھٹ جا!"

ہیراں نے کوٹھے کی سیڑھیوں کی جانب دلانگ ماری ہی تھی کہ پولیس بابوؤں نے گھیر لیا۔

جیواں نے ہار نہ مانی۔ ہاتھ ہلا ہلا کر چلانے لگی۔ "ہیں نہ تجھے روتی رے! کون میرے انگنا تیرا جانگڑا کھیلتا ہے بے اولاد بیٹے!"

جاتری نے مُنہ پر ہاتھ رکھا۔ "چپ!"

"پلّے باندھ لے رے خصماں میرے! فتے شہید کی ماڑی بیٹھ اس تس کی موت نہ بلاؤں تو میرا نام جیواں نہیں!"

ہیرا سانسی سپاہی کے سر پر سے تھوک دیا۔ "کاتھوکی والی مائی کی سونہہ لٹ بیرئیے جو میں لوٹ کے تیری جھجھری سونگھوں!"

"شاہ صاحب، اگر ملوانے کو رسول واہی ہی دینی ہے تو کیوں نہ بندہ ملوانے سے جادو لکھوالے اور کیوں نہ پھر کالوں پر لوٹنگ لوٹنگ پھرے!"

شاہ جی ہنسے۔ "بات تو تمہاری غلط نہیں نجیبیے، پر تم جانو، نیگ دستوری تو دنیا میں قائم سلامت ہے ہی نا!"

"شاہ جی، ماہنتر۔ ساتھ بندے کی بات یہ کہ سرا ہندی سوئے تو پواندی سوئے تو پیٹھ کنڈ بیچ میں ہی ٹکے گی۔ پر اُچت والوں کی تو ہمیشہ ہی سلامتی ہے!"

"نہیں نجیبیے، بات ایسی نہیں۔ نیک اصل اور بد اصل کا فرق تو ہر ایک کو یاد رہنا چاہیے۔ اگر

رہے تو دھرم گھڑی برابر بندوں کا وقت صحیح کرتی جاتی ہے۔"

"کاشی شاہ، آپ تو ہوئے پکے بچیار اور باتیں آپ کی عالمانہ! باقی خلقت تو کبھی ہیٹھ کبھی اوپر۔"

بڑے شاہ جی نے گہری نظر سے نجیبے کو دیکھا اور سر ہلا کر کہا "نجیبے، کنویں کھودنے والے ٹوبے دیکھے ہیں نا! پہچان ہے ان کی کاہی اور کیتی!"

نجیبے کا منہ تو منہ دانت بھی ہنسنے لگے۔ "شاہ جی، تعریفیں آپ کی کہنے والے مبالغہ نہیں کرتے کہ شاہ پلک سے پاتال پہنچتا ہے۔"

"نجیبیا، گنبج کی مال دیکھی ہے نا! دبی لاتی ہے کھینچ کھینچ پانی جھلر کا۔"

"صدقے بادشاہو، صدقے۔ منہ پر بات ابھی آئی نہیں کہ آپ نے صحیح کرلی۔ شاہ جی، بات یہ ہے کہ چک پڑنا ابھی باقی ہے اور بیسوں کا ٹوٹا ہوگیا ہے۔ ہو جائے کچھ مہربانی آپ کی تو کنویں کا روپ رنگ بنے!"

"نجیبیا، کیا کنویں کی سنبھالی چلے گی حبیب کے ساتھ!"

"شاہ جی، حبیبے کے ساتھ تو چل بھی نکلے ایک دفعہ، پر ساجھی دار تو خبرو لاسے تین ہو گئے!" پاؤں کے بل بیٹھا نجیبا زمین پر لکیریں بنانے لگا۔ "چوتڑ گڑھ والی بیماری ہی سمجھو۔ ایک کی توفیق نہ ہوتی تھی، دوجے کی رہ نہ آتی تھی۔ تینوں نے سمیٹا سمیٹی کرنا واں جمع کیا اور کنویں پر لگانے کی سوچی۔"

شاہ جی چوکنے ہو کر اس لگی بندھی آسامی کو دیکھتے رہے۔

شاہ جی نے بات آگے ٹھیلی۔ "نجیب بادشاہ، تمھارا بینترا سمجھ نہیں آیا۔ ناواں پلے نہ ہو اور بندہ رہ رہ کر تہمد ڈھیلا کرتا پھرے!"

نجیبے نے کانوں کو ہاتھ لگا لیا۔ "توبہ کرو شاہ صاحب، اپنا وسیلہ ایسا کہاں! ہاں یہ کہو کہ جٹ بوٹ کی عقل موٹی تو انکار نہیں۔ منڈھ ایک دن ہم دونوں بھائیوں نے سوچا کیوں نہ روز روز کی خواہی مکا چھوڑیں!"

"منہ اندھیرے لکو خاں کھڑا انتھا و تتر لگانے اپنے کھیت کی منڈیر پر۔ بیل نے گنڈاسہ لے کر

اُدھر قدم ہی اُٹھایا، پر رب جانے کیسے ہوا کیا ہوا، میں ارادے سے تھڑک گیا۔"

جیبے کے پاس پہنچا تو پوچھا، "کیوں کر دیا جاتا؟"

"نہ قدم ہی رُک گئے تو بتا بھراوا، ہاتھ کیسے اُٹھتا!"

"سنتے ہی جیبے اُٹھ کھڑا ہوا، سر پر منڈاسہ باندھا اور ہاتھ بڑھا کر کہا، لا ادھر کر تو کہ!"

جیبے نے دو چار قدم ہی اُٹھائے ہوں گے کہ اُلٹے پاؤں واپس ہوا، متذبذب سا بولا، نجیبے!

لکو خاں کی بڑی ہوئی لگتی ہے قدم میں نے بھی اُٹھائے پر دودھ کی اڑک سامنے آ کھڑی ہوئی۔ ماں

سے سنا کرتے تھے کہ اس جیبے کا چھوٹ خالہ اللہ کو بیاری ہو گئی تھی۔ باری باری ہم دونوں کو ماں ہی

دودھ پلائے۔ نجیبے ہاتھ اُٹھتا بھی تو کیسے! قدرت کا فیصلہ سمجھو۔ دودھ زور مار گیا لہو پر!"

"شاہ جی، ہم بھائیوں نے اُسی دن سوچ لیا کہ مل جل کر کوئی راستہ وسیلہ نکال لیں۔"

کاشی شاہ نے شاباشی دی۔ "بہت چنگا نجیبیا، رب نے سمجھائی اور تم نے سمجھی۔ اپنا امیرو پہلے

ہی کالے پانیوں پہنچا ہوا ہے!"

"کوئی خبر و براُ میرے کی! پانچ چھ سال تو نکل گئے!"

"ہاں جی۔ وہاں بھی اس کی پہلوانی لمبرداری!"

"چلو بنا رہے! نجیبے، کالے پانیوں کے ہوا پانی ناقص۔ زہریلے مچھر ایسے کہ بندے کا دت رس

چوس ڈالیں۔ سزا پوری ہونے تک بندہ وقت ٹپا جائے تو بس ڈھانچہ ہی ڈھانچہ رہ جاتا ہے۔"

"شاہ جی، سننے میں آیا ہے کہ جیب والوں اور ڈیرہ جٹ کی اچھی چوکڑی جمی ہوئی ہے۔"

"اپنی پھوپی کی جوائیں، وہی جی کوٹلی لوہاراں والی وزیرہ، اُسی نے کسی کے ہاتھ رقعہ بھیجا تھا۔

لکھا تھا کہ اللہ کے فضل سے وہاں بھی کھڑے کا ہی خالصہ ہے۔ منا ہی ہے پر کرنے والوں نے وہاں

بھی گنیاں جمع کر رکھی ہیں۔ دیکھیں امیرا کن رنگوں میں!"

"نجیبیا، تم سب بھائیوں میں وہ بہادر اور جواں مرد!"

"سچ ہے شاہ جی، چھاتی یہ اس کی پیڑا پہاڑ اور گردہ موجوار! جو آ گئی دل میں کرنے کی تو

پھر کیا! یہ آرا اور وہ پار!"

شاہ جی نے ایسے بہادر کا استقبال کرنا ضروری سمجھا۔ "بے شک امیرا اپنا دلدار اور بہادر

برادری کا فرزند ہے۔ سزا بھگتا گھروں کو لوٹے!"

"آپ کی زبان مبارک شاہ جی! سننے میں آیا ہے سرکار نے کالے پانیوں کے لیے نیا قانون نکالا ہے۔ اگر بارہ تیرا سو نمبر سالانہ جمع کر لے تو سنگین جرم والوں کو باقاعدہ رعائت دی جائے گی۔"

کاشی شاہ حساب لگانے لگے۔" روٹی کے دو تین نمبر بھی ہوں تو خیر صلاح لوٹنے کا دن یہ رہا۔"

نجیب اپنی خوانخوار کاٹھی کے باوجود چھوٹا سا بلونگڑا لگنے لگا۔" شاہ جی، یہ تو کھلنڈری ہی بات ہوئی۔ بندہ مدرسے نہ بیٹھا تو کالے پانیوں جا پہنچا۔ جی، وہ کھاریوں کے کالے پانی والوں کا پوترا بڑی ٹنکاروں سے گھروں کو لوٹا ہے۔ سیدھا پنڈ پہنچا تو دیکھنے والے عش عش کر اُٹھے!"

شاہ جی! سر ہلاتے رہے۔" اس بھولے جٹ سے کیا کہیں کہ عمر کو لگا کالے پانیوں کا دابا نرا گھن ہے!"

کاشی شاہ نے بڑے بھائی سے پوچھا۔" کھاریا والوں کا ٹبر کالے پانی والا کب سے کہلانے لگا؟"

"یہ قصہ بہت مشہور ہے۔ ان لڑکوں کا پڑدادا نظر محمد ولد دل محمد مہاراجہ کے وقتوں دھرکوٹ کمالیہ سے لہندے اترا تھا۔ بڑا دھوم۔ دھاکڑی بندہ۔ بس جی، علاقے میں طوطی بول گئی۔ رنجیت سنگھ مہاراجہ نے کارنامے دیکھے سنے تو ٹکڑی کا سردار بنا دیا۔ فوجوں میں اس نے بڑے بڑے ٹاکرے کیے۔ فرنگی حکومت جب پنجاب میں جمی تو چُن چُن ہمارے بہادر کو بوچے۔ نظر محمد کو بھی ڈاکہ زنی اور قتل میں پھنسا کر کالے پانی بھیج دیا۔ اُسی ٹبر ہے یہ کالے پانی والا۔

نجیبا دپ دپ کرنے لگا۔" واہ کوئی بات ہوئی نا!"

نظر محمد اور نورپور والے سرور شاہ نے انڈمان جیل میں پنجابی قیدیوں کی مدد سے انگریز داروغہ کو مارنے کی سازش کر ڈالی۔ بس شہرت ہو گئی۔

نجیبا ہنسنے لگا۔" شاہ جی، یہ بھی گلی ڈنڈے کی ٹل والا حساب ہے۔ یا مار لو یا مروا دو۔ پد جاؤ، نہیں تو پدوا لو اپنے کو۔ سیدھا راستہ تو ایک ہی ہے سرکار۔ جوائیں بنے رہو اور روٹیاں توڑتے رہو۔ باقی تو جی، زور جبر ہو۔ تو وہاں بھی کچھ نہ کچھ چوج چگتا ہی رہتا ہے بندہ!"

" نجیبے، گھٹنوں گھٹنوں دن چڑھ گیا۔ اوپر جا کر لسی پانی پی آ!"

نجیبا اُٹھ کھڑا ہوا۔ "اصل کام تو باتوں میں رہ ہی گیا۔ شاہ جی! جو چل جائے قلم آپ کا تو کھو والا کام سر جائے۔"

چھوٹے شاہ نے دلاسہ دیا۔ "جینے کو لے آنا، شام کو!"

بڑے شاہ بولے۔ "دھیان سے میری بات سُن نجیبے! ایک کھو میں تین سانجھیاں اچھی نہیں، کر بھی لو تو پنگیں گی نہیں۔"

"شاہ جی! یہ جھمیلہ نمٹے کیسے! ہاتھ میں دھیلا ادھیلا کچھ نہیں! جو ٹھاوہ لگ گیا۔"

"نجیبے جہاں سو وہاں سوا سو۔ کل تم کے آگے لے جانا!"

"ہزار توفیق ہو شاہ صاحب! رب بہت دے!"

یہ سن کر نجیبے کے پاؤں نہ پڑتے تھے زمین پر۔

جیبے کو جا کر بتایا تو اس نے سوانی کو آواز دے ماری۔ "گھی لگا کے دو پڑ یکا چنگی سی اور لسّی میں شکر بُرک لا۔"

"بھرا جی! ہمارے حق میں تو تین بھائی وال ہی اچھے تھے۔ لوٹانے والے تو بنتے!"

شاہ جی کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بڑے بھائی والی شیانف برقرار رکھی۔ "کاشی رام! یہ رقم کبھی لوٹے گی؟"

انگلیوں کے پوروں پر شاہ جی کچھ حساب لگاتے رہے اور ہنس کر کہا۔ "ایسے ٹمبر سے زمین کھیتی لوٹ سکتی ہے۔ قرض نہیں!"

"بھرا جی، جٹ کسان اب زمین کا بے کو چھوڑنے لگے! پھر اب قانون ان کے ساتھ!"

"نہیں چھوڑتے۔ چھوڑ سکتے نہیں۔ پر بھگت جی، چھڑوانے والے ہتھیانے کے لیے ترکیبیں لڑانی پڑتی ہیں۔"

کاشی شاہ کی پیشانی پر ایک ہلکا سا تیور اُبھر آیا۔ "نجیبے جیبے کا تو کام بن گیا، پر گوخاں کیا کرے گا۔ کیا ان بھائیوں کی قدم بوسی ہی کرتا رہے!"

"نہیں۔ وہ ہاتھ پیر مارے گا تو اُسے بھی دیکھ لیں گے!"

"فوجیو مبارکیں! مبارکیں ہوں، گھر آنے کی مبارکیں۔ بادشاہو، پورے تین سال بعد دیدار دے رہے ہو۔ اپنے لشکروں میں دلجوئیاں۔ دھنیئے ہو دھنیئے ہو پیارو!"

جہاں داد جی۔ انکھیاں تھک گئی راہ دیکھتے! یاروں کے ساتھ اتنی راستی ہو گئی کہ گھر لوٹنے کو دل ہی نہ کرے!"

اب کیا بتائے آپ کو چاچا محمد دین! اتنا سمجھ لو کہ جس دن چھٹی منظور ہوئی اسی دن ٹیوسی ماری۔"

جہاں داد جی نے اپنے ساتھی کو مجلس میں پیش کیا۔

"بادشاہو، یہ ہیں اپنے عزیز دوست صاحب خاں۔ اپنی چالیس پنجابی پلٹن کے ہی ہیں۔ یہ سمجھ لو کہ ہم برسہا برس اکٹھا رہے ہیں۔ ہماری بھرتی بھی ایک ہی دن ایک ہی جگہ ہے۔ عرض یہ ہے کہ دوستی یاری نبھانی کوئی سیکھے ان شاہپوریوں سے!"

کرم الٰہی مضبوط قامت و جسامت دیکھ کر خوش ہوئے۔

"بادشاہو، دوستی یاری کی برکتیں بہت، پر پُتر جی! شاہ پوری پگ آپ کی ذرا آنکھوں میں کھٹکتی ہے!"

صاحب خاں نے فوراً جھک کر سلام کیا۔ "جناب حکم کریں تو اتار کر قدموں میں نہ رکھ دیں!"

شاہ جی ہنسنے لگے۔ "بس جی، نظر اتر گئی۔ چاچا کرم الٰہی، آپ کی بزرگی کے کیا کہنے۔ جوڑی بھی تو یاروں کی خیروں سے ایسی کہ دیکھ بھال کر بھوک اُترے!"

مولاداد جی چھوٹے بھائی اور اس کے دوست کی تعریفیں سُن سُن کر خوش ہوئے۔

"جی صدقے، جی صدقے!"

گنڈا سنگھ نے مسخری کی۔ "کیوں جی بندوق والیوں، خیروں سے اتنی دیروں بعد آئے ہو، اپنا گھر، پنڈ تو پہچان لیا ہے نا؟"

جہاں داد جی بہت گرم جوشی سے ہنسے۔ "سمجھو، آپ ۳۲ پنجاب اور ہم ۴۰۔ زیادہ فرق تو نہ ہوا! آپ تو جانتے ہیں، فوجی بندے دنیا جہان گھومنے نکل جائیں پر دل اپنا پوٹلی میں باندھ کر اپنے پنڈ کے پرانے رُخ پر لٹکا جاتے ہیں!"

"سبحان اللہ! واہ واہ بھرجیتا کیا بات کی ہے! دل خوش کر ڈالا ہے!"

شاہ جی نے بھی جہاں داد خاں کی تعریف و توصیف کر دی۔

"جو کوئی گاؤں کا پیارا، اپنا دل لٹکا جائے پیڑ کی ڈال پر تو مر دی گرمی پنڈ والے بھی اپنے نیر حاضر سجن پیاروں کو یاد کرتے رہتے ہیں، کیوں فتح علی جی، جھوٹ تو نہیں نا!"

"برابر صحیح۔ جس طرح اپنے بچے کپڑوں کو دھوپ ہوا لگوائی جاتی ہے۔ نا ویسے ہی سمجھ لو اپنے دوستوں یاروں کی یادیں!"

تایا میبا سنگھ کو سوجھی سوجھ گئی۔ "ذرا میری بھی سن لو! اس دھرتی کا ان پانی منہ لگانے والا دن کھرے سونے سے اعلیٰ اور افضل۔ دھوپ ہوائیں لگواؤ نہ لگواؤ، یہاں کسی دل کو زنگ لگنے کا کوئی کام نہیں۔ کھلا خلاصہ۔"

دونوں دوست سن کر ایسا خوش ہوئے کہ اٹھ کر میبا سنگھ کو فوجی سلام مار دیا۔

تایا طفیل سنگھ کا دل شرما کر شاد ہو گیا۔

"سو فصلوں کی کھٹی کمائی کھاؤ۔ میبا سنگھ روز ارداس کرے گا واہگرو کے دربار میں۔"

شاہ پور یا صاحب خاں بہت نٹ کھٹ بن کر دھیرے دھیرے مسکرا رہا۔

کرپا رام آئے تو اپنے ساتھ کو کلا مراثی کو لے آئے۔

"شاہ جی اپنے فوجی سورماؤں کی آمد سے پہلے تو ہو جائے گانا۔۔"

گنڈا سنگھ شرع اپنی مار منجی سے اٹھے اور کرپا رام کی گردن کو پکڑ لیا۔

"اوئے میرے بیبریا، میں پنڈ واپس آیا تو کیوں نہ حاضر کیا تو نے مراثی میراجس گانے کے لیے! بول، جلدی بول!"

منجیوں پر قہقہے بلند ہوئے۔

کرپا رام کو کچھ سوجھ گیا۔ ہاتھ جوڑ کر عرض کی۔ "فوج بہادر!"

"آپ کی آمد پر کوٹھے سے ہوا میں گولیاں داغی گئی تھیں، جو سارے پنڈ نے سنی تھیں!"

"سن لو لوگو، سن لو اس خچر کی باتیں۔ بندوق میری، گولی میری اور یارو، منڈل میں چلنے والی ہوا ہی خالی تیری تھی نا!"

"بس، او بس، اب اس سے بڑا سچ نہ بولنا!"

شاہ جی نے صاحب خاں کی طرف دیکھا۔ "بادشاہو، کوکلے کو اجازت دیں تو گانا شروع کریں!

صاحب خاں نے ماڑا سا سر ہلا دیا۔ "جی!"

کرپارام نے کوکلے کو آواز دی۔ "چل او کوکلے، شروع ہو جا! کوئی پھڑکتا کھڑکتا سنا وردی والوں کو!"

"جو حکم بادشاہو!"

پنڈ جھکے چوکیدار اگے

چوکیدار جھکے لمبردار اگے

لمبردار جھکے اہلکار اگے

اہلکار جھکے سرکار اگے

سرکار جھکے تلوار اگے

تلوار جھکے سپہ سالار اگے

سپہ سالار جھکے فتح تیغ اگے

فتح تیغ جھکے بادشاہ اگے

بادشاہ جھکے سچے بادشاہ اگے!

بیٹھک جھوم اٹھی۔

"واہ او واہ پُتّر کوکلے! یہ بند کب جوڑا!"

"شہنشاہو، آج ہی۔ سوچا گورا فوجوں کے سپہ سالار گھروں کو آئے ہیں، تیاری ذرا تکڑی ہی کریں۔"

کوکلے نے سلام کیا، جھولی پھیلا۔ باگے نے شاہ جی کے اشارے پر گڑ کی بھیلی دی۔ جہاں داد جی اور صاحب خاں نے ایک ایک ٹکا ڈال دیا۔

شاہ سلامت! ولایتی فوجوں کے مالک! رب رسول کی مہروں سے باجوں گاجوں کے ساتھ گھروں کو لوٹتے رہیں اپنے سورمے!"

جہاں داد خاں جی نے تعریف کی۔ "بہت رعب داب والا ٹکڑا تھا مراث اپنے پنڈ کی بھی ہوشیار

ہو گئی ہے۔"

گرودت سنگھ ہنسے۔ "میں نے کہا چھاؤنی صاحب، ننگ دستوری تو کوکلے کی بنتی ہی تھی، باقی یہ کوت میں نے پار کے سال ننکانہ صاحب کے گردوارے میں سُنا تھا۔"

کاشی شاہ نے ڈھیلا کیا۔ "بول ضرور سنے ہوں گے۔ مجھ سے پوچھو تو کوکلے نے بہت سوہنے گایا ہے۔ جو سری سری میں پاتشاہ اور بادشاہ کی حیثیت الگ الگ کر دی۔ اس میں کچھ تعلیم تو ہے نا!"

مولا داد جی کو یہ بات بہت پسند آئی۔ "واہ واہ، کیوں نہیں!"

گرودت سنگھ اور مولا داد بھی بھرتی دفتر کا ناک نقشہ دیکھ آئے تھے پر ڈاکٹری تک پہنچتے پہنچتے فوج کے خواب چکنا چور!

حسرت سے کہا۔ "مولا داد جی آپ ہی کوئی گرما گرم سناؤ۔ آپاں بھی پولس فوج میں بھرتی ہو جاتے، ذاتی عزت و احترام سے گھروں کو آتے۔"

کرپا رام نے سمجھایا۔ "خالصہ جی، اتنا ارمان اور بھرم اس عمر میں زیب نہیں دیتا۔ خیروں سے کاکا پرتھی سنگھ کو پیٹی پگ ملی ہوئی ہے۔"

جہاں داد جی نے پوچھا۔ "کاکا اپنا کس کمپنی پلٹن میں ہے۔"

"وہی جی سولہ پنجاب کی لیانٹرا آج کل جہلم چھاؤنی میں پڑی ہے۔ جہاں داد جی، آپ کا بھی ڈیرہ جٹ رسالہ ہی ہے نا!"

"نہ جی! اپنی رجمنٹ ۱۴ پنجابی۔ ۱۴ پنجابی مشہور ملکی پلٹن ہے۔ کوئی ذات جرگہ نہیں جو اس میں نہ ہو۔ اس میں جٹ، راجپوت، پنیروال، گکھڑ، درانی، بجوری، بھٹانی، یہاں تک کہ اس میں گورکھے بھی شامل ہیں۔"

کاشی شاہ نے پوچھا۔ "اخبار کہتا ہے کہ حکومت قبائلیوں کو قابو کرنے کی جی توڑ کوشش کر رہی ہے۔"

"جی سڑکیں چھاؤنیاں کئی بچھائی سجائی گئیں پر جی بلوچ قبائلی باز نہیں آتے۔ بڑے ظالم، صاحب خاں، یاد ہے نا جب مہسودیوں نے زوب کا رد پر گولی چلا دی تھی!"

"غالباً یہ اسی سال کی بات ہے جب میاں پاوندوں کا قافلہ گومل سے ہو کر خراسان کی جانب

بڑھ رہا تھا۔ بیسا کھ کا مہینہ تھا۔ کاروان سُستانے کو رُکا اونٹ کھول دیئے گئے۔ آگ جلا کر دیگیں چڑھانے کی تیاری ہو رہی تھی کہ زنی کھیل وزیریوں نے حملہ کر دیا۔ وزیری ستر تو اونٹ لے گئے اور جو مقابلہ کرنے کے لیے بڑھا، راہئی ملک عدم۔"

کاشی شاہ کو بیسہ اخبار والی خبر یاد آ گئی۔ "یہ تبھی کی بات تو نہیں جب محسودوں پر ایک لاکھ جرمانہ لگایا تھا سر کار نے؟"

"جی تبھی۔"

گرودت کو کچھ خیال آ گیا۔ "بادشاہو، فوج میں آپس کی دشمنیوں کے وارے نیارے بھی ہوتے رہتے ہوں گے؟"

"ہرا ہر۔ آپ جانو یہ روگ تو بندے کے ساتھ لگا ہی ہوا ہے نا۔ گئے سال گجرانوالے کے جٹی نایک کو ورک لینس نایک نے گولی مار دی تھی۔"

"ورکوں اور بھٹیوں کی پرانی دشمنی۔ دونوں کے مُنڈھ بیکانیر اور بھاٹنیر کے ہی ہیں۔"

"شاہ جی، ورکوں کی سُنی ہوئی ہے نا آپ نے۔ ریل گڈی ان دنوں نئی نئی چلی تھی۔ گھر والی نے دیکھا خصم کی پگڑیاں پھٹ گئی ہیں۔ بندہ روٹی کھانے بیٹھا تو کہا۔ "صافوں کا جوڑ جگت کر ڈالو۔ دونوں پھٹ گئے ہیں۔"

ورک بچہ تھالی چھوڑ کر اُٹھ بیٹھا۔ "ٹھہر، میں ابھی آیا۔" اُدھر کوئی گڈی اسٹیشن پر کھڑی تھی۔ ہاتھ میں کھٹی والا بانس لے کر ورک دور سے ہی اندر ڈالے اور مسافروں کی پگڑیاں اتار کر اگلے ڈبے کی طرف بڑھتا جائے۔ جتنے میں ننگے سروں والے مڑ کر دیکھیں، بانس پر چھ آٹھ پگڑیاں ہو گئی تھیں۔ اُدھر شور ہوا، اِدھر ورک گھر پلٹ کر تھالی کے آگے آ بیٹھا۔

گھر والی ناراض ہونے لگی۔" اور جنیا، روٹی چھوڑ کر اُٹھ بیٹھا کون گھڑی مہورت ٹلی جاتی تھی؟"

ورک برہم ہو گیا۔ "او چپ۔ عقل تیری گُت کے پیچھے۔ گڈی کھڑی تھی اسٹیشن پر، بندہ کام کر کے سرخرو ہوا۔ دوسری گڈی آتی لنگھے کی شام کو۔ تب تک آنکھوں کے ڈیلے گھماتا رہوں کہ اب آئی۔ وہ آئی۔ لو آ گئی۔"

بیٹھک ہنسی سے گونج اُٹھی۔

"بادشاہو، صافے پگ لانے کی ترکیب دیکھو ذرا!"

کیوں نہیں جی، ورک بچے بہت چالباز۔ ان جی پر کہاوت ہے۔ "پتر جی، چوری نہ کرسو تو کھو سو کیا!"

منشی علم دین پوچھ بیٹھے۔ "کیوں جی کیا پلٹنوں میں بھی چوری چکاری ہوتی رہتی ہے؟"

"ہوتی ہے۔ ڈیرہ اسمٰعیل خان، غازی خان، کوئٹہ، چمن کی طرف پستول کی چوری کافی۔ جی میں آ جائے تو اٹھالی۔ ۸۴ پنجاب جب کوئٹہ چمن تعینات تھی تو ہر روز ایک حادثہ!"

صاحب خان بولے۔ "ان کاموں میں بلوچ کا دماغ بہت تیز۔ جب تک بدلہ نہ لے کنڈے کی طرح دُھلتا سلگتا رہتا ہے!"

جہان داد خان نے یاد دلایا۔ "تابوت والا قصہ ہو جائے صاحب خان!"

"بادشاہو، ان دنوں ۸۴ پنجاب چمن میں ڈیوٹی ہوتی تھی۔ ایک بلوچ جوان نے عرضی دی کہ ٹشتہ دار میں موت ہو گئی ہے۔ لاش دفنانے کے لیے اُسی تربیج جانا ہوگا!"

درخواست منظور ہو گئی۔ ہونی بھی تھی۔ گورے افسر اپنے جوانوں سے اچھا سلوک رکھتے ہیں۔ اتفاق ایسا ہوا کہ بلوچ جب اونٹ پر تابوت رکھوا ہی رہا تھا، کمان کپتان اُدھر سے نکل پڑا۔ اسے کچھ شک ہوا۔ اس نے حکم دیا "تابوت کھولنا مانگتا۔ دیکھنا مانگتا!"

بلوچ نزدیک آیا۔ دھیمی مگر کرخت آواز میں کہا۔ "حکم واپس کر لو صاحب! تابوت کی عزت میں ہم جان دیدے گا یا لے لے گا!"

کپتان نے بلوچ کو گیٹ پاس دینے کا حکم دے دیا۔ شام کو بندوقوں کی گنتی ہوئی ایک کم۔

بلوچ چھٹی سے آیا۔ بندوق کندھے پر تھی۔

کپتان کے آگے پیشی ہوئی تو بلوچ نے انکار نہیں کیا۔ کہا۔ "صاحب، پرانی دشمنی تھی۔ ہمارے والد کے قاتل کو مارنا ضروری تھا۔ اب صاحب بہادر جو سزا دے گا وہ منظور!"

یہ سن کر گرودت سنگھ کے دل میں طوفان اُٹھنے لگا۔ کاکا پرتی سنگھ اس بار چھٹی پر آئے تو کچھ بات بنے۔ ٹانڈے والے کا تھا سنگھ کی خلاصی لازمی ہے۔ بھری برادری میں اپنے ٹبر کی ناک ہی تو کٹ گئی ہے۔

بیٹھا ہے۔

گنڈا سنگھ بہت گہری نگاہ سے گرودت کے پھولتے نتھنے دیکھتے رہے۔ پھر ترکیب سے اُسے چوکس کیا۔ "اُن کے لیے بدلہ لینا تو راہ و رسم ہی ہوا۔ بلوچی کی ٹھنڈک بہت گاڑھی۔ سنو ایک کسی نبی شاہ کو بتوں کے اتر سنگھ نے غصے میں زخمی کر دیا۔ اُس زخم کے ساتھ ساتھ بلوچی کا کلیجہ چھنکتا رہا۔ ٹھیک ہوا تو پہلا کام یہ کیا کہ اتر سنگھ اور اس کے پورے خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ پھر سرِ بازار اعلان کیا۔ خون کا بدلہ خون۔"

"جہاں دادجی، خیروں سے سواریاں پنڈی اُتری ہیں سیدھے کہ کہیں راستے میں چہل ٹہل بھی ہوئی؟"

رب کا فضل و کرم، خیر، لکھن داتا سکھی سرور کے دربار میں اپنی حاضری ہو گئی۔"

"واہ واہ، سکھی سرور کے حضور میں پہنچ جائے بندہ تو اور کیا چاہیے!"

"سبب بن گیا۔ صاحب خاں جی نے منت مانی ہوئی تھی۔ اُس کے ساتھ اپنی تقدیر بھی کھل گئی!"

چھوٹے صاحب بہت خوش ہوئے۔ "بھلا کم، روٹی رزق تو بندے کے چلتے ہی رہتے ہیں۔ نذر نیاز منت سب اس رحمت والے کی بندگی کی ہی شکلیں ہیں!"

"شاہ صاحب، لکھن داتا کے حضور میں ثواب ہی ثواب۔ جی ظاہری دربار سکھی سرور کا!"

بہت بڑی زیارت گاہ ہے۔ ایک طرف غریب نواز سرور شاہ کا تھان دوسری طرف بابا نانک کا، بادشاہو، سکھی سرور صاحب کی والدہ مائی عائشہ کا چرخہ پیڑھی دیکھ کر آنکھوں میں ٹھنڈک پڑ جاتی ہے تو اور سنو، پاس ہی ایک ٹھاکر دوارہ ہے۔ ایک طرف اپنے بھیروں کا مندر ہے!"

کاشی شاہ نے سر ہلایا۔ "اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہو تو بندہ یقین کرے۔ شاید یہ ہوا کہ تقسیمیں فرقہ والیاں تو بعد کی باتیں ہیں۔ انسان نے خود ہی بنائی ہیں رب رسول اور کرتا کارن ہار سب ایک ہی ہیں!"

کرم الٰہی کو کچھ سوجھ گیا۔ "بادشاہو! ادھر پنج پیر، اُدھر پنج پانڈو! ادھر پنج اولیاء، اُدھر پنج پیارے!"

میاں سنگھ پانچے پر چوکس ہو گئے۔ "برخوردارو، اس اپنے پنجاب ملک کا بھی رب کے ساتھ کچھ میل ٹھیل ضرور ہوگا۔ پوچھ بھلا کیوں! وہ یوں کہ رب نے بھی اُٹھا کے ملک پنجاب میں پنج دریا لگا دیئے۔ اُس دھرتی کا کیا کہنا سجنو، جہاں قدرت سے ہی پانجا پڑا ہوا!"

کاشی شاہ تایا میا سنگھ پر بہت خوش ہوے۔ اُٹھ کر گھٹنوں کو ہاتھ لگا دیا۔ "تایا جی، بات وہ جو وقت پہ سجے!"

مولا داد جی نے بھی خوشنمائی کی۔ "شاہ جی، اپنا وطن تو بہت ناز نخرے والا ہوا۔ زمانوں سے بہادر قوموں کی آمد و رفت لگی رہی۔ بڑے بڑے پیر، اولیاء، مرید اور شہید ہو گئے۔

"شاہ صاحب ایک ہی انوکھی داستاں ہے وہاں کی سکھی سرور کے تین مجاور ہے۔ کلانگ، کاہن اور شیخ۔ ان تینوں کی آل اولاد کی حاضری ہے دربار میں۔ کہتے ہیں سکھی صاحب کا قول ہے کہ ان تین شاخوں میں کل مجاور ایک وقت پہ سوا سو پچاس ہی رہیں گے۔ نہ ایک کم، نہ ایک زیادہ۔"

"بادشاہو، اللہ والوں کی انوکھی باتیں!"

جہاں داد جی نے لکھن داتا کے دربار سے آئی چُوری بھری گُتھی نواب کے گھر سے منگوا لی اور چھوٹے شاہ کو سونپ کر کہا۔ "آپ تقسیم کرو سب کے مُنہ لگواؤ۔ اللہ کرے اس مجلس میں بیٹھا ہر ایک غریب نواز کے دربار میں حاضر ہو۔"

سب نے چُوری منہ لگایا۔ "لکھن داتا، تیری رحمتوں کے صدقے!"

گنڈا سنگھ نے جہاں داد جی کو اشارہ کیا۔ "فوجیو! آپ نے ابھی کچھ خوشخبری بھی دینی ہے پنڈ والوں کو آج ہی دے ڈالو۔ یہ نہ ہو میری طرح ہفتہ لگ جائے۔ میں پینشن پرچی لے کے آیا تو خبر دینے کو لب نہ کھلیں۔ روز کوٹھے پہ چڑھ کر بندوق سے فائر کر دوں۔ پنڈ والے سوچیں کہ مجھے پٹاخنی عادت پڑی ہے۔ یہ قصہ لگاتار پانچ چھ دن چلتا رہا۔ ایک صبح اپنے شریک جھنڈا سنگھ نے آواز دے دی۔ اوئے گنڈا سنگھ، ذرا جگرا رکھ۔ سب فوجیوں کی پینشن پرچی نکلتی ہے۔ تو انوکھا تو پینشن لے کر نہیں آیا ہوا کو کس نے روکا جو روز رات کو گولی داغ دیتا ہے۔"

پھر لوگوں کو سنا کر اونچی آواز دی۔ "سن لو لوگو نائک گنڈا سنگھ ۳۳ پنجاب پینشن یافتہ ہو کر آیا ہے۔ آج اس کے گھر مبارکیں بدھائیاں دے آنا۔"

سو جہاں داد کوئی بھرم نہ کرو۔ خیر سے صبح کو بھی پہنچنا ہی ہے چوٹی پر۔"

"برابر۔ بادشاہو، اللہ کے فضل سے پوری عزت و آبرو کے ساتھ ہم دونوں فوج سے پینشن لے کر آتے ہیں۔

بیٹھک ایک پل کے لیے بجی بجی رہ گئی۔

مولاداد جی نے چھوٹے بھائی کو ہاتھ دیا۔" کہنے کو کیا، ابھی پانچ سات برس اور بھی رہ سکتے تھے۔ چنگا ہے اپنے گھروں کو ہی پلٹے ہیں۔ رونقیں رہیں گی۔"

شاہ جی نے بھی وقت کو سمیٹ لیا۔" بنیادی بات تو یہ ہوئی بادشاہو کہ اپنے برخورداروں کے لیے جگہ بھی خالی کرنی پڑتی ہے انسان کو۔ دوسرے گھروں میں چھوڑی ہوئی گھروالیاں اور کھیتیاں پل پل مالکوں کو پکارتی رہتی ہیں۔ ایک نہ ایک دن اُن کی سننی بھی ضروری ہے۔ جہاں داد جی غلط تو نہیں!"

شاہ صاحب، بالکل درست اور سچ۔"

چودھری فتح علی نے پورنا ڈال دیا۔" پتر جی، موج مزے اور وکرما جیتنی بہتیری ہوگئی۔ اب اپنی کھیتیوں میں لشکر بچھاؤ مجلسوں میں سجو اور رنڈ کو سجاؤ۔"

بابا فرید کی برکتیں
بدھائیاں جی بدھائیاں
اللہ بیلی کرم لائے
چڑھت سنگھ بھاگ سنگھ کے پوتروں کو۔
سوہنی رات آئے
بیل بڑھے
دیدار بڑھے
لاکھوں پر قلم
گتھیوں کے مالک
صاحب سنگھ کی شاخ بڑھے

گڑ اور بتاشوں کی چنگیریں اُٹھائے شاہ جی کی بھاری گوہری بہنیں نندکوراں چندکوراں آنگن میں آکھڑی ہوئیں۔

مبارکیں جی مبارکیں، خیر مبارکیں

مولو مراثی کی آواز ڈیوڑھی پرے گونجی۔

نواب دھیان کی بیل

بی بی دھیان کی بیل

جا بچڑے کی چاچی سو سو شگن منائے!

جا تک کی پھوپھیاں سو سو برس جئیں!

سات خیریں بھتیجڑے کے منہ دھوئیں!

نند کوراں اور چند کوراں نے باری باری چاندی کے ٹکے مولو اور فتو کی ہتھیلیوں پر رکھے۔ دونوں بہنیں خوشی سے بھر آئی انکھیوں سے ہنس ہنس گڑ اور بتاشے بانٹنے لگیں۔

بابو نے اونچی آواز سے حویلی سر پر اٹھالی۔

ہر یا ری مائے ہر یا ری بہنو

ہر یا او بھاگی ہر یا

جس دہاڑے میرا لاڈلا جمایا

سو ہی دہاڑا بھاگی بھریا

گھوڑوں کے سہانے سُر سن کر چھوٹے بڑے بچے بالک لینے آگئے۔

چھوٹی شاہنی بدراؤں بھر بھر میٹھے بانٹنے لگی۔ "لو رے لو۔ تمہارا جوڑی دار آیا ہے۔ منہ میٹھا کرو۔ کھیلو کودو۔ خوشیاں مناؤ!"

شاہنی کے پسار سے ننھی ننھی سجری رلائی کی آواز باہر آئی تو نند کوراں اور چند کوراں ایک دوجے کو دیکھ مسکرائیں۔

"سن ری، ابھی تک چپ نہیں ہوا۔ ممانڑ ہوگی ضدی!"

"مہریں رب کی جس نے یہ سُلکھی گھڑی دکھائی!"

شاہ جی اوپر آئے تو بہنوں نے منہ میٹھا کروایا۔

"بدھائیاں ویر جی، بدھائیاں!"

شاہ جی نے دونوں بہنوں کو گھیر لیا اور ہنس کر کہا "اب ہماری پوچھ کہاں ہوگی۔ بھائی بھابی سے مٹھڑے پھوپھیوں کو بھتیجڑے!"

بابو مراثن نے جھولی پساری۔ "بڑے دربار، شاہوں کے پسندیدہ پھل مٹھی۔ شاہ جی، بابو کے کنگن گھڑے!"

شاہ جی نے جیسے آنکھ سے ہی حامی بھری اور نیچے جاتے ہوئے کہا "نندکوراں سب جی خوش کرو!"

بابو اور زینب دونوں انگنا میں پتھلا مار کر بیٹھ گئیں اور بندش میں گھوڑی چھیڑ دی۔

سن ری سہیلڑیو

اری بہنے لاڑیو

اک جولاہے کا بیٹڑا

میرے لاڈلے کا یار وہ

ماں کا برخوردار وہ

سوداگری آیا

ارائیوں کے جٹ نے ڈیوڑھی پر آواز دی

شاہوں کے باغ ساوے

میری پیپری کے مالک

بڑے بڑے اقبال والے

بوڑھے رحمتے نے خوشی میں ہاتھ اوپر کیے۔ "شکر ہے شکر ہے خداوند تیرا، شاہوں کے باغ آباد!"

نندکوراں نے گڑ کی بھیلی پر چاندی کا لکا رکھ رحمت کے آگے کیا۔ "خیر صدقے چاچا رحمتے مبارکیں تمھیں!"

اندر سے چاچا ہری نکلی اور چوکے سے بھکتی انگیاری دودھ الاتے میں لگا ہرمل اور ہینگ دھکا کر پھر پسار جا گھسی۔

نیچے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔

ماں بی بی نے چھجے پر سے جھک کر نیچے دیکھا۔ "شاہ جی بڑی بہنیں وزیر دئی اور پاروتی

گھوڑوں سے اتریں۔

بابو نے اوپر سے آواز دی۔" اری بدھائیاں ری شاہوں کی دھیئوں بہنوں سُکھی ساندی تمھاری دیجھوں کی گھڑی آئی۔ گج کے مانگے جو جو بھائی سے مانگنا ہے پہلے قول وقرار کر لو پیچھے سیڑھیوں پہ قدم رکھنا۔ پیچھے بھائی پھر جائی مُکر گئے تو سا سرے کیا مُنہ دکھلاؤ گی!"

بصرہ دائی پسار سے باہر نکلیں تو پھولی نہ سماتی تھی۔

لڑکے کی پھوپھیوں نے باداموں والے دودھ کا کٹورا تھمایا تو بصرو بی بہاروں پر پڑ گئیں مرلودوں کی اس سوہنی گھڑی خالی باداموں کی دس گریوں سے نہ چلے گا سہک سہک کر بھتیجڑا ملا ہے۔ دھوم دھڑکے سے لو اور ٹنکاروں سے دو۔ میں نے کہا ری پھوپھیوں کو ٹیکو ٹی جونیوں لیہ گل پوت گھروں میں اُترتے ہیں۔ ہاں!"

بہنوں نے نال مولنے کے الگ الگ لاگ دیئے۔ سروار نے کیے تو بصرہ بولی ٹھوکی سے باز نہ آئی۔" اری اونچی لمبیو بہنو، تم خیروں سے اوپر تلے کی پانچ۔ جب جب شاہنی کو دیکھتی، میرے دل دھڑکی لگ گئی شاہوں کی ہڈیوں میں کڑیوں کی پودھیری۔ جیسے جانگیں کاشی شاہ جاتکڑے ان کی طرف دیکھ کر آس بندھتی۔ اللہ اور نہیں تو کاشی شاہ کے بیٹروں سے لڑنے جھگڑنے کے لیے ایک شریک تو بھیج ہی دینا! سو دھیوں۔ دھیانیو، اوپر والے نے سن لی میری۔ بھر جاتی سے میری سفارش کرنا، بصرو کو لچھیاں گھڑوا دیں۔"

"کیوں نہیں ماں بصری تم نے لگی جھپی جند کو ہاتھ لگا کر شاہنی کی گودی میں ڈال دیا، تمھیں جو نہ ملے تھوڑا!"

"لچھیاں تو میرا زچگی کا لاگ۔ لال کی خوشی میں مانگوں گی دس سیری بھینس روز دوہوں گی اور پی پی کر دل ہرا کروں گی۔"

بصری نے جاتے ہوئے چاچی کو آواز دی۔" چاچی، زچہ رانی کے سرہانے لوہا ہتھیار رکھنا نہ بھولنا۔"

چاچی مہری ڈل ڈل پڑتی تھی، سر ہلا کر کہا،" جو حکم۔ آج تو تیرا حکم میرے لیے شاہی فرمان ہے۔"

بصری نے جھوٹ موٹ کا غصہ دکھایا۔" رہنے دے چاچی، رہنے دے۔ خالی باتوں سے خوش

خوشی کر کے نہ رک جانا۔ لاگ انعام ڈھنگ سے لینے دے۔ بہت انتظاروں کے بعد لکا تیرے گھر روپیا ہے۔"

چاچی نے زینب اور بابو کو گھڑکی دی۔" کیوں ری کلا ذیتیو، گہما گہمی میں سب کچھ بھول گئی ہو کیا؟ کوئی سوہنا سہانا سر چھیڑو!"

"حکم ہو گیا نہ دادی سرکار کا۔ اب نہیں رُکتیں۔ کہیں تو نوبت کی طرح بجتی رہیں۔

لونگ چوڑے والیاں

میری زچہ رانیاں

سُو ہے جوڑے پہن سہاگناں

موتیاں مانگ سجاونی

بیٹھ انگنا گود بھروائی

میرے لال جیو

لاکھ سال جیو!"

شکھ تا ہن!

خیر مہر، شاہنی نے پاؤں تلے ہل رکھ کر غسل کیا اور نہا دھو کے چوکے چڑھی۔

شاہوں کے گھر گہما گہمی میں جیسے ایک سنگ کئی بچھڑوں کی آمد ہو گئی! اسا ہروالا تارا مسجد کے میناروں کے پیچھے لکن چھپن کرتا ہی تھا کہ پورب شمالی ہوائیں سورج مہاراج کے سچے اجلے لشکارے لیے حویلی پر اُتر آئیں۔

شاہنی کو باغ پھلکاری کی دوہر اُڑھا کر چاچی مہری نے پہلے شاہنی کے ہتھیلی میں گُتھو کر کے نظر اُتار دی۔ پھر بچّے کے ماتھے پر کاجل کا کالا ٹمکا دیا اور پیار کے پٹ کھول دیئے "بدھائیاں شاہنی بدھائیاں!"

شاہنی نے گود میں لال اُٹھایا اور پُھولی ہولی ممتا آلود چال سے چوکے کی طرف بڑھ گئی۔

پیلے اونی آسنوں پہ ماں بیٹے ایسے بیٹھے جیسے دھرتی نے اپنی گود میں گگن کا چاند لٹا لیا ہو۔
بھگوان پاندھے نے سجرے لیپے پتے چپے چوکے میں اگنی دیو کو روبرو کیا اور آہوتی دے کر شبد منتر پڑھنے لگے۔
شاہ جی آئے تو سر جھکا من ہی من داتے کا دھیان کیا۔ "جو مانگا تھا سو آپ کے دربار میں پایا۔"
شاہنی نے بیٹے کی ماں ہونے والی فخریہ ادا سے سائیں کو دیکھا۔ "رب جی، آپ نے اس غریبنی کی لاج رکھ لی!"
گود میں اڈول سوتے پڑے لال کے سر پہ ہاتھ پھیرا تو چھاتیاں دُودھارنے لگیں۔
پاندھے جی نے کٹورے میں دودھ، دہی، شہد، گنگا جل، تُلسی ملا کر پانچ رتنوں کا امرت منہ لگوایا تو سگے رشتے داروں کی بھیڑ اوپر سمٹ آئی۔ ساہنی کے آگے سگنوں کے ڈھیر لگ گئے۔
پاندھے جی نے منتر پڑھ کر شاہ جی کے کیسر ٹیکہ لگایا تو چٹا گورا چہرہ رج سج اُٹھا۔
شاہنی نے دیکھ کر آنکھیں پھیر لیں۔ من ہی من واہگورو کی اوٹ مانگی تو جان جان میرے صاحباں تو نے مہرا سے جگا دیا!
مبارکیں ہونے لگے۔ بندکوروں نے گلابی پاگ پر دس ٹکے رکھے۔ "پاندھے جی من میں بڑی سادھ تھی، اپنی بھرجائی کے جاتک جنمے تو کانوں سے آپ کے اشلوک منتر سنوں!"
چندکوراں نے ہری کناری والے دُھسے پر روپیے رکھے۔ "دُھسہ ضرور اوڑھ لینا۔ لالی کی بوا کا جی خوش ہو گا!"
بھگوان پاندھے نے ادھر اُدھر نظر ماری۔ "جاتک کے چاچا چاچی اور کاکوں کو بلاؤ۔ ان کا بھی سگن ہو!"
چاچی مہری نے ہانک ماری۔ "جاؤ ری خیروں سے بندرا دئی کو بلاؤ! اگر نچھاور کرے کہیں بھگوان پاندھے کو کسر نہ لگ جائے!"
گلابی دوپٹے میں چھوٹا سا گھونگھٹ نکالے، گلے میں بگتیوں کی مالا ڈالے بندرادئی چھوٹے شاہ کے پیچھے پیچھے آئی تو چاچی مہری کو بندرادئی پہ بہت پیار آیا۔ "ہیں ری، اپنی چھوٹی ایسی چجگی نار لگتی ہے جیوں اس کے گھر آئے دن ڈھنگ تیج ہوتے ہوں!"

"تمہیں دوہری مبارکیں بندرا دئی! اگلی پانت شریک برادروں کی جڑی ہے! گروداس کیشولال
۔ آؤرے، ادھر آؤ! پاندھے جی، بچڑوں کو ٹیکہ کرو!"

دونوں بچوں کے ماتھے پر کیسر چاول سجنے لگے تو۔ چاچی نے پچھاور کر اٹھنی پاندھے جی کے
آگے ڈال دی۔

کاشی شاہ کو چرن امرت دیتے دیتے بھگوان پاندھا پھر سنسکرت کے اچھے سروں پر آگیا۔
بندرا دئی شاہنی کے کندھے سے لگ کر پھسپھسائی۔ "جٹھانی، دیکھتی چل پاندھے کو! ابھی
چاندی کا کٹورا مانگے گا!"

بھگوان پاندھے نے سنسکرت پڑھ پڑھ کر سامگری کی آہوتیاں ڈالیں اور بڑی سدھی آواز
میں کہا! "دودھ بھرا چاندی کا کٹورا دینے کی ریت چلی آئی ہے شاہوں کے گھر۔ تتا تتا دودھ بھرلاؤ
کٹورے میں!"

چھوٹے شاہ نے چاندی کا کٹورہ گھروالی کی طرف بڑھا دیا تو بندرا دئی اٹھ کر دودھ بھر لائی۔
پہلے شاہ جی کا ہاتھ چھوایا۔ پھر شاہنی کا اور بھگوان پاندھے کو پیش کر دیا۔

گھونگھٹ والی آنکھ سے پاندھے جی کی طرف اوٹ کر چھوٹی شاہنی نے مذاق کیا۔ "اب کوئی اور
لاگ لوٹ تو باقی نہیں رہ گیا!"

شاہ جی دل ہی دل میں چھوٹی بھرجائی پر خوش ہوئے کچھ بھی کہو، جلال پور کی بیٹیاں بڑی
پیار کھی!"

ماں بیٹے کی کلائیوں پر مولیاں بندھ گئیں تو پاندھے جی کے آشیش وچن کہتے کہتے شاہ جی آسن
سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

شاہ جی نے سیڑھیوں سے اترتے اترتے صافے کے لڑ سے آنکھیں پونچھ لیں۔
ڈیوڑھی میں پہنچے کہ سامنے بہت سے آتی رابعاں دکھی۔ "ڈیو بیٹری سا بہ سوہنا مکھڑا!"
"سلام شاہ جی!"
"رابعاں بلی، اوپر جاؤ! رونق لگی ہے!"
"جی شاہ جی!"

رابعاں کی پچھانکڑی آنکھ شاہ جی کی پیشانی پر مرکوز ہوگئی پلکیں ہلیں، نہ ڈلیں نہ جھپکیں۔
شاہ جی ٹھٹھکے سے گیپ چکھو سے اس کنجک کنوار کو دیکھنے گئے۔ چھوٹی ہے پر چھوٹی نہیں۔ سر
لمبی چوکھی دیٹھ کے بعد رابعاں نے پوڑیوں کی طرف قدم بڑھایا تو شاہ جی کو لگا۔ کوئی مہالالی
اڑتی اڑتی سگن چتار گئی ہے۔
مبارک ہو! مبارک ہو!
نائی رمضان لاہور سے پنڈ پہنچے تو چھوٹے بڑوں الیبی جم کر صاحب سلامت کی جیسے صوبہ لاہور
کے صوبیدار سربلند خاں یہی ہوں۔
ہرا تہبند، دھاریوں دار قمیص اور اوپر چٹا صافہ۔ یہ نائیوں والی پوشاک تو نہ ہوئی!
آؤ جی راجہ رمضان! کپڑا ویس تو خالص لاہوریوں والا آپ کا! ہو بھی کیوں نہ! خیروں سے رہائش
جو ہوئی شہر لاہور کی!"
رمضان خوش ہوکر اپنے پر ہنسنے لگا۔" دیکھو جی وہاں رہتے رہتے تین چار سال ہوگئے۔ پر
بادشاہو! لاہوریئے کنجر دیکھتے ہی پوچھتے ہیں۔" کیوں جی، ضلع شاہ پور گجرات کہ جہلم! کس پنڈ کے
رہنے والے ہو؟"
"کوئی پوچھے کہ ہمارے چہرے پر ایسی کیا بنوت بنی ہے کہ دور سے اپنے پنڈ کا نام ظاہر ہو جائے۔
بندہ جلال پوریا ہے۔ عالمگڑھیا یا بھاگو والیا!"
شاہ جی نے سر ہلایا۔" برابر رمضانیا، آنکھ دیکھتے ہی سمجھ لیتی ہے کہ خبا اپنا لہنمے کا ہے،
پوٹھوہار کا ملتان یا ماجھے کا۔ مطلب کہ مٹی پانی آپ اٹھ اٹھ کر بولتے ہیں۔ پھر ناک نقشہ اور آدمی
کی وضع قطع بھی!"
چودھری مولاداد نے منہ سے حقے کی نڑی نکالی۔" اللہ آپ کا بھلا کرے، اپنے علاقے
کا طرہ اور تمبا کوس دو کوس سے نظر آنے لگتا ہے۔ ڈیرہ جٹ کا پانی ہی ایسا۔ کاٹھی زبر اور پہننا
اوڑھنا موٹا!"
"چودھری جی! خیروں سے اپنے دریا پار کے سیالکوٹیوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے؟"
"سیالکوٹیئے چال ڈھال میں شوقین، ذہین اور گفتگو میں باریک!"

مولوی علم دین جی نے زور سے سر ہلایا ـ" ماشاء اللہ جی ! سیالکوٹیوں کے برابر کون ، جھوٹ کیوں بولیں ، سیالکوٹ میں تو بڑے بڑے عالم دین فقرا ، شیخ ، سید ، وید ، حکیم ، شاعر ، کاتب ہوئے ہیں ، شاہ صاحب آپ نے تو وہیں مدرسے میں تعلیم حاصل کی ، میں کچھ غلط تو نہیں کہہ رہا !"

" نہ علم دین جی ، سیالکوٹ تو صحرا ہوا نہ پنجاب کا ؟"

" میراں بخش تو شہرے والے سید سلامت کی صحبت میں بیٹھا کرتے تھے ۔ انھیں قصہ یاد آگیا ۔ کہتے ہیں شاہ ابدالی کو سیالکوٹ بہت پسند آگیا ۔ شہنشاہ کو بار بار سیالکوٹ جانے کی عادت ہوگئی ۔ جب دلی لاہور کو ذرا دھمکا کر کابل جانے کو ہو ، رُخ سیالکوٹ گجرات کا کرے ، ادھر گجراتیوں کو تو اشارہ کرے کہ فوجوں کو رسد فراہم کرو اور اُدھر سیالکوٹیے شاعروں سے شاعری سنے انھیں انعام وخلعتیں بانٹے ـ"

مولوی علم دین کی پُتلیاں پھڑکنے لگیں ۔ لو حوصلہ دیکھو میراں بخش کا ۔ تواریخی خزانے ان کے پاس اور پہل کر لی میراں بخش نے ۔ جھٹ پٹ میدان میں کود پڑے ـ" بالکل درست سیالکوٹیا شاعر عشرت درانی شاہ کے جلال پر ایسا ریجھا کہ اس کے لشکر کے ساتھ کابل جا پہنچا ۔ عشرت صاحب پہلے شاہ نادر کی تعریف میں 'نادر نامہ ' بھی لکھ چکے تھے ، کابل پہنچے تو لکھ مارا شاہنامۂ احمدیہ ـ"

چودھری فتح علی ہنسے ـ" اور جی شاعروں کو آتا بھی کیا ہے ۔ چند جوڑے مُنکے اور تُکیاں ملائے اور کوت اور قافیے گھڑ لیے !"

نجیب نے منادی ہلا دی ان مُرجھوؤں کے پاس کون سا دم دھڑکا یا زور جگرا کہ اُٹھا کے فصیلیں کھڑی کرلیں یا تاج و تخت کا اُلٹ پھیر ہونے پر شمشیریں اُٹھالیں ۔ ان کا تو بادشاہو ، کام ہی دوسرا ہوا نا ! تُک ملا ، ٹپہ جوڑا اور اگلے کی آنکھوں میں سُرمہ لگا دیا ، سُرمہ سلائی ملی سوگا نٹھ باندھ لی اور مڑ مڑ سلام لینے لگے ۔ ارشاد ..... ارشاد ...... !

ہنسی ہنسی میں بڑی منجیاں ہلیں اور بڑی کھانسیاں چھڑیں ۔

شاہ جی بولے ـ" نجیبے ، بات تو تمھاری جنگی جمی پیر ہے جٹوں والی ، شعر و شاعری اتنی نکھد تیز نہیں ـ"

مولوی علم دین پھر پرانے موضوع پر آگئے ـ" بادشاہو ، سیالکوٹیوں کو تو سر اپے پیش کر دیئے

آپ نے کچھ گجراتیوں کی بھی چنگی بُری باشاہ جی آپ کے رشتے تو خیروں سے گجرات ہیں ہی ہوئے۔
پھر اپنے پنڈ کی تحصیل بھی دیں:
"فتح علی صاحب، گجراتی بندے بہت عیب جو اور بدگماں مشہور ہیں۔ مزاج سے باتونی اور دوسروں کے بخیے اُدھیڑنے میں ماہر جیتی پاتشاہی گرو گوبند سنگھ گھوڑے پر سوار ہوکر گجرات سے انے سے نکلے تو تجتی گجراتیوں نے اپنی عادت سے مجبور ہوکر شہر کی تہذیب و شائستگی کی ایسی تیسی کردی۔ اپنی ہٹیوں پہ بیٹھے ہوئے ہوئے مٹھوانیے کبھی گرو صاحب کے گھوڑے کا بیان کریں، کبھی اس کی کاٹھی کی تعریف، کبھی گھوڑے کی چال اور ساز کی!"
"یہ شوخی گرو صاحب کو کیونکر پسند آتی۔ ان کی پیشانی پہ بل پڑ گئے۔ ادھر گجرات شہر کے والی حضرت شاہ دولہ نے خانقاہ میں بیٹھے بیٹھے پورا تماشہ دیکھ لیا۔ اُٹھے اور گرو صاحب کے گھوڑے کے آگے جا کھڑے ہوئے۔ شہریوں کی طرف سے معافی مانگی۔ گرو صاحب، ان نالائق گجراتیوں کو اس بار بخش دیئے!"
"گرو صاحب بھی اللہ والے۔ گھوڑے سے اتر کر حضرت شاہ دولہ کے ہاتھ پکڑ لیے۔" آپ نے کہا کہ میں نے، "پیر صاحب ایک ہی بات ہے!"
"واہ واہ کیا کہتے ہیں! ایسی الٰہی طاقت کہ بندہ خدائی شان دیکھتا رہ جائے! جو اللہ کے فضل وکرم سے ایک عمر میں تین تین بادشاہتیں بدلتے دیکھ لے، وہ کوئی چھوٹی موٹی ہستی تو ہو نہیں سکتی:
کاشی شاہ نے سرا پکڑ لیا۔ "شہنشاہ اکبر جہانگیر اور شاہجہاں۔ تینوں حکومتیں دیکھنے والے جس دھرتی پر مجسم موجود ہوں، ایسے ولی اللہ کے کیا کہنے!"
اکبر، بچھیڑ گنڈا سنگھ اور جہاں داد خان آن پہنچے۔
"بادشاہو گل بات خیروں سے کہاں پہنچی ہے؟"
"آؤ جی آؤ، بیٹھو! اپنے راجہ رمضان آئے ہیں لاہور سے!"
کرپارام نے لشایا۔ "رمضانیا، کچھ تازی سجری سناؤ لاہور کی کہتے ہیں نا کہ جو لاہور نہیں گیا وہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ اس حساب سے تو ہم ست ماہے ہی ہوئے!"
راجہ رمضان چیڑھ گئے۔ "جی شہر لاہور ہوا صوبے کا دارالسلطنت کچھ نہ کچھ ہنگامہ مچا ہی

رہتا ہے پر آج کل ایک قتل کے بارے میں کافی سنسنی ہے۔"

ساری مجلس کے کان کھڑے ہو گئے۔

"ایک مالدار خالصے نے بچی عمر میں شادی کر لی۔ آپ خالصہ پچاس کے پیٹے میں، لڑکی سترہ اٹھارہ کی۔ ہوا وہی جو ہونا تھا۔ عاشق سے مل کر لڑکی نے خاوند کا قتل کروا دیا۔ ٹوٹے کروا لاش راوی میں پھینک دی۔"

"بلے بلے! یہ سولہ اور پچاس کی جمع تفریق اچھی تو ثابت نہ ہوئی۔"

حقوں کی گڑگڑ میں یکایک زور پیدا ہو گیا۔

"کیوں جی، سبحان کور کیا اس پھندے سے بچ نکلے گی؟"

"دونوں عاشق و معشوق حراست میں ہیں۔ سننے میں آیا ہے بہت نامی گرامی وکیل کھڑے کیے گئے ہیں۔ سردارنی کی پیروی کرنے والا وکیل لاجپت رائے بہت مشہور ہے۔ کہتے ہیں جرح میں بہت پکا۔"

شاہ جی بولے۔ "فتح علی جی، قتل کے مقدمے میں اگر بہت اہم سراغ نہیں ہے تو صرف وکیلی دبدبے سے ہی مقدمے کا پینترا نہیں بیٹھتا۔ اچھے وکیل کے ہاتھ میں فقط اتنا ہی ہے کہ تختے سے اتار کر موکل کو کالے پانیوں بھجوا دے۔"

دین محمد گجرات آتے جاتے اخباری خبریں سنتے سناتے تھے۔ "شاہ صاحب، آپ کو یاد ہو گا کانگڑے کے بھونچال کے بعد ان ہی وکیل صاحب کو سرکار نے رائے بہادری دینے کی پیشکش کی تھی لالہ لاجپت رائے نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس اعزاز کے لیے بخشی سوہن لال کا حق بنتا ہے۔"

کرپارام نے پگڑ ٹھیک کیا۔ "ایسے کام کے لیے گردہ چاہیے۔ آخر کو بادشاہ ہو، خلعت خطاب کسے بُرے لگتے ہیں؟"

مولوی صاحب نے ہنڈیا میں ہینگ ڈال دی۔ "اس کی وجہ کچھ اور تھی۔ لالہ جی کانگریسی حلقوں کا سرغنہ ہے۔ سوچا ہو گا خطاب خلعت پگڑی پر بندھ گئی تو خیر خواہی کے رشتے سے بندھ گئے۔ حکومت کے ساتھ۔"

لڑکوں کا تازہ دستہ رمضان سے گفتگو کرنے کا موقع ڈھونڈ رہا تھا۔

دِتّو نے مولو کو تھاپی دی۔ "پوچھ لے، او پوچھ لے کہیں دھکدھکی ہی نہ لگی رہے!"

فجے نے بے شرمی کر ڈالی: "سنتے ہیں شہر لاہور میں بہت یارانہ چلتا ہے!"

رمضان نے ہونٹ تر کئے اور بزرگوں کا لحاظ کرتے ہوئے بہت بے پروائی سے کہا: "دوسرے ضروری کاموں کے ساتھ اکثر یہ بھی چلتا ہی رہتا ہے۔ آخر کو تو جی، آدم کی ذات ٹھہری۔ زندہ رہے گی تو بادشاہو عشق کرنے سے بھی پیچھے کیوں رہے گی!"

یہ بات سن کر بڑے بڑے وڈیروں نے جلدی جلدی کش لگانے شروع کر دیئے۔

جوان گبرو رمضان کو شاباشی دینے لگے۔ "واہ جی واہ، اپنے پنڈ کے راجہ رمضان بجا فرماتے ہیں!"

مولا داد جی نے لڑکوں کی یہ اچھل کچھل دیکھی تو نائی کو اس کے مقام پر ٹکا دیا: "رمضانیا، لاہوریوں کی حجامتیں بنا بنا کر اپنے پنڈ والوں کے بھی کان کترنے لگا ہے۔ لڑکوں کو نکمی فحش باتیں نہ بتا!"

رمضان گھرکی کھاتے ہی اصلی نائی بن گیا۔ "گناہ کی معافی، بادشاہو، میری یہ مجال! نہ جی نہ، توبہ کرو!"

کرم الٰہی جی نے پوچھا۔ "کیا بڑا نامی مدرسہ ہے جہاں لڑکوں کی حجامتیں بناتے ہو؟"

"جی بہت بڑا۔ لگتا یوں ہے کہ صوبے کے سارے خاندان تبیلے پڑھنے پر ہی لگ گئے ہیں۔ اور تو اور افغان شہزادے بھی وہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ کیا سوہنی صحتیں کیا کاٹھی اور چٹے چٹے پیلے پیلے شاہ صاحب خالہ اپنے ساتھ لاہور لے گئی۔ نہیں تو مشن کالج کہاں اور ہم ہماتڑ۔ ساتھ کہاں!"

گوسائیں پاندھوں نے ججمانوں کے لیے دسہرہ دیوالی کی تاریخیں بتائیں۔ لڑکوں، گبروؤں نے کوڑیاں نکال لیں۔

مئیں خاں کے طویلے کے سامنے منڈلیاں جم گئیں۔ گنجفے اور تاش پتوں کی جگہ کوڑیوں اور ٹھیکریوں کے داؤں لگنے لگے۔

ٹنڈے نے بائیں ہاتھ سے پانسہ پھینکا۔ "او ئے لشکر چڑھ آئے!"

"اوئے دم نہ توڑو!" بچّے نے سر کی جوڑی کھجاتے ہوئے پانسہ پھینکا۔ "جو بولے سو نہال!"

گوہر نے پیر پیغمبروں کا نام لے کر مٹھ ماتھے پر لگائی اور کھول دی۔ "یا علی!"

"لو جی، جھکڑی آگئی گوہر شناس کی!"

کوڑیوں والے کھیلنے لگے بیسپور۔ یہ آیا ستہ!

"لو سات کوڑیاں، کوڑا اُٹھا لو اور یہ گھوکے بھی!"

"یہ لو دائیا!" کوڈے خاں نے کوڑی کھیلی۔ "کوڑا آیا!"

بودھے کو مٹھ آگئی افتے کی بیٹھ پر تھا پڑا دیا۔ "اوئے یار! دل میں کس کا خیال کیا تھا!"

بودھے نے مٹھ اپنی طرف سرکالی اور ہنس کر کہا۔ "دیوی لچھمی کا!"

روڈے کے منہ میں پانی آگیا۔ "کیا کریں لچھمی ماں ہندوؤں کے ہی کام آتی ہے!"

لڑکے ہنسنے لگے۔ "یارا، بات تو ٹھیک کہی تو نے!"

بودھے نے اپنے پور میں سے ایک کوڑا نکال روڈے کو دیا۔ "روڈے مٹھ میں رکھ اور دھیان کر لچھمی ماں کا۔ چار ہاتھوں والی دیوی کمل پر بیٹھی ہے!"

باری باری گنڈے اور ستے پڑے۔ روڈے نے مٹھ اٹھا کر اڈول نیچے کھول دی۔ "لو جی، پور آگیا روڈے کو!"

پنڈی داس نے دیکھا اور اترا کر لچھمی دیوی کا جے کارا بول دیا۔

"جے لچھمی دیوی! برکتوں والی!"

فتّے سے رہا نہ گیا۔ "اوئے بودھیا، دیوی ہندوؤں کے قابو میں ہے تبھی تمہارے گھروں میں مایا ہی مایا!"

بول روڈے پر کرپا نہیں کی دیوی نے!"

"کی تو سہی۔ غلطی ہو گئی ہوگی!"

"یہ پکڑو کوڑا، تو بھی دیکھ لے! بس جے کارا بولنا پڑے گا۔"

"جے دیوی لچھمی!"

فتّے کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اس کی مٹھ آگئی تھی۔

فتّے نے پیسے اُٹھا کر تہبند کی گانٹھ میں رکھے اور اُٹھ کر کہا ۔ "یارو میری چھٹی ۔ میں اب نہیں کھیلوں گا ۔ ایک بار جیتا ہوں تو ہاروں گا نہیں ۔"

بوڑھے کی بانہہ جھنجھوڑ کر کہا ۔ "میرا سلام کہنا کراماتی مائی تجھی کو ۔"

ٹولی بڑبڑانے لگی ۔ "جیت جیت کر اُٹھتے جاؤ گے تو لوگو ، کھیلے گا کون ؟"

مندی نے ہونے سے کہا ۔ "جانے دو ، بے بے اس کی ماندی ہے ، کس سے پڑی ہے ، گھر میں نہ پیسہ ، نہ دھیلا ، نہ دانے !"

"کہیں سے اُٹھا کیوں نہیں لیتا ! ضرورت ویلے کیا شرم ! فتّے سے کہو ، شاہوں سے اُٹھائے ۔"

مندی سے نہ رہا گیا ، گھمنڈ کے کہا ۔ "بس اوئے ، یہ سود والی شہہ ہمیں نہ بتا ۔ ڈھور ڈنگر تو کبھی کبھار رہتی دیتا دیتے ہیں ۔ اُدھار کا سود دن رات جنمتا بڑھتا رہتا ہے ۔"

پنڈی داس کو جوش آگیا ۔ "اوئے جٹّا ، تمھارے فائدے کی بتائیں تو ہم ہی پر لعنت ملامت ! ایک تو پیسے دیتے ہیں ، تمھارا سمے رکھتے ہیں ، اوپر سے ہم ہی کو کوستے ہو ! حد مُکا دی !"

"خیرات بانٹتے ہو کیا ! باپ سے پوتے تک پہنچتے پہنچتے اصل کا سود اور سود کا اصل کر ڈالتے ہو !"

پنڈی داس نے مندی کی آنکھوں میں جوش دیکھا تو بہت مسکینی سے کہا ۔ "احسان فراموشی کی بھی حد ہو گئی یارو ۔ شاہ نہ ہوئے قصائی ہو گئے ۔"

اُدھر شاہوں کی حویلی میں منیاں سیجنے لگیں ۔

کرپا رام آئے ، سب کو تسلیمات کی اور ٹھنکاروں سے کہا ۔ "شاہ جی لالی پتر کی پہلی دیوالی ہے ۔ خیر سے کچھ ونگی مٹھائی کی دھوم دھام ہو جائے ۔"

سنتے ہی گنڈا سنگھ کا دل ہرا ہو گیا ۔ "بادشاہو ، اگر بنے حلوئے کے لڈو اور کھانڈ گلیفے مٹھے پھر تو موج اور مزہ !"

مولا داد جی کو بالو شاہیوں سے عشق تھا ۔ "شاہ صاحب ، گرو داس کی جمنی پر کھلائے تھے مکھن والے ، رب جھوٹ نہ بلوائے آج تک لذت ذائقہ منہ میں ہے ۔"

چودھری فتح علی ہنسنے لگے۔ "باؤ شاہیوں کی اچھی یاد آئی مولاداد جی، لیکن اپنی پسند کچھ اور ہی۔ شاہ جی موہے حلوائی نے اندر سے کی گولیاں نکالی تھیں، کیا کہنا اُن کا!"

منشی علم دین شہر قصور ہو کر آئے تھے، جھٹ پٹ شیرینی کا ذائقہ مُنہ میں آگیا۔ "بادشاہو، کوئی کچھ کہتا رہے لیکن جو بات شیرینی میں ہے وہ دوسری شے میں نہیں!"

جہاں داد خاں ہنسے۔ "علم دین جی، ہر بات کہنے کا برا نہ مانیے گا۔ مٹھائیوں کا شہنشاہ لڈو جب تک تھال جنگیر میں قائم ہے، بے چاری شیرینی بیگم کی کیا بساط ہے! وہ تو سوکھی سخت، دانتوں کی ہی محتاج ہے!"

شاہ جی کو یہ باتیں سن کر آپ ہی مزہ آنے لگا۔ بھائی سے کہا۔ "کاشی رام سب کی من پسند ونگیاں بنواؤ۔ جموں والے ملائی چند حلوائی کو بُلالو!"

مولاداد جی نے پھر پھلجڑی چھوڑ دی۔ "کاشی شاہ، بلا تو رہے ہو بڈھے ملائی چند کو، پر جی ہم جیسے بوٹوں کے لیے جموں والی پھلیاں بتاشیاں ہی نہ بنا دیں!"

گرودت سنگھ نے پیار سے داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور ہنس کر کہا۔ "شاہ جی بات یہاں پر ٹوٹی کہ مولاداد جی کو بیڑی رڑکنے والی چیز پسند ہے۔ انھیں روڑے دانوں پر کھنڈ چڑھوا دو۔"

کرم الٰہی ہنسنے لگے۔ "ان بھائیوں کے دانت ابھی صحیح سلامت ہیں، نُچل مکھانوں کی جگہ کڑی روڑی گول مٹھائی پسند ہے۔"

کرپا رام نے کدکا لگایا۔ "بات یہ ہے گرودت سنگھ تمھارے دانتوں کو عادت پڑ گئی ہے نرم نرم کڑا پرشاد کھانے کی۔ بتا دو غلط تو نہیں کہا!"

کڑاہ پرشاد کے ذکر سے ہی ذائقہ اور چکناہٹ گرودت کی روح تک پہنچ گئے۔ سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے بادشاہو، بابے نے پرشاد بھی بنایا، برتایا سکھ سنگتوں کے لیے کو گھی کھنڈ کا حلوہ۔ گُر سکھ جب جب چھکے، دل کی آسودگی ہو۔"

حاجی جی نے اپنا دبدبہ قائم رکھنے کے لیے کہا۔ "میرا کہنا یہ ہے کہ شاہ جی رسد دے دیں اور مٹھائی بنے تو شہرہ والے میاں قادر کے ہاتھوں۔ سُنا ہے راولپنڈی میں ان کی ہٹی جم کر چلتی ہے۔"

"جی! چھینا مرغی مشہور ہے پنڈی کی۔ پر جھوٹ کیوں بولیں، ہوتی رہے مشہور چھینا مرغی پر کوئی

آدھاروالی ونگی نہیں، مُنہ میں ڈالی اور گھل گئی۔"

بات چودھری فتح علی کے من کو لگی۔" رب آپ کا بھلا کرے، تولے ماشے کی نکی نکی ٹکڑیاں دانتوں میں غائب۔ سچ پوچھو تو یہ مزاجی شہریوں کی مٹھائی ہے۔ شاہ جی آپ بتاؤ بندہ برس ششماہی ونگی کا ٹکڑا اُٹھائے اور اس کا کوئی دم وزن نہ ہو۔ اپنا کہنا تو یہ ہے کہ چھینا مرغی تو اُمیدوار زچہ زنانیوں کا دل پرچاوا ہے۔"

بڑے قہقہے لگے۔ دیئے کی ہلکی ہلکی لَو سے بیٹھک گنجان اُٹھی۔

گنڈا سنگھ نے نہلے پر دہلا مار دیا۔" اپنے تھلی ونڈ والے میراں بخش پار کے سال ڈنگے سے سونف اجوائن کے میٹھے پوڑے لے آئے۔

سوانی کو سمجھایا۔" یہ ڈنگے کی مشہور شئے ہے۔ کبھی بہت دل کیا تو دو چار دانوں کی چٹکی بھر لی۔"

"پر بادشاہو! یہ ہدایت کس کو مانی تھی۔ سوانی چرخے پر بیٹھے بیٹھے ہی پورا پوڑا پھانک گئی۔ ایک دن چودھری جی کو یاد آیا تو آواز دی گھروالی کو۔ ذرا لانا تو وہ ڈنگے کی مٹھائی۔ مُنہ تو میٹھا کریں!""

بیگاں بھرجائی اونچا اونچا بولنے لگی۔ جنیا! آواز تو ایسی تگڑی دی جیوں ہم ماں بیٹے مل کر ہنج سیری پنجیری کی ڈکار لی ہو۔ پھر کبھی موقع ملے شہر جانے کا تو کوئی کام کی چیز لانا۔ یہ پنگی کا غذوں میں لپٹی پڑیاں نہیں مارے، بندہ جیٹھ واکچھ مُنہ ڈالے تو پیٹ پُر کھا کچھ قبول تو کرے! اندر کوئی مال جلئے۔ روح پر رعب پڑے کہ کچھ کھایا پیا ہے!"

"بالکل واجب۔ بیگاں بھرجائی کی بات بھاویں موٹی ہے، پر سچ ہے۔"

شاہ جی نے پنیاری والے بھگو کا قصہ چھیڑ دیا۔ اپنے موجوکی والے بھتیجے بھگو کو گواہ بنا کر کچہری لے آئے۔ بھگو نے پہلے تو کھائیں مِسّی روٹیاں برکت بھیرو والے کے تندور پر، ساتھ نیروں سے دہی کی دو بانیاں اور لسّی کے کٹورے۔"

کھا پی کر ڈکار ماریں اور رہے شاہ سے کہا۔" میں نے کہا جی، میٹھے کا بہت لالچی ہوں۔ گواہ بن کر گجبرانوالیوں کی دوکان کا بدانہ نہ کھایا تو شاہ جی، آپ جانو گواہی دینے کا بھی کیا مزہ آیا! شاہ نے پاؤ پکا بدانے کا دونہ کھلایا پر بھگو برخوردار نے ہاتھ کھینچنے کا ارادہ نہ کیا۔ آخرکار تو

حلوائی نے رب شاہ جی کی طرف دیکھا اور ہنس کر پھگوسے کہا۔" او یم لیا، کچھ ہوش سے۔ دست بچیش سے بڑھ جائے گا تو اگلی گواہی کا موقع خیروں سے اگلی درگاہ ہی ملے گا۔ ہاں اس گواہی کو آخری یادداشت بنانا چاہے تو دوسری بات ہے۔"

چھا بیلا فقیرے لوہار کے یہاں سے مبارکبادیوں کے سُر گونج اُٹھے۔

جمی جم شادیاں

مبارک بادیاں

باون فرزند سلامت

سلامت بادیاں

شاہنی منجی پر بیٹھی ہوئی لالی کو دودھ پلاتی تھی۔ بسن کر بچڑے کے سر پہ ہاتھ پھیرنے لگی۔ پاس بیٹھی ماں بی بی موٹھوں میں رنگ نکالتی تھی۔ سنا تو ہاتھ کا چھاج روک کر کہا۔ اللہ جیلی تیرے کٹنے یہ میٹھی گھڑی آئی حسینا کو! میرے جانے آج لڑکے کی جھنڈ اُترنی ہے۔"

چاچی مہری کا ہاتھ دودھ دہی میں تھا۔ نہیں سے پکار کر کہا۔ بچی تازی تازی بدھائی دے آ! صرف پڑوسیوں کا لڑکا ہی نہیں، خیروں سے اپنے لالی شاہ کا برادر ہے۔ فقیرے نے منتیں مانگ بابا فرید سے اسے ہانڈا بنایا ہے۔ رب رکھیا کرے۔ بے چاروں کے اوپر پہلی چار جانک جاتے رہے۔"

نواب بھتے بیلا اوپر آیا۔ لالی کو دودھ پیتے دیکھ ہنس کر کہا۔" تو شام لگے ہوئے ہیں اپنے کام ہیں!"

شاہنی ہنس دی۔" رات بھر نہیں جاگا۔ اب کسر پوری کر رہا ہے۔"

شاہ جی فقیرے کے گھر بدھائی دے آئے ہیں۔ شاہ جی کو دیکھتے ہی بابو مراثن نے جھٹ گھوڑی کے سُر اُٹھا لیے۔ پایا انعام۔ تیج کے خرچہ۔ اور شاہنی، فقیرے کی تو موجیں ہو گئیں۔ پنج سیری شکر ادھ مانی چاول اور گھڑا گھی کا۔ اب خیروں سے فقیرا دل کھول چڑھائے دیں گے۔ محبت سلوک سے کھلائیں لوگوں کو کھنڈ چاول۔"

"بچی لڑکے کی تلی پر کچھ رکھ آ۔ ایک تو لالی کا ساتھی، دوسرے نام سے تمہارا شریک۔"

لالی کو ماں بی بی کی گودی میں ڈال شاہنی نے پیارے میں جا پیٹی کھولی دو چار نوٹے ٹکڑے

کپڑوں کے بکائے۔ کرم بھری چھوہارا جھولی میں ڈال کر لوہاروں کے یہاں مبارکباد دینے چلی۔

نقیرے کی ماں کرم بھری پوتڑے کو کیچڑ میں ڈالے بیٹھی تھی۔ جانگ کے ننگے ننگے کانوں میں پھنسیاں۔ مرسفاچٹ شاہنی نے بچی کے سر پر ہاتھ پھیرا اور مٹھی میں سگون کا ٹکا دھر دیا۔

کرم بھری پہلے ہنستی ہوئی شاہنی کو دیکھتی رہی۔ پھر چُن چُن کر گالیاں دینے لگی۔ "کھتو کوڑی ری سُوری کے۔ شاہنی ہاتھ سے ٹکا دے رہی ہے اور تو پرمٹھ نہیں کھولتا۔ ماں کھانے، پچھوڑے رکھے بیٹھے ہیں۔ شاہوں کے ٹکوں کی جاگ لگ گئی تو گھر مایا کے ڈھیر لگ جائیں گے۔ اصلی باندا بن جائے گا اصلی!"

شاہنی نے جانگ کے سر پر نچھاور کر کے، بنگنڈ بابو کو پکڑا دیا تو بابو گھوڑے کھوتی دادی کر بھری پر لوٹنے لگی۔ "لو دیکھو شاہنی، تاتی نے خیروں سے جھنڈ اتار دی اور منہ میں نہ شکر، نہ شیرینی! آج کے سوہنے دن بھی ماں کرم بھری کو بس گالیاں ہی گالیاں!"

شاہنی، دادی کبھی جانگڑے کو پچکارتی ہے۔ "ارے کھیڑوے ناک کان بندھتا کہ یہ نہ سمجھ لینا کہ تو مسلمان نہیں رہا۔ ارے تیرا لکھ نہ جانے، تو باندا مسلمان ہے۔ نمازی مردوں سے ہیا در ہونا، نہیں تو بھتاں مار دوں گی۔"

شاہنی ہنس ہنس کر دوہری ہوئی۔ مٹھی کھول جانگ کی ہتھیلی پر ٹکو کر دیا۔ "خیر صدقے! بابا فرید کی مہریں۔ جیتا رہ۔ بڑی بڑی عمر ہو۔"

شام مصری کا کوزہ لیے حُسینا آن پہنچی۔ "لو شاہنی، چاچی، منہ میٹھا کرو!"

چاچا مہری نے ہاتھ میں کوزہ لے کر چوم لیا۔ "مبارکیں حُسینیان دیجئے! ہیں ری، تیری ساس کرم بھری کی گالیاں پڑ گئیں کہ نہیں! اس سے کہنا میری طرف سے جانگ کے کان میں نبی رسول کا نام بھی ڈالے۔ یہ نہ ہو پُتر تیرا خالی دادی کے ہی کرتب سیکھ لے پاؤ پاؤ بھی گالیاں ہی نکالتا رہے!"

حُسینا ہنسنے لگی۔ "جانگ کا تو بہانہ ہے۔ باقی گالیاں تو چُن چُن کر پھوپی مجھے ہی دیتی ہے۔"

"چل ری جگرا کیے رہ۔ تم دونوں دکھوں کی ماری ہو۔ سہک سہک یہ گھڑی آئی ہے۔ ساس سے کوئی بکھیڑا نہ کرنا!"

شاہنی نے مصری کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے پچھی میں ڈال دیے۔ "لے ری حُسینا پہلے

مُنہ لگانے لڑکے کی ماں، پھر چاچی تائیاں۔"

حسینا نے چاچی مہری کی طرف اشارہ کیا۔" پہلے لڑکے کی دادی، پھر چاچیاں تائیاں اور پھر ہیں۔ فقیرے اور اس کی ماں کی لونڈی باندی!"

چاچا مہری پاس آکھڑی ہوئی۔ "ہیں ری، جو تو ہے یہ تیری ہنسی مسخری تو سو بھلا نہیں تو چنتا اب صبر کرے۔ بوڑھے بیلے اب کسے بدلنا۔ کر مہری اپنے مزاج سے مجبور۔"

موہرے کی بے بے آن پہنچی۔ آواز ہولی کر کے کہا "حسینا، تیری ساس پہلے ایسی نہ تھی۔ اس کا پہلا مرد اس سے بیزار کیا ہوا کہ یہ اپنی سُدھ ہی بھول گئی۔ بس پل پل گالیاں۔ پھر فقیرے کے باپ سے نکاح ہوا تو ذرا سنبھلی نصیب پُتر بڑا بیٹا تو بے چارہ وزیرا پورا ہو گیا سرسام سے دُکھوں کی ماری ہے بے چاری۔"

چاچا مہری چرخے کے آگے جا بیٹھی۔ "تقدیریں، اور کیا! چل، پُتر کی خیر منا۔ تیری ساس کو بھی بہت انتظاروں سے یہ گھڑی نصیب ہوئی ہے۔"

چاچا نے شاہنی کو ہانک دی۔ "بچی، میری بات سُن۔ کل سوت اٹیرتی تھی تو اونگھ آ گئی۔ دیکھتی کیا ہوں، جولاہا سوہے رنگ کا کھدر دے گیا ہے اور میں تاولی تاولی گٹھی میں سے پٹ کی لچھیاں نکالتی ہوں!"

"بس، نیند اُچاٹ ہو گئی۔ جی میں آتا ہے دونوں جاتکوں کی بہوئیوں کے لیے پھلکاریاں کیوں نہ چھوہ لوں۔ ایک ایک بوٹی بھی روز ڈالوں گی تو ان کے گھوڑ چڑھی تک مکمل ہو جائے گی۔"

چاچی خبریں کیسی انکھیوں سے چاچی مہری کو دیکھنے لگی کہ چاچی ہنس کر بولی، "بچی، جو تیرے من میں آیا ہے وہ غلط نہیں۔ کون تب تک بیٹھی رہوں گی۔ یہی نا! ملبی باٹ نے ایک نہ ایک دن مُکنا ہی ہے۔"

"چاچی، کہاں سے کہاں لے بیٹھی بات کو!"

چھوٹی شاہنی جٹھانی کی مدد کے لیے آکھڑی ہوئی۔ "چاچی، جو اپنے پنڈ میں لالہ وڈے اور بے بے نکی جیسے وڈے وڈیرے موجود ہیں تو خیر صدقے تم ابھی بے فکر رہو۔"

"نظر کچھ دھندلی پڑ گئی ہے، پر پاس سے واہ واہ دیکھ لیتی ہوں لوری، میرے من کی بات

سنو۔ چنگا دہاڑا دیکھ پھلکاریاں شروع کرتی ہوں۔ میرے ہاتھوں توڑ چڑھ گئی تو لاڈلوں کی بری میں ڈھونا نہ بھولنا۔ بندرا دینے، تیرے۔ بیٹوں کی بہوئیوں کے لیے تیری جٹھانی کاڑھے گی پھلکاریاں۔"

حسیناں نے اوپر ہاتھ اٹھائے۔ خداوند کریم، تیری نگاہ کرم سے یہ مبارک گھڑی آئے۔ جی صدقے۔ اور بھاؤں گی تمہارے ہاتھ پھلکاری ہانڈے کی بہوئی کو خیروں سے پہلے آکر تمہیں سلام کرے گی۔"

"شاہ صاحب، آپ خیروں سے شہر ہو کے آئے ہیں۔ بھلا کیا گرم تھی گجرات صرافے؟"

"جہاں داو جی، ایک ہی قصہ سب کی زبان پر، مدینے والے وڑیچ کا!"

چودھری فتح علی نے سر ہلایا۔ "کوئی قتل کا معاملہ ہے کیا؟"

شاہ جی نے ستھری آواز میں سارے شکوک شبہات رفع کر دیے۔ یار پیارا تیلیوں کی لڑکی لے اڑا!"

"شاہ جی، کیا لڑکے کے نام کی بھنک بھی کان میں؟ وڑیچ کے ایک گھر کو تو میں بھی جانتا ہوں۔ دو بھائی ہیں مندا اور سمندا!"

"غالباً وہی ہیں مولاداد جی۔ پرے سال مندے کو قتل کے لیے عمر قید ہوئی تھی۔"

"اب ہو گئی بات صاف، پکڑا گیا ہے کہ نہیں وڑیچ پتر، بھاگ نکلا ہے۔ تلاگنج کے پار پکڑا ہے تو اندر!"

"اصل بات تو جاننے والی یہ ہے کہ لڑکی بالغ ہے یا نابالغ!"

فتح علی بولے۔ "بندہ اس ناقص معاملے میں پکڑا جائے تو پھر دم دلاسے کا ہی کھیل سمجھو۔ بھول چوک لڑکی کی بوہتی بھی ہو جائے تو کھینچ کھانچ سال چھ ماہی تو ادھر ادھر کر لیے جاتے ہیں۔"

کلو خاں صافے کو پیٹیاں دینے لگے۔ "ایسے مقدمے میں عموماً چشم دید گواہ نہیں ملتے۔"

شاہ جی نے دوسرا سرا پکڑ لیا۔ "پولس نے دفعہ درج کرنی ہوتی ہے۔ اس لیے جانچ معائنہ تو برابر کرواتی ہے!"

تایا میّا سنگھ کو کوئی پرانا حادثہ یاد آ گیا۔" بادشاہو، دفعہ تو درج ہوتی ہے پیچھے پہلے باری باری سپاہی، حولدار، اور تھانیدار سب مفت کی مٹھائی مُنہ لگا چھوڑتے ہیں۔"

"تایا جی، یہ تو ٹنٹے ہی ہوئے نہ پیچھے کے پہلے تو بات صحیح یہ ہوئی کہ یاروں کے یارانے بُرے؟"

مولو کبھی کبھی عشقیہ ٹپّے جوڑ لیا کرتا تھا۔ ناراض ہو کر کہا۔" ایک محبت ہی رہ گئی تھی دنیا میں پاک صاف، اُسے بھی بدمعاشوں نے پلیت کر ڈالا۔"

نجیب ہنسنے لگا۔" مولو بادشاہ، سنا ہوا ہے نا۔ ساک تو سلاخ۔ پریت تو پلیت۔ سگے رشتے دار تو ہوئے نہ ایسے جیوں سونے کی سلاخ ہو، اور دوستانہ یارانہ بندے کا آج ہے، کل نہیں۔ دل میں فرق آ جائے تو پریت کو پلیت ہوتے کوئی دیر لگتی ہے!"

کرپارام شروع ہو گئے۔ "چن جی! لگیوں کے بینتھ نیارے۔ شاہ جی، یاد ہے نہ اپنا عالمگڑھیا چودھری کھتری شاہ پھنس گیا جوا ہراں دھوبن سے۔ بھوت عشق کا۔ کون بچائے! بھائیوں نے چودھری کو ڈرایا دھمکایا پر محبت، کس نے مانا تھا! چودھری نے اپنے ہاتھ سے فارغ خطّی لکھ دی۔ مانا پروانہ چودھری شاہ رہ گیا دھوبن کے لیے۔"

"بلّے بلّے، عاشقی جگروں سے!"

عالمگڑھیا شاہ، شاہ جی کے شریک بھائی تھے۔ سو شاہ صاحب نے گرودت سنگھ اور گنڈا سنگھ کے آتے ہی مضمون بدل دیا۔" آؤ خالصو، بیٹھو۔ سجھو آج کن کاموں میں اُلجھے رہے ہو؟"

"منجی کی چول ہلی ہوئی تھی۔ ٹھوک ٹھاک کی اور ادھر کا رُخ کر لیا۔"

چارخانے کھیس کی بُکل مار گنڈا سنگھ چارپائی پر شیر کی طرح پسر گئے۔ تاڑ لیا بیٹھک میں کوئی خاص قصہ چالو نہیں، لبس شروع ہو گئے۔" بادشاہو، سنو قصہ چار یاروں کا۔ ہوا یہ کہ رنجیت سنگھ مہاراجہ کو کھوجی خبر گیروں نے خبر دی کہ مہاراج، چار بانکے یاروں کی دھوم مچی ہوئی ہے، چاروں درشنی جوان، صورت سیرت کے اوّل اور اعلیٰ۔"

چودھری فتح علی جی پہلے بھی سن چکے تھے۔ یہ قصہ کسی شادی بیاہ میں، پر خالصے کی خوش کلامی کرنی ضروری سمجھی۔" گنڈا سنگھ، اگر یہ من گھڑت قصہ نہیں تو اُن چاروں کے نام تو کہیں لکھت میں ہوں گے نا؟"

"برابر جی، الوسن لو نام آن کے۔ بھوپندر سنگھ سندھو، جیت سنگھ، رام سنگھ اور ہر داس سنگھ۔"

"مہاراجہ کا حکم ہوا" چاروں کو دربار میں پیش کرو۔"

چاروں جوان پیش ہوئے۔ کڑیل بدن، ناک نقشہ سوہنا، چال ڈھال عمدہ، مہاراجہ نے حکم دیا۔ چاروں جوانوں کو ایک ہی رسالے میں بھرتی کیا جائے اور رسالے کا نام رکھ دیا جائے۔ چار یار رسالہ۔

شاہ جی نے ایک منکا اور پورا کیا" بادشاہو، یہ چار یار رسالہ خالصہ وقتوں میں بہادری کے لیے بہت مشہور ہوا۔"

مولوی علم دین کچھ اور سوچ بیٹھے۔ اصل بات تو یہ ہے شاہ جی، کہ گنڈا سنگھ جی کے ننھیال مہاراجہ کے گولے شاہزادوں کی جاگیریں ہیں۔ آئے دن تبھی وہاں کے قصے کہانی سننے کو ملتے ہیں۔

"مولوی جی، بہادر جواں بازوں کی یادیں تو آپ ہی تازی ہوتی رہتی ہیں۔ پھر یہ دونوں شہزادے مہاراج کو بہت عزیز تھے۔ مہاراج نے ایک کو دیا سیالکوٹ کا علاقہ اور دوسرے کو گڑیاں والے۔"

مولوی علم دین تاریخ میں دخل رکھتے تھے۔ کیوں پیچھے رہتے۔ بعد میں جموں کے راجہ گلاب سنگھ کے کہنے پر ڈھونکلا سنگھ سپہ سالار نے لاہور فوج کی مدد سے دونوں بھائیوں پر چڑھائی کر دی اور جبرے دونوں کی جاگیریں ہتیا لیں۔ دونوں شہزادے تب مجبور ہو کر کوٹلی والے بابا مہتاب سنگھ کی پناہ میں پہنچے تھے۔"

شاہ جی نے ایک اور جانکاری کا اضافہ کیا" کنوروں کو ان حالات میں دیکھ کر مسلمان نجیبوں کی مکڑی نے ان پر حملہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ بادشاہو، یہ زمانہ وہ تھا جب اپنے علاقے کا کاروبار ملیوں کے معاملے جموں سرکار کو بھرتا تھا۔"

"شاہ جی، اس سے تو یہ درست ہوا کہ اپنا علاقہ ڈوگروں کے قبضے میں رہ چکا ہے۔"

"پڑھنے میں آنگ ہے کہ جموں والا اجلا مصرا بہت منصوبے ساز تھا۔ بڑے بڑے منصوبے بنائے، ظلم ڈھائے۔ کہتے ہیں نا، برہمن برچھے سے نہیں، غصے سے مارے!"

میہا سنگھ سوتے سوتے جاگ پڑے۔ وقیے لائے سے سنا کرو اس کی باتیں۔ اس جلسے نے تو

حد کر دی۔ یہاں تک کہ امیر دوست لال محمد کے ایلچی کی سکھ دربار میں ایسی تیسی پھیر دی۔"

"پاندھے پنڈت گدی پر بیٹھ جائیں حکومت کرنے کو تو اپنا حکم حاصل دیکھ کر جبر تے نہیں اور مچلتے ہیں۔"

شاہ جی نے مجلس کے آگے بابر کا دربار کھینچ دیا۔" کسی سنگین جرم میں پکڑے گئے نوجوان کو بابر کے دربار میں پیش کیا گیا تو شہنشاہ بابر نے پوچھا۔ نوجوان بہلول بودھی کیسا بادشاہ ہے؟

نوجوان نے فوراً جواب دیا۔" حضور، گھوڑے بخشنے والا!"

بادشاہ نے اگلا سوال پوچھا۔" اور بہلول لودھی کا لڑکا سکندر لودھی!"

"بادشاہ سلامت، وہ سرپے بخشنے والا!"

"نوجوان، اب بے خوف ہو کر کہو کہ بابر کیسا بادشاہ ہے؟"

نوجوان نے بے دھڑک جواب دیا۔" بادشاہ بابر گناہ گاروں کے سر بخشنے والا!"

" اس حاضر جوابی پر بابر بہت خوش ہوا اور ہنس کر کہا۔ نوجوان، تم آزاد ہو، تمھیں بابر نے بخش دیا۔"

"سبحان اللہ شاہ صاحب، نچوڑ تو یہ نکلا بات کا کہ گھر گھرانہ، اور خاندانی راجوں مہاراجوں، شہنشاہوں اور بادشاہوں میں بھی!"

مولا دادجی نے ڈھیلے پگڑ والا سر ہلایا۔" کہتے ہیں نا کہ اصلی مغل اور اصلی مرغ دور سے پہنچانے جاتے ہیں۔ یہ دو یدی کوئی بابر کا پتر تھوڑا ہی بن سکتا ہے۔"

میر بخش کے دل میں کچہری کی دھکدکی لگی تھی۔" شاہ جی، سفید پوش اختر حسین اور ذیلدار عمر دین کے مقدموں کا کیا ہوا؟"

شاہ جی ہنسنے لگے۔" میر بخش، ہوا وہی کہ مغلانی بیگم سوئی رہی اور لاہور چھیکڑ تیس لاکھ میں بک گیا!"

"یہ کیا قصہ ہے بادشاہو؟"

کاشی شاہ نے سر ہلایا۔" لاہور نے بکنا ہی تھا۔ میر منو کی موت کے بعد مغلانی بیگم لاہور صوبے کی زنان شاہ بن بیٹھی۔ زنان شاہ گدی پہ حاکم ہوئی تو ہر طرف زنان وزرا۔ بیگم کے منتخب مشیر کھڑے خواص، میاں خوش فہم، میاں ارجمند، اور میاں محبت۔"

کرم الٰہی کا دل کھولنے لگا۔ "لکھ لعنت! بادشاہو، یہ تو لاہور کے اعلیٰ تخت و تاج کی ہتک ہوئی
نا! ذکّی چھنال زنانی موہیدار بن بیٹھی"

چودھری فتح علی نے حامی بھری۔ "سچ کہتے ہو کرم الٰہی جی! کہا ہے نا کسی نے کہ لنڈ منڈ سب
اکٹھے! بنادر رادی۔"

گنڈا سنگھ بہت دیر ہنستے رہے۔ "فرض کرو زنانی شان نے دیا کوئی حکم۔ آگے سے وزیروں
کا جواب یہی۔

ہاں حضور تالیاں

جی حضور تالیاں

لو حضور تالیاں

بلند طویل قہقہوں کے بعد حقے پھر چل نکلے تو میر بخش پھر پرانے موضوع پر آ گئے۔ "اختر حسین
کیا بچ نکلیں گے، شاہ جی؟"

"مشکل ہے۔ غبن کے معاملے ٹیڑھے۔ اس دفعہ سے بچ نکلنا آسان نہیں۔ سرکار انگریزی
اس معاملے میں بہت سخت ہے۔"

"بادشاہو، سرکار کوئی بھی ہو۔ مغل، پٹھان، سکھ یا فرنگ، رعایا پر قابو رکھنے کی ترکیبیں تو اُس
کے پاس بہتیری!"

کوڑے خاں کا نانا پر نانا سکھا شاہی میں نمبرداری کرتا تھا۔ سو بہت دبدبے سے ہانکی مال۔
وجوہات۔ پیش کش، ضابطانہ، داروغہ، مقدمی، معاملہ بیچ میں سے ایک اور ٹنٹے بکھیڑے، سیکڑوں
کہنے کو خزانہ حکومت کا پر اوپر سے مُنہ مارنے والے سیکڑوں۔"

ٹاہلیوں والے کھوہ سے حاجی شاہ تشریف لے آئے۔ ہر ایک سے سلام دعا کی۔ اور چھوٹے شاہ سے
کہا۔ "کل رات اپنا حیدر ڈنگے سے پتا ہے اتفاق ہی سمجھو، وہ اور ڈاچی ماندے پڑے ہیں۔"

میا سنگھ انگلیوں پر گننے لگے۔ "پرانا گڑ پاؤ پکا، مٹھ بھر اجوائن اور پوست کے ڈوڈے
پانی میں ابال کر دو ڈاچی کو۔ فوراً فائدہ ہو گا۔"

کاشی شاہ نے بلند آواز میں کہا۔ "چاچا حاجی شاہ، تایا میا سنگھ نے ڈاچی کے لیے ٹھیک دوا

بتاتی ہے۔ باقی رہا حیدر شاہ، تو اُسے خبردار کر دو۔ ڈاچی اور اس کے سوار کی مانند گی ایک ہی دن اور ایک ہی وقت پر ٹھیک نہیں۔ آگے پیچھے کوئی واردات ٹونا ٹوٹکا ہو تو بات دوسری ہے۔"

حیدر شاہ کا نیا نیا جوڑی دار جو اس کی ڈاچی کی بدولت پہلا پہلا کھیل کھیلنے والا تھا، چھوٹے شاہ کی بات سن کر سہم گیا۔ ہو نہ ہو چھوٹے شاہ کے پاس کوئی غیبی طاقت ضرور ہے ورنہ شاہ اپنا منصوبہ کیسے جان لیتے!"

یملا نے بن کر کہا۔ "سنتے ہیں جی، حیدر اپنا چنڈول خاں کا بہروپ بن کر بہت تگڑی ڈانگ کھڑکانے پر ہے!"

"ہاں جی، چنگا رتبہ پایا ہے اس نے۔ خان بہادر رسالدار فضل دار خاں کے اصطبل کی لمبڑداری چھوٹی موٹی تو نہ ہوئی!"

فقیرے نے مذاق کیا۔ "بادشاہو، طویلے کے رکھوں کی تو لہریں بہریں۔ پھر کون فضل داد خاں بہادر طویلے میں بیٹھے رہتے ہوں گے۔ ان کی غیر حاضری تو حیدر شاہ ہی ہوا نہ خان بہادر رسالدار اوجی، جانوروں کو کیا پتہ کہ اصطبل کا مالک یہ ہے کہ وہ!"

بڑی منجیاں ہلیں، بڑے قہقہے لگے۔

شاہ جی نے فقیرے کو شاباشی دینا ضروری سمجھی۔ "فقیریا، معلوم ہوتا ہے جنم گھٹی میں تیری دادی نانی نے شہد کی جگہ تمہیں کچھ کھٹا میٹھا چٹایا ہے۔"

"یاد تو آتا ہے شاہ جی، ایک تو تھا پکے پھلوں کا گلقند اور ساتھ تھا آم کے اچار کا پھویا!"

مولاداد جی نے گھڑک دیا۔ "بڑا ہلتے خاں بنتا ہے! مجلس میں بیٹھنے کی تعلیم نہ بھول جا!"

نواب نے باری باری چلمیں تازہ کی تو گرودت سنگھ بڑبڑانے لگے۔ "گڑ گڑ بڑ بڑ ہر بیلے چلم اور بکڑی! پوچھ بندوں سے، تمباکو نوشی سے اپنے ہی کالجے پھونکنے پر لگے ہو!"

چودھری فتح علی ہنس ہنس کر دوہرے ہوئے۔ "خالصہ جی، آپ کو تو تمباکو کا دھواں نہیں سہاتا، پر جن ماہتڑ ساتھیوں کو چلم کا دم لگائے بنا دم ہی نہ آئے وہ بے چارے اپنے دم کو دم کیسے دیں!"

"او دموں کے لالچیو، میری طرف سے مارتے جاؤ دم، سونٹے اور گڑ گڑ کی آواز سن شتابی شتابی آن پہنچیں گے جم دوت!"

کرپارام نے اُٹھ کر گروودت کے گھٹنے چھو لیے "تمباکو کا قصہ انسانوں کی اس بیٹھک پہ نہ کالو!
تھوک ڈالو!"

کرم الٰہی جی نے ٹیک بڑھائی "گرودت سنگھا یہ زندجہان والی بیٹھکیں اپنے پنڈ کی بھوے
بھائی ایسے ہی سجتی رہیں! چلتی رہیں!"

مولا داد نے گفتگو چیڑھنے کی جانب موڑ دی "شاہ جی، اپنے لالی شاہ کی آمد پر کوئی رنگ تماشہ
ضرور ہو!"

"برابر بادشاہو، زندگانی کا پھل بیٹا۔ اس سے سوا یا موقع اور کیا ہے رس، رنگ کا؟"

چودھری فتح علی لنگا ڈنگا مسکرائے "سوال ناچ مجرے کے آنے یا نہ آنے کا نہیں، سوال تو آنا
ہی ہے کہ گجرات والی عمدہ آئے کہ وزیر آباد والی تنناز!"

شاہ جی نے چھوٹے بھائی کی طرف دیکھا "اس تھیٹے کے مالک کاشی رام، بھگت جی کا منشا ہو گی
تو آپ کا یہ کام بن جائے گا!"

کرم الٰہی جی نے سفارش کی "صوفی جی، گانا مجرا تو آپ جانو زیارتوں پر بھی، پہ چاؤ تو بچ
ہیں اتنا ہی نہ نام لے رب کا بندہ ناچ تماشہ بھی دیکھ ڈرلے!"

"تایا بیبیا سنگھ نے اپنا سارا زور اسی پلڑے پر ڈال دیا" کاشی رام ناچ مجرے کی بھاجی
نہ مار دینا۔ آنکھیں میٹنے سے پہلے ایک جھلک بیبیوں کی ہمیں بھی دیکھ لینے دے۔

چھوٹے شاہ بڑا مسکرا ہنسے "تایا جی، آپ کی فرمائش نہیں، فرمان ہے ہمارے لیے!"

گنڈا سنگھ نے کان کے پاس منہ لے جا کر کہا "آپ بیبیاں ضرور دیکھو گے، کاشی رام اسی جُون
میں دکھا چھوڑو تائے کو، کہیں ارمان باقی نہ رہ جائے!"

کرم الٰہی جی، جٹ کسان کے لیے منصف ممبر ایک ہی بات۔ اس کو درجہ بدرجہ کیا جانچنا۔
پھلورنا۔ وہ کوئی فوجی بندھا تو نہیں کہ بندہ دیکھ کے صحیح کرے کہ پٹری پر چمن چین چڑھا ہوا ہے
یا لاہسہ چترال!"

"سولہ آنے سچ۔ شاہ صاحب وہ سنی ہوئی ہے نہ آپ نے! ٹانڈے والے لباڑے بیلکار سنگھ کا بیٹا قربان سنگھ چترال لشکر سے پلٹا تو دن چڑھے فوجی وردی پوشاک پہن کر گھر گھر اپنی جھانکی دیتا پھرے جو ڑیداروں نے سمجھایا۔ اوّل تو آپ اپنی نُش دکھانا واجب نہیں۔ دوئم بیٹیوں کو دیکھ دیکھ کر تیرے حاسد پیدا ہو جائیں گے۔"

"بات تو چودھری جی، دو ٹک ہوئی۔ آپ تو جانو قامت وجسامت تو دوسرے گبروؤں کے پاس بھی ہوئے نا، چھاتی پینتیس، قد چھ پونے چھ۔ باقی پھیپھڑے پرزے ٹھیک ہوں تو جٹ جوا تھے ہل۔ پنجابی چھوڑ چھاؤنیوں کے واسطے چھوٹے کیوں نہ اُٹھ جائیں گے۔ پھر کھیتیوں پر کام کون کرے گا!"

فتح علی جی بولے۔ "بادشاہو، ٹانڈے کے تو گھر گھر میں فوجی کندھا۔ ایک دوجے سے کون کم! فتح علی جی آپ کی پلٹن میں ہوں گے ٹانڈے کے لباڑے!"

"جی، برابر! ٹانڈہ، پھالیہ کھاریاں، شاہ پور، گجرات۔ اپنا علاقہ تو بھرا ہوا ہے نہ پلٹنوں میں۔"

"پھالیہ والے والے مان سنگھ کا دوہتر سبحان سنگھ اور نوشہرے والے امداد علی کا بھتیجہ فرہاد علی رسول پور منڈی کوتل پہنچے ہوئے ہیں۔"

"جہاں داد جی، اللہ آپ کا بھلا کرے، فرزند اپنے میاں داد اور بخشش کس پلٹن رسالے میں ہیں؟"

شاہ صاحب، میاں داد ۲۶ پنجاب اور بخشش پنجابی مسلمان۔"

گنڈا سنگھ بہت خوش ہوئے۔ "۲۲ پنجاب میں ہی ہوگا نا؟"

"اس کے ساتھ چار چھ پلٹنیں لگی ہوئی ہیں۔ چار کمپنیاں تو ہیں پنجابی مسلمان دو پٹھان اور دو لباڑے۔"

گنڈا سنگھ پہلے خوش ہوئے، پھر کسی سوچ میں پڑ گئے۔ "فوج کے وہ جوان موسم اب کہاں؟"

"یار اجہاں داد، یہ نہیں ہو سکتا کہ موسم بہار پھر بدل جائے! آپاں لمبی چھٹی کے بعد پھر اپنی ڈیوٹی رپورٹ کریں!"

جہاں داد بہت مختصر سا ہنسے۔ بادشاہو، مجھ سے کیا پوچھتے ہو! مجھے تو حکم کرو!"

"او، سر پنجاب، اگر یہ بندے کے اپنے ہاتھ میں ہوتا تو فوجیں یقینیں دشمنوں کو چھوڑ کر وقت کو قید نہ کر لیتیں!"

فتح علی نے کھنکار کر کہا، "گنڈا سنگھ اپنا دھیان پلٹائے۔ ان باتوں میں کچھ نہیں رکھا۔ اپنے کھیتوں کی طرف دیکھا کر۔"

جہاں داد جی نے بات کا پرانا سلسلہ شروع کر دیا۔ "شاہ جی! جس سال میاں داد کی بھرتی ہوئی ہے، اُس کی پلٹن کا پچاس سالہ جشن منایا گیا تھا۔ ہوا یہ کہ اُسی سال دو صوبیدار میجروں کی پینشن ہوئی۔ ایک تھے صوبیدار میجر مگر سنگھ بہادر اور دوسرے صوبیدار مقصود۔ جرنیل بہادر آدم نے خوش ہو کر حکم دیا کہ دونوں افسران کی تصویریں بنوا اور فریم کروا کر بطور تحفہ اُنھیں پیش کی جائیں۔ صرف اتنا ہی نہیں، جاتے کے وقت دونوں کو سلامی دی گئی۔"

"واہ! عزت ہوئی نا!"

"اپنے کاکا بخشش خاں کو پٹی مل چکی ہے نا؟"

"جی ہاں!"

دین محمد جی نے تعریف کی۔ "فوجیوں کا ٹبر ہے۔ باپ دادے بندوق سجاتے آئے۔"

گلو خاں بولے۔ "قواعد تو نہیں، پر محنت تو کھیتوں پر بھی ہوتی ہے نا۔ اصل تو وردی ہے جو بندے کا سوایا کر دیتی ہے۔"

"جٹ کو بہن، بچہ پوشا کیں کیا کہیں۔ کہتے ہیں نا کہ چِٹا کپڑا اور ککڑ کھانا، اس جٹ کا نہیں ٹھکانا۔"

مولا داد جی بولے۔ "اپنے اپنے کار اور اپنے اپنے ساز سنگھار! فصلوں کا رنگ روپ اپنے ہتھ کی محنت سے، اللہ تعالیٰ کی برکت سے۔ یہ تو ٹھیک ہے۔ مہین کپڑوں اور مرغ پلاؤ سے کھیتوں کی واہی گاہی نہیں ہوتی۔"

شاہ جی نے بات اُٹھالی۔ "بڑی ذہانت کی بات کی ہے آپ نے! انسان بچہ بن کر دھرتی کا اوڑھنی نہ بچھڑے تو دھرتی ماں کیوں دودھ پلانے لگی! اپنے وید، شاستر بھی یہی کہتے ہیں کہ دھرتی ماں کو محبت و عزت سے سینچا، سراہا نہ جائے تو ماں کے تھنوں کی دھرتی کے مُنہ بھی پوری طرح نہیں کھلتے۔ جو مُنہ نہ کھلیں تو دودھ کی دھاریں تو آپ ہی رُک گئیں!"

کرپارام نے سر ہلایا۔" اپنے شاستروں کی بھی کیا مثال! ایسے ایسے موتی مانک بھرے پڑے ہیں۔"

"قطع کلام معاف کرپارام، بیشک پوتھیاں کتابیں بیان کرتی رہیں پر خوبی تو جیوروں سے دھرتی کی ہوتی نا!"

"آؤ محمد دین، سنا ہے سواریاں جلال پور پہنچی ہوئی تھیں۔"

محمد دین پاؤں کے بل زمین پر بیٹھ گئے۔ " ذرا تلنر بیج کی اوکڑ بن آئی تھی۔ غازی بیلا گھر سے نکلا اور پشی بیلا پنڈ واپس!"

"محمد دین، تلنر بیج کی اپنے پنڈ میں کون کمی تھی! کون سی من دو من چاہیے تھی۔ ایک ایکڑ کے کھیت میں دس پندرہ سیر ہی تو! اللہ رکھے سے لے لی ہوتی!"

"شاہ جی اللہ رکھے نے سرما کپاہ بوئی ہے۔ پچھلی فصل اپنی چنگی نہ ہوئی تھی۔ ڈوڈا ڈٹ کے کھلا ہی نہیں۔"

ملتڑ کی کمی رہ گئی ہوگی۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ نرمے کا ڈوڈا نہ کھلے۔"

"نجیبیا، اس بار پونہ لگایا ہے نا! جالندھری کہ سہارنپوری!"

"جلندھری پچھلی فصل چنگی ہو گئی تھی۔"

محمد دین نے کش لے کر حقہ پرے کر دیا۔ پھر کھانستے کھانستے کہا۔ اپنی پچھلی فصلیں تو تین دین میں ہی اون پون ہو گئیں۔ اس بار نرما چھوڑ تلنر پر دل بنایا ہے۔ دیکھو!"

شاہ جی نے جیسے راز سمجھ لیا ہو "محمد دین، روپے پر چار آنے چنگا کہ ایک بیگھا پر ایک پنڈ دالوں کی!"

"آپ بناؤ کیا کہوں، شاہ صاحب، نہ کانٹوں والی باڑ چنگی اور نہ باڑ والے کانٹے۔ جٹ کسانوں کی تو دونوں طرف پھانی!"

گرودت سنگھ نے ٹوکا۔ "پینڈا مار کے تھک تو گیا ہوں محمد دین، پر یہ کیا وتنڈی جھنجھٹیں لے بیٹھا!"

کاشی شاہ نے ہلکا کر دیا۔ "جی ہیں ڈھب ڈھبات ہو تو نکل جانے میں کوئی حرج نہیں۔"

محمد دین پھر شروع ہو گئے۔ "روپے پر چار آنے والی وستی کا تو یہ حال کہ سود آج سویا، کل بیدا ہوا اور پرسوں سو گیا۔ پیسہ سود روپے کو یوں نہیں مرتا کہ گنے گنے کی پوٹلی تو خواب ہی ہوا!"

کرم الٰہی، نجیبا، ککو خاں۔ سب شاہ صاحب کی ہمیوں سے بندھے تھے۔ محمد دین کی بات سن کر کوئی چلم کو پھونک مارنے لگا اور کوئی دبا دب کش کھینچنے لگا۔

کاشی شاہ نے بھائی کے ماتھے پر تیور اُبھرتے دیکھے تو کہا۔ "بھرا جی کبھی سرکار بھی چھوٹ دیتی ہے معاملے کی۔ آج ہو جائے محمد دین کا کام تو کوئی حرج نہیں۔"

شاہ جی نے بھائی کی طرف دیکھا، پھر آسامیوں پر نگاہ ڈالی اور چودھری فتح دین سے کہا۔ "آپ گواہ ہیں چودھری جی! یہ صوفی بھائی میرا حساب کتاب گنتا ہی رہتا ہے۔ نہ کروں تو ہلکا اور ہاں کر دوں تو حساب ہلکا۔"

"شاہ جی، یہ بچاری، یوہن سور کی نسل والا قرضہ چھوٹی چال سے ہاتھی بنتا جاتا ہے۔ بندہ اس کی سونڈ پکڑے، پونچھ پکڑے، کیا کرے!"

مولا داد جی نے ہاتھ سے روکا۔ "محمد دین سہولت سے۔ جٹ بول چال یونہی موٹی اُسے اور کھردری نہ کر دے۔ شاہ جی، خیال نہ کرنا!"

شاہ جی چھوٹا سا ہنس دیئے۔ "مولا داد جی! بھرم نہ کرو۔ یہاں بیٹھے سب جنے اسی اکھڑ بولی کی اولادیں ہیں۔ ایک دوسرے کو خوب سمجھ سمجھا لیتے ہیں۔"

نجیب بول پڑا۔ "آپاں پنڈ کے چنگے۔ شہریوں کی عطر پھلیلی باتیں کس کام کی۔ نہ پتہ لگے ہاں کرتے ہیں نہ پتہ لگے نہ!"

گردت سنگھ بولے۔ "لاہوریوں کا قصہ سنا ہوا ہے نہ شاہ جی! پنڈ کا ایک بندہ مہمان بن کے لاہوریوں کے گھر جا ٹھہرا۔ رات کو سویا، تڑکے اُٹھ کر سیر سپاٹے کو جانے لگا تو بھولے پن سے پوچھ لیا۔ "روٹی تیار ہو تو کھا جاؤں۔"

اندر سے آواز آئی۔ "روٹی بھی تیار ہے، گڈی بھی تیار ہے جو چاہو سو کرو۔ گڈی پکڑ لو یا روٹی کھا لو۔"

بندہ بولا :۔ "ابھی تو ہوں ہیں دو چار دن !"

"ہماری طرف سے خیر صدقے ، پر یہ نہ ہو آپ کے بچّے اداس ہو جائیں !"

لاہوریوں ، شہریوں کے خچرپن پر سب ہنسے ۔ پوچھو ۔ "یہ کیا ڈِنگ ڈھنگ ہے ۔ کیا ایک ہی بات کافی نہیں ۔ یا جاؤ یا نہ جاؤ !"

حویلی میں لگے تازی چیری اور بیٹھوں کے ڈھیر کی ہریائی خوشبو دیر تک منجیوں اور ناکوں پر لہراتی رہی ۔

چھوٹے شاہ بولے ۔۔ "محمد دین دوست داری نبھانے گئے تھے جلال پور ، بیجوں کا تو بہانہ ہی تھا ، عشق محمد اب راضی ہیں نا !"

"بہتر ہیں شاہ جی ! خون میں نقص ہو گیا تھا ، جونک لگوائے اور ٹھیک ہو گئے ۔"

"اس بیماری کا اکسیر علاج ہی یہ ہے ، جونکیں گندہ خون پی ڈالتی ہیں ۔"

"اور کچھ نئی تازی سنی ہو اُدھر پر !"

"کہتے ہیں سرکار حکم نکال رہی ہے کہ کھیت میں کھڑے رُکھ ورکھ بنا سرکاری اجازت کسان نہ کاٹے !"

"زیادتی ہے یہ سرکار کی ۔ اپنے کھیت میں کھڑے ہوں تو ضرورت مجبوری سے ہی کاٹے گا نہ بندہ ! سرکار کے آگے ہاتھ پھیلائیں ! وہ بھڑوی کون !"

"بادشاہو شہر والے تو دولتیوں نے انت مچائی ہے ۔ زمینوں میں بنگلے ڈال دیئے ! مارو سونے کے کنٹھے چھاپ چھلے پہن پہن گھومیں ۔ دیکھ کے سرکار نے معاملہ بڑھا دیا ۔ جو جٹ پہننے لگے سونے کے کنٹھے تو سمجھو خوشحال ہی خوشحالی !"

منشی علم دین کی بن آئی ۔ بہت دیر سے چپ بیٹھے تھے ۔ "پیچھے زمینداری لیگ نے لاہور میں بڑا جلسہ بُلایا تھا ۔ میاں شہاب الدین ، میاں محمد شفیع اور سردار اجیت سنگھ نے زور شور سے تقریریں کیں ۔ کاشی شاہ ، آپ کا اخبار کیا کہتا ہے ؟"

"دنگے فساد اور کھینچا تانیاں بڑھ رہی ہیں ۔ پگڑی سنبھال او جٹا کی ممانعت سیالکوٹ چھاؤنی تک بھی آن پہنچی ہے ۔"

فتح علی جی نے حقّے کی نڑی مُنہ سے نکال لی ۔ "سرکار کی یہ بات من کو رُچی نہیں ۔ فقط ایک

موڑ گانے جیسے گلگدے سے حکومت کا تختہ پلٹا ہو تو اگر سارا ملک یہ گانے لگے تو کیا فرنگی سرکار ہندوستان کا
راج و تخت چھوڑ جائے گی؟"

"دراصل سرکار حب الوطنی کے گانے پسند نہیں کرتی۔"

"شہری قانون بارے حلیہ ہوا تو جھنگ سیال پرچے کے مالک بانکے دیال نے کہیں یہ نظم سنا ڈالی:

پگڑی سنبھال او جٹا
سینے پہ رکھا دے تیر
رانجھا تو دیش ہے ہیر
سنبھل کے چل تو ویر

سرکار پیچھے پڑ گئی۔ رونگے فسادوں سے تو پہلے ہی پریشان ،سمجھا ہو گا غدر کا نعرہ ہے!"

گرودت نے ماڑا سا پگڑ ہلا دیا۔" اشارہ تو یہی تھا کہ کھیہ اپنی پگڑی پت سنبھال کے۔"

گگو خاں بولے۔" پوچھو سر کی پگڑی اور بل پنجابی چھوڑ کے جٹ کسان کے پاس رکھا ہی
کیا ہے! شہریوں کی بات چھوڑ دو۔"

کاشی شاہ بولے۔" اصل گھنڈی تو بنگال کے دو ٹکڑے ہونے میں ہے۔"

مولاداد جی کو دور کی سوجھی ۔" شاہ صاحب، بات بنگلے کی تو ایسی ہوئی نہ جی کہ اگر کسی شریک
کے بٹھوائے لکھائے دو پتر لڑنے بھڑنے لگیں تو آخر کو کنبہ ٹوٹ کر ہی رہے گا۔"

منشی جی نے سر ہلا کر تائید کی ۔" بٹوارے علاحدگیاں تو گھر گھر ملکی جوڑ بند کی بھی کئی مثالیں ہیں یہ
دلی اپنے پنجاب کے ساتھ ملی ہوئی ہے ۔ خاندیش میں کئی بار اوپر نیچے ہوا ۔ صوبہ آسام کے ٹکڑے ادھر
ادھر ہوئے ۔"

"جو کچھ بھی کہو، اصل رفتار شہریئے تو دولتیوں نے ہی ڈالا۔"

"بات یہ ہے کہ جناب کالونی میں تو زیادہ تر سب ہی فوجی جٹ، اڑ گئے ۔"

کرم الٰہی جی نے بہت بزرگی سے سر ہلایا۔" وہ تو ٹھیک ہے، پر لوگوں کے ہاتھ کیا لگا۔ لاجپت
رائے اور اجیت سنگھ کو جلا وطن کر دیا سرکار نے!"

شاہ صاحب پیچھے رہ گئی خلعت ، سرکار کی مردہ بادیاں بلانے کو۔"

فتح علی بھی گرما گئے ۔" راولپنڈی دنگے ہوئے ۔ لاہور ہو گئے سرکار پکڑ پکڑ ہتکڑیاں لگاتی رہی۔"

"سمجھو، کسی نہ کسی طرح سرکار کو امن و چین تو قائم کرنا ہی ہے نا۔"

کاشی شاہ بولے ۔" سرکار کی پالیسی منشا بہت اچھی نہیں۔ اخبار پنجابی نے بیگاری والی خبر چھاپ دی اور سرکار نے اُٹھ کر ہفت روزہ اخبار کے ایڈیٹر کو قید کر لیا۔"

گرودت سنگھ پوچھ بیٹھے ۔" میں نے کہا یہ بیگاری والا ٹنٹا کیا ہے؟"

"بات یہ ہوئی کہ انگریز افسر ایک دورے پر گیا۔ آپ گھوڑے اور بندے سامان اسباب لے کر پیدل۔ دس پندرہ کوہ پینڈا چلے ہوں گے تو ڈھوئیوں نے صاحب سے کہا ۔" ذرا سانس لے لیں۔ پانی پی پلا کر آگے چلیں گے۔"

صاحب کا حکم ہو گیا ۔"نہیں، رُکے گا نہیں، چلو!"

بندے گھوڑے کے ساتھ ساتھ دوڑتے رہے اور چٹی چمڑی والا اپنی بددماغی اور غرور میں اپنی ناک کی سیدھ بے تحاشہ گھوڑا دوڑاتا رہا۔

"اندھیرا ہونے پر گورا بہادر نہری بنگلے پر پہنچا تو دیکھا بندے غائب۔"

"اگلے دن اُسی راستے سے لوٹا تو دونوں راہ میں مرے پڑے تھے۔"

"شاہ جی، یہ تو بڑے درجے کی بے غیرتی ہوئی!"

"ظلم ہے ظلم!"

"اور سنو، دونوں بندے گھر والوں کو سرکار نے پچاس پچاس روپے دے کر منہ بند کر خلاصی مکائی!"

"ایک تو حادثہ یہ اور دوسری خبر ایک شکاری کے بارے میں۔ دو شکاری گئے شکار کھیلنے، ایک انگریز اور ایک دیسی۔ ہانکے والے بھی ساتھ۔ انھوں نے آکر یہ خبر دی کہ انگریز شکاری نے مچان پر جانے سے پہلے ہی دیسی شکاری کا شکار کر دیا۔"

گرودت سنگھ بولے ۔" بادشاہو، گوروں کے سر حکومت کا نشہ سوار ہو گیا۔"

شاہ جی نے اضافہ کیا ۔" لاہور میں 'ہند' اخبار کے پنڈی داس اور 'پنجابی' کے اتھاوے کو جب پولس نے ہتکڑی ڈالی تو بھیڑ جمع ہو گئی یہ ہنگامی حالات اپنے ملک کے لیے اچھے تو نہیں نا!"

نجیبا فقیرے کے پاس سرک کر کھسر پھسر کرنے لگا تو دین محمد جی نے ٹوکا۔ "کیوں نجیبا! کیا بات ہے!؟"

"نہ جی! بات کیا ہونی تھی۔ فقیرے سے کہہ رہا تھا کہ دیکھو، کھوج خبر تو سنا ہوں کے پاس صلاح مشورہ سو بھی ان کے پاس۔ کھیتوں کے حساب کتاب، دھن دولت جو بھی بندے کو چاہیے وہ ان کے پاس! صاحب نصیب ہوئے نا!"

فتح علی نے حقہ چھوڑ کر فرمایا۔ "برخوردار، یہ سب چنگی عقل اور تعلیم کی برکتیں ہیں۔ جٹ ہو یا شاہ، تعلیم ہی فیضیاب کرتی ہے۔"

گوما نکرمی کی سوتن بھولی کھاپی کر آسودہ ہوئی۔ دودھارنے میں تھاپی لگا دودھ کی کڑاہی رکھ دی اور گود میں چھجی رکھ سوئیاں بٹنے لگی۔

"شکر ہے رب جی، مجھے سُکھ کا سانس تو نصیب ہوا لیکن میری نیاری رہے۔ نیارا کھائے پیئے۔ جب دیکھا سائیں نے کھیجا۔ کھاجی چٹاخ پٹاخ۔ رات چوکھی گٹ پڑی بیرن کو۔

میرے من تو ہی بتا اس میں میرا کیا دوش۔ کٹورہ بھر دودھ کا اس کی منجی کی طرف بڑھی ہی تھی کہ پیچھے سے جھجھکا مار کر بھڑوی نے میری چٹیا کھینچ لی۔ پکارا کرنے لگی۔ اری کُتیے، کبھی میری طرف بھی دیکھنے دیا کر اُسے! ہائے رے ظلیا، تو انوکھا ہی نہیں جنما دو زنانیوں والا۔ دینے چار چار رکھتے ہیں، نئے پرانے انسان کی قدر کرتے ہیں۔ آج اس کے پاس کل اس کے پاس! ہیں ری کنجر بنے، دس سال سے یہ میرا مرد! تو کل پر نائی اور اس پہ پورا قبضہ کر لیا۔ ہائے ری، سڑے تیری سیج!"

سائیں نے اٹھ کر مارنا ہی تھا نا! چل چنگا، کچھ دن تو ٹھنڈی رہے گی!"

بھولی نے مٹک کر اوپر دیکھا اور گوما کو سنانے کے لیے ہیک نکال لی ہولے ہولے گانے لگی۔

واہ واہ ری واہ واہ   کہ پُگل اجوائن کا
کہ واہ ری واہ واہ   کہ نخرہ نائن کا

آواز سن کر گو مانے کوٹھے پر سے نیچے جھانکا۔ ”دُر پھٹے منہ! چلی ہے خصم کے لیے سوئیاں بنانے اری میدے میں چٹکی بھر دُھتورہ ڈال لے، مُہرہ!“

بھولی نے ٹھٹک کر اوپر دیکھا۔ ”کہے تو تیرے پور میں ڈال دوں! خلاصی ہو! سُکھ کا سانس تو آئے۔“

”ہاں ری ہاں، بیٹی۔ بیج دلالوں کی دھیا! تیری خلاصی نہ ہوئی اب تک میرے ہاتھوں صبر کر، وہ دن بھی دور نہیں۔“

بھولی بپھری۔ ”لوگ جہان سن لے میری بیرن کی بات! کبھی سنا ہے کہ سوتن ساڑے سے اتنا ستائے! اری میرا مائیکہ بیٹی۔ بیج ہے تو تیرا تو مانا پروانشاہ شاہو کارے والوں کا ہے۔ بے غیرتوں نے بانجھ بجبر وھی ڈولے چڑھا دی!

پڑدسن ویراں والی سے نہ سنا گیا۔ ”منہ پر لگام دے ری بھولیے! وہ پہلے جلی ہوئی ہے تیرے ہاتھوں۔ دقت نے اُسے کم نہیں ستایا۔ بہن میری، کوکھ کچھڑ کی بات تو انسان کے ہاتھ نہیں۔ وہ جلتے کا پرشاد ہے۔“

بھولی نے جل بھن کر چولھے میں سے دھوانکھی لکڑی اُٹھالی۔ ”اری سوتنے، آج تو میرے ہاتھوں نہیں بچتی۔ تیرے جھونٹے میں آگ لگا کر رہوں گی۔ کالے پانی پہنچ گئی تب بھی سُکھ۔ اس کل کل سے تو چھٹکارا پا جاؤں گی۔

گومانے بنیرے سے نیچے جھانکا اور ہاتھ پھیلا کر بولی۔ ”کم ذاتے، ڈر کے! اوپر والے سے ڈر کے!“

بھولی اونچی اونچی سسکیاں بھرنے لگی۔ ”ہائے رے ربا، تو نے میری تقدیر کو ایسی کھونٹی گاڑ دی کہ اُٹھتے بیٹھتے میری آنکھوں کے آگے سوتن ٹنگی رہے۔ ہائے او ....!“

”چپ ری مکرو، گوما بے چاری پر تو سوت بن کر آئی، اوپر سے یہ پھیکن! اری زنانی کے لیے یہ مصیبت ہے مصیبت!“

بھولی کی چھاتی میں طوفان ابل پڑا۔ ”اری فلانیو۔ ڈھمکا تیو میری سوکن کی طرفدار ہو، میں اپنا ڈولا آپ ہی اُٹھا کر نہیں لے آئی۔! پوچھو اس بھوتری ٹھانٹی سے ایک کنوارہی جن ڈالتی! مجھے بھی کوئی

دوجا ٹھیا مل جاتا!"

گوما کے تین پران سلگنے لگے۔ جھٹ آپڑا کھینچ منہ پر پلّہ ڈال لیا اور بین کرنے لگی ۔"اری او مرگوں میں بیٹھی میری امبڑی رج دیتی تو جنم اس ابھاگن کو۔ دیا ہی تھا تو اس کھاٹ بجڑوے سے میرا سنجوگ کیوں جوڑا! ہائے ری میری امبڑی، تو مجھے اپنے پاس بلالے، نہ ہو میری سوتن کو ہی مسانوں میں سُلا دے!"

گوما چھاتی پیٹنے لگی۔

ہائے ہائے سوتن ہائے ہائے
تیرا آگا پیچھا ہائے ہائے
تیرے پیو بھرا ہائے ہائے
ترے چاچے تائے ہائے ہائے

یہ سن کر بھولی نے دہتڑ مار لیا۔"سنو او لوگو، اپنے کانوں سے سن لو! ارے، جیتے جی سیاپا میرے ویر بابل کا! اری گل گل گرے گی تیری یہ جیبھڑی!"

"گوڑھ پڑے تجھے! میں نے کسی کا گھر نہیں اُجاڑا!"

بھولی ڈھیلی پڑی۔" ہاتھ پیلے کیے ماں پیو نے۔ میرا کیا قصور! ہے جانی جان، مجھے اُٹھالے! ارے لوگو، میں ڈوب مروں گی چناب کے پانیوں میں!"

گوما نے وندیاں چھکا دیں۔" اری چناں کے پانی میں دو ہتی ہیں سوہنیو! لوبھڑا تو دیکھ اپنا!"

"تیرے سے چنگا نہ ہوتا میرا لوبھڑا تو خصم تیرے جیتے جی گھوڑی سجا مجھے لینے نہ آجاتا۔"

گوما نے آنکھوں سے پلّہ اُٹھا کر بھولی کے منہ پر تھوک دیا۔" جا ری چھاجبڑ کنو، تو بھی جا پائے گی تو گبرو کا نام لے کر ستی ہو جاؤں گی۔ تیری چوٹھے کی آگ لگا لوں گی بالوں میں!"

بھولی نے گاؤں کا گاؤں سر پر اُٹھا لیا۔" بیاہنے والے بیاہ کے لیے آئے اور میں ابھاگن پل پل چھتر کھاؤں۔ تیرے رہتے اس گھر کا دانہ پانی کھاؤں تو اپنا تھوکا اُٹھاؤں۔"

حاکم کو ہٹی پر خبر ملی کہ پھر گھر میں جنگ چھڑی ہے تو ہاتھ سے تکڑی پھینک کر گھر آگیا۔

"حرام زادی الّو کی پٹھیوں نے اس اکیلی جند پر ایسا پوچھڑ ٹنگ کسا ہے کہ دن رات کا

عذاب ہو گیا!"

گوما نے خصم کو اندر گھورتے دیکھا تو بنیرے تلے سر چھپا لیا۔

منجی پر اوندھی پڑی بھولی پر وبادب حاکم کے ہاتھوں ٹھکیاں پڑتے دیکھ کر گوما کے دل جگر میں ایسی ایسی ٹھنڈک پڑی کہ ہنستے ہنستے پڑوسیوں کا بنیرا پھاند شاہوں کے گھر جا پہنچی۔

چاچا مہری نے دیکھا تو جھڑک کر کہا۔ "کیوں ری لنبور نے، ہوش میں تو ہے نا۔ دیکھ ری گلے کے بیڑے کھلے ہیں، بند کر!"

"آپ کھولے ہیں میں نے۔ ہوا لگنے دے، میرے کالجے ٹھنڈ پڑنے دے۔"

چاچی مہری نے دھمکایا۔ "مر ری، سودائی تو نہیں ہو گئی!"

گوما کھلکھلا کر ہنس دی۔ "چاچی میں آج خوش ہوں رجت میں، ایسی پرسن ہوں، کہ رہے نام رب کا!"

"گوما، ڈینگوں۔ ڈولے چھوڑ، مطلب کی کہہ!"

"تو سن لو چاچی، آج میری سوتن کے ایسے گھسن پڑے ہیں ایسی چنڈ، چپیڑیں کہ میری چھاتی ہلکی پھلکی ہو گئی ہے۔"

"منہ پر بھتند رکھ ری! زیادہ بک بک کرے کرے گی تو تو بھی ہاڈ تڑوائے گی حاکم سے۔"

گوما پچاؤ چاؤ دہلیز میں بیٹھ گئی۔ "ہاڈ تو ٹیں میری بیرن کے! کالجہ پھنکے بھولی سڑولی کا! میرا تو آج رواں رواں ٹھنڈا!"

گوما بایاں ہاتھ کمر پر رکھ دائیں ہاتھ سے مٹھا بنا پچونیوں کی طرح کمر مٹکانے لگی:

واہ واہ ری واہ واہ   کہ پھل گلاب کا!

واہ واہ ری واہ واہ   کہ پانی چناب کا!

واہ واہ ری واہ واہ   حکم چلا صاحب کا!

شاہوں کے گھر کڑاہ چڑھے تو حلوے پوری کی خوشبو سارے پنڈ میں پھیل گئی۔ دن بھر و ہنگیوں پر رکھی پراتیں بھرتی رہیں اور بنٹتی رہیں۔ اتری ونڈ، پھلی ونڈ، چوہڑوں کی ٹھٹی، سانسیوں کی گوٹھیں، کوئی بھوکے پچو کے

نہ رہ جائے۔

پوریوں سے بھری دہنگی اُٹھا جھیونرے گنگو اور لمبو چلنے لگے تو شاد بولے۔ دیکھنا گنگو بھیا کوئی گھر آنگن چھوٹنے نہ پائے۔ یہ مل، دو رمن کی بھاجی نہیں، یہ تو نیگ کا پرشاد ہے۔ جتنے منہ لگے اتنا ہی پن!"

اوپر لالی شاد کو تجو اباہیں ڈالے سناتی کبھی بچھڑے کا سر سہلاتی کبھی گود پر دھرے چھیلا لاڈلے کو دودھ پلاتی۔

منہ سے تھن نکال آنچل سے بچے کا منہ پونچھا تو کانے سی دودھ دھارو آتما آسودہ ہوگئی۔ واہ گرو! سب آپ کی برکتیں، جسم و جان جس کو پائے باتوں اپنا لال نہیں بھلایا، اپنا دودھ نہیں پلایا وہ زندہ جہان والی مہتاری تو نہ ہوئی!

مٹھائی۔ ونگیوں کی کڑاھیاں گرما گرم سوندھی میٹھی مشکیں پھیلاتی رہیں۔ شریک بھائی چارے کے لیے لڈو مٹھے اور گندوڑے، ساتھ گول مٹھائی۔

چسکورے چاکھے پل پل آ بوندی کی توریاں چباگئیں۔

"مولے شاہ، بیسن ذرا سخت ہے۔ ذائقے میں وہ پہلا رس نہیں آیا!"

مولا حلوائی چاکھوں کے اس رنگ ڈھنگ سے واقف۔ "بادشاہو، میری سمجھ میں تو ٹھیک ہے، پر چاہو تو اور چکھ کر دیکھ لو!"

چھوٹے لڈو کے برابر ہتھیلی پر بوندی رکھ کر چاکھے کی نیت بھانپ لی۔ "کرپارام جی، ذرا دھیان سے دیکھو، ڈالو شکر کھنڈ کم زیادہ تو نہیں!"

کرپارام نہ سمجھے۔ بہت دبلے سے کہا، "ملیشا، پنچوں نے جب یہ کام ہمارے ذمے چھوڑا ہے تو ونگی کو انیس اکیس کیسے رہنے دیں!"

مولا دل ہی دل میں ہنسا۔ بیسن کے لفے جتنا لڈو بنا کر آگے کیا۔ "دیکھو، بیسن نے چاشنی پکڑ لی ہے کہ نہیں۔ ذرا دھیان سے چکھ چکھ کر کوئی درجہ دے ڈالو! یہ نہ ہو چکھنے ہی چکھنے میں تو ی خیر ول سے آدھی رہ جائے!"

کرپارام نے مٹھ بھر بوندی کھائی تو جی خوش ہوگیا۔ "واہ واہ مولیا، ہاتھ کیا ہے ودھی۔ ماما کی مٹھ ہیں! نہ کم، نہ زیادہ! بس برابر کی!"

دو لڈوؤں کی یوندی تھی۔ اب بھی چنگلایا مُنہ ذائقہ نہ سمجھ سکے تو مُولا گیا کام سے اور بادشاہو، آپ گئے چو کھے نام سے!"

کمرہ ارام نے ذرا سا سر ہلایا اور گھی نکالنے کے بہانے اِدھر اُدھر ہو گئے۔ کپڑے لتیروں کی گانٹھیں چھوٹے شاہ نے باگے کے ہاتھ اوپر بھجوائی تو زنانیاں منگل کرنے لگیں۔

چاچی نے باگے کے ہاتھ پر ٹکا رکھا۔ "جیتا رہ۔ بڑی بڑی عمر ہو! خیر صدقے سگنوں کے جوڑے لایا ہے۔"

چھوٹے شاہ نے کہلوایا ہے کہ کپڑے جوڑے لگے لگائے ہیں۔ ایک میں گھر والوں کے دوسری میں شریکے داری کے۔ ایک پوٹلی میں کناری، بانکڑی کے توش ہیں!"

گجرانوالے سے خریدے کپڑوں کی گٹھریاں کھلیں تو رنگ برنگے بچے کپڑے دیکھ دیکھ کر زنانیوں کے ارمان ہرے ہو گئے۔

چاچی مہری نے مخملیں جوڑے پر ہاتھ پھیرا۔ "مُلّا، میرے کاشی رام کے انوکھے ہی کام! بھتیجے کی جمنتی پر ایسے بھاری جوڑے بنوا کر لایا ہے۔ جیسے بری جہیز کے ہوں!"

بابو مراثن نے پاس جھک کر لالی کی بلائیاں لے لیں۔ "اری شاہنیو، کھترانیو! بیالے ایک پُتر جم ڈالا کرو۔ رب کرے پھر ڈھیروں کپڑا اور سیروں سونا۔ کہتے ہیں نا، ہندو شاہ نے بندوائی کیا بیاہی، گھر میں ہتھنی باندھ لی۔ سگن بگڑ مائی سے لے کر پُتر، پوتروں تک گہنا، گٹا اور کپڑا!"

کسی سیانی نے گھڑک دیا۔ "چُپ ری بابو! ڈھنگ بج کی خوشیاں سب کی برابر۔ تو یہ کیا تُلنانے بیٹھی!"

پیڑھی پر بیٹھی شاہنی نے سادگی سے موڑا۔ "بابو گھوڑی گانے کی جگہ تو سگنوں کی برکتیں گننے لگی۔ اری یہ نہیں کوئی عقل کی بات!"

بابو شرمندہ ہو کر بولی۔ "اُجبک موڑھ، میری بات چت پچتے نہ دھرنا۔"

بابو تالی بجا بجا کر ناچنے لگی۔ ایسے گھمن گھیرے ڈالے کہ گھر کی لڑکیاں سیانیاں سب ناچنے لگیں۔

نیچے سے حلوائی نے ہانک ماری۔ "دھیو، دھیانیو، مٹھائی پر مٹی پڑے گی۔"

جٹ کپڑوں پر آ گیا۔

"چندرا دیے، گن تو سہی کتنے جوڑے ہیں مخمل کے؟"

"چھ ہیں چاچی! پانچ تو ہوئے تیروں سے پانچ پھوپھیوں کے اور ایک لڑکے کی ماں کا!"

"مجھ سے پوچھ تو یہ چھٹا جوڑا ہے لالی کی چاچی کا!"

"ماں جی یہ بات، پر پھر جٹھانی کا کون سا ہوا؟"

چاچی بھی سوچ میں پڑ گئی۔ "کاشی رام نے کچھ تو سوچا ہوتا۔ جہاں چھ وہاں سگنوں کے سات!"

چھوٹی شاہنی نخرے سے بولی، "اللہ جانا کیوں وروں پر ساری کڑھ کاری کنجوسی مجھ پر ہی ہوتی ہے۔"

"میں نے کہا سکھی ساندری، گروداس کیشولال کے جنمنے پر تمہیں بھی تو پیچے جوڑے ملے تھے!"

"برابر ملے تھے چاچی، پر وہ چاؤ۔ ملبار تو میرے جیٹھ راجے کا تھا نا!"

نند کوراں نند نے ٹھٹھولی کی۔ "چھوٹی بھرجائی، ناویں کی گتھی دونوں بھائیوں کی ایک باقی تیری پسند کے کپڑے پہ ہاتھ تو کاشی نے رکھا ہی ہوگا!"

"لو اور سنو تمہارے صوفی بھائی کو ان باتوں کی کیا شناخت!"

چاچا نے ماں بی بی کو ہانک دی۔ "جا ماں بی بی، نیچے سے پوچھ کے تو آ! پوچھنا ساتواں جوڑا کہیں بزازی کی دوکان پہ ہی بھول تو نہیں آیا!"

ماں بی بی پلٹیں تو چھوٹی شاہنی کو چھیڑ کر کہا۔ "چھوٹے شاہ تم سے نہیں ہارتے۔ چھٹا جوڑا تو ہے تمہارا اور شاہنی کا ہے پیازی۔ دوسر گٹھری کھول کے دیکھو۔ اس میں ہوگا!"

مخمل کا پیازی جوڑا نکلا تو دیکھنے والیوں کی آنکھیں چوندھیا گئیں۔ روپہلے سنہرے سلمے میں بیچے موتیوں کی ٹانک!

چاچی نے جوڑا اٹھا کر چوما اور شاہنی کی جھولی میں ڈال کر کہا۔ "لو دیکھو بچی اپنے دیور کی سادھ کیا نفیس رنگ ہے! ہاں ری، کیوں نہ ہو! جوڑا تو بنوانا تھا بھرجائی کا اور بھتیجے کی ماں کا! بڑی بھرجائی جان لے تیری سوانی شوبھا کی ہے تیرے دیور نے!"

چھوٹی شاہنی کھل گئی۔ "ملا کچھ بھی کہو، رنگ مجھے بھی پیازی ہی پسند ہے۔ میرے بیاہ کا عنابی مخملی تو پہلے ہی میرے پاس ہے!"

چند کوراں نے ترکیب لڑائی۔ "چھوٹی بھرجائی، دونوں ایک سے چنگے۔ گروداس کیشولال کی بہوٹیوں

کوڈھو دینا بری میں!"

"نہ چھوٹی بات! میرے من میں بس گیا ہے پیازی رنگ! کچھ بھی کہو، اس موقع پر من کی نہ کروں گی تو اور کیا بوڑھاپے بیلے کروں گی!"

بڑی سیانیاں چھوٹی شاہنی پر ناراض ہونے لگیں۔ بندرادئی رہی: "راہ کی بات کرری! بڑی سہک کے بعد تیری جیٹھانی کی یہ گھڑی آئی ہے!"

"بہنا، میں اس سے دوگنی خوش، پر یہ بات تو ہوئی نہ رنگ پسند کی!"

شاہنی نے اپنی خوشی میں دیورانی کا مان رکھ لیا۔ "تیری سادھ، پسند ہمارے سر آنکھوں پر! تیروں سے لالی کی چاچی ہو، جو من آئے سو اُٹھا!"

بندرادئی خوش ہوگئی۔ ہنس کر کہا، "جیٹھانی، میری تو دس گھی میں، پر اگر تمھارے دیور نے اگر کچھ اونچ نیچ کی تو..."

"چھوڑری! میں دیتی ہوں اپنی خوشی سے! میرا دیور کچھ کہے گا تو سنبھال لوں گی۔"

چاچی نے اپنے لیے دریائی کا جوڑا دیکھا تو آنکھ بھر آئی۔ "تیرے سائیں پر بلیہاری بندرادیئے، پر تو ہی بتا میں کب پہنوں گی اسے۔ یا میں نے اسے کسی کی بری میں ڈھونا ہے!"

"یہ بھلا کیا چاچی! لاری رابعاں، لالی کو اِدھر لا!"

شاہنی نے لالی کو چاچی کی گود میں ڈال لیا۔ "چاچی، تمھیں سونہہ ہے میری! یہ پتر میرا نہیں تمھارا ہے!"

شاہنی نے ماں بی بی کا جوڑا اُٹھایا۔ "لے ماں بی بی، اپنا تہمد کرتا! دوپٹے پر گل ٹانک لینا!" "کیسری جھگا، سوتھن اور گاڑھی گلابی اوڑھنی! دیکھ ری رابعاں اپنے کپڑے! پہنے گی تو پھب پھب اٹھے گی!"

چاچی لاڈ سے لڑکی کی طرف دیکھتی رہی۔ "دھیے، اوڑھنی میں بندٹانک کے رکھ لے!"

جاؤ کڑیلو، نوری، منری، جیٹی کو بلا لاؤ۔ چنیوں کے بانکڑی کناری لگائیں اگر!"

پٹاریوں میں توش بانکڑی اور گھٹنوں پر سوہے گلابی دوپٹے۔ عنابی رنگ پر پیلی کناری ایسی پھبن مارے کہ سوہنے متھے پر سگنوں کی کناری جھلملاتی ہو۔

لالی کی پھوپھیاں، چاچیاں، تائیاں پنڈ کی ولِن مل گھوڑیاں گانے لگیں۔

بنّی بنّی بوندیں

نکّیا مینہہ وے ورے

وے نکّیا ماں وے سہاگن

تیرے سگن کرے!

دھومیں مچ گئیں۔

شاہوں نے مجرا، تماشہ بلایا ہے۔

"جی سنتے ہیں لکھن وال والی بدھاں اور حُسناں کو اکوتر سو کی پیشگی بھیجی گئی ہے۔"

لوگ بلا بلا پوچھیں شاہوں کے کامی گماشتوں کو۔ "کیوں جی، کاشی شاہ کے پتروں کے بیٹے تو چھوٹے شاہ نے منڈی بلا دی تھی نہیں!" "اس بار بات بنی تو کیسے جی!"

بادشاہو، جاتک لالی شاہ بہت مہنگا ملا ہے، اس کی آمد پہ لوگوں کے دل مانگیاں کیوں نہ پوچھیں!"

"ہاں جی، یاروں کے دیدارے دل گرم اور آنکھیں ٹھنڈی!"

"مان گئے آپ کی سُگھڑ عقل کو!"

"محمد دین، سنتے ہیں عمدہ کنجری پیرو شاہوں کے گھر مبارکیں دینے گئی ہے۔ تبھی بُدھاں اور حُسناں کی بن آئی ہے!"

"نواب استاد، مجرے تماشے کے لیے کوئی نیا جوڑا بنوالیا ہے نا! یار! اس جوڑے میں تو دیکھیں نہیں پریاں تمھاری طرف!"

"بادشاہو، یہ بتاؤ کہ پنچونیوں کا پیش کار اشرینھ والے کھوہ پہ اُترے گا کہ دارے کے پچھے چھپو ترے پر!"

"گاؤں کے گبھرو ٹے ہیرگا گا کر دلوں کے اختیاروں کو چھونا کرنے لگے۔ کوکلے نے سر اٹھائے۔

اک مٹھڑی جوڑی عشق دی
چناں دے کنڈے کھیل گئی
ایک ڈاڈھی بازی عشق دی
دو پتے پھُل گلاب کے
لوکی مڑ مڑ دین مبارکاں
ارے صدقے ایسے چناب کے
جنھے ہیرنے پریتی لائیاں
اُس یاری دیاں گھول گھمائیاں
جنہاں عشقی بازیاں لائیاں
جہان وار کے دلبر عاشقاں تو
جنہاں ربّی مجلساں لائیاں

دوستو یارو، دل میں اپنی اپنی پریتیں محبتیں دھار کر مائی ہیر کو سلام کرو۔ ہیر اور رانجھا دونوں ہماری اس مجلس میں شامل ہیں۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ جتنی بار اس البیلے جوڑے کے پریت، پیار دنیا میں گائے جائیں گے، اتنی بار حسن کے مہتاب چمکیں گے عاشقوں کے دلوں میں! معشوقوں کی آنکھوں میں! جتنی بار ہیر کے دردیلے سُر ہوا میں لہرائیں گے اُتنی بار ہیر سیالوں کی، رانجھا تخت ہزارے کا، اپنی روحوں سے ان مجلسوں میں شامل ہوں گے۔

وہ دیکھو ــ بیاہ کا زنتر الال جوڑا پہن سیالوں کی ہیر کُڑی اس مجلس میں شامل ہے۔

اُدھر دیکھو ــ جوگی درویش بنا رانجھا سائیں تخت ہزارے کا۔ کنارے کھڑا ہے دریا کے۔ ہیر کے سائو سے بندھی اس کی روح اس کا کلبوت۔ یارو سلام کرو اس محبوب جوڑی کو!

"سلام قبول ہو مائی ہیر!" لڑکے اُٹھ اُٹھ کے سلام کرنے لگے۔

کوکلا اُٹھ کھڑا ہوا اور بانہیں پھیلا کر کہا۔

عاشقوں کی راہ روشن	اس کے اندر سورج
ان کے باہر سورج	ان کی روح روشن

کہنی کے بل ریت میں لیٹا بختاور اُٹھ بیٹھا۔ "جھنگ سیالاں میں مائی ہیر کا مزار ہے۔ ہم نے یہیں منت مان لی۔ ایک نہ ایک دن وہاں پہنچنا ضروری ہے!"

گھولو نے چھیڑا۔ "یار بختاور نوری کو بھی ساتھ لے جانا۔ خیر صدقے تمھارے غیر حاضری میں اس نے بھی تو تم سے نبھائی ہے۔"

لدا پاس آ بیٹھا۔ "چارہ کاٹ کر ڈھیر لگا آیا ہوں۔ رب جانے ناچ مجرے میں فرصت ملے یا نہ ملے۔ بابے کی عادت تو پتہ ہے ناجشن میں بیٹھے بیٹھے ٹوکا ٹاکی کرتا پھرے!"

چودھویں کا چاند۔ دریا کنارے تعلیم والیوں کے لیے تمبو، چھیلداریاں لگنے سجنے لگے۔ جا بجا فرش، پاندان، عطردان، پیکدان، چنگیریں، شمع دان اور گھڑونجیوں پر گھڑے گاگریں۔

آس پاس کے گاؤں کے گبرو جوانڑے اکٹھا ہو ہو کر دریا میں تریاں مارنے لگے۔

کوئی شاہو کے گھر سے خبر لایا۔ "یارو لکھنوال والیاں کل تڑکے پہنچیں گی بیڑی سے!"

"لوجی، اب گزری رات یہیں دریا کنارے!"

"ادھر اپنے صبح کی مَتّی نکلی، اُدھر پورب سے دو چاند چڑھ آئیں گے۔"

کو تھیڑوں کے بودے نے جلالو کی پیٹھ پر دھپ رسید کیا۔ "ابھی سارنگی طبلے دور ہیں۔ اوئے تیرا دماغ پھر گیا نا! دن چڑھے سورج نکلتا ہے کہ چاند!"

"دنیا بھڑوی کچھ بھی کہتی رہے۔ ہم تو اپنی حُسناں، بُدھاں کو چاند کہہ کر ہی بلائیں گے!"

"یہی سہی! پر ابھی صبح سویرے کے چاندوں کا قصہ دنیا میں پُجڑا نہیں۔

کو کلا ہنسنے لگا۔ "بادشاہو، وہ بھی کوئی مشکل نہیں۔ قصہ سنا دو میرے چاچے کو! باندھ دے گا بندشیں ہیں!"

بوٹے نے سر کی جوڑی کا بال دیا۔ "میرا بھائیا میری بے بے کو بتا رہا تھا کہ گنجاہ والی گوہر جان تالی کیا بجاتی ہے کہ ٹلیاں کھڑکنے لگتی ہیں!"

"چھوڑ یار، تالیاں بجانے کو مراثیں نقال کیا کم، ہتھیلیاں پھیلائیں کھڑکائیں اور بیل بدھائیاں مانگ لیں۔ پر جی، ناچنے گانے والیاں تو اپنی تعلیم کا کھاتی ہیں!"

"اور بنے دے۔ بول اُٹھائے، چھن چھن گھنگھرو کھنکائے اور مردوں کے دل تڑپائے اور کا ہے کی کار۔ کمائی ہے!"

مدد علی کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔ "کہتے ہیں چُھما چاٹی سے بندہ کو تباہ کر دیتی ہیں کنجریاں!"

بوٹا سنگھ اکڑ گیا۔ "ضروری نہیں کہ کنجریاں سبھی کو انگ لگانے دیں پہن پوشاک ان کی اعلیٰ اور روپ سوایا!"

جلالو نے ٹوکا۔ "اوئے قلندر، دسنی سنائی پر تسلیاں! بتا تو سہی بوٹے یا، تو پیدا کب ہوا؟ کب دیکھی کنجری!"

"سوہنے رب کی، آنکھوں دیکھی بات ہے۔ اپنے چھوٹے مامے کے بیاہ میں سو قدرے گیا تھا۔ انھوں نے کنجاہ والی ممتاز بلوائی ہوئی تھی!"

خبیثا! پہلے تو نے کبھی ذکر نہیں کیا! آنکھیں ایک بار کنجری دیکھ لیں! اس کا جگمگ جگمگ بھیس دیکھ تو سودائی بن کر دن رات ٹپے نہ گاتا پھرے!"

"نہ مان! تصویر کنجری کی ایسی میٹھی موہنی کہ بندہ سلام کرتے ہاتھوں کو دیکھتا رہ جائے قربان ہو جائے!"

"بتا دے بوٹے یا، کنجاہ والی کیا پہنے ہوئی تھی؟"

بوٹا آسمان چڑھ گیا، ماتھا پھیلا کر کہا۔ "بناؤ سنگھار پورا۔ چم چم پیشواز موتیوں کا در ستجف سے ٹنکا ہوا اور پر کناری کے ساتھ والا دوپٹہ۔ ماتھے پر ٹیکا۔ ہاتھ میں رتن۔ چونک آرسی۔ کانوں میں سچے سیموں کے کنٹھل!"

مولو کو یقین ہو گیا کہ ہو نہ ہو بوٹے نے مجرے والی کو دیکھا ضرور ہے۔

قریب سرک کر کہا۔ "کچھ یاد ہے کیا گایا تھا مجرے والی نے؟"

گوہر شناس نے ٹوکا۔ "ہو گا کوئی کافی پتہ عاشق معشوق کا!"

بوٹا سنگھ نے لمبا ہو کا مارا اپنی پندرہ سالہ پیاس سے آسمان پر چاند دیکھنے لگا اور آہ بھر کر کہا۔ "ایک ہی بند یاد ہے۔ کہے تو سنا دوں؟"

"یارا! جلدی سنا، سنا بھی دے"

نہ اُس بیوفا میں وفا
نہ اُس بے حیا میں حیا

گوہرا اور جلالو نے گل بانہیں دے کر بوٹے کو بھینچ لیا۔ "اوئے بوٹا سنگھا! تو تو پہنچا ہوا مرد ہے یاروں سے اتنی دیر چھپائے رکھا!"

ریت پر بیٹھی ٹولیاں مادہ کامل پر قربان ہو ہو گئیں۔

کہیں ٹپے، کہیں پورن بھگت، کہیں سسی پنوں، کہیں مرزا صاحباں کی تان۔

شر لبھو دریا میں ڈبکی لگا کر آیا تو گیلی تہمد اُتار کر گینڈا سے پرے مارا۔ "اوئے شرم کا ہے کی! کیا تیرے پاس کوئی عجوبہ ہے! ساری دنیا ہی اس سے تنی چلتی ہے۔"

گلزاری نے سر ہلایا۔ "اس کا گمان ٹھیک نہیں۔ بڑوں کا کہنا ہے ہر وقت اس کی لیدا کھیل سوچنے سے بندہ خصتی ہو جاتا ہے۔"

اپنے اپنے تمبوں سے آنکھیں چرا کر چوکڑی سر کھجانے لگی۔

"پیرو.....و.....پیرو.....و..... چمن کی چاننی میں اڑتی پنچھیوں کی ڈاریں اڑ اڑ کر دریا پر جا پھیلیں پیرو.....و....."

لڑکوں کے کان چوکنا ہوئے۔ "یہ پھول سنگھنی ہے۔"

"نہ! شرط لگا لے اب تو یہ ہونی!"

"یہ ہونی بھی نہیں، یہ ہے سنار بھر ٹبلی!"

"ماں لے میری! یہ ہے دھولا دھارنی۔ ان ہی دنوں ہتی چھوڑ چیترال چمن کی طرف آتی ہے۔"

کوکلے کا چھوٹا بھائی ڈوڈا امراتی آن پہنچا۔ بیٹھتے ہی کافی چھیڑ دی۔

منسا کرت سکھ چرن تہارے
میری مرادیں برساؤ پیارے
جو سکھ آوے، سو پھل پاوے!
غوث نبی کے لاگے پیارے!
منسا کرت سکھ چرن تہارے

ڈوڈے کی بلند کھنکتی آواز دریا کی موجوں پر ناچنے لگی۔ ٹھنڈی ہوائیں چناب کی، لڑکوں کی آنکھوں کو جھلانے ڈلانے لگیں۔

علی الصبح لدے کی آنکھ کھلی تو شاہوں کے کئی کارندے چھولداریوں میں مال پہنچا رہے تھے۔ ساتھ پڑے گوہر اور مدد علی کو جھنجھوڑا۔ "اُٹھ جاؤ، او اُٹھ جاؤ! تمبوؤں میں رونق لگ رہی ہے۔ جلدی جلدی کھیت جھاڑے ہو آئیں۔ یہ نہ ہو کہ ہم ہنٹھ، پانی پر ہوں اور اُدھر سے مٹکنیاں آ پہنچیں۔

شمالی سمت پہاڑوں کے پیچھے سے شفق کی گلابی اوڑھنی دریا اور آسمان پر بیک وقت لہرانے جھلملانے لگی۔

پانی پر اُجیارا لشکارا مارنے لگا۔ وہ دیکھو کشتیاں تیرتی آتی ہیں۔ ادھر اور اُدھر جوان گبروؤں کی آنکھیں اوڑھنیوں میں اٹک اٹک جاتی ہیں۔ چھاتیاں دھڑکنے لگتی ہیں۔

یکایک شور مچ گیا۔ "کسی نے پہلے دیکھا بھی ہوا ہے کہ نہیں!"

شاہوں کے یہاں سے کوئی بھی نہیں آیا! پہچانے گا کون؟ چہروں کی ہمیں کیا پہچان؟ بدھاں کون ہے؟ حُسناں کون ہے؟

کاشی شاہ بدھاں اور حسناں کے استقبال کے لیے گھوڑے سے اُترے۔ اِدھر اُدھر نظر ماری۔ دریا کنڈھے آس پاس کے پنڈوں کے گبرو۔ گبرو لوٹوں کو دیکھ صاف آواز میں کہا۔ "برخوردار! کہنے کو یہ ناچ مجرا ہے پر دراصل یہ بڑی گہری تعلیم ہے۔ یاد رہے، گانے ناچنے والے لوگ بہت اعلیٰ تعلیم کے مالک ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی عزت برابر ہونی چاہیے!"

لڑکوں کو سننے کی تاب کہاں!

"کریں گے جی، برابر عزت کریں گے۔ پر پتہ تو لگے کون بُدھاں ہے، کون حُسناں؟"

چھوٹے شاہ نے سارے شکوک و شبہات دور کر دیے۔ "گلابی دوپٹے والی حُسناں اور کاسنی والی بدھاں!

کشتیاں کنارے کی طرف بڑھتی آئیں۔

بوٹے نے آنکھ پر ہاتھ کی اوٹ کر کے پانی میں چھلکتا سورج کا لشکارا بچایا اور بلند آواز میں کہا۔

"بدھاں کنجری تو جی چہرے سے میری بے بے لگتی ہے۔"

ڈوڈے نے سمجھایا۔ "بوٹے شاہ، سکھوں والی باتیں! او سنگھا، بدھاں تعلیم میں راولپنڈی تک کوئی ثانی نہیں رکھتی۔ اس جیسا ٹھمری ٹپہ گانے والا ابھی کوئی پیدا نہیں ہوا۔"

جلالو نے اُچک کر دیکھا۔ "چھوڑ او ئے کھنڈی کنجری کو! دیکھ حُسناں کو جو ہو بہو ہیر ہے جھنگ سیالہ کی۔ ہائے او ربا! کیا صورت، کیا روپ جوانی!"

ملّاحوں نے جیسے ہی بیڑیاں کنارے لگائیں۔ چھن ۔۔۔۔ چھن ۔۔۔۔ بانہوں کو چھنکار اور پاؤں کی جھانجھریں بجنے لگیں۔

حُسنہ کی ناک کا موتی ایسا چمکا جیسے کسی لکھ رانی کی تیّی پر بیٹ ہو!

جلالو نے چھاتی پر ہاتھ رکھ کو ٹیک لگا دی۔ "میں تو گیا یارو! ربا میریا! یہ جھال نہیں جھیلی جاتی مجھ سے!"

کہتے کہتے گندمی رنگت والا جلالو ریتی پر چت لیٹ گیا۔

ٹھوڑی پر سرا تندولہ اور اُجلے دانتوں کی لڑیوں والی بدھاں ہنسنے لگی۔ "صدقے تیری سجری جوانی پر چنا! یہ جھال ان کپڑوں لیٹروں اور گہنے گٹے کی نہیں، یہ روشنیائی تیرے تازے رتڑے خون کی۔ ماں کے شاہزادڑے، اُٹھ کھڑا ہو جا اور سلام کر حُسنہ پری کو!"

پھر بوٹے کی طرف کھری چتون سے دیکھا۔ "بھولے بادشاہ، ابھی بچّے ہو۔ دنیا جہان میں ڈھونڈنے چڑھ دھاؤ تب بھی کوئی مُجرن کنچولی کسی کی بے بے نہ لگے۔ پھر میں تو ٹھہری بدھاں کنجری! چل رے سنگھا، مجھے بے بے بُلا ہی لیا ہے تو ایک بار قدم بوسی تو کرے۔ مجھے بھی تمہیں برخوردار کہنے کا چاؤ ہو گیا ہے!"

بوٹے نے کسی دوست یار کی طرف دیکھا، نہ کچھ سوچا سمجھا آگے بڑھ قدم بوسی کی۔ بدھا کے پاؤں چھوئے اور ہاتھ سر کو لگا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

"جیتے رہو۔ بڑی بڑی عمریں۔ جوانیاں مان او سنگھا۔ میں صدقے، میں بلیہاری شاہوں کے گراں پر، جس نے بن مانگے مجھے پُتر دے دیا!"

بدھا چھوٹے شاہ کی طرف مڑی۔ بھولی دات اس بھولی، شاہ صاحب، کبھی سنا تھا کنجری کو بھی کسی نے بھولے پن سے بی بی کہہ کر پکارا ہو۔ ظاہرہ بیر لکھن داتے سکھی سرور کے کمالات ہر گئیں۔

"شاہ صاحب، بہت مبارکیں لالی شاہ کی!"

"خیر مبارکیں!"

بدھاں اور حسنہ اپنی رنگ رنگیلی چال میں چھولداریوں کی جانب بڑھیں تو نوجوان عش عش کر اٹھے۔ بختاور نے آواز کسا۔ "ریا، پتہ تو لگے ان کے پاؤں کی جوتیاں قسمت والیاں پوٹھوہاری ہیں یا سلیم شاہی ہیں!"

کاشی شاہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور پاک صاف آواز میں کہا۔ "برخوردار، یہ پوٹھوہاری نہیں، سلیم شاہی ہیں!"

پھر ایسے قدم اٹھائے جیسے پنڈ بیں معجزہ نہیں، سرور۔ سماں بجنے والا ہو۔

دھوپ نکلتے ہی چوہڑوں کی ٹھٹی میں میلے کچیلے بچوں کی ٹولیاں باہر نکل آئیں۔

دامن بی بی فاطمہ کا
چھتر تان دلی کا
حکم مان کعبے کا
تایا تان مکے کا

میلی کچیلی سوتھنیوں میں ڈھکی چھپی لڑکیاں کھبنو کھیلنے لگیں۔

بالا شاہ نوری کس کے بیٹے	امیر شاہ نوری کے بیٹے
امیر شاہ نوری کس کے بیٹے	حیدر شاہ نوری کے بیٹے
حیدر شاہ نوری کس کے بیٹے	جنت تالا نوری کے بیٹے
جنت تالا نوری کس کے بیٹے	مولا مشکل کشا

دوڑو، اری او دوڑو! بیروں کا بجرا..... پیروں کا بجرا.....

سنتے ہی لڑکیاں اُٹھ دھائیں۔

سینگوں پر اُٹھائے گا، سینگوں پر۔

کھیڑوں میں چھوٹے بہن بھائیوں کو اُٹھائے نیانیاں یہ جا اور وہ جا۔

رحم مسلی کے جڑواں بیٹے کہیں سے بدحواسی میں دوڑتے آئے۔ ڈھیٹے چڑیل کھوسے چٹے بالوں والا لڑکا نکلا اور اروڑھیوں پر غائب ہوگیا۔ ہم نے اپنی آنکھوں دیکھا ہے۔ دوڑو، لوگو دوڑو!

بچے دوڑ دوڑ دادیوں پھوپھیوں سے جا لگے۔

"کیوں رے کیوں، کیا قیامت آگئی جو دوڑتے بھاگتے نظر آتے ہو؟"

"بے بے رے، بترے کنے نے کنویں میں سے آتا جاتک دیکھا چٹے بالوں والا۔"

"ہائے او ربا!" بے بے شبراتی نے جھٹ سر پہ کپڑا ڈال سر جھکایا۔

تیرے آگے اپنی فریاد

تری فریاد ڈُھر درگاہ

"دور بلائیں۔ بابا بالا شاہ، رحم کرنا!"

بترے کنے کی ماں نے گلا پھاڑ خبردار کیا۔ "ارے بچڑو، اُروڑھیوں کی طرف نہ جانا! دن دہاڑے جن خواص نظر آیا ہے۔ رب خیر کرے!"

پنگھوڑے پر سوئے سکھی کے پُتر نے کھانس کھنکیا کر دودھ پھینک دیا۔ ہاتھ کا برتن پرے رکھ کر جاتک کو گود میں اُٹھا لیا اور پیٹھ مل مل کر کہا۔ "کھرے کھانسی، کھرے ہٹ، ہٹ....!"

وادی دونی ہاتھ پر نخترو رکھے منہ چگلاتی تھی، آواز دی۔ "کیوں ری کچھیے، کیوں رلا رہی ہے لڑکے کو! لڑکے کو بہلا پھسلا، منہ میں تھما دے!"

دونی نے دوسرا لقمہ منہ میں ڈالا ہی تھا کہ سکھ نے چیخ مار دی۔ "ہائے ری بے بے کرلے جو کرنا ہے! لال لُٹ گیا میرا!"

دونی اُٹھ دھائی۔ بھوٹی کی گود میں لڑکے کو دیکھا کہ آنکھیں پھر گئی ہیں۔

چھاتی پیٹ لی۔ "او ربا میرے بخش دے! میرے پوہ کی بو آتی ہے۔"

سکھنی نے چھاتی پر ہاتھ دھر کر سانس دیکھی اور دھاڑ ماردی ۔" اری بران ساسٹری، میرا لال تو کوئی نا!"

ساتھ والے کوٹھے سے بوڑھی وڈیری جمالو اُٹھ دھائی اور دہلیز کے باہر کھڑی ہو کر گرجی۔

کالی چری، چار چری

کاٹ کاٹ دیہی کو کھائے

پانی بہائے سمدر کا بھوت

چڑیل بھسم ہو جائے

کالی چری چار چری کاٹ کاٹ.....

ہٹ ہٹ، دُرے دُرے.....

لڑکے نے آنکھیں کھول دیں تو ماں اور دادی دونوں بھر بھر آنسو بہانے لگیں ۔بے بے جمالو نے لڑکے کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

لال گھوڑا

لال جوڑا

لال کلغی

لال نشان

بچہ ماں کا دودھ چوسنے لگا تو دادی دونی نے بلیاں لے لیں ۔" سائیں خیر صدقے! ربا، تو نے واپس کر دیا!"

جمیلہ نے دمڑی لے کر دونی کے پلّے باندھی اور ڈھارس بندھائی:" بخشوا دیا ری، بخشوا دیا اپنے لاڈلے کو، اس کی کھیسی کے نیچے لیموں دھریک کے پتّے اور لوہا رکھ ڈالن۔"

" ہلا بے بے!" دونا جمیلہ کے پاس آئی ۔" کس کی روح پرچھائیں تھی بے بے!"

جمیلہ نے دل ہی دل میں پیروں مرشدوں کو یاد کر کے ہولے سے کہا۔" وہی ری، پچھتے بالوں والا اعوانوں کا جاتکڑا! ماموں مُسّی نے دھوکے سے قتل کر دیا تھا۔ ہیں ری! اس کی روح لوٹ لوٹ کر اس پنڈ میں بھٹکتی ہے۔ ہر برس کنوئیں سے نکل اروڑھیوں میں غائب ہو جاتا ہے۔ پار کے

سال حسینہ کے پسار میں جا چھپا۔ میں نے بہتیرا ڈرایا دھمکایا، نہ مڑا۔ ہار کر تبتی والے ملوانے آگر سائبان سے الگ کیا۔ چڑھ بیٹھا تھا اُس پر۔"

"تبتی والے نے مرچوں کی دھونی دے کر دھمکایا ـ" تو متی ہو چکا تو پورا ہو چکا کھلنڈرے! ادھر کا خیال چھوڑ دے! منہ موڑ لے۔ بول کیا کہنا ہے تجھے! کس سے کہنا ہے!"

"بھوت بولا، نیچے مُسلّی نے وار کیا، میری چھاتی پر نہیں، پیٹھ پر بدلہ لوں گا!"

تبتی والا ملوانا کڑک کر بولا" پیٹھ کو چھاتی بنا دوں گا۔ ہٹ پرے ـ پرے ہٹ ـ ہٹ ہٹ!"

"بھوت ڈر کر بیہ جا اور وہ جا!"

بابے نے گن کر دوائی دھروائی

جمالو بے جاتے جاتے دوبی سے کہہ گئی ـ" میں نے کہا بابا لال کے نام کا چرما کروا دے! ساتوں خیریں پیر پیغمبروں کی! جوتی اٹھنی کی کرس۔ کنجوسی نہ کرنا!"

گجرات کچہری سے خبر چلی کہ ضلع لاٹ علاقے کا دورہ کریں گے۔

پٹواری اور لمبردار نے میلی پڑی پگڑیاں لدے دھوبے کے آگے ڈال دیں ـ" بے بھی لدھیا کچھ رنگ رنگت نکال اپنی پگڑیوں کا۔ سنتے ہیں میلی پگڑیوں سے نیا صاحب بہت زچ ہوتا ہے کچھ ایسا کرتب کر کہ اپنی پیشی صحیح سلامت نکل جائے۔"

"ضرور بادشاہو، ضلع لاٹ بھی کیا یاد کریں گے کسی پنڈے سے سلاہیں ملی تھیں!"

لدے نے ہاتھ میں پگڑیاں اُٹھا کر ایسے وزن کیا جیسے ایک ساتھ لمبردار پٹواری کے حکومتی سر ہاتھ میں آگئے ہوں۔

پگڑیاں کھول کر آنکھوں کے آگے لہرائیں۔ دیکھ دا کھ کر کہا" بادشاہو، گھسی گھسائی ململیں ہیں۔ چلو کچھ نہ کچھ ڈکھ بنا دیں گے۔"

لدے نے گچھا مچھا کر پگڑیاں دونوں مٹی کے کونڈے میں پھینک دیں۔

مولو مراثی پاس کھڑا دانے چبا رہا تھا۔ دیکھتے ہی ہاتھ اوپر گیا ـ اوئے لدھیا یہ کیا! قانونی

دفعہ کے اندر آجائے گا۔ ایک ساتھ دو سرکاری سروں کی پاگیں کونڈرے میں پھینک دیں۔ بادشاہو کام تو نالائق نے ایسا کیا ہے کہ سیدھے حوالات ملے!"

لمبردار اور پٹواری دونوں بہت کچے پڑے۔

لدے نے جھٹ بات سنبھالی "بادشاہو جس حاکم کے سامنے جتنی پگڑیوں والے سر جھک جھک جائیں، اُس کی حکومت تو آپ سوائی ہوگی نا!"

مولو نے آگے بڑھ کر لدھے کی داڑھی میں ہاتھ لگا دیا۔ "کمال کیا ہے لدھے شاہ! ایسی بولیاں ٹھولیاں ہمارے مُنہ سے نکلنے لگیں تو ہم مراثیوں کی تو مراث گئی!"

لمبردار، پٹواری کے قدم اُٹھاتے ہی مراثی کی زبان کھرچن اتارنے لگی "کوئی ہم سے پوچھے تو صفائی دُھلائی کی بھی کیا ضرورت! خیروں سے اہل کار سرکار کے تو سرکاری سانڈوں کی طرح دور سے نظر آتے ہیں۔

مولو نے ڈھونکل مل پٹواری کو آواز دی۔ "پٹوار صاحب، سننے میں آیا ہے کہ ضلع لاٹ بڑا پاٹے خاں ہے۔ چلو اپنے کو کیا لینا! حساب تو پوچھے جائیں گے آپ اہل کاروں سے باقی رعایا کے حصے میں تو صاحب بہادر کے دیدار ہی!"

لدھے نے بیچ ہی میں ٹوک دیا "مولیا، تم نے کون سی حاکم کے ہاتھوں کھیتوں کی مالکی لکھوانی ہے!"

"نہ جی، توبہ کرو! رب رسول نے تو پہلے ہی مراثیوں کو خوش، رہنی جاگیر بخشی ہوئی ہے۔ پٹواری جی، حاکم ہو تو صاحب کے سامنے کچھ نہ سنا، کوتّ ہو جائے!"

لمبردار نے پٹواری کا اشارہ سمجھ کر گھورا "خبردار مولیا، موقع سے ذرا دور ہی رہنا، یہ حاکم بہت کڑوا ہے"

"حد کر دی موتھو والو! اپنی ہتھیلیوں پہ نہ حاکم کی مٹھاس اُگنی ہے نہ کڑواہٹ! مراثی کا فن جسے نہ بھاوے وہ بھڑوا ہو۔ اپنے تو بھگوان ججمان راضی رہیں۔ ان بندر موتھوں سے کیا اپنی روٹیاں جُڑتی ہیں۔ بھونڈوں کی طرح آئے اور بھوں بھوں کر کے چلے گئے"

لدھے کو پرانا قصہ یاد آگیا۔ "او مولو یا لائل پور والے ہودی کلنے کا تو قصہ سنا ہوا ہے

نا: نہروں والا ینگ صاحب ولائت جانے لگا تو علاقے میں بڑا جلسہ ہوا۔ خلقت نے جی بھر کر صاحب کی تعریف کی۔ ہودی خاں کانے نے بھی تکڑا جوڑا تھا۔

سلامت رہے انگریز کا راج
کو ہنور والا شہنشاہی تاج
نہروں سے کیا پنجاب آباد
ینگ صاحب بہادر زندہ آباد
قیامت تک بنا رہے
سلامت رہے انگریز کا راج

"بس جی، جلسے میں ہودی کانے کو بڑی واہی واہی ملی۔ گورے صاحب بہیترے تھے موجود جلسے میں۔ سن کر ایسے کپّا ہوئے کہ سرکار سے ہودی کانے کو خلعت دلانے کی سفارش کر دی۔

"بادشاہو کانا ہودی بہت تیز! جھک جھک سلامیں عرض کیں۔ اور بولا: "سرکار اعلیٰ جو بھی دے بسر و چشم۔ عرض صرف اتنی ہے کہ ایک آنکھ والے کانے کو خطاب دے کر سرکار کی شان میں اضافہ نہ ہو گا۔ خاں صاحبی مل بھی گئی تب بھی لوگ بلائیں گے تو ہودی کانا ہی۔ صاحب زمین دے ڈالو تو سرکار کا قول بھی رہ جائے گا اور میرا دل بھی بہل جائے گا۔

لمبردار اور پٹواری اوپر سے تو ہنستے رہے لیکن دل ہی دل میں بہت پچھتائے۔

"تقدیریں اپنی اپنی! عمریں گنوا دیں سرکار کا ہنکارا بھرتے ہوئے پر انعامی موقع ہاتھ نہ آیا۔"

مولو کو ایسا اُبال آیا کہ ہودی خاں کو کوسنے لگا۔ "اوئے کانیا کنجرا، علاقے کی عزت مر کھپ گئی تھی یا نہ سر لپیٹ کوٹھوں پر پڑی تھی کہ تو اپنی مسلمانی دکھانے ینگ صاحب کے آگے جا کھڑا ہوا۔ بھڑوا کنجرا!

ڈھونکل مل اور لمبردار نے مراثی کو مچلتے دیکھا تو قدم اُٹھا لیے۔ "شام تک پگڑیاں کر رکھنا۔" "برابر بادشاہو، حکومتی پا گوں میں کیسی دیر۔ لاٹ بہادر کے اعلان فرمان خیروں سے انہی صافوں سے چلتے ہیں۔"

دوپہر کو ضلع لاٹ کے انتظار میں اکٹھا ہوگیا۔ میلے نیم میلے پگڑ کیسوں پر سجے بارعب چہرے منجیوں پر جم گئے کچھ کھڑے ہوتے صاحب کی راہ دیکھنے لگے۔

شاہ جی نے مجلس پر نظر دوڑائی۔ پنڈ کا منہ ماتھا دیکھ کر سر ہلایا اور پٹواری کی تازہ پگ دیکھ کر آواز دی۔ "ڈھوکل مل جی، اس معاملے میں بچ رہے ہیں آپ!"

محمد دین جی ہنسنے لگے۔ "خیر صدقے، ابرق والی پگ اور کلف دار گلہ! شاہ صاحب نوشہ لگ رہے ہیں پٹواری اپنے!"

گنڈا سنگھ چھڑ گئے۔ "ڈھونکل مل جی، پُھل۔ پھیلاؤ آپ کا چنگا ہے۔ اسی بہانے ایک دو بیویاں اور کر چھوڑو۔ کوئی ضرورت مند بے چاریاں کھا پہن جائیں گی آپ کے راج میں۔ دولت مایا کی بھی تو کوئی کمی ہی نہ ہوئی۔ دن رات کھاتے جاؤ گے تب بھی نکھٹے!"

کرم الٰہی جی فتح علی کو دیکھتے ہوئے کچری ہنسی ہنستے رہے۔ کہا۔ "میں نے کہا فتح علی جی اس معاملے میں اپنے مسلمان بندے چنگے۔ ہاتھ کھلا اور سوکھا ہوا تو ایک اور نکاح کر ڈالا۔ آخر کو جہاں اتنے وہاں ایک جان اور سہی!"

مولاداد جی کچھ سوچ بیٹھے۔ بہت سنجیدگی سے سر ہلایا۔ "بات تو ٹھیک ہے آپ کی! سوانی کھائے گی تو کام بھی تو کرے گی!"

میہا سنگھ چمک پڑے۔ "مولاداد اپے کوئی نئی بھرجائی نظر میں! مجھے بچولیا بنا لینا!"

بہت دیر ہاسہ پڑا رہا۔ شاہ جی پوچھا۔ "ڈھونکل مل جی، اپنے کاغذ پتر صحیح کر لو۔ میاں لوگ کریں گے نالش صاحب کے آگے اور تمہاری گردن ناخن کھبے گا!"

"شاہ جی، اپنے ضامن تو ہوئے پنڈوں کے چودھری۔ باقی انگریزی قانون کی لکتیں پڑی ہوئی ہیں۔ ہم تو صرف لیکیں مارنے والے ہوئے۔"

مولاداد جی ہنسنے لگے۔ "ڈھونکل مل جی، پٹوار کی چالاکیوں کو کون گنائے۔ پر یہ تو بتاؤ بادشاہو اب تک تو گاگریں بھر گئی ہوں گی مہروں سے!"

"خاندانی پٹوار اور مایا کے انبار!"

شاہ جی نے بہت کٹیلا مذاق کیا۔ "جہاں داد جی، ڈھونکل مل پر زیادتی ہو رہی ہے سرکاری

اہلکار کہیں مانگنے نہیں جاتے لوگوں سے ۔ لوگ زبردستی ان کی جھولیاں بھرتے ہیں!"

گرودت سنگھ کو اپنی تازی بیتی یاد تھی ۔" پٹوار ۔ لمبرداریاں نصیبوں سے ، کرموں کے کھیل! کوئی محنت کروانے پچنے ، کوئی موتیوں کی چین پر جابیٹھے!"

نجیب پیروں کے بل بیٹھا تھا ۔ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا ۔" بادشاہو ، لمبرس بھریں اور دولت کی برکتیں زیادہ تر ہندوانی چولے کی ہی ملکیت سمجھو چودھری فتح علی نے ایک چھوٹی سی پُر فریب نگاہ شاہ جی کی جانب دوڑائی اور حقے کی گھانسی کی ملی جلی آواز میں بات کا رُخ دوسری طرف پھیر دیا ۔" شاہ جی انگریزی سرکار گھوڑے پر کاغذی بت بٹھا بھی دے تو قانون کے زور سے اُس میں روح بولنے لگے گی!"

"آفریں ، آفریں!" شاہ جی نے داد دی ۔" آپ نے تو تت نکال کر رکھ دیا چودھری جی!"

چھوٹے شاہ نے گرودت سنگھ کی تعریف کی ۔" بات تو آپ کی بھی کھری تھی ، پر ڈھونکل مل جی دوسروں پر ڈھیلے کیوں پھینکتے!"

جہاں داد جی نے سر ہلایا ۔ بات تو ٹھیک ہے ، جو مل جائے اہل کاری تو رب کا بندہ کیوں کام کرنے لگا!"

"خالصہ راج میں بھی بہت مایا دولت کھٹی کمائی گئی ۔ دیوان ساون مل ملتان والے کے پاس ستر اسی لاکھ! پوشیدہ کی تو بات چھوڑ دو! بے حساب سونا ، موتی ، زمین ، جائداد! لہنا سنگھ مجیٹھیا کروڑوں کا مالک! سننے والی بات ہے ، لہنا سنگھ تیرتھ یاترا پر نکلا تو پچیس سو کے لشکر پر ایک کروڑ خرچ آیا! میرٹھ والا تمعدار خوشحال سنگھ بنارس پہنچا اور اُٹھا کے چھ لاکھ دان ، دکشنا کر دی!"

زمین پر اکڑوں بیٹھے نجیب کے ہاتھ کی تلیوں میں سرسراہٹ ہونے لگی ۔" شاہ صاحب یہ کتنی پرانی بات ہو گی؟"

"یہی فرنگی کے آنے سے پہلے کی!"

نجیب کھلبلی میں اُٹھ کھڑا ہوا ۔" یہ تو سراسر بے انصافی ہے ، محنت کرنے والے کو رب چھوٹے سے چھینٹے دے تقدیروں کے اور گوشے والے درباریوں ، امیر اُمراء کو کھلے دریا لگا دیئے! اللہ تعالیٰ کو کیا سوجھی!"

مولا داد جی نے ہاتھ سے اشارہ کیا ۔" بیٹھ جا ، بیٹھ جا نجیبے ، صبر کر ، پرانے وقتوں کی باتیں

ہیں، اور پھر یہ امیروں، غریبوں کی گھنڈیاں ہمارے تمھارے ہاتھ میں نہیں!"

کرپا رام نے ساری ذہانت گلے میں بھرلی۔ "یہ گل بات خالی بندے کے ہاتھ میں نہیں نجیبیا تقدیر بھی کوئی چیز ہے! اپنی اپنی قسمت کے مطابق کسی کو چٹکی بھر، کسی کو لپ بھر اور کسی کو مل جائے ڈھیروں ڈھیر!"

نجیبے کا چوڑی پھانک سا منہ لمبوترا ہوگیا۔ "کمال ہے نابادشاہو! قدرت کی بات کرتے ہو آپ جانو قدرت تو سب کو برابر حصہ بانٹتی ہے۔"

فتح علی نے ٹوکا۔ "سُن، او سُن!"

"کیا سنوں، مینہہ برسے تو سب پر برابر! دھوپ نکلے تو سب پر یکساں! چن تارے چمکیں تو ان کی روشنی ایک سی! سورج سب پر! بندے کے رزق پر ہی رب نے لکڑی اُلٹی کیوں پھیر دی!"

حاجی جی تیور چڑھا کر، ان پڑھ جاہل کو گھورنے لگے پھر جھڑک کر کہا۔

"او جٹا، قدرت کو رب رسول ماننے لگا ہے! یاد رکھ، سورج رب نہیں، وہ ڈوب جاتا ہے۔ چاند رب نہیں، وہ ڈوب جاتا ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی اللہ نہیں۔ اللہ ہی انسان کو سلامتی کی راہ دکھاتا ہے۔"

یہ سنتے ہی منشی علم دین کا دماغ روشن ہوگیا۔ "یاد رکھو، زمین اللہ کی ہے! اللہ جسے چاہتا ہے اُسے وارث بناتا ہے!"

نجیبا اڑ گیا بیل کی طرح۔ منشی کا منہ توڑنے کے لیے جواب نہ سوجھے بپھر کر کہا۔ "منشیا، اللہ بیلی کی جانے اللہ بیلی۔ اس وقت تو زمینوں کی سچی جھوٹی مالکی شاہوں کے پاس ہے۔ کوئی بندھے کوئی رہن، کوئی گہن۔"

کرم الٰہی نے گلے سے اونچی آواز نکال کر دھمکا دیا۔ "بس اوئے ڈنگرا! جو بات نہ کرنی آئے تو مُنہ نہیں کھولتے سمجھا ہیں!"

شاہ جی نے سنجیدگی سے مکمل وار سنبھال لیا اور سمجھا کر کہا۔ "بھرم نہ کر نجیبے، بات تو بات سے ہی کٹتی ہے۔ ہوگئی، باقی تم سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ تمھیں مل جائے تحصیلداری یا لمبرداری تو کرلو گے؟"

نجیبیا پاؤں کے بل بیٹھا زمین پر لکیریں کھینچنے لگا۔ "نہ شاہ جی! اپن جٹ بوٹ! کیا رے بنا لیے، کھیتوں کو پانی لگا دیا۔ بو لیا، کاٹ لیا۔ ڈھور، ڈنگر دیکھ لیے!"

شاہ جی بہت سلیقہ مند بن کر بولے۔ "نجیبیا! اب تیری بات آپ ہی بن گئی۔ نچوڑ اس کا یہ کہ دماغ سے کام کرے اُسے بہت اور جو ہاتھ سے موٹا کام کرے اُسے تھوڑا! کیوں جہاں داد خاں جی؟"

"شاہ صاحب اسے کہتے ہیں ذہانت۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی!"

منشی علم دین ذرا اُکھڑ گئے تھے۔ اپنا لگا، تیر بنا کر چھوڑ دیا۔ "ضلع لاٹ کا دورہ آج تک نہ ہوا اس پنڈ میں! اب کیا خاص بات ہے؟"

ککو خاں بار بار حقہ چھوڑ اڑوس پڑوس کی طرف دیکھیں اور کبھی ہاتھ سے لٹ چھو لیں، کبھی سر کی پگڑی ماتھے سے اوپر کر لیں، کبھی ذرا سی نیچی۔

گنڈا سنگھ کو خیال آگیا۔ "خیر مہر ہے یارا! تمھارے چہروں پر تمھاری پاگ سجی ہوئی ہے صاحب نے یہاں پہنچ کوئی صورت نہیں دیکھنی۔ اُس کے لیے تو سارے پنڈ کی ایک ہی پاگ اور ایک ہی چہرہ!"

مولاداد جی نے ٹوکا۔ "گنڈا سنگھ، واک بانیاں ہمیشہ درست نہیں ہوتیں خیر صلا جتنے چہرے اتنے ماتھے اتنی پگڑیاں۔ ایک پگ اور ایک چہرہ کیسے ہو سکتا ہے گراں کا!"

مجلس تماشہ دیکھنے لگی۔ باریک بینی میں کون شکست کھاتا ہے۔

گنڈا سنگھ منجی سے اُٹھ کھڑے ہوئے، داڑھی پہ پیار سے ہاتھ پھیرا، بڑے دانا انداز میں کھیس کی بغل ماری اور فوجی ٹھنکار سے کہا، "ٹھہرو، بتاتا ہوں۔ فیصلے کے وقت ہر چودھرٹے پنچایت کی پگڑی ایک ہوتی ہے کہ نہیں؟ میرا مطلب وہی....."

مولاداد جی نے حقے کی نڑی منہ سے نکال پرے کر دی۔ اُٹھے اور جا کر گنڈا سنگھ کو جپھی مار بازوؤں میں بھر لیا۔ "او پچھوں والے کنجر! سکھا، آخر کو میری بیٹھ لگا کے ہی رہا! میرے یار! تیرے برابر کوئی نہیں!"

میبیا سنگھ نے آواز دے دی۔ "بھیج کے جاؤ ڈھولیے کو بلا لاؤ! لگ جائیں رونقیں!"

"تایا جی، رونقیں برابر لگیں گی پر ترکالاں کے بعد۔ صاحب کا دورہ صحیح سلامت بھگت جائے۔ دور"

بیٹھا بیٹھی ہو گئی تو چھوٹے شاہ نے اخباری خبر دی ۔" سرکار نہری زمین کے معاملے بڑھا کے

رہی !"

"بادشاہو، کھیتوں کے دام چڑھیں گے تو اجناس بھی اوپر جائیں گی ۔ کسانوں کا فائدہ ہے

اس میں !"

جہاں دادجی، "آج کل کنک سوا دو روپے من ، چنے ایک روپیہ بارہ آنے ، جوار ایک

گیارہ ، باجرہ ایک تیرہ ....

"معاملہ سوچنے والا لگتا ہے کہ لگان زیادہ تو فصلوں کی قسمیں زیادہ تمباکو پر معاملہ سوایا

ہے تو اللہ کے فضل سے قسمت بھی گوڑھی !"

"جی ! کچھ پوچھ تا چھ کرنی ہوگی صاحب نے ورنہ اس کو نے کون سی ڈھال ، باش یا دوبا نار

ٹبی کا فرق معلوم کرنے آنا ہے !"

"بات یہ ہے کہ لائل پوریوں نے بہت ہنگامہ برپا کیا ہوا ہے ۔ کیا پتہ اس علاقے میں بھی

کوئی اونچ نیچ ہو گئی ہو ! پتہ تو نہیں افسر اعلیٰ کیا پوچھ لے !"

کاشی شاہ نے سمجھایا ۔" ایک گُر یاد رہے ! بڑے اہلکار کے سامنے نہ ہنسیے نہ روییے ، بس

حیران ہو کر کھڑے رہیے !"

سن کر بیٹھک میں ہاسہ پڑ گیا ۔

"بات تو جناب سو سینکڑے والی ہے ۔ آنے والا گٹ پٹ کرتا رہے اور آپ گھتے بن کر

ہٹ پٹ کرتے رہیں !"

شاہ جی بولے ۔" اتنا سمجھ لو کہ انگریزی حکمران اپنی ساری بھاکھا سمجھتے ہیں ۔ ہندی ، اُردو ،

پشتو سیکھنے کے لیے افسران کو ترقیاں ملتی ہیں ۔ عورتوں اور اپنے سائسیوں ، کنجروں کی جانگلو

بھاکھا تک سمجھ جاتے ہیں !"

"شاہ جی ، قوم تو انگریز کی بڑی چوکس !"

"اسی بل بوتے پر حکومت کر رہی ہے ۔ جھوٹ کیا بولیں ! سرکار کا پیچھا سنتا ہے ، رعایا کے

ساتھ سلوک اچھا ہے ۔ قانون اعلیٰ ! چین ۔ امن ... !"

کاشی شاہ نے روکا۔ "چھاپے میں آیا ہے کہ سرکار ملک کی بدامنی سے بہت فکرمند ہے اپنا "پیسہ اخبار" اور لاہور والا "وفادار" بڑی لمبی چوڑی پیش گوئی کر رہے ہیں۔"

نائی رمضان لاہور جا کر کامیتوں کی لیک پار کر چکا تھا۔ دھڑلے سے کہا۔ "مسلم لیگ بھی کھڑی ہو گئی۔"

مولا دادجی اور چودھری فتح علی لمبی کھانسی کے بعد رُکے تو شاہ جی کی جانب سرسری نظر ڈال کر کہا۔ "ہم کو کیا فرق؟ ہو گئی تو چنگا، نہ ہو تو واہ بھلا! یہ تو سمجھو کہ اپنے اپنے کھیت اور اپنا اپنا بنا!"

"اللہ آپ کا بھلا کرے، کھیت کو بھی تو منڈیر کی ضرورت ہوتی ہے! صحیح کرنے کے لیے یہ کھیت میرا ہے، یہ کھیت تیرا ہے!"

شاہ جی سن کر بوڑھے کے ہرانے پیڑ کی طرف تاکتے رہے، پھر سر ہلا کر کہا۔ اپنی سمجھ سے تو جو بلبلی سرکار نے اُڑائی ہے، اس کا تانا، پھیرا نبڑنے والا نہیں۔"

کاشی شاہ نے بڑے بھائی کی بات واضح کی۔ "یہ کچھ ترکیب اور ترتیب والا معاملہ جان پڑتا ہے۔ سرکار نے کانگریس کو پہلے آگے بڑھ بڑھ کر تھاپیاں دیں۔ شاباشیاں دیں، اُس کے جلسے جمائے، جمائے۔ پھر مسلمین بھائیوں کو چوک دے دی کہ میاں لوگو، تم بھی میدان میں آ لگو!"

"نہیں کاشی رام، یہ میری تمھاری رنجش کا معاملہ نہیں۔ بڑے مسئلے نہ اس طرح پیدا ہوئے ہیں نہ اس طرح حل کیے جاتے ہیں۔ اصل بات تو یہ کہ نامعقول ٹنٹے فساد اپنے صوبے کے باہر کے ہیں!"

جہاں دادجی بھی کا ہے بگاہے اخبار پڑھ لیتے تھے۔ "دیکھو ادھر لارڈ کرزن نے بنگال کے دو ٹکڑے کیے، اُدھر تناؤ بڑھ گیا!"

"اوجی، سرکار نے ایسا کر بھی دیا تو کون سی قیامت آ گئی! یہ حدبندیاں زمانے سے ہوتی آئیں۔ خالصوں نے کابل تک کا علاقہ گھیر ڈالا تھا پنجاب میں!"

"دور کیا جانا کرم الٰہی جی، اپنے کوٹلہ، گکرالی، کھاری، کھریالی پہلے کشمیر ریاست کے بھمبر تحصیل میں لگے ہوئے تھے۔ بعد میں سرکار انگریزی نے اپنی طرف کھینچ لیے اور لو شاہ صاحب! پہلے شاہ پور ضلع کے آٹھ پنڈ اپنے ضلع گجرات میں لگے ہوئے تھے۔ بجادت اور توی کے علاقے کو سیالکوٹ میں لگا دیا۔ سرکار جو چاہے کرے، سرکار جو ہوئی!"

میبیا سنگھ اس موضوع سے تنگ آ گئے تھے۔ بڑے بڑپن سے کہا۔ "آخر کو حکومت! کچھ لاگ لپٹ تو حاکموں نے بھی کرنی ہے۔ کچھ کارستانیاں، کارسازیاں کر کے دکھائیں حاکم لوگ، تبھی ان کی گُڑ شکر بنتی ہے!"

کرپارام کو کچی پکی جھونک آ گئی تھی۔ آواز سن کر جھٹ آنکھیں کھول دیں۔ "بادشاہو، کے چکھا رہے ہو گُڑ شکر! آپ کا پٹواری ڈھونکل مل جی، ضلع لاٹ تو کہیں راہ میں ہی رہ گیا ہے، کہیں قبروں میں نہ لیٹا ہو پی پا کے!"

"نہیں، ضلع لاٹ جالبور ٹیلر ڈاکدر کے ساتھ بیٹھے بیلا پوری کر کے چلے گا!"

"جی، فرنگیوں کا کھانا پینا بہت ناقص! ذرا سی ڈبل روٹی اور رتیک مکھن، انڈے اور چائے، قہوے کی گھٹھی! پیر شاہ جی، چہرے بندر مونہوں کے لال سُرخ! لکال لکال بادام روغن پیتے ہوں گے!"

"نہ جی روغن بادام نہیں، فرنگی لال روغن پیتے ہیں!"

کاشی شاہ بولے۔ "بات یہ نہیں تایا جی، جہان میں دو طرح کی قومیں ہیں۔ ایک سرخرو یعنی لال مونہی اور دوسری سیاہ رو، کالی مونہی!"

"او جی، کوئی جیتی چمڑی اور کوئی کالی!"

گرودت سنگھ کا سارا ٹبر گورا چٹا۔ کہا۔ "فرنگی کو تو چھوڑو، باقی جو مغل سے گورا وہ کوڑا!"

منشی علم دین جی کو موقع مل گیا۔ "اپنے لوگ تو خیر گندمی ہوئے۔ بیچ بیچ میں کالے بھی ہیں، پر زیادہ تر۔۔۔!"

شاہ جی نے جانے کیا سوچا اور کیا دیکھا، ہمیشہ کی طرح اپنی ذہانت کی مہر لگا دی۔ "جس طرح قومیں سرخرو اور روسیاہ ہیں، اس طرح دنیا کی خلقتیں دو حصوں میں بٹی ہیں۔ اشراف اور اجلاف!"

سالول کھوجی کا پتر لوٹو کہیں سے دوڑتا ہوا آیا اور پٹواری سے کہا۔ "لاٹ ضلع پیپل والے کھو کے پاس پہنچ گیا ہے۔ آگے آگے تھانیدار، پیچھے اس کی چپراس!"

مولادا جی نے حقہ چھوڑ دیا۔ "خیر صلا ہے پتر جی، حکمرانوں کے ساتھ کئی میر، پیر، وزیر! جی صدقے آئیں! شاہ صاحب، ذرا آگے بڑھ کر کیکروں والے موڑ پہ مل جائیں صاحب بہادر کو!"

سوانگ پر بھیڑ جمع ہو گئی۔

درگا بھوانی انگ سنگ ہماری مشکل آسان کر۔
"ہاں، چل بول جمورا۔ لکھی سائنسی اور سیالکوٹیے۔ جمال چوڑی مار میں کوئی فرق نہیں؟"
"کیوں نہیں جی!"
"سوچ کے بول۔ جلال پوری بہارلال اور ایک ایک من کے جوتروں والی ڈنگی لائن میں کوئی فرق نہیں؟"
"برابر ہے جی!"
"چل اور بتا جمورا۔ بی بی پھولاں کھترانی کی بغچی اور جوتروں کی گٹھڑی میں کوئی فرق نہیں؟"
"بادشاہو، بالکل ہے!"
"تو اور بتا۔ ڈنگے کے مقدم چودھری ولی داد خاں اور ملّا کمالے میں کوئی فرق نہیں؟"
"کیوں نہیں جی! ایک کے سر پر صافے کا ساز سنگار اور دوجے کے ہاتھ میں بوکر جھاڑو!"
"بلے او بلے! صحیح ہوا جمورا کہ کچھ عقل بُدھ ہے تمہاری کھوپڑی میں!"
"اب جو پوچھتا ہوں آنکھ سے دیکھ پرکھ کے جواب دے۔"
"جو حکم!"
"بول کام کروانے کے لیے بندے کو کیسی زنانی چاہیے؟"
"خراسان کی رہنے والی خراسانی!"
"واہ واہ! اب بول جمورا۔ بچ بلونگڑوں کو پالنے پوسنے کو کیسی زنانی؟"
"رب سب کا بھلا کرے۔ لالن پالن کو ہندوانی!"
"اب ذرا زور لگا کے سوچنا جمورا۔ مرد کے دل بہلاؤ کے لیے؟"
جمورے نے چھاتی پر ہاتھ رکھا۔ "یارو، دل کو ترسانے بہلانے کے لیے حور ایرانی!"
"بہت خوب! بہت خوب! اب اتنا بتایا ہے تو ایک اور بات بھی بتا چھوڑ۔ ان تینوں کے دلوں میں خوف پیدا کرنے کے لیے؟"
جمورے نے چادر پھینک دی۔ مُنہ کھول کر تڑاتڑ گالوں پر دھپے مارنے لگا۔ گلے سے لمبی ہچکی لی اور چھاتی پیٹ لی۔ "لوگو۔ ڈرانے دھمکانے کو جلاّدنی ترکانی!"

آس پاس کھڑے لوگوں نے جمورے کو گدگدانا شروع کیا۔ "اُٹھ جا، او اُٹھ جا ڈوڈیا۔ حوریں پچھی بھلی، تم کھڑے بھلے۔"

ڈوڈا جھوٹ موٹ آنکھیں ملنے لگا۔ "نہ جی نہ، میں نہیں اُٹھتا۔ میں اڑگیا ہوں۔ مجھے تو لینی ہے ڈاہن بخارے کی۔"

یکایک تماشبینوں میں ہلچل ہوئی اور کھوجوں کے نادر نے دو دیئے چھاپڑ جمورے کی کنپٹی پر۔ اوئے مراثیا، یہ کیسا سوانگ ہے تیرا! بندہ کتنی دیر تمھاری بوتھیاں بوتھڑے تکتا رہے! اور اپنی ہنسی ٹھٹول سے چھاتیوں میں بند رہے! اُٹھ۔ اُٹھ جا۔ جھاڑ لے مٹی جوتڑوں سے اور چھوڑ دے اکھاڑا۔

بوڑھے جوان ہنسنے لگے۔ نری بے جان بولیاں۔ بھڑوو، تم سے گھسرے اچھے مراثی ہو کر ایسا مٹی سوانگ۔ جا۔ جا۔

شرلی نے نادر کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "استاد، جھوٹ کیوں بولیں! ایک ایک مناولی بُری نہ تھی۔

شریفو نے اور لتاڑا۔ "کیا اچھی تھی! جوتڑ کا نام لے بندے کو جوتڑ نظر نہ آئے تو تھوک مراثی کی تعلیم پر!"

نادر نے جھٹکا مارا۔ "جٹ بُوٹ ہوں گے ہم اپنے گھر۔ ہمیں ایسے پھوہڑ تماشوں کے لائق سمجھا!"

بوڑے نے 'بینڈا' دیا۔ "مار عورتوں کی قسمیں گنا ڈالیں، کوئی پوچھے، ہم نے زنانیوں کے اچھاڑ ڈالنے ہیں پیچھے والے! خراسانی، ایرانی، ترکانی، ہندوانی۔ اوئے مراثیا، اپنے کو تو ددھیا بیج کی ہٹ کٹ پنجابن ہی چنگی!"

گینڈے نے پیچھے سے آکر بوڑے کو گل بانہی دے دی۔ "کیا بات کی ہے دُھسہ، پوہن! جو ہاتھ تلے وہ اپنی!"

بوڑے نے کس کر منڈی پر۔ "پشویا، ہاتھ تلے نہیں، چھاتی تلے۔"

گینڈے نے اُچھل اُچھل کر ڈوڈو کی طرح شور مچا دیا۔ "او دیکھو لوگو، میرے سر کا کمنڈل پھوٹ گیا!"

بوڑے نے چمکارا۔ "اچا پُترا! پھوٹ گیا ہے تو تمہارے نیا گھڑوا دیتا ہوں، اور بھیگو اوئے! ایک منکا گھڑ دے اس کی کھوپڑی کی ناپ کا!"

ڈوڈے کو یکایک کچھ سوجھ گیا۔ جلدی جلدی کو گلے پہ چادر تان دی اور سر پر لکڑی گھمانی رکالی درگا، چھن منکا، ستی امبیکا بھواتی اُما پاروتی گورا چنڈ اکا نام لے کر یا دکر جدانے وقتوں کو جب منڈیوں کے ڈھیر لگا کرتے تھے:

"کس کس کے نام گناؤں! شاہ سکندر، شاہ غوری، شاہ غزنی، شاہ بابر، شاہ نادر، شاہ ابدالی۔ شیروں کا شاہ سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ!"

چاچا گُردوت سنگھ نے لیٹے لیٹے ہنکارا بھرا۔ "اوئے، کون ہے؟ کے کھاج کھورک چھڑ گئی شیر کو طے جیتنے کی! اوئے دیدار سنگھا، آرام کر۔ اب نہیں ملتی تمہیں ظفر جنگی ملتان فتح کرنے کی اور نہ ملتی نصرت نصیبی کشمیر جیت لانے کی۔ اوئے تازی ڈاڑھی والیا برخوردارا، قانون لگ گیا اب فرنگی کا۔ مست ہو کر بل وایا، کھیتیاں بجاؤ! چھائی ڈولے ہے تو لشکروں میں آؤ!"

بوڑھا گینڈا، شرلی اور شریفو کو کلے کے پاس آ گئے۔ "اومراثیا، تیری بھوکیں جگیں!"

کوکلا چھڑ گیا۔ "سجنو، شادی کی بھک بیری کی دُھپ، زمینداری کی چُپ، ماں میتر کی گٹ!"

ڈوڈے نے ٹوکا۔ "اوئے، تو کیوں ڈاڑھی میں تنکا ڈھونڈ رہا ہے؟"

"تمہیں کیا! میں شاہ کی کہوں، سوار کی کہوں، چور کی کہوں، ساہوکار کی کہوں، بیری کی کہوں یا یار کی! تمہیں کیا؟"

"لے اور سن! چور کو چھتّی، کتے کو گتّی، ان کو جتّی، ان کی ٹھگّی، خصموں نے توڑی!"

"بس یارا، بس! اب اور کچھ نہ پوچھنا! میری عقل ذرا زیادہ ہی لشک گئی ہے۔ چل، ایک چٹکی بھر عمل دے دے۔ اب آیاں سوئیں!

ڈوڈے نے ہیک نکالی۔

افیم مت کھا تو ظالم
ہو جائے گا افیمی
تن سکڑ پکڑ جائے گا

کھجائے گا آواز ہو جائے گی دھیمی

ناحق کیوں کنکنا بناتا ہے

اپنے کو گلزار یار سمجھی

کوکلے نے پلٹ کر جواب دیا۔" پیر فقیروں کے منہ سے سنا نہیں تو نے۔

چرس چلم چوکھا

نہ جیون کی آس

نہ مرن کا دوکھا

فتو اور سکندر روڑ بیج نے شور مچا دیا۔" اوئے مراثیو قربان کی جائیں اپنی موت پر کوئی تازی سوہلی بات کرو زندگانی کی۔ مرنے کا دوکھ کیوں لے بیٹھے! موت آئے گی تو مر جائیں گے کہ پہلے ہی دھڑکی لگا لیں!"

کوکلے نے جھٹ سلام کیا۔ معافی شہزادڑو، معافی۔ کان پکڑے ان احمقوں نے دیکھا نہیں کہ پنڈ کا سیانا پور یہاں حاضر ہی نہیں!"

ڈوڈے نے تماشہ بدل دیا۔" ڈھونڈے شاہ، ڈھونڈے خاں کی اولادو، ڈھونڈ مل کے بچڑو ذرا آگے پیچھے! اور پیچھے، اور پیچھے۔ رتنیک اور، تھوڑا سا اور پیچھے ہو جاؤ!"

کوکلے نے مُنڈی اٹھا کر جھجکا دیا۔" کیا پیچھے پیچھے، اوئے ڈودیا، مطلب کیا ہے تیرا؟ تو پیچھے کے ہی پیچھے پڑ گیا! میری سمجھ میں تو ضرور صوبہ پنجاب کو دھک دھک کر ہندوستان پہنچانا چاہتا ہے!"

"چل، چاہتا ہوں، جو کرنا ہے، کر لے!"

"اوہو بھر تھا، میں نے کیا کرنا ہے!"

"نہیں کرنا ہے تو پہلے لوٹہ لوٹہ کے اپنی گنتھی دیکھ لے۔ ہے ایک دمڑا، ایک گونگلو، ایک ٹھیٹر، ایک چھتر، — یہ بھی نہیں، چل کوئی نہیں! رب بھیج دے ایک پیارا مِتر......!"

"اوئے بھتی، جیئے جاگیں میرے جمان جیڑھی کلاؤں والے۔ تو میری فکر تو کرنا نا! یہاں کھڑے سب صاحبزادے، جٹ زادے، اخند زادے، کچھ نہ کچھ دے کر ہی اپنی توفیقیں بڑھائیں گے۔"

"بادشاہو، پھیلاؤں جھولی، پھراؤں تھالی!"

"مڑ اوئے، بڑا آیا مراث والا، اپنے چاچے بابے کے ساتھ آیا کرو، تمھارا سوانگ جمتا نہیں۔"

ڈوڈے نے کو کلے کی چادر کھینچ کر سر پہ صافہ باندھ لیا، انگلیوں سے مونچھوں کو مروڑ دیتے، اکڑ کر گھوڑے کی راسیں کھینچیں۔" خبردار لگ جاؤ کنارے۔ خالصہ فوجیں چلیں گج وج کے۔ دبڑ، دبڑ۔

"آگے آگے وڈی سرکار رنجیت سنگھ مہاراج۔ ڈیرے پنج ند اٹکوں پار۔ غزنی، کابل اور قندھار اکڑی مونچھوں والے مہابلی سردار جھنڈا لے بھراگئے اٹکوں پار۔"

کو کلے نے آواز دی۔" اوئے ڈوڈیا، چپ کیوں ہوگیا؟"

"بات یہ ہے کہ کو کلے کی مالا ٹوٹ گئی، منکے بکھر گئے۔"

"ڈوڈیا یہ کیا بول دیا؟"

"کو کلے، جلیاں والا قتل گڑھ کا نام سنا ہے کیا؟"

"سنا ہے۔"

"سمجھ گیا کو کلے؟"

"اُسی منحوس میدان میں پنجاب کی کوہ نوری کلغی کھو گئی۔"

"ہائے او، جاگی گوروں کے ہتھ، چڑھ گیا میرا ملکہ کے متھے سارے ہندوستان پر پڑگئی انگریز راج کی چھت۔"

"خبردار، ہوشیار!"

"پلٹنیں، لشکر مڑتے ہیں جرنیلی سڑک پر!"

"کلکتہ سے دلی......!"

کو کلا اُٹھ کے کھڑا ہوگیا۔" ڈوڈیا، یہ نہ ہونے دے۔ چٹھیاں کردے جنگی لاٹ کی کو!"

"کیا لکھوں رقعے میں؟"

"لکھ دے۔ حاکما، جو جائے گا دلی تو پچھتائے گا۔ سرکار پہنچیں دلی اور راستہ کاٹ گئی بلی۔ جو جم گیا دلی، سو نیست نابود۔"

"نہ دلی ہے دارالخلافہ۔ جو ڈٹ گیا اس کی عزت میں اضافہ۔"

"بھوبیا، اب دلّی میں نہ تختِ طاؤس، نہ شاہ، بادشاہ، نہ زرق برق بیگمیں، نہ شہزادے نہ شہزادیاں۔ نہ ہیرے موتی نہ اُٹھتی ہوئی نوجوانیاں۔"

"سنو لوگو، یہ ساری جنسیں نچُرا اچُرا کر فرنگی اپنے ملک میں ڈال آیا۔"

"ڈُودیا، اب کیا حالت ہے دلّی کی؟"

"سُن، اب وہاں بکتا ہے ہرا دھنیا، چٹا زیرہ، کالی کلوجی، ہری املی، پیلی ہلدی، اور ماٹری کھٹی ٹیٹ۔"

"اوئے، انگریز بڑے لٹیرے۔ اپنے ملک کا سارے کا سارا ست کھینچ لے گئے۔ ڈُودیا ایک بات تو بتا! ان کی سن لگڑی میموں کا کیا راس رنگ۔"

"ان کا نام نہ لے۔ خصم پٹیوں کو شرم حیا نہیں۔ الف ننگی ٹانگیں نہ گوتھن نہ شلوار، ماڑی سی چھاتی ڈھکی ہوئی اور دو انگل کی جانگیہ۔ ملکڑی اُتر جائے۔"

"بادشاہو، اب آگے کچھ نہ پوچھنا۔ مر جاؤں گا جھالو، میں ڈھے جاؤں گا۔ ہائے او ربّا!"

چھوٹے گبروؤں نے شور مچا دیا۔ "اوے ماں کے یارا، سبھا کے سنگارا، سچ کر کے دکھایا ہے! بلّے بلّے، کیا ماہتابی چھوڑی ہے۔ کیا تصویر دکھائی ہے گوری میموں کی۔"

"شہزادو، گوری میموں کی آسیں نہ لگاؤ۔ نہ دل اپنے پلیت کرو۔ کسی لقمان حکیم نے الو پان تو نہیں بتایا کہ فرنگی میموں کی گود بھرو۔"

جھالو، جو جاؤ گے تم اس کھیل کے راستے تو حقے تمھارے پڑیں گے۔ بے بھرے گھٹ، تھانیدار کی کٹ، شرمندگی کی چپ، سکھتی ٹک۔"

"چھوٹی سی عرض ہے بادشاہو! آج آپ کے خادم شیرے والی میٹھی گھنگھنیاں کھانے کی لگن میں بیٹھے ہیں۔"

"جاگو رے جاگو لوگو، میرے پُتر پیرو لوکا چل گیا۔ ہائے رے، میرا لاڈلا گردن سے گیا۔ اے کوئی قاتل کو پکڑو۔ شریکوں نے بیر کمالیا...."

پنڈ ابھی سویا ہی تھا کہ سناروں کے یہاں سے لپلپاتی آواز سن کر جھٹ پٹ اُٹھ بیٹھا۔
چاچی مہری نے شاہنی کے ہاتھ سے جھنجھوڑا۔ "بچی! کسی نے دھاڑ ماری ہے۔ ضرور کوئی جاتا رہا۔"
دیوان سنارے کی گھروالی نے دو ہتڑ مار کر چھاتی پیٹ لی۔ "جس کنجر کی اولاد نے یہ بیر کمایا اُس کے نین پران لوٹ لوٹ پڑیں۔ اُس کے قاتل پُتر کو پھانسی کے تختے تک نہ پہنچاؤں تو اس ابھاگن ماں کا نام بھی ویراں والی نہیں۔ ہائے او رمیرے لاڈلے پُترا! تو کیسے پڑ گیا اُن بیریوں کے ہاتھ!"
ویراں والی کی چیخوں نے پنڈ اکٹھا کر لیا۔
تھر تھر کانپتا دیوان سنار ہاتھ میں گل پکڑے کرتارے کی کوٹھری بڑھا تو اُس نے دہلیز پر کھڑے ٹھنڈی آواز میں دھمکا دیا۔ "خبردار! کسی نے میری کوٹھری میں قدم رکھا تو!"
دیوان سنارے کی گھگھی بندھ گئی۔ "ارے ظلیا، وہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے دیکھنے تو دو زندہ کہ"
ویراں والی نے اندھیرے کو پھاڑنے والی چیخ ماری۔ "ارے پنڈ کے بڑے انصافیو پگڑیاں اتار سوئے پڑے ہو! ارے کوئی تو آگے آؤ ہماری امداد کو..... !"
شاہوں کی حویلی کی طرف بانہیں پھیلا دیں۔ "ہم جن کی چھاؤں میں، اُن شاہوں کے یہاں سے پکھیرو نہیں پھڑکتا۔"
نئی بیٹھک میں سوئے تارے شاہ کے بازو اور مونچھیں پھڑکنے لگیں۔ تہمد کس کر نیچے اُترا اور طاقتور قدم اُٹھا کر سناروں کے یہاں جا پہنچا۔
گل کی روشنی میں گلزاری کی ماں ویراں والی آگنیئی بن کر تڑپ رہی تھی۔ "ارے میں نہیں جیتی اب، ہائے او رَبّا میریا، میرے پُتر کی یہ کیا پیشانی کی لکیر کھینچ ڈالی تھی!"
تارے شاہ نے تھڑے پر کھڑی ویراں والی کو بانہوں میں گھیر کر ڈھارس بندھائی اور ہاتھ سے اشارہ کیا۔ خاموش۔
فقیرے کے ہاتھ سے چراغ لے کر کرتارے کی کوٹھری کی طرف بڑھا۔
بھیڑ کا ہر فرد ہمہ تن گوش تھا۔

کرتارے نے کپاٹ پر ہاتھ رکھے رکھے ٹھنڈی آواز میں کہا۔ "میری کوٹھری کی طرف رُخ نہ کرنا۔"

تارے شاہ نے کوٹھری۔ "اوئے، بچ کے جاؤ، میری بیٹھک میں دارو لے آؤ۔"

تارے شاہ نے کوٹھری کی جانب قدم اُٹھائے۔ ایک دو تین .... اور بازو بڑھا کر ایک ہی جھپٹ میں کرتارے کی منڈی دیوار سے دے ماری۔

"اوئے چمار! یہ کھیل کسی کی شہہ پر کھیلا ہے؟"

تارے شاہ کوٹھری میں داخل ہوا۔ چراغ نیچے کیا۔ منجھے پڑا گلزار خون میں لت پت۔

تارے شاہ نے چھاتی پر ہاتھ رکھا اور گردن پر دارو انڈیلی۔ گلزاری کی آنکھیں تڑپ تڑپ کر ساکت ہو گئیں۔ سانس چلتی سمجھ کر منجی کے لیے آواز دی۔ کوٹھری کو سونگھا۔ کونے میں پڑی ایک جُتی۔ ایک دو تھی۔ پاس میں خون سے رنگی کوئی پوتھی۔ اُٹھا کے دیکھا۔ قصہ زلیخا۔

گلزاری کو منجی پر ڈالا تو کسی نے آگے بڑھ کر دودھ کے دو گھونٹ ہونٹوں کو لگائے۔ دودھ ہونٹوں سے نکل کر خون میں گھلتے ملتے دیکھ کر دیوان سنارا ماتھا زمین پر پٹخنے لگا۔ "میرے مالکا! اُٹھا لے مجھے!"

چاچا کرم دین کا کوٹھا پچھواڑے رادھو سنار کی کھڑکی والی دیوار سے ملتا تھا۔ حادثے کو سمجھ کر دانت درد کے بہانے منجی سے اُٹھ کھڑا ہوا اور بھتیجے کو سنا کر کہا۔ "میں نے کہا تو با دے مجھے ہلدی! ٹیسیں ایسی اُٹھتی ہیں کہ داڑھ تلے کوئی وبا اُٹھ کھڑی ہوئی ہو!"

نیچے کھڑے وزیرے نے تلخی سے کہا۔ "چاچا، تو بنے کا ذکر ہی کافی نہیں، نیچے اُتر آؤ۔ ٹوکا چل گیا ہے۔"

رادھو سنار نے چاچا کرم دین کو بیچ میں ہی روک لیا۔

دونوں باہر آئے تو چاچا کرم دین نے جھوٹی بھگتی منکار سے کہا۔ "تارے وقت نہ گنواؤ۔ منجی اُٹھواؤ اور لڑکے کو دوا دارو تک پہنچانے کی کرو۔"

تارے شاہ نے اڑتی اڑتی نظر چاچا کرم دین اور رادھو سنار پر ڈالی اور پاس کھڑے بھتیجے کو آواز دی۔ "بھتیجیا! چل میرے ساتھ۔"

تارے شاہ نے گلی کے پچھواڑے کرم دین کی کھلی ڈیوڑھی میں جاکر آواز دی۔

"کولاں بھرجائی، بھوسے والی کوٹھری سے ستاروں کا چراغ نکال باہر کر دے نہیں تو تیرا گھر پھنک جائے گا۔"

"بھوسے کے ڈھیر میں چھپا بالی تھر تھر کانپنے لگا۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ اور کوٹھری سے نکل پوڑیوں پر پاؤں رکھ لیا۔

تارے شاہ نے پلک جھپکتے خونخواری سے لڑکے کو بانہہ سے دبوچ لیا!"

بالی سہم کر بلند آواز میں رونے لگا۔

تارے شاہ نے دوچار ہاتھ مار لڑکے کا منہ گھما دیا۔ جلدی سے پھوٹ دے، تو بکا کہاں چھپایا ہے؟"

کولاں ہاتھ میں چراغ لے کر بھوسے کے ڈھیر کی طرف بڑھی اور پچکار کر کہا۔ "ڈھونڈ دے پُتر دے دے پکڑا دے تارا شاہ کو!"

ایک ہاتھ کے شکنجے میں بالی، دوسرے میں تو بکا۔ تارے شاہ نے گلی میں آکر سب کی ایسی تیسی کر دی۔" اپنے اپنے نام، ولدیت، ذات اور سکونت یاد کر ڈالو۔ یہاں موجود لوگوں میں سے کوئی بھی گواہی دینے سے منکر ہوا تو سمجھو گیا۔ قانون کے مطابق وہ قتل میں مددگار سمجھا جائے گا۔"

رادھو سنار نے آواز کی بھبکی پہنچائی اور آگے بڑھ کر ہاتھ جوڑ دیئے۔" اس گھڑی تم شاہ ولی ہو۔ دو خاندانوں کو غرق ہونے سے بچالو!"

تارے شاہ نے قدم آگے بڑھا لیا۔" جہاں خونی اور خون ایک ساتھ موجود ہوں وہاں نہ دوستی نہ رشتے داری!

کاشی شاہ نے پہنچتے ہی گلزاری کی نبض دیکھی۔ چھاتی پر ہاتھ رکھا۔ پھر چھوٹی سی ڈبیہ نکال کر چٹکی بھری اور ہاتھ سے گلزاری کے منہ میں رکھ کر پھونک ماردی۔

مہاسنگھ کے منبر نے آگر ویراں والی اور دیوان کو ہاتھ سے تسلی دی۔" اوپر والے سے بھکیا مانگو۔ کاشی شاہ نے شیر کا کلیجہ منہ میں پھونکا ہے۔ سچے بادشاہ جانک کی رکھیا کرے!"

گلی کا جھنجھ گنتا منجی کے آس پاس گھوم گھوم کر پل پل رادھو کے ٹبر پر جھپٹے بھونکے۔

کاشی شاہ نے ویراں والی کو دلاسہ دیا۔ "رب کے گھر میں کوئی کمی نہیں۔ چاپ کرتی چل۔ کال کے کی بڑی ہوئی ہے ورنہ جھبو اس گھڑی گھر لاتا ہوتا۔"

ویراں والی چھاتی پیٹنے لگی۔ "ارے میرا دودھ مار کر رت بہایا۔ پہاڑوں والی دیوی خونی کو نہ چھوڑے گی۔ کٹ کٹ گریں گے انگ اس کے۔"

"بس بھرجائی لڑکے کا بھلا چاہتی ہو تو جپ کر۔ آٹھ کوس پینڈا ہے۔ جاپ کا ایک منکا نہ چھوڑنا جپ میں بڑی طاقت۔"

رادھو سنار تھر تھر کانپنے لگا۔ برداشت نہ کر سکا تو دیوار سے ڈھاڈے مارے۔ "ہائے اولوگو مجھے آج کی رات مسالوں میں مُلا دو آنکھوں سے کل کا سویرا نہ دیکھوں۔ سائیاں، اولاد تے خاندان پر خون کی بج لگا دی۔"

گھوڑے پر سوار شاہ جی آئے تو تارے شاہ کو کان میں کچھ کہہ آگے بڑھ گئے۔

ادھر گلزاری کی منجی اُٹھی، اُدھر تارے شاہ نے بالی کو ساتھ لے کر حویلی کی طرف بیٹھک کری۔ مڑ کر کرتارے کو آواز دی۔ "کوٹھری میں پاؤں نہ رکھنا۔"

جھتوں بنیروں سے جھانکتیں زنانیاں ہاتھ مل مل کر کہیں۔ "اندھیر سائیں کا۔ مُلاّ سنار پُتر کو یہ کیا سوجھی۔ نہ کھیتوں فصلوں کا جھگڑا، نہ گھر کوٹھے فساد۔ اُٹھا کے لوٹا چلا دیا بھائی کی گردن پر۔"

دونوں بھائی کرتارے لنڈے کی کوٹھری میں قصّہ گلنے بیٹھے تھے۔ گلزاری نے ورکا کھلا کہ بالی نے لوہکا اُٹھا کر گردن پر وار کر دیا۔"

شاہنی نے ماونتی والے بنیرے سے چوہ کی اور تک ماری۔ "ملّا یہ جھبو نر رک کیوں گئے لنڈھے پر۔"

چاچی کو کچھ نہ نظر آئے۔ دبیز تاریک رات اماوس کی۔ اوپر آسمان پر تارے، نیچے گھپ اندھیرے۔

"بچی، اندھیرے میں کہاں نظر آتا ہے۔"

چھوٹی شاہ جی نے ترکال سندھیا کی سیدھ دیکھا۔ اندھیرے میں روشنی ٹمٹماتی تھی۔
"اس چال سے چلے تو کب پہنچیں گے! لڑکا خبر ہے آخری سانس گن رہا ہے۔"
جوہ کا ریتا پار کر تجھیونروں نے قدم دھیمے کئے۔
بیچ بیچ میں کچھ بنیے، پھر منجی کندھوں سے اتار لی۔
دیوان سنارے سے رہا نہ گیا۔ "سانسوں میں اٹکی پڑی ہے میرے بچھڑے کی جان
اس بری گھڑی ایسا بیر نہ کماؤ۔ ذرا تیز کھا پاؤں اُٹھاؤ۔"
گنگو تجھیونرے نے کاشی شاہ کو آواز دی۔ "شاہ صاحب، جاتک کے منہ میں ذرا دودھ
گھی ڈالو۔ گرماہٹ رہے گی۔
دودھ ہونٹوں سے باہر لڑھک گیا تو رادھو سنار کا کلیجہ منہ کو آگیا۔ دیوان کا ہاتھ پکڑ کر
روتے ہوئے کہا: "جس پیر فقیر کی مہر سے بچڑا تیری جھولی پڑا تھا اُسی کے آگے جھولی پھیلا میرے
بھیر تھا۔"
دیوان نے کچھ کہنا چاہا لیکن گلا رندھ گیا۔ کانپتے ہاتھ سے لالٹین کو ساکت کیا اور پھپھک
پھپھک کر رونے لگا۔
کاشی جی کا گھوڑا ساتھ آملا۔ گھوڑے سے اُترے۔ دو تہی پتو میں ہاتھ ڈال کر گلزاری کا
پنڈا دیکھا گرم۔
"پاؤں میں پنکھ لگا لو جنیو! جان بچا لو لڑکے کی!"
کاشی شاہ نے منہ میں عرق ڈالا تو لڑکا کراہ اُٹھا۔ دیوان نے دیوانہ وار کاشی شاہ کے
پیر پکڑ لیے۔ "چھوٹے شاہ کچھ کرو کہ راستہ کٹ جائے!"
"اُس سچے بادشاہ کی مرضی کے بنا پتہ نہیں ہلتا۔ اُس داتے سے مانگو، رحم کرے گا۔ بس
پاٹھ کرتے رہو۔"
بڑے شاہ نے دیوان اور رادھو کو کندھوں سے چھو کر کہا۔ "تھانہ کوتوالی بعد میں۔ پہلے
سلامت گڑھ والے جراح خلیفہ تک پہنچنے کی کرو۔
پھر آواز دھیمی کر دونوں شریکوں کے آگے اپنا فیصلہ رکھ دیا۔ "دو زندگانیاں جائیں گی

اور دو ٹبر اُجڑ جائیں گے۔ دونوں گھروں میں ایک ایک پُتر۔"

شاہ جی نے رادھو کو ہاتھ سے سینت کی تو رادھو نے پگڑی اتار کر بھائی کے پاؤں میں رکھ دی۔ "میری گواہ ہے پنچے دربار والی۔ جو بھتیجے گلزاری کو کچھ ہوگیا تو اپنے ہاتھوں پُتر کو دریا میں پھینک آؤں گا۔"

شاہ جی نے دیوان کو ہاتھ دے کر اپنے پیچھے گھوڑے پر بٹھا لیا مجھونروں کو دم دلاسہ دیا "ہوا بن کر چل نکلو گنگو چاچا، اپنے پیروں کا صدقہ، اس موت سے تم ہی بخشوا سکتے ہو۔"

جھیونر گھوڑے کی رفتار دوڑنے لگے۔

رام رحیم

ہمیّا شاباش

رحیم کریم

ہمیّا شاباش

جلدی جلدی

ہمیّا شاباش

سر سلسلائے اہل جنون موئے محمدؐ

محراب عبادت خم ابروئے محمدؐ

یاد الٰہی میں مراثیوں کے کوٹھے سے جیسے ہی ڈوڈے اور کوکلے کے ملے جلے سُر اُٹھے، گاؤں والوں نے جان لیا کہ خیروں سے قدموں کے میلے کی تیاری ہے۔

چھوٹے شاہ ماتھا ٹیک کٹیا سے لوٹے ہی تھے۔ سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہی آواز کانوں میں پڑی تو دل متاثر ہوگیا۔

کاشی شاہ چارپائی پر آ بیٹھے اور دھیان میں آنکھیں موند لیں۔ "سلطان السلطان تیرے فضل و کرم سے یہ بھنک کانوں میں!"

ڈوڈے کی تازی تھراتی آواز نے کاشی شاہ کی روح کو سرشار کر دیا بول اُن کے کلیجے میں

پیوست ہو گئے۔ آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے۔

بیٹھک کی طرف جاتے شاہ جی نے دیکھا تو بھائی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بتایا۔ "آج اس کی تصدیق ہو گئی کہ ڈوڈا اور کوکلا اچھی تعلیم کی راہ پر ہیں۔ مولو کا ارادہ اِس بار انہیں مقدموں کے میلے میں پیش کرنے کا ہے۔ انہیں دودھ لگا دو بادام مصری اور کچھ پھانک لیں گے تو گلا ہرا رہے گا خیروں ماسے آج سے ریاض شروع کروا رہے ہیں"

شاہ جی نے نواب کو آواز دی۔ "نواب بادشاہ، بخشندا رے تو یہ مٹھی بادام لے کر لڑکوں کو دے آؤ اور ایک پیالا دودھ کا گڑوا انہیں پہنچ جائے تو میلے تک گلا کھل جائے گا۔"

"جی شاہ صاحب!"

نواب نے چور نظروں سے چرخا کاتتی چاچی کی جانب دیکھا اور نیچے اُتر گیا۔

ڈوڈا کوکلا دوگنے ذوق وشوق سے گانے میں مست ہو گئے۔

میرا پیشوا اللہ بخش پیشوا

محبوب خدا ماموں اللہ بخش پیشوا

میرے صاحب اولیا اللہ بخش پیشوا

میرے پیشوا.....

سُن کر تن من بھیج گئے۔ لالی کو لیے کھٹولے پر بیٹھی رابعاں سنگ سنگ گنگناتی رہی۔

شاہ جی نے دیکھا تو کہا۔ "کیوں ری، دونوں بھائیوں نے کیسے میٹھے سُر لگائے ہیں۔ نئے بول ہی سجاتے ہیں۔ بابا بلھے شاہ کی کافی تو نہیں؟"

"جی شاہ جی! یہ کافی بلھے شاہ کی نہیں گنگوہی شاہ کی ہے!"

چھوٹے شاہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ "رابعاں بیٹی، تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟"

چاچی نے بڑائی کی۔ "پُتر جی، رابعاں خیروں سے سبق بیٹھی تھی۔ خیر صدقے، قرآن شریف کے سپارے یاد ہیں اسے! بتا شاہ جی کو!"

چھوٹے شاہ کو لڑکی کے لیے بہت پیار اُمڈا۔ "بی بی! یہ نہیں بتایا کہ تمہیں گنگوہی شاہ کی شناخت کیسے ہوئی؟"

"جی! پار سے پار سال چاچا کے ساتھ دھوکل گئی تھی زیارت میں، وہیں سنی تھی یہ کافی!"

بڑے شاہ پلک جھپکائے بغیر رابعاں کو دیکھتے رہے۔

موٹا گاڑھا کپڑا، اوپر جھلک سچے پٹ کی! واہ قدرتے!

شاہ جی کچھ کہنے کو ہوئے کہ اپنے ہی کان میں جیسے دل نے ہولے سے کہا، "ہیر کس کی دیکھی!"

"بڑی بھاگن ہے تو،" جاچی بولی۔ "لکھن داتا کے دربار بھی ہو آئی۔ بچی، لالی کے منتاں کر پہلے تو سیس نوائیں بابا فرید کے دربار، پھر چلیں سکھی سرور کے حضور!"

شاہ جی بولے۔ "جو من ہو تو کچھ سنا!"

شاہ جی بھائی کے ساتھ منجی پر بیٹھ گئے تو شاہنی لڑکی کے پیچھے پڑ گئی۔ "رابعاں بلی، شاہ مدار کی کافی سنا بھائیوں کو! کل رات گا رہی تھی نا!"

"جی شاہنی!"

زندہ شہر مدار
اللہ کس اوندا دکھایا
مدار ری مدار
نیلے گھوڑے والا
سبز دوشالے والا
بانکیاں فوجیں والا
کس اوندا دیکھیا
نیلے گھوڑے والا!"

گھنیلی رسیلی آواز رابعاں کی دل من سے اٹھ کر گلے میں گھل گئی زماں و مکاں بھول گئے۔

دونوں بھائی اٹھے تو باری باری رابعاں کے سر پر ہاتھ رکھے۔ "جیتی رہو! جیتی رہو۔"

شاہ جی نے جیسے دریا پار سے ہاتھ لوٹایا ہو۔ کچھ کہنے کو ہوئے کہ لڑکی کی آنکھوں میں تیرتی ایک کشتی جھلملا گئی۔

سر ہلایا۔ "نہیں" اور چپ چاپ اپنی بیٹھک کی طرف مڑ گئے۔

شاہنی متذبذب سی دیکھتی رہی، پھر یکا یک لگا جیسے دریاؤں نے رخ بدلے ہوں اور کناروں

پر ڈھے لگ گئی ہو۔

رابعاں نے لالی کو پنگھوڑے سے اُٹھا کر شاہنی کی گود میں لٹا دیا اور آپ کھڑی ہوئی کھیلی دو تھیاں تہہ کر کے چھچھی میں ڈالنے لگی۔

لالی کا گھنگھرالا چھنکنا چھنکاتے ہوئے شاہنی نے اچانک رابعاں کی طرف دیکھا۔ ہے ری دیکھ تو لڑکی کو، کیا نکھر اٹھ رہا تا اور رنگیلی بھرنیلی انکھیاں!

پوچھا، "کیوں ری کڑی، کتنے دنوں میں نہاتی ہو؟"

رابعاں ہنسی "نت نہاتی ہوں شاہنی جی!"

شاہنی چھن بھر کو رکی، پھر کہا، "کیوں ری، زندگانی سے ہونے لگی نا!"

رابعاں کچھ نہ بولی جیسے سمجھی نہ ہو۔

"پوچھتی ہوں رُت سے ہوتے لگی نا!"

"جی شاہنی!"

شاہنی نے لڑکی کو نئی چتون سے دیکھا پھر کہا، "دن وار بدن میں ماندگی ہو تو بھلے ناغہ کر لیا کر!"

سامنے سے بندرادئی چلی آئی۔ رابعاں کو گھور کر بولی "کبھی بنی چنگتی رہتی ہے! میں نے کہا جٹھانی، شکل صورت سے لگتی ہے یہ ارائیوں کی دھی! اری سر منیاں، مردوں کے سامنے ڈھنگ سے اُٹھا بیٹھا کر!

رابعاں کھڑی ہوئی مسکراتی رہی۔

"لے ری تیری ساتھنیں آپہنچیں ہیں۔ باہر اندر جانا ہو تو ہو۔ آؤ!"

ریشم چنی کے ساتھ رابعاں نیچے اتر گئی تو بندرادئی بولی ۔ "لو دیکھو لڑکیوں کو، کماذوں کی طرح جھٹ قد نکال لیتی ہیں۔ دونوں بہنیں رابعاں اور فتح کیا اونچی نکلی ہیں۔ رابعاں تو ہمیں چنگی۔ پر ری مگنی حسنہ سوہنی بھی تو جی بھر کر! مکٹرا دیکھ زنانی کی آنکھ نہیں جھپکتی، مردوں کی کون کہے! علیا دمیوں کی شادی بیاہ کر دے ۔۔۔ تو بھلا!"

"سنتے ہیں فتح زنانی ہو کر بیٹھا ہے!"

"بندہ تم سا بھی سیدھا نہ ہو جیٹھانی! علیا اکیلا قرضائی ہے گیا! اپنے شاہوں کی لکھت میں گھروں کے گھر بندھے پڑے ہیں ساہوکارہ ٹھہرا، دادا نے لیا تو پوتر اور پڑ پوتر تک چلتی رہتی ہے دین داری۔"

"اری، یہ سود کی پنڈ بڑی ڈاڑھی جٹ کسانوں پر!"

"جیٹھانیے، جو تنگی ترشی میں پیسے دھیلے سے مدد کرے، وہ سود بیاج کا حقدار تو ہو ہی گیا نا!"

"ہو بھلے، پر ری ایسا بھی کیا کہ تین پیڑھیاں ان کی لپیٹنوں میں لپٹی رہیں!"

بندرا دنی کے مُنہ سے شاہوں کے باپ دادے بولنے لگے۔ "بھولی بات نہ کر بہنا! کھتریٹ شاہ دید یہ نہ رکھیں تو یہ جٹ دمڑی نہ لوٹائیں جیٹھانی، ان میں بنا روانی میر ہیں کہ کچھ کھائیں کچھ بچائیں۔ ان کی تو بس آئی چلائی، ان کی مت بُدھی ہی ایسی۔ عید پر تمبا کو نہ ہوا تو ننگا!"

چاچی مہری کو الوکھی بی بی یاد آ گئی "بچی، الوکھاں کا پُتر کابل پہنچ کر بچی دریائی والوں کے پاس جا لگا۔ روپیوں کی مٹھ ملنے لگی۔ یہاں الوکھاں کا وہی بہین دہی جیجی۔ میں ایک دن کہہ بیٹھی۔ "ہیں ری الوکھاں بی بی، پُتر کو ایک رقعہ بھیج۔ چنگا کھٹ کما رہا۔ ہے دساور میں، کچھ گھر کے لیے بھی بچالے۔"

"مایہیا، پُتر میرا تاثیر طبع کے بس میں، جب تک پیسہ آئے گا، دین محمد رج کے کھائے گا۔ موج کرے گا نہ ہو گا تو رب کا نام لے کر صبر کرے گا۔"

"میں نے گھڑکی دی۔ الوکھاں، چھوڑ یہ باتیں! چھوٹا موٹا چھاپ، چھلا گھڑوا لے۔ کسی وقت کام آئے گا۔"

الوکھاں ہنسنے لگی۔ "جٹ پُتر، پیسے کو بھی دانے سمجھتا ہے کوئی پر اچھا اروڑہ تو نہیں چاچی!"

شاہنی بولی۔ "الوکھاں نے کھری کہی۔ ان کے اچھے اور اپنے اروڑوں میں کوئی لمبا چوڑا فرق نہیں۔ دونوں سوئی کے نکے پر چلتے ہیں۔ نہ خرچنا نہ کھانا۔ بس جوڑنا۔"

"ہیں ری، جوڑ کے کس ہنڈایا! جو کھا برت جاؤ، سو ہی اپنا۔ آنکھیں مٹے پیچھے کس دیکھا۔"

"دیکھیو! جو کوئی کہے دھرم کا چولا بدلنے سے انسان کی تاثیر بدل جاتی ہے سو جھوٹ۔

خوجے، پر اچھے دین قبول کرنے سے پہلے ارد ڑے۔ کراڑ ہی تھے نا!"

برابر تھے۔ گکھڑوں نے بھی دین قبول کر لیا، پر بیاہ شادی میں وہی ہمارے والے لاواں۔ پھیرے اور خارا۔ بجھائی اور رشن۔ ان کے ڈھنگ۔ کارجوں میں تانجی، برہمن دونوں موجود رہتے ہیں سنت مسلمانی کو چھوڑ کر وہی جھنڈ مونڈل۔ تمبول، مائیاں وہی وٹنا، نیوندرا، وہی تیج، وہی سہرے سربالے۔"

"پھر ری یہ ال مسلمان کیوں ہوئی! کیوں گھٹنے ٹیکے۔ حقیقت بچڑا بھی تو مرا نا اپنے دھرم کی خاطر! آج تک دلوں میں پُجتا ہے!"

"سننے میں آتا ہے سیالکوٹیے پوریوں کا پُتر تھا۔ مدرسے میں مولوی صاحب سے کچھ کہا سنی ہو گئی۔ قاضیوں نے قید کروا کر لاہور میں مقدمہ چلوا دیا۔ ان کو ظلم کون سولتے! بچڑے کے پیچھے پڑ گئے۔ موت کی سزا سنا دی!"

مُلا جیتے جی دھرم بھرشٹ کون کرنا چاہتا ہے۔ پر یہ تو ری، اپنی دھرتی تیج ندی پُن اور پُج دونوں ایک ساتھ۔ لہریں بہریں دیکھو اپنی کھیتیاں اور دریاؤں کی نت نئے غازی اور نت نئے لشکر کوئی آگے بڑھ بڑھ کر لڑے، کھیت ہو گئے، مرتے سے تھڑکے تو گھٹنے ٹیک دیئے، دین قبول کر لیا۔ پنڈوں کے پنڈ، ٹبوں کے ٹبوں نے کلمے پڑھ ڈالے۔ بس نکھڑ گئے اپنے ونس قبیلوں سے!"

"چاچی، سچ پوچھو تو انگریز کے راج کی سو برکتیں۔ لوگوں کو سکھ چین کا سانس تو نصیب ہوا۔ غرق جانے آئے دن کے ہو بلے اور خون خرابے تو ختم ہوئے۔"

"بہن، وہ موٹے منہ والی ملکہ، دیکھتی تو ہو نہ روپیوں پر چھپہ وہی تھی انگریزوں کی وڈی وڈیری۔ اسی کے ٹبر کا راج پاٹ ہے۔"

"سنتے ہیں بھاویں ملکہ تھی ملک کی، پر گبرو اس کا حکم کے بیٹھا تھا۔ یہ مچھر شاہ اسی کا انش ہے۔"

"ہو ملکہ مہارانی! بہن میری، مرد کا سایہ تو اس کے لیے بھی لازم!"

چاچی نے کوئی آواز سنی ہو جیسے۔ "بندرا دیئے، گردوا س رو رہا ہے۔ کیا سبب! میٹھا ڈھوڈھا تو نہیں مانگ رہا!"

چاچی نے تیور کا۔ "مور کھے، رلانے سے ٹھیک ہوجائے گا کیا! تیل میں لہسن جلا کر ڈال چین پڑے گا۔ نہ فرق پڑا تو لڑکی والی سہری ماں کے تھن سے دودھ کی دھار مروالا۔ اُپّی ونڈ والی آراکشوں کی پیاری کل ہی چالیسواں نہائی ہے۔"

جتّوں راج ناہیں

مُٹھوں کاج ناہیں

گھوڑے بن ساج ناہیں

ڈاچی بن کار ناہیں

نماز بیلا کھٹے والے کھو کی گادی پر بیٹھ کر حاجی شاہ نے آواز پاس آتی جان آنکھوں پر سے کھیس ہٹایا۔

"کون ہے جو سُر ملائے ادھر چلے آرہے ہیں؟"

"ہوں۔ اپنا سکندرہ اور غلام نبی۔ پوچھو احمقوں سے سویرے سویرے ہمیں کیا بتلانے چلا کہ جتّوں سے راج نہیں! یہ کوئی بھید والی بات ہے! اپنا تو راج ہی کھیتیاں کھیت! اوکسی نے یہیں سے چھلانگ ماری تو پولس فوج میں پگ بیٹھی!"

کھلے گلے ہانک ماری۔ "کیوں سکندر اعظم، آج صبح سویرے کیسے! یہ کوئی دنڈی سنیاسی کا تھان نہیں، جہاں شاہ سکندر آکے کھڑا ہو ہی جائے۔"

دونوں لڑکے ہنسنے لگے۔ سکندر نے دلانگ ماری اور نزدیک ہو کر کہا۔ "سلام کرتا ہوں جی۔ کھیت سے نکلنے تو جی میں آیا کہ چلو حیدر شاہ کو ہی ملتے جائیں! خیروں سے ابھی کچھ دن رہیں گے نا!"

"یار تمھارا کل ہی تیار ہے جانے کو! کام دھندہ چھوڑ کر آیا ہے۔"

حاجی شاہ نے چھوٹے بھائی کو آواز دی۔ "حیدر شاہ، ذرا کھو کی طرف آنا۔ تیرے لنگوٹیے کھڑے ہیں!"

چار خانے تہمد پر پٹیوں والا کھیس! حیدر شاہ نے باہر آتے ہی سکندر کو باہوں میں بھر کر اوپر اٹھالیا۔

"اوئے رانی خاں کے، تجھے رات بھر نیند نہیں آئی!"

"نہ یارا! نیند کیسے آتی تھی۔ دل تو لگا ہوا تھا نا تیری یاری میں!"

پھر حاجی شاہ کو سنانے کے لیے کہا: "آپ پنڈ دادن خاں کے داروغیا۔ سنتے ہیں تجھے ڈنگروں کی جاگیر مل گئی ہے! کچھ فیض، فائدہ ہمیں بھی کروا چھوڑ!"

حیدر شاہ کھوے سے دور ذرا منڈیر سے نیچے اتر گیا۔ آواز دھیمی کر کے پوچھا: "اوباشے! کیا نیتیں ہیں!"

"اپنی سمجھ میں تو ایک ہی بات آئی ہے کہ ڈاچی بن کار نہیں! یارا ایک رات کو مل جائے سانڈنی تو کام بنتا گھروں پلٹنے والے بنیں!"

"اپنا حصہ؟"

"جو تھائی ـ نہ کم، نہ زیادہ! ہے منظور!"

"شرط ایک ہے!"

"یارا، وہ بھی صاف کرلے!"

"منہ اندھیرے مومدی پور والی مسیت کے پیچھے پہنچ جائے میری ڈاچی!"

"ہو گیا قرار!"

"باقی حصہ مال؟"

"برابر چار!"

حیدر نے بیٹھو موڑی اور گدی پر بیٹھ کر اپنے بھائی کو سنا کر کہا:

"سکندر! اگر قلعے سے ڈاچی کھولی تو واپس قلعے باندھ جانا!"

"بلا!"

دونوں سازشی کھیت سے لوٹتے لٹ بوریاں کرنے لگے۔

شرینہہ والے کھو پر مٹیاروں کی کلکاریاں، شوخیاں سنائی دیتی تھیں۔

دونوں کے تن بدن کو دھوپ لگ گئی۔

ادیری ونڈ کی نئی بیوہلی جیبو پن کپڑا اولو میں بیٹھی منہ پر چھینٹے مارتی تھی۔

ریشماں نے دوپٹے سے چھاتی ڈھانپی ہوئی تھی۔

"ہٹ ری جیبو، ذرا آگے کو ہو!"

جیبو شرارت سے چھینٹے مارنے لگی تو پیاری نے پیچھے سے گُتری کھینچ لی۔" اری بڑی خانی بنی پھرتی ہے۔ کیا رانجھڑے نے لگا دیا کنارے!"

"پھٹے منہ ری، کچھ شرم کر!"

"سچ سچ کہہ ری، کان کا لونگ کہاں گرا آئی؟"

"ہائے ری، میں مرگئی!" جیبو اولوسے ٹھیکریاں نکال نکال کر دیکھے۔" خالہ نہ چھوڑے گی!" شیریں ٹھیکری سے ایڑیاں رگڑتی تھی۔ ہنس کر کہا" اری، تیرے بُلنے، ہٹیریے! بھوسے والی کوٹھڑی میں تو نہیں گرا دیا!"

ریشماں پیاری ہنس ہنس دوہری ہوئی۔" ہائے ری، لگ نہ جائے تیرا! سارا گھر کوٹھا چھوڑ کر گلتیلیں طویلے میں!"

جیبا نے بانہہ بڑھا کر کانٹوں کی باڑھ سے جھگا اُٹھایا تو ریشماں کو پانی سے اوپر کا بند دکھ گیا۔" ہیلیئے، یہ پینگیں پیار کی! نشانیاں!"

جیبا نے جھگا ڈالا۔ اولو سے باہر ہو کر سُوتھن ڈالی۔ گیلے بالوں کو ماتھے سے سمیٹ کر سر پہ دوپٹی اوڑھ لی۔" تمھیں بھی دیر نہیں۔ آپ ہی پتہ پا جاؤ گی۔ جس دن ڈھگا ..."

"دفعہ ہو ری! پیار محبت نہ ہوئے کہ زمین کی گاہی واہی ہوگئی!"

جیبا کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔" بتر لگا۔ ہل چلا۔ زمین واہی گئی۔ رپٹ پڑا۔ پولی زمین بیج پڑا..."

نوری نے جیبا کا لٹکتا ٹھمکتا پراندا گھما دیا۔" کیوں ری پڑ گیا تیری کیاری میں!"

یہ سن کر غلام نبی اور سکندرے کا مُنہ شیرے سے بھر گیا۔

سکندرے نے جھجکا مار کر غلام نبی سے کہا۔" یارا کل پلیٹم۔ سیتم نہ کرتی ہوتی تو ان بکریوں کو ...."

"جنّوں والی بات! یہ پلی پلائی گُنوڈوں کی وگ تمھیں بکریوں سی نظر آتی ہیں! آنکھیں کھول کے دیکھ خلیفہ۔ بکریاں نہیں، جٹیاں ہیں جٹیاں!"

"ہلا! بزرگ کہہ گئے ہیں نا۔ جتیاں جیوں جنیوں کی کتیاں!"
سکندر نے بلند آواز ہیر کے سُر اٹھا لیے تو صبح کی تازی ہواؤں کی رونقیں لہرانے لگیں۔

تیرا حسن گلزار لہرانے لگیں
آج بار شر لنگا رب بھاوندا ری
آج دھیان تیرا آسمان اوپر
تجھے آدمی نظر نہ آوندا ری

ہنستی ہنساتی، ایک دوسرے پر چھینٹے مارتی لڑکیاں کھوہ سے اٹھ گئیں۔
"ہیں ری سکندرا عزق جانا صبح صبح مستانڑیاں میں کُچ نے ہیر بھی اٹھائی تو یہاں سے!"
پھر شیریں نے گل باہنی دے کر کہا۔ "برخوردار سے ہارا ہے۔ آواز سن اس کی! تڑپ! تیرے لیے ہے ری شیریں! تو گھر بسا بیٹھی۔"

بلوچ سے ملی ہوئی کھری ہینگ کے تڑکے تانبیوں میں گرم ہو کر مُشکیں چھوڑ رہے تھے کہ پنڈ میں انہونی اُڑ گئی۔
آرائیوں کی نیچ گھر نہیں پہنچی۔
"ہائے رے، کفن پڑے ایسی جوانی پر! سرگی بیلا کی گھر سے گئی لڑکی ابھی تک نہیں لوٹی!"
"ملا کسی نے دشمنی تو نہیں نکالی۔ مار کاٹ مٹیار کو کھیت میں ڈال دیا ہو!"
"چھوڑو بی، پورے جوبن پر لڑکی۔ سارا جہان وجود میں سما جائے۔ اُسے کاٹ کوٹ دکھانے سے پہلے کوئی ظلمی موج مزہ کیوں نہیں کرے گا!"
گوماں نے سنا تو نام لینے کی پہل کر لی۔ "میرے جانے مغلی گھنٹی بیچتا وہ بلوچ عزق جانا بھگا لے گیا لڑکی کو۔ ہائے ری، سُرمے والی اس کی انکھیاں پھنیارے مارتی تھیں۔ پھنیارے، اگر تی مخملی چھاتی پر ایسی ہی سجی بنی کہ کچی کنواریاں فدا ہو ہو جائیں!"
لُہاروں کی حسینی بولی۔ "رات کو بلوچ دارے میں سویا تھا۔ نماز بیلا اونٹ اور اونٹ کا

مالک دونوں غائب! کہنے میں آتا ہے۔ بلوچوں کی لاتیں لوہے کی! اس گھڑی یہاں، تو دوجی گھڑی وہاں!"

"رب کی رب جانے۔ کسی نے آنکھوں سے تو جاتے نہیں دیکھا!"

"اندھیر سائیں کا! خبرے کس کا پرچھاواں پڑا اپنے گاؤں پر کہ جوان جہان مٹیار ماں باپ کے منہ پر کالک پوتنے لگیں!"

مُہرے کی بے بے بڑبڑانے لگی۔ "مت ماری گئی۔ اور کیامت اوندھی ہوتے کیا دیر لگتی ہے! غلطی علیے کی۔ ختم جتنی لڑکی۔ اس کا لڑ باندھ کسی سے۔ بھری بھرائی چاٹیاں ڈل ڈل نہ پڑیں گی؟ منہ کیوں نہ مار جائے گا کوئی!"

شاہنی نے تندور پر سے چھوٹی سی آواز دی۔ "بُرا ہوا بے بے، بہت بُرا ہوا۔ پر جیسے لاج، عزت، پت اپنی، ویسی علیے کی!"

"سونہہ گروؤں کی، دھیئے، میں بھی علیے کے لیے ہی دُکھی ہوں۔ پچھلی عمرے بندہ ان دھکوں کو سہار سکتا ہے! گھر والی پہلے ہی مرکھپ گئی تھی۔ ان لُوٹھی لڑکیوں کے مارے باپ نے گھر نہ بسایا!"

"بے بے بُری گھڑی کا کیا پتہ! کب سر پر آ پڑے!"

شام کچہری سے لوٹ شاہ جی نے سُنا تو علیے کو بُلا بھیجا۔ علیے نے حویلی کی دہلیز لانگھی تو اس کا اونچا قد ہاتھ بھر چھوٹا ہو گیا۔ سر کی پگڑی نری بے جان۔

بھرائی آواز میں کہا۔ "اس باپ کی تو جیتے جی موت ہو گئی!"

"بیٹھو۔ حوصلہ رکھو۔ ایسی گھڑی ہمت ہارنے سے کچھ نہیں بنتا!"

"ہاں۔ کھول کر کہو تمہیں کس پر شک ہے؟"

"شاہ جی، سب سے ہنس کھیل کر بولتی ہے۔ کس کا نام لوں۔ چھوٹی رابعاں اس سے بالکل الگ!"

چھوٹے شاہ بھی آکر شامل ہو گئے۔

"کاشی رام، ناسمجھ اگر دریا پار کر کے گئے ہیں تو انبڑیال یا سبزیال۔ جو گجرات پہنچ چکے ہیں تو ریل گڈی سے لالہ موسیٰ!"

"لگتا نہیں۔ دل و باڑے سو دیکھے پہچاننے والے۔ رہا بلوچ کا تو اتنی بے خوفی سے غیر علاقے میں لڑکی اغوا کر لے۔ ناممکن! میرا کہنا یہ ہے کہ ڈھنڈورہ پیٹنے سے پہلے اپنا گھر درکیوں نہ دیکھ لیں۔"

یہ سن کر علیے کا دل دھڑکنے لگا۔

چھوٹے شاہ نے بڑے بھائی کی طرف دیکھا اور ستھری آواز میں تمام شکوک شبہات رفع کر دیئے۔ "ایک دن شام کے وقت فتح کو دریا کنارے گھاڑی والیوں کے شیرے کے ساتھ دیکھا تھا۔ دونوں دریا سے نہا کر نکلے تھے۔"

علیے نے سانس روک کر پوچھا۔ "سنگ سنگ تھے کیا؟"

کاشی شاہ نے سر ہلایا۔ "فتح کھیت سے نکلی اور دوڑ کر دریا میں ڈبکی لگائی۔ پھر دیکھتا کیا ہوں۔ شیرے نہا کر نکلا اور گلے سے سہانے سُر اُٹھا لیے۔ لڑکے کا گلا بہت میٹھا۔ میں کھڑا کھڑا سنتا رہا۔"

اُس شام چھوٹے شاہ بھاگو وال سے لوٹے تھے۔ سورج آسمانی نیلاہٹوں میں سرکتا سرکتا دھرتی کی پگڈنڈیوں پر آگیا تھا۔

دریا کنارے سے گھوڑا گراں کی طرف موڑا ہی تھا کہ یکایک چری کے کھیت میں سے کھلکھلاہٹ سن کر ٹھٹک گئے۔ دور سے دیکھا۔ علیے کی بڑی دِھی کیکر کے جھنڈ میں سے نکلی اور ہرنی کی طرح ریتی کی طرف بھاگ چلی۔ کُرتہ اوڑھنی اُتار کر ریت پر پھینکے اور تاریاں مارتی دھار کے بیچ چلی گئی۔

"آگے نہ جاؤ، بھنور پڑتا ہے۔" کاشی شاہ آواز دینا چاہتے تھے کہ دوسری پرچھائیں دیکھ کر چوکنا ہو گئے۔

شیرا دریا سے نکل کر ریت پر آ کھڑا ہوا۔ تہمد کس کر انگڑائی لی۔ پھر بانہیں پھیلا کر جیسے دریا کو پکارا ہو۔ پھر پاک صاف آواز میں سُر اُٹھا لیے۔

چڑھ جانے ڈولی پریم کی دل دھڑکے میرا

حاجی مکے حج کرن، میں مُکھ دیکھوں تیرا

گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے چھوٹے شاہ یادِ الٰہی میں گم ہو گئے۔ ایسا دھیان لگا کہ آنکھوں کے آگے گرد و پیر آ کھڑے ہوئے۔

ہوش و حواس لوٹے تو آسمان پر ستارے جھلملاتے بجھتے اور گور پر چاند کا آدھا ٹکڑا انظارہ بن کے سجا تھا۔ سامنے اللہ کا فضل و کرم سا بہتا دریا کناروں سے جڑا زندگی کی لکیر سی لگتا تھا۔

اُس ایک پل میں کاشی شاہ نے وہاں کھڑے کھڑے ہی اُس اگلی درگاہ کا در دیکھ لیا جہاں ہر درد والے کو اپنے محبوب خدا سے مل جاتا ہے۔

شاہ جی اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"علیے! رب تو کلی فتح وہیں مل جاتی ہے تو دھاڑی والیوں کے فرزند سے رشتہ بن جاتا ہے نا!"

"بنتا کیوں نہیں شاہ صاحب! دھی کے نصیب چنگے ہوں تو!"

شاہ جی چھوٹے بھائی کی طرف مڑے۔ "مسیت سے مولوی صاحب کو ساتھ لے چلیں۔ اور مولا داد جی یا فتح علی جی کو بھی۔"

علیے کا دل رہ رہ کر ڈوبنے لگا۔ "پروردگار! اس غریب کو یہ گھڑی دیکھنی بدی تھی۔"

مولوی صاحب ساتھ چلے تو دل ہی دل میں شاہوں کی اس ترکیب پر مسکراتے رہے۔ بھگونے والا جٹ ہو یا بلوچ، دھی علیے کی راوی پار۔

گھوڑے گاؤں سے نکل کر دریا کنارے اُترے۔ ٹالیوں کی گوٹھ سے شاہ جی نے بیلے کی طرف نظر دوڑائی تو بلچھ کے بوٹوں میں آگ کی للائی نظر آئی۔

کھلے آسمان تلے یا کنجر بھیٹر گٹ یا نئے نویلے عاشق۔

شاہ جی کا اندازہ درست نکلا۔

بلچھوں کے جھرمٹ میں دونوں ایک دوسرے سے لپٹے نیند میں بے خبر دیکھا تو بزرگوار انتظار کرنے لگے اور آپس میں آنکھیں چُراتے رہے۔

شیرے نے جیسے نیند میں ہی کوئی آہٹ سنی ہو۔ آنکھیں کھول اِدھر اُدھر دیکھا، پھر فتح کو گہری نیند سے جگایا۔" اے ری فتح سُن۔ دیکھ اوپر آسمان پہ قطب تارے کے پاس ایک تریڑ۔ میں نے کہا جب محبوب خدا (صلعم) خدا سے ملاقات کرنے گئے تو دوڑتے بھاگتے غازی کے پیروں سے دھول اُڑنے لگی یہی ہے وہ دودھیا دھار۔"

کسمسا کر فتح نے باہیں پھیلائیں اور شیرے کے بازو پر ناخن گڑو دیئے" ہٹ پرے، سونے دے۔"

شیرے نے اپنی طرف کھینچ لیا۔

پھر وہی پھاروں پہ پڑنے لگی۔

سیالوں نے اپنی عزت آبرو رکھنے کے لیے آواز دے ڈالی۔" اُٹھ کھڑے ہو جاؤ۔ اُٹھو۔ دھیے فتح، اتنی ناسمجھی، اتنی بے غیرتی۔۔۔"

"ہائے میں مرگئی۔ ہائے اللہ۔"

دونوں ہڑبڑا کے اُٹھ بیٹھے۔

فتح نے شیرے کا ہاتھ پکڑ لیا۔" تمھیں سونہہ اللہ پاک کی جو تو قول سے پھرا۔ تمھیں مار ڈالوں گی اور آپ دریا میں ڈوب مروں گی۔"

شاہ جی نے صاف سخت آواز میں کہا۔ دھی ہو کر گھر کی آبرو کا خیال نہ کیا۔ اس قصور کی سزا بہت سخت۔ پر تابرو تقدیر تمھیں انعام دینے کو ہے۔ شیرے، کل تم دونوں کا نکاح پڑھوا دیا جائے۔ ہے منظور!"

شیرے نے سر جھکایا۔" جی شاہ صاحب!"

" مولوی صاحب، شیرے کے ساتھ جائیے اور اس کے گھر ٹبر کو سمجھا دیجیے کہ نوشہ کے لیے ایسا فرمان کیوں جاری ہوا!"

پھر شیرے کی طرف مخاطب ہو کر کہا" اس موذی بھدی بے عقلی کی بیٹھ ہی بیٹھ ہے۔ پر برخوردارو، تمھیں عزت آبرو قائم رکھنے کی رعایت مل رہی ہے۔ اپنی خوش قسمتی کے لیے اللہ کا شکر ادا کرو۔"

علیے کا گلا بھر آیا۔ شیرے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "قرار سے نہ ہٹنا پُتّر جی۔ اس کُڑی سے کیا لعنت ملامت کروں؛ بیٹی کا باپ ہوں.....؛

شیرے نے ہاتھ اُٹھا کر علیے کو سلام کیا تو فتح کُڑی اوڑھنی میں منہ چھپا کر رونے لگی۔

علیے نے جھڑکا۔ "دھیے، اب کیا رونا! پوٹلی جہان پر کُھل گئی! رب سے مانگ جو شاہ جی نے بنت بنائی ہے وہ سچ پھل جائے۔ نہیں تو دھیے، کام تو ایسا کہ لڑکے کُڑ دونوں کو دریا میں ڈال دیتے!"

اگلی شام علیے کی بڑی دھی فتح کی جنج آ گئی۔

زنانیوں نے ہیک نکالی۔

تیری پھوپھی کا ہے گھر

رے نشنگ ویہڑے وڑ

مجھے کسی کا نہیں ڈر

آ ڈھگ رے

بے بے کرمو نے سٹھانی اُٹھائی۔

چاچا نہ پڑھیا تیرا دادا نہ پڑھیا

پُتّر حرام کا میتی نہ چڑھیا

یہ بات بنتی نہیں!

بے بے اس کے چاچے دادے کو کیا باپ کو سٹھنی گالی دے۔ کیا لسما لگا کے جوانی دکھانے آیا ہے۔ پُتّر اپنے کا بھائی جنجے چڑھا ہے۔

بٹ اپنے ہی چنگے رے

شیر علی لال چیرا

جو چڑھنے میں جنجے رے

شیر علی لال چیرا!

نکاح پڑھا گیا تو پنڈ ساتھنوں سہیلیوں کو دھکیل کر فتح کڑی کو دیکھنے کے لیے ٹوٹ پڑا۔
لڑکا خیروں سے خوبرو۔ لڑکی مرجانی پر روپ سوایا۔
رسولی نے پاس جا کر چٹکی لی۔ "کیوں ری فتح! اللہ کو حاضر و ناظر جان کر کہہ کیا سچ مچ میں آج ہی دُلہنیا بنی ہے؟"
یہ سن کر شیر علی کا گندمی چہرہ سرخ ہو گیا۔
فتح نے ہنس ہنس کر گاڑھی رچی مہندی والے ہاتھوں میں منہ چھپالیا۔
"اری چھوڑ نا نہ اس ڈھنگے کو۔ قابو کر کے رکھنا۔ نہیں تو پل پل دریا میں تاریاں مارے گا!
شیر علی میاں گبرو بنا کڑیوں سہیلیوں سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگا۔
کڑیاں اونچا اونچا گانے لگیں۔

آر بیلا پار بیلا
وچ بابل گھیریا
جھلارے دیتی جنج آئی
سنبھل بابل میریا
ماتھوں کے توں پٹے
قائمی پلو پھیریا

پاس کھڑی رابعاں کبھی ساتھ سدروں سے تک بہن کو دیکھے۔ کبھی لاڈے شیر علی کو۔
ریشماں نے پاس آکر گل باہنی دی اور گال پہ ٹھنو کا لگایا۔ "کیوں ری گلبدنو۔ ذرا اپنی طرف بھی دیکھو! فتح نے تو لگالی تاری بیلے میں۔ دیکھوں۔ دیکھیں تو لو حبت بی بی کہاں ڈبکی مارتی ہے!"
نوری نے اور حسی کھینچی۔ "اپنی آنکھوں میں دیکھو۔ ایک نہیں دو دو چناب تیری انکھیوں میں لشکارے مارتے ہیں!"
"ہٹ چھوڑ مجھے!"
نوری نہ مڑی۔ سب کو سنا کر کہا۔ اری بتا بھی دے۔ تیری بیڑی کن پتنوں پہ اترے گی!"

اللہ کے فضل سے کھیتوں میں ہل چلے، سُہاگے پھرے اور نئی فصل کے بیج بو دیئے گئے۔

پنڈ کے جٹ چھتّار فارغ ہو کر مجلس میں آ شامل ہوئے۔

ادھر دل مَن سرخرو، اُدھر تندھاری تمباکو کے سُرور ی سُوٹے۔

رب رسول کی رحمتیں!

"کرم الٰہی جی، خیروں سے بڑے بے فکر نظر آتے ہو!"

"دین محمد، رب کی مہر سے کھیت بیج بن گئے ہوں تو بندہ ذرا سُرخرو ہو کر موج مزہ کر لیتا ہے۔"

"برابر، بادشاہو، جٹ کسان کے لیے تو یہ بادشاہی وقت ہو!"

مولا داد جی نے خلاصہ کیا۔ "کیوں نہیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کو محنت مزدوری لگائی تو اسی لیے تاکہ برس چھ ماہی مٹھہ لوتے ہلکورے لے سکے۔"

منشی علم دین کو بھی بے ماتگی مل گئی۔ "پرانے زمانوں میں بھی بادشاہوں کا یہی دستور رہا۔ آٹھ مہینے ملکی اور مالی معاملات کے واسطے باہر جاتے اور چار مہینے موسم کے قلعہ مبارک میں آرام فرماتے۔"

نجیب کو ہنسی آ گئی۔ "منشی جی، کہاں جٹ کسان اور کہاں بادشاہ شہنشاہ! پوچھے کوئی آپ سے کہ آپ نے ان دونوں کی جوتا، جوڑی ملائی تو کیسی ملائی!"

شاہ جی بولے۔ "دھن دولت بُرے نہیں! نہ بُری ان کی واجب روشنیاں۔ پیسہ مایا تو دنیا کی طاقت ہوئے۔ کیوں جہاں داد جی!"

"بالکل بادشاہو۔"

شاہ جی نجیبے کی طرف مخاطب ہوئے۔ "بات صرف اتنی ہی نہیں۔ رب نے ہر انسان کو چھوٹی موٹی بادشاہت تو لگا ہی رکھی ہے! انسان ثابت سالم رہے، ہاتھ پاؤں چلتے رہیں، چھوٹے بڑے کام کرتے رہیں، وہ بادشاہ کا بادشاہ!"

گلگو خاں کو سوجھ گئی۔ ہنس کر کہا۔ "شاہ جی، معلوم ہوتا ہے رب رسول نے جب کسان کی مدد

کے لیے ہی شاہ ساہوکار بھی بنا چھوڑے! ضرورت پڑے تو بندہ سو ہزار لے کر کام چلالے!"

حقہ گڑگڑاتے ہوئے کاشی شاہ بولے "اوپر والے کی نگاہ میں کوئی دوجگی فرق نہیں۔ راجہ رنک دونوں کے دو ہاتھ دو پاؤں۔ ایک منہ، ماتھا ایک دھڑ۔"

جہاں داد جی نے بہت ذہانت سے بات آگے بڑھائی "رب آپ کا بھلا کرے۔ پاتشاہ بابر سے لے کر شاہ ابدالی تک وہی سب کے دو ہاتھ، دو پیر۔"

"بادشاہو، سوائی چیز تو دل کی بہادری اور شمشیر ہی ہوئی نا؟"

"واہ بجیبیا ڈاڑھی عقل کی بات کی ہے! کوئی جن بھوت تو تمھیں یہ پٹیاں نہیں پڑھا رہا!"

ان پڑھ بجیبے کی تعریف علم دین جی کو راس نہ آئی۔ ایک اور چھلانگ ماری "پیغمبر صاحب صلعم نے فرمایا ہے کہ جنت کی کنجی شمشیر ہے شمشیر!"

تایا میا سنگھ ہنسنے لگے "پتر منشیا۔ تیرا بھی جواب نہیں۔ شمشیر کا کام شمشیر سے اور ہل پھالے کا کام ہل پھالے سے کرنا!"

گنڈا سنگھ بیچ میں آکودے "ملک جیتنے ہوں تو شمشیریں، پر اناج دانے اگانے کو تو ہاتھ کی محنت ہی کام آئے گی۔"

چودھری فتح علی جی جہاں داد جی کی طرف دیکھنے لگے "بادشاہو، شمشیر کا کفر کا دھڑکا اور کامیابیاں تو جگت سدھ، پر حوصلہ پہلے اور شمشیر پیچھے!"

شاہ جی نے سر ایک پڑلیا۔ "اگر ایسا نہ ہوتا تو چودہ برس کی عمر میں بابر ہندوستان پر چڑھائی کرنے کا خواب دیکھتا! اکبر نے تیرہ برس کی عمر میں ہیمو بقال کو موت کے گھاٹ اتار دیا!"

"شاہ جی، اپنے رنجیت سنگھ مہاراج کون سے کم تھے!"

منشی علم دین جی نے جھٹ گھیرا ڈال دیا۔ "ہیمو ریواڑی کا بقال تھا۔ اپنی ذہانت اور دانشمندی سے بہت بلندی پر پہنچا۔ بڑے بڑے باغیوں کو ہرا دبایا۔ آخر دل میں آگئی کہ میں بھی ہندوستان کا بادشاہ شہنشاہ بن سکتا ہوں۔ بس جی، اعلان کر دیا اور اپنے نام کے ساتھ بکرماجیت کا اضافہ کر لیا اور اپنے نام کے سکے ڈھلوا لیے۔ اُدھر بہرام خاں اکبر کا مشیر، بس ٹکر کروا دی ایسی کہ بکرماجیت اور بکرماجیتی دونوں اکبری تلوار کے نیچے چت۔ چپ!"

جہاں داد جی بولے ”مہاراجہ رنجیت سنگھ کی گھوڑ چڑھی بارہ سال کی عمر میں میدان جنگ میں ہو گئی، جیسے بابر اکبر ویسے رنجیت سنگھ!“

شاہ جی ہنسنے لگے ”بات وا جب بھی ہو تو بندہ پہلے تولے۔ زنانیوں والی تو تو میں میں تو نہ ہو جائے کہ بنا بابر میرا، بکرماجیت تیرا۔ یا ترک تیرا اور مغل میرا!“

”واہ شاہ صاحب کمال آپ کی عقلوں کے اصل میں عربی فارسی پڑھ جائے بندہ تو ذہانت پر دھار چڑھ جاتی ہے نا!“

فتح علی جی بولے ”مولا داد کہتے تو ٹھیک ہیں۔ مدرسہ سیالکوٹ کا معمولی نہیں! سننے میں آئے ہے بڑے ڈھنگے اس مدرسے کے!“

”چوہدری جی، یہ مدرسہ جہانگیر کے وقتوں سے مشہور ہے۔ اسے چلانے والے استاد میاں احمد اور میاں صادق بہت زبردست عالم و فاضل ہوئے ہیں نام ان کا فارس یونان تک پہنچا ہوا تھا۔ سبب سمجھو کہ ہم دونوں بھائیوں نے وہیں تختی لکھنی شروع کی اور وہیں املا پکا کیا۔“

شاہ جی مدرسے جا پہنچے ”فتح علی جی، مار تو ہم نالائقوں کو کئی بار پڑی پر ایک بار تو ہاتھوں پر لاسیں پڑ گئیں۔ ہوا یہ کہ استاد جی نے حکم دیا۔ پڑھو پند نامہ بے معنی۔ ہم نے شروع کر دیا معنی بھلے کھا سمجھو یا لاپرواہی، بینتوں ہاتھوں پر چھب اُبھر آئے۔“

”لو جی، خوشی محمد بھی آن پہنچے ہیں۔ خیر وال سے شہر سے لوٹے ہیں۔“

سب سے صاحب سلامت بول کر خوشی محمد رعب سے منجی پر بیٹھے تو دیکھنے والے سمجھ گئے کہ میاں صاحب کی گتھی میں کوئی نئی تازی ضرور ہے!

[illegible] کو مخبر کہاں ”کیا گل۔ بات ہے چاچا۔ لگتا ہے آپ کے پلے کوئی سوائی ڈیوڑھی ضرور ہے!“

”کہہ ڈالو خوشی محمد جی! بے صبری میں تو انتظار بھی نہیں ہوتا!“

خوشی محمد کے چہرے پر ایک وقت خوشی اور رغبت جھلک آیا ”کیا بتائیں، بات کچھ چنگی نہیں۔ وہ تو اپنے نکو تھا پنڈ والا نواز خاں۔ رکابوں میں پیر پھنس گئے اور جان سے گئے۔ گھوڑا نیا تھا اور بے دوڑا!“

شاہ جی پریشان ہوئے۔" پچھلے ہفتے کچہری میں ٹاکرا ہوا۔ تاریخ لگی ہوئی تھی اُن کی۔"
"موت آگئی سمجھو۔ جوگنا والی کے اللہ رکھا خان سے گھوڑا خریدا تھا۔ رکاب میں پیر پھنسے رہ گئے اور گھوڑے کے ساتھ ساتھ ٹبوں پر لٹکتے رہے۔ لہولہان۔"

"اتفاق نہیں تو نواز خاں چنگے سواروں میں سے تھے۔"

"بادشاہو، لاہور کے صوبیدار میر منّو کا خاتمہ بھی اسی طرح ہوا۔"

"غالباً اسی حادثے کے بعد مغلانی نے صوبہ لاہور کی باگ ڈور سنبھالی۔ مغلانی بیگم شاہ درانی کے منہ لگی ہوئی تھی! چھنالہ کبھی افغانوں کو نچائے۔ رجھائے، کبھی مغلوں کو گلے لگائے۔"

جہاں دا دجی کو جانے کیا یاد آگیا۔ بڑی دیر ہنستے رہے۔ پھر حقّے کا کش لے کر کہا۔ شاہ صاحب گھاٹے والی بات تو اصل میں یہ ہوئی کہ زنانی کو خدا کی طرف سے کستوری لگی ہوئی ہے۔ بندہ آگے بڑھ بڑھ کر آپ اُس کے پاس آتا ہے۔"

شاہ جی کے ساتھ ساتھ ساری مجلس دل کھول کر ہنسی۔" تھی نہ کچھ وجہ کہ شاہ درانی نے خوش ہو کر بیگم کو سلطان مرزا کا خطاب دے ڈالا تھا۔"

منشی علم دین چھیڑ گئے۔" کچھ بھی کہیں، شاہ درانی بڑا زبردست شہنشاہ ہوا ہے۔ بادشاہو ایک بار ابدالی شاہ ہندوستان کو ڈرا دھمکا کر لوٹنے لگا تو چناب میں کانگیں آگئیں۔ ہزاروں گھوڑے، سپاہی بیچ دھار کے بہہ گئے۔"

گرودت سنگھ کے صافے پر کوئی خمار چڑھ گیا۔" حساب کتاب تو منشی جی، ایک دن پورا ہونا ہی تھا۔ درانی شاہ نے خالصوں کے بیج برباد کرنے کی قسم کھائی تھی، پر لوٹتے وقت افغان پٹھان یہیں کام آگئے۔ آخر کو دریا پیر خواجہ خضر نے بھی تو سنی تھی اپنے مریدوں کی۔"

کئی ماتھوں پر تیوریاں اُبھرے جیوں کسی نے پانی پھاڑ دیا ہو۔

منشی جی ابل پڑے۔" اول تو درانی شاہ بہت ذہین تھا، دوئم سکھوں کو اُس نے صرف ڈاکہ زنی کے لیے للکارا تھا۔"

گرودت سنگھ کا ماتھا جلنے لگا۔" تمھارا علم کچا ہے۔ آخر تو جنھوں نے ہرمندر صاحب کی بے ادبی کرنے کی حمایت کی، اُن کی گردنوں کے ڈھیر بھی کابل قندھار تک لگ گئے نا! ابدالی کے خزانے تے

سکھ منڈی کا دام لگایا تھا ایک پانجہ۔ وہی خالصہ سرکار تے سگنوں کے پانچ روپے لگا دیئے بلوچ پٹھان کی گردن پر۔ خیروں سے بھر باؤنا لہرایا شیر پنجاب کا اٹکوں پار!

سوا لاکھ کی ایک گناؤں

چڑیاں کولوں باز مرواؤں

تبھی گووند سنگھ نام دھرواؤں

شاہ جی تے بات کی شکل وصورت درست کی ۔۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے نام تو سنے ہوں گے۔ خلیفہ نورالدین، فقیر عظیم الدین اور ایسے ہی بے حساب امیر امراء اور سردار جاگیردار:

"سزا جرم، ظلم، مار کاٹ، قتل عام۔ یہ تو ہوئے نہ کہیں حملہ آوروں کے باقی شاہ بادشاہوں کے ساتھ گن گر ایکی بھی لگی ہوئی ہے۔"

کاشی شاہ بولے۔ "درانی شاہ بٹالے والے شاعر 'واقف' کو کابل لے گیا تھا۔"

گنڈہ سنگھ اُچاٹ ہو گئے تھے۔ "اوئے گیا ہوگا اپنی واہ واہی کے لیے شاعر، مصاحب اور سلامیے تو ہوئے نادر یاؤں کے ہیرے موتی!"

"جو بھی سمجھ لو۔ باقی درانی شاہ نے کئی ہندو وکیل رکھے ہوئے تھے۔"

مولا داد جی خوش ہوئے۔ "سچ پوچھو شاہ جی تو ہندوؤں کا کام ہی ہوا عقلوں سے باتوں کو کھودنا۔ کھرو پخنا۔ حکومتیں وزارتیں ان ہی ترکیبوں سے چلتی ہیں۔"

میا سنگھ سوتے سے جاگ پڑے۔ "میں نے کہا کام کی بات ہے ذرا سنو دھیان سے لالے وڈے کے پُتر چمن مل کی جنج حافظ آباد گئی تھی۔ وہاں کی میراث نے بڑا سوہنا سوانگ کیا۔ کاشی رام، ایک بندہ تگڑا خوبصورت چنگے قد۔ بُت والا آ کھڑا ہوا۔ شلوار، جھگا اوپر پوستین، سر پر کلاہ۔ سر پیچ کمربند پہ پیش قبض۔ یہ سمجھو کہ سچ مچ کا شاہ درانی بنا کر پیش کر دیا۔

"آگے سنو۔ شاہ درانی تخت پہ رونق افروز اور اس کے آگے پیش ہے۔ پیران چند پوری!"

"تایا جی گپ شپ چھوڑو۔ بے چارے پوریوں کو کیوں گھسیٹتے ہو شاہ کے آگے۔"

میا سنگھ بوکھلا گئے۔ "اوئے سنو! سنو کام کی بات ہے۔ پیران چند پوری رہنے والا تھا دھڑتل کا۔ سیلانی آدمی۔ گھومتے گھامتے پہنچ گیا پہنچا۔ پہنچ تد کے پاس خیمے لگے تھے شاہ کے۔ شاہ کا

ٹاکرا ہوگیا۔ سنیاسی پوری سے۔ گنڈا سنگھ او گرو دت سنگھ کدھر ہے۔ سنو گرو دت سنگھ شاہ درانی کے دس گناہ، پر ہندوستان کے سادھو سنتوں کی اُس کے دل میں بڑی للک اور عزت۔

"ہوا یہ کہ اُن دنوں شاہ کے نام پر کوئی رگت کا اُٹھان آیا ہے۔ اشارہ کرکے پران پوری سے پوچھا۔" مہاتما پران پوری، یہ اُٹھان دن رات رستہ ہے۔ کوئی دوا دارو بتایئے۔ ہے کوئی نسخہ آپ کے پاس۔"

"بادشاہو، پوری بچے نے بڑی عقل لڑائی، پر کچھ نہ سوجھا۔ اُسے نہ تو حکمت کا پتہ نہ آیورویدکا۔ سوچا شاہ کو بتائیں تو بُرا اور نہ بتائیں تو بُرا۔

"آنکھیں بند کرکے دھیان لگایا۔ لمبا سانس لیا اور آنکھیں کھول کر عرض کی۔ کابل شاہ، اوپر سے ایک حکم آیا ہے کہ آپ کی شہنشاہی اور آپ جی کی ناک میں کوئی رتی میل ہے۔ اس لیے کسی ایک کو دوسرے سے جدا کرنا مناسب نہ ہوگا۔"

"جواب سن کر شاہ ابدالی، مہاتما پران پوری سے بہت خوش! بس نہال ہوگیا۔"

"واہ واہ تایا جی آپ نے چنگی سنائی اور پران پوری نے چنگی کہی جواب دینے میں جو ٹھڑک جاتا دھڑ تل کا پوری تو سادھو کھسر ہتا یا کسی کھڈے جا لگتا یا گردن سے جاتا۔"

"نہیں کرم الٰہی جی پران پوری اتنی آسان سے ہار نہ مانتا۔ کوئی نہ کوئی ترکیب لڑا ہی لیتا۔"

"کہتے تو ٹھیک ہیں شاہ صاحب، اپنے لوگوں کی عقل ماڑی نہیں۔"

کاشی شاہ نے نئی بات اُٹھائی۔" اکبر بادشاہ کے ہنسوڑ کا نام تو سنا ہوا ہے نا آپ نے بیربل راجہ۔ بیربل جو بات کرے، عقل کی پڑیا میں باندھ پیش کردے۔ اکبر بادشاہ بہت خوش تھا بیربل سے۔"

" اپنے درباریوں کو کہے۔" بیربل ایک تو مزاج سے کھلا خلاصہ دوسرے سمجھ چنگی، تیسرے کچھ بھی کہہ سکنے کا حوصلہ!"

"ایک بار دربار میں پہنچ گیا تو جی بھر کے نام کمایا۔ اور جی بھر کے ہی انعام پایا۔ اکبر بادشاہ جان کر کوئی چھیڑ چھاڑ کردے اور بیربل سوچ ساچ کے جواب تراشے اور بادشاہ سلامت کے آگے پیش کردے!"

جہاں داد جی بولے ۔" بڑی قابل تعریف بات ہے کہ انسان جب بولے سننے والا بے خوف بے حساب ہنسے۔ شاہ جی اپنی فوج کے افسر بھی جوانوں رینکوں کی چنگی گفتگو کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ باقاعدہ اُن کی سراہنا کرتے ہیں۔ بندے میں یہ خوبی تو قابل تعریف ہوئی۔"

شاہ جی نے چھوٹے بھائی کو یاد دلایا۔" راجہ بیربل کا دوسرا جوڑی دار ٹوڈر مل تھا۔ یہ بھی چنیاں کا ٹنڈن کھتری۔ پہلے ٹوڈر مل شیر شاہ کے دربار میں تھا۔ اکبر کے دربار میں وکیل بن گیا۔ کام میں بہت تیز ترار اور ہوشیار۔ پہلے ملا خطاب راجہ کا۔ پھر مل گئی چار ہزاری منصب داری اصل بات یہ کہ ٹوڈر مل بہت دور اندیش۔ پرکھ بہت اعلیٰ۔ مغل وقتوں میں ٹوڈر مل نے کھیتیوں کے معاملوں اور ٹکسال میں کئی ردو بدل کیے اور کسانوں کے فائدے کے لئے کئی منصوبے بنائے لو سنو، اکبر کے دربار میں پہنچ کر ہندوؤں کو کیا صلاح دی کہ چاہتے ہو خوش حال ہونا تو فارسی پڑھو۔ ویسے ٹوڈر مل بہت پوجا پاٹھیا مشہور تھا۔

" مولاداد جی بولے ۔" بادشاہو، درباروں میں چمکنے اُبھرنے کے لیے ستارہ اور قابلیت دونوں ہی لازم ہیں۔"

شاہ جی نے ایک اور پوڑی چڑھی ۔" شاہجہاں کے وقتوں میں ایک شخص بہت بلندی پر پہنچا تھا وزیر سعد اللہ خاں۔ داروغہ حمام سے شروع ہو کر شاہجہاں بادشاہ کی وزارت حاصل کی، وزیر سعد اللہ خاں اپنے سیدوال کا ہی رہنے والا تھا۔"

" واہ یہ تو اپنے علاقے کی کوئی بات ہوئی نا۔"

" جہاں داد جی نے بہت رعب سے سر ہلایا۔" اپنا ہم وطن ہی ہوا نہ جی!"

" جی، لکھت کہتی ہے کہ سعد اللہ وزیر کے اصول بہت پاک صاف۔ نہ بادشاہ کی دل جوئیاں کرنی اور نہ رعایا پر ظلم و ستم۔ بہت شہرت ملی سعد اللہ خاں کو۔"

تایا میبیا سنگھ کچھ اور ہی درست کر رہے تھے ۔" میں نے کہا سیدوال تو دو تین ہیں۔ یہ پیپل بوڑھوں والا تو نہیں!"

" وچی جی وہی۔ رام لچھمن کا چونترا کہلاتا ہے۔"

دس لاکھ جان بخشی۔
دس لاکھ صوبہ بخشی
دس لاکھ ہندوستان نہ جانے کی
قول بخشی

"بک گیا جی، بک گیا، لاہور صوبہ بک گیا۔"

کرم الٰہی جی نے آواز ماری۔ "کون ہے؟ اوئے کون ہے یہ قول بخشی والا مستانترا؟"

فجو نے اندر آکر سلام کیا اور کہا۔ "دادا صاحب' کھلی ونڈ والا وزیرا ہے۔"

"ہوں۔ تو برخوردار یہ بتا رہے ہیں کہ خیروں سے تین جماعتیں ناپ لی ہیں۔"

"معلوم ہوتا ہے مولوی جی نے آج چھٹی کر دی ہے بلو نجڑے کی۔"

فقیرا بجیبے کی طرف دیکھ کر ہنسا۔ "مولوی جی نے کوئی پگ صافہ دھونا دُھلانا ہوگا۔ ہوتا ہی ہے نا، کسی کو دیدار دینا، کسی سے لینا۔"

"چھوڑ دے نہ فقیریا۔ مولوی صاحب کے لیے مونچھ داڑھی تازہ کرنے کی گھڑی آن ہی پہنچی ہے تو خیر صدقے انھیں بھی دل خوش کر لینے دے یار!"

کرم الٰہی اور چودھری فتح علی جی دل ہی دل میں مولوی صاحب سے لطف اندوز ہوتے۔ اوپر سے رعب بھی قائم رکھا۔

"شاہ صاحب، اب تو خیروں سے بات سوچنے والی یہ بھی ہو گئی کہ لالی شاہ کس مدرسے مکتب میں بیٹھیں گے۔"

اس ذکر سے شاہ جی خوش ہوئے۔ "چودھری جی، بندے کا بس چلے تو بندہ اولاد کو اپنے مدرسے میں، اپنے استاد کے پاس ہی بیٹھ کرے لیکن وقت تو نہیں رُکتا۔ وقت ہر پل نیا اور اس کے ساتھ استاد بھی نئے۔"

جہاں داد خاں بولے۔ "اب تو مشن مدرسے کھل گئے ہیں۔ اپنے لالی شاہ وہیں جائیں۔ اپنی پلٹن فوج میں اُن کی بڑی پوچھ۔ تھوڑی بہت انگریزی آ جائے تو چل نکلتا ہے۔"

شاہ جی مزہ لینے لگے۔ ہنس کر بولے: "سچ پوچھو تو فارسی پڑھ کر ہی بندہ بندہ بنتا ہے۔"

گنڈہ سنگھ نے منجی سے اٹھ کر کراری آواز دی: "منشی علم دین کہاں روپوش ہیں بندہ ہونے کی اونچی گدی ملنے لگی تو آپ نظروں سے اوجھل۔"

مولا داد جی کی چلم ذرا ٹھنڈے پر تھی۔ نواب کو آواز دی اور بولے: "شاہ جی، آپ نے یہ ستھری کاٹ کر دی ہے۔ ہم جیسے ہماتڑ ساتھ تو بندہ برادری کے باہر ہی ہوئے نا!"

کاشی شاہ نے اخباری بات کی: "یہ رویہ تو اپنی حکومت کا ہے۔ جو آپ سرکار کے ساتھ ہیں۔ اس کے خادم ہیں تو واہ واہ ورنہ دیسی رعایا جاہل ہے تو ہے ہی!"

شاہ جی نے ذرا سی دیر کو آنکھیں بند کیں اور کچھ یاد کر کے لے آئے: "چودھری صاحب! بیان بہت پرانا ہے۔ سنو!"

"دکن کا ایک مشہور جوتشی وراہ مہر گھومتا گھامتا سیالکوٹ آ پہنچا۔ ان دنوں شہر سیالکوٹ کا نام سواتی نگری ہوتا تھا۔ اپنے گجرات کا نام اُدی نگری تھا۔

"وراہ مہر بہت سیلانی کشمیر، ہزارہ، ملتان سب پیروں سے گھیر گھار آیا تھا۔ گھومتے گھامتے وہ ایک گجر گراں میں پہنچا۔ لوگوں کو پتہ لگا کہ راہ گیر مسافر جوتشی نجومی ہے۔ لوگ جمع ہو گئے ہاتھ کی لکیریں پڑھوانے۔

"جو آئے، سوال پوچھے۔ وراہ مہر جیوتشی اعلیٰ درجے کا۔ ہاتھ کی لکیریں اور پیشانی دیکھ کر دوسرے کا ماضی مستقبل صحیح صحیح بتا دے۔ لوگ بہت مشتاق۔

"عرض کی۔ مہاراج رات ہونے کو آئی۔ آج آپ اسی پنڈ میں رکیں گے۔ ہمیں آپ کی خدمت کرنے کا کچھ موقع بھی ملے۔"

وراہ مہر بولے: "آج گرہوں کا یوگ ایسا ہے کہ میں اگر اپنے خاندان میں ہوتا تو ایک بہت بڑا ودوان پتر میری بیوی کی کوکھ میں پڑتا۔ وقت اور مقام کے فرق نے یہ گھڑی اس گاؤں کے لیے مقرر کر دی۔"

"رات کھو پہر پڑی جھگی میں جیوتشی جی کی منجی بچھ گئی۔ لوگ دودھ پلا کر اور پرنام کر کے رخصت ہوئے۔"

"آنکھیں مُندی ہی تھیں کہ جھگی کے باہر کسی زنانی کی آواز سنائی دی۔ مہاراج۔ ذرا مہربانی

کر کے میری بات سُن لیں۔"

"کون ۔ اندر آجاؤ ماتے ...."

ہاتھ میں دیپک لیے مائی اندر آئی ۔ سیس نوایا اور بولی "مہاراج بقول آپ کے نچھتروں میں آج پُتر دان کا یوگ ہے۔ میرے پُتر کی بھاریہ سے میل کر لو مہاراج! اپنا کل تر جائے گا۔"

"وراہ مہر نے انگلیوں پر کچھ حساب کتاب لگایا اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔"

"چلو ماتے، تمھارا حکم سر آنکھوں پر۔"

"گجبری کی بہو کی دل کی مراد پوری ہوئی"

وراہ مہر مُنہ اندھیرے اسنان دھیان کر کے آگے بڑھ گئے۔

"مقررہ وقت پر گجبری کو پوترا ہوا۔ لڑکا سانولی رنگت، تیز، باریک عقل۔ بڑا ہوا، اس پر ماں کی بڑی ممتا۔ اپنے کھیتوں کی گاہی واہی میں لگ گیا۔"

"برسوں بعد ایک دن آن پہنچے وراہ مہر اُسی گاؤں۔ لڑکے کو پہچان لیا۔ پُتر، تمھیں اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آیا ہوں۔ تمھیں اپنی ودیا سکھانی ہے۔ تر ستھلی دکھانی ہے۔ اپنے گرو بیٹھ کی پرو چھنا وندنا کروانی ہے۔ فوراً چلو پُتر۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں۔"

"میں ماں کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا مہاراج! میرا یہی گھر ہے یہیں کھیتیاں ہیں۔ یہیں پوجنے کے لائق ماں ہیں۔"

"پُتر، میں تدبیر کے قانون سے واقف ہوں۔ تمھیں باپ کا حکم ماننا ہوگا۔"

"ماں اندر باہر چکر لگاتی ہوئی آنسو بہاتی رہی۔ نہ کسی سے کچھ بتائے نہ کچھ سنائے۔

"لڑکا بہت جھنجھلایا پر وراہ مہر نہ مانے۔ لے گئے لڑکے کو اپنے ساتھ۔"

"گراں سے نکلے ہی تھے کہ وراہ مہر پکی کنکوں کے کھیت پر رک گئے۔"

"ایک ساتھ گیہوں اور جو کے بوٹے اکٹھے دیکھ کر لڑکے سے پوچھا "یہ دو بیج ایک ہی کھیت میں کیوں بوئے گئے؟"

"مہاراج گیہوں ان کے جوان کھیتوں کے مالک ہیں اور جو اُن کے جو کھیتوں کے بار بردار ہیں۔"

"وراہ مہر اپنی شاستر ودیا پر نازاں، سر ہلایا۔ شاستر مریاداکے مطابق کھڑی فصلوں پر حق اُن ہی کا جن کے پاس زمین کی ملکیت۔"

"لڑکا چپ چاپ کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر پتا کو "ساشٹانگ" پر نام کیا اور اپنے گراں کی طرف منہ کر کے کہا۔ آپ ودوان ہیں، اگر کھڑی فصلوں پر دھرتی کے مالکوں کا ہی حق ہے تو میری جگہ بھی اپنی دھرتی پر۔ اپنی ماں کے پاس۔ آپ دونوں کے معاملے میں ماں دھرتی ہے۔ میرے لیے وہی اصل ہے۔"

"واہ واہ گجبر بچے کی عقل دیکھو۔ ودوان برہمن کو لاجواب کر دیا۔

شاہ جی نے چودھری جی کو ہنس کر دیکھا اور کہا۔ "بادشاہو، بندہ برادری والی بات صاف ہو گئی نہ اب۔ اصل بات یہ ہے کہ ماں کی طرح روزی بھی انسان کے لیے۔ ودیا جانکاری کی گر تھلیاں ہیں۔ زندگی جیون کا کون سا تت ہے جو کسان بار بردار نہ نکال سکے۔"

نواب نے دیئے کی لو ذرا اونچی کی کہ شاہ جی کی نظر تایا طفیل سنگھ کے پُتر نصیب سنگھ پر جا پڑی۔

ڈیوڑھی سے اندر آ کر سب کو بیری پونا بلایا تو دین محمد جی بولے۔ "پُتر جی آپ کے تو دیدار ہی نایاب۔ شاہ جی، اپنا کا کا بڑا سوداگر بن کر رہے گا۔ ہٹی کے آگے کل لدی پھندی ڈاچی دیکھی تھی۔ خیروں سے مال آیا ہوگا!"

"کیا مال اور کیا ڈاچی! چاچا جی، ہم تو لُٹ پُٹ گئے۔"

سب چوکنا ہوئے۔ "کیوں برخوردار، خیریت تو ہے؟"

نصیب سنگھ نے صافے کے نیچے سے رقعہ نکال کر شاہ جی کی طرف بڑھا دیا۔ "شاہ جی، بُری ہوئی ہے بابے کے ساتھ۔ مال ومتاع سب بنگالے میں لٹ پٹ گیا ہے۔"

شاہ جی نے دیوٹا پاس کیا اور سب کو سناتے ہوئے رقعہ پڑھنے لگے۔

کلکتہ

تاریخ چھبیس ماہ چیتر۔

چِٹھی ملے برخوردار نصیب سنگھ کو اس کے بابے طفیل سنگھ کی پُتر پیارے نصیب سنگھ بابا آپ کا واہگورو کی کرپا سے خیریت سے ہے۔ آپاں پٹنہ صاحب سے پہنچے کلکتہ نوراتروں میں رب کی مہر سے

باٹ دیا یار چنگا رہا۔ گھٹی کمائی بھی واہ واہ ہوئی پر پُتر جی، شہر کلکتہ میں غدر مچ گیا ہے۔ ہندو مسلمان کی رنجش یہاں تک بڑھی ہے کہ ایک فرقہ حاکموں کے ہاتھوں مال و متاع کھائے۔ دوسرا لاٹھیوں گولیوں کی بوچھاریں۔ مال سودیشی کی گل بات تو انگریز کو چھوڑنے کا بہانہ ہے۔ اصل فساد کی جڑ تو بنگالے کا بٹوارہ ہے۔ بنگالیوں کو اس کی ڈاڈھی پیڑ ہے حکومت بھی چوکھا ظلم ڈھا رہی ہے۔ گورکھا فوج نے بھی کم خوف نہیں کمایا۔ پنڈ میں سب کو معلوم ہو کہ اپنے ڈیرے میں کوئی جان نہیں بچی۔ سب چھوٹے بڑے گولیوں میں بھون دیئے گئے۔ واہگرو کی مہر ہے سنکرانت کے دن بابے کے حضور میں ماتھا ٹیکنے چلا گیا تھا۔ سو بچاؤ ہو گیا۔ پُتر جی، اس کی مہما اپرم پار ہے ہاتھ رکھے جن اپنے کو۔ دھرمسالہ جا کر ارداسہ ضرور کروا دینا۔ بلوائیوں نے اپنا مال و متاع بزازی سب پھونک ڈالے۔ نصیب سنگھ من کو نہ لگانا۔ اس بلّے میں سے جان بچ گئی، لاکھوں کمائے۔ ہاں یہاں بنگالی بابو بڑا مچا ہوا ہے۔

پُتر جی، سرکار کے خلاف وہاں بھی کچھ اونچ نیچ ہو جائے تو بزازی اُٹھا کر لوشہرہ والے قادر پراچے کے یہاں ڈال آنا۔ آج کل سرکار انگریز مسلمانوں کی حمایت پہ ہے۔

واہگرو کی کرپا سے سکھ ساند رہی تو بیساکھی پر پنڈ پہنچ جاؤں گا۔ پنڈ کے سب چھوٹوں بڑوں کو میراست سری اکال سنانا۔ بے بے سے کہنا مصیبت ٹل گئی سو فکر نہ کرے۔

پُتر نصیبا سنگھ، اپنی بھوری گائے کے لیے ایک بہت سوہنی کنٹر کے دار ٹلی خریدی ہے۔ ٹلی بھوری چلے گی تو پنڈ سنے گا۔ سن کر تیرا جی بڑا راضی ہوگا۔ مجلس کو بتانا، غدر نادر گردی سے ڈر کلکتے کا بڑا حاکم استعفیٰ دے گیا ہے۔

آپ کا بابا
طفیل سنگھ

خط کا مضمون سن کر سب سکتے میں آ گئے۔

شاہ جی کاغذ ہاتھ میں پکڑے ہوئے کچھ سوچتے رہے پھر صلافے کو چھو کر کہا۔ "اس حساب سے کاموکی منڈی سے اڑی لال گشتی چٹھی والی افواہ غلط نہیں لگتی!"

نصیب سنگھ سہم گیا۔ "شاہ جی بنگالے کی طرح جیکر اپنے پنجاب کے بھی دو ٹکڑے ہو گئے تو ماہتڑ، ساتھیوں کا کیا ہوگا!"

مولا داد جی نے سہارا دیا۔ "نصیبا سنگھ، کلکتے کی ہوائیں کلکتہ ہی رہیں تو چنگا اپنے یہاں کا ہے کا ڈر۔ اصل بات یہ ہے کہ سارے فساد شہریوں کے کھوپڑ میں پیدا ہوتے ہیں۔"

کرم الٰہی جی نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔ "سچ پوچھو تو شہریوں کا نہ دھرم ایمان، نہ انصافی پنچ پرمیشور اور نہ فریاد سننے والا چودھری۔"

"ہاں جی، خار بازی میں اگر چو سرپنچ بن جائے تو بتاؤ جھگڑا فساد کیسے مکے، کون مکائے!"

شاہ جی نے سمجھانے کی کوشش کی۔ "چودھری جی، یہ مسئلہ چھوٹے موٹے لڑائی جھگڑے سے بہت بڑا ہے۔"

"کاشی رام، آپ کچھ پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو۔ لاہور والا اخبار کیا کہتا ہے اس بارے میں!"

گنڈا سنگھ جواب سے بغیر ہی بچ گئے۔ جو بات کل اخباروں تک پہنچ گئی سمجھو بیشہ ور زنانیوں کی طرح بے پردہ ہو گئی۔

گرودت سنگھ اونگھنے لگے تھے، چونک کر اٹھ بیٹھے۔ "شاہ جی، جو ہیرا منڈیوں والی کی بن آئے تو آپ ہی بتاؤ ٹبروں کی ماؤں بہنوں کو کون پوچھے گا!"

بے وقت اور بے معنیٰ! اکرپارام بہت ناراض ہوئے۔ "دھنیہ ہو، دھنیہ ہو خالصہ جی! بات ہو رہی تھی بنگالے کی اور آپ کی آنکھوں کے آگے چمکار چھنکار ہو رہے ہیں حسن کے بازاروں کے۔ نیندرے میں ایسے ٹھونکے سب کے لگیں، بنا بیشگی ناچ مجرا!"

گینڈا سنگھ ان سنی کر کے آگے بڑھ گئے۔ "اخبار یہ کہتا ہے، اخبار وہ کہتا ہے! اوئے سرکار سے بھی بڑی ہو گئیں، یہ بک بکونیاں کتے کھانیاں اخبار یں۔ حکومت کے سر چڑھ بیٹھا سیاہی چوس چھاپہ خانہ۔"

"نہیں بادشاہو، یہ حکومت سرکار کی اپنی کرنیاں ہیں۔ کبھی ہندوؤں کو بھڑکائے کبھی مسلمانوں کو لشائے۔ کبھی سکھوں کو، عیسائی بے چارے تو کس گنتی!"

"عیسائی اپنے تو جی چڑھتی کلاؤں میں۔ انگریزیاں پڑھن، گٹ پٹ گٹ پٹ کرن۔ اپنے گجرات والے دیدار سنگھ کی پوری شاخ مسیحی بن گئی ہے۔ رجانا مانا ٹبر ہے!"

"خیر صلاّ، اگر جا برادری میں رہے ملے ہیں تو ہماری طرف سے بھلیں بھولیں انھیں سرکار

بے فائدہ ہی فائدہ ہے۔

نجیبا بھنبھے بیٹھا ہوا تھا: "چوڑھوں کی ٹھٹی والا فتو مُسلّی جلال پور جا کے عیسی بن آیا تھا۔ سرکار نئے مسیحیوں کو تو ڈب کے فائدہ پہنچائے گی۔"

شاہ جی نے پگڑی والا سر ہلایا: "ادھر دیدار سنگھ خالصہ برادری سے الگ ہوئے اُدھر ٹیگ سن کو قیصرِ ہند کا تمغہ مل گیا۔"

گنڈہ سنگھ نے منہ دموڑا۔ "یہ تو ہو گئی نہ بات، پر چھاپے خانے اور اخباروں کا کیا کرو گے!"

شاہ جی بہت نمکین ہنسی ہنسے۔

بادشاہو بلی سنگھ پڑھایا

بلی کو کھانے آیا

"مطلب یہ کہ پڑھ پڑھ انگریزیاں رعایا ہندوستان کی اب حاکموں سے لڑے گی۔ جہاں داد جی! اب نہ کام آئے گی اردو فارسی اور ملتانی لہندی!"

نجیبے کا دھیان شاہ جی کی بہیوں کی طرف تھا۔ "شاہ صاحب، گنڈروں کا کیا ہو گا۔ آپ کا حساب کتاب اُن ہی میں چلے گا کہ وہ بدل جائے گا!"

اندھیرے پکھ گھپ اندھیرے میں دو دو کے جوٹے پڑ گئے۔

پہلا پہر گہرا ہوتے ہی سکندرا بیروں والے کھوہ کی گدی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ دوتہی سے مُنہ سر لپیٹا اور روڑھیوں کے پیچھے سے ہوتا ہوا کھٹروں کی گلی میں جا گھسا۔

بھونکتے کتوں کو روٹی ڈال کر چپ کروا لیا اور کیہر سنگھ کی کھلی کوٹھری سے پھلانگ طویلے کی چھت پر جا پہنچا۔ ادھر اُدھر سونگھا اور پوڑیاں اُتر کر حویلی کے پچھواڑے۔

گائے بھینسیں اور جاوندے شاہ اور لوڑندے شاہ کی گھوڑیاں۔ اور آگے کاہنا سنگھ کا مشکی گھوڑا۔ پروردگار یہ کیا ٹنٹا فساد اُٹھ کھڑا ہوا۔ ٹانٹے والا! انترا کاہنا سنگھ تو مارواں بندوقچی ہے۔ اگر یہ اترا اوپر لوٹتا ہے تو گئی رات سلامت ہیں۔

پنٹھوں اور چری کے اونچے ڈھیر کے پیچھے مصطفیٰ سرد خانے والی دیوار کے ساتھ جا لگا۔ اندھیرے میں ہی دیوار پر ہاتھ پھیرا اور اُبھرے ہوئے کھرپے کو گتی سے ہولے ہولے چاک کرنے لگا۔

دیوار کھرچتی گئی۔

مصطفیٰ کے کان کھڑے ہوئے۔ پھس ۔۔۔۔ پھس ۔۔۔۔ نو بیتا کہ گائے بھینس طویلے میں پھوس لگا رہی ہے۔

گردن پر بھرپور ہاتھ پڑا۔ "کون؟"

مصطفیٰ پھسپھسایا۔ "کاتھا سنگھ کا گھوڑا بندھا ہے طویلے میں!"

نو بتیئے نے چمک کر اپنے کو ساکت کیا اور بینت سے بتایا۔ "ماونٹی پر رسہ پڑ چکا۔ چوکنے سے فائدہ!"

انگلی سے اوپر اشارہ کیا۔ "چھوڑ دے اوپر والے پر!"

مصطفیٰ نے ہاتھ ڈال کر سوراخ صحیح کیا اور بدن سمیٹ کر اندر جا گھسا۔

باہر کندھے کے ساتھ لگے نو بیتئے نے کانوں کے چار ٹکڑے کر لیے آدھا گیہر سنگھ کاتے کی کوٹھی کی جانب، آدھا طویلے کے دروازے پر، آدھا مصطفیٰ کی گھسر پُسر پر، آدھا تتا سانسی کی جانب:

"پچھلے پکھ رنڈیاوی کی کمائی سے تتا سانسی دب دبا وڑے میں۔ ساتھ ہیں بھتے تا چا اور خوشیا۔ دونوں پھرتیے طویلے کی پوڑیوں تلے چھپے ہوئے۔

مصطفیٰ نے سنی سے لکڑی کی پیٹی کھول لی۔ بیچے ہاتھ ڈالا اور گہنے گٹے کی بغچیاں نکال تہمد میں کھونس لیں۔

پھر کھیسوں کے بڑے ڈھیر کو سرکایا اور رمار تو ڑے اڈول گڑا کھینچ لیا۔ ڈھکن اُٹھا کر ٹٹولا ہی تھا کہ اشرفیوں والی پوٹلی ہاتھ آ گئی۔

چوکنے ہو کر اپنے پیروں کی آہٹ سُنی، پھر نو بیتئے کو پوٹلی دی کہ اوپر چھت پر کسی کے دوڑنے کا شعور ہوا۔

"اوئے مار گئے، اوئے گئے، ہائے ہائے میری چوڑیاں ۔۔۔!"

حویلی طویلے کی پوڑیاں بجنے لگیں۔

مصطفیٰ اور لونبیا پٹے کے ڈھیر سے لگے لگے صدر دروازے تک آپہنچے اور شور شرابے میں کنڈی کھول کر گلی میں کود گئے۔

دوڑے دوڑے آواز ماری۔"او پکڑو لوگو پکڑو۔ شاہوں کے گھر چور پڑ گئے!"

اوپر کھلڑوں کی دھی پسار میں دیوٹے کی لو بچے کو گود میں ڈالے دودھ جنگھاتی تھی کہ بھڑ بھڑا کر پٹ کھلا اور تاجا اور خوشیا مُنہ سر لپیٹے ایسے گھسے جیسے بھوت نمودار ہوں۔

ڈر کے مارے کھلڑوں کی دھی طوطی کی نہ چیخ نکلی نہ آواز۔ بس گھگھی بندھ گئی۔

خوشیے نے سونے کے چوڑے میں ڈانگ گھسیڑ کر ایسے گھمائی کہ طوطی درد سے کرلا پڑی "ہائے او!"

تاجے نے جھٹ پٹ دوپٹہ کھینچا اور مُنہ میں کھٹونس دیا کہ بچہ جھٹکے سے پھڑپھڑا کر رو دیا۔

ساتھ کی منجی پر سوئی طوطی کی ماں اُٹھ بیٹھی۔ "کیوں ری۔ کاہے کُرلا رہی ہے کاکے کو...."

طوطی نے ہچکی بھری۔ ڈاکو، ماں، ڈاکو...."

دونوں جھپٹ کر ماونٹی کی طرف بھاگے کہ رستے پر ہاتھ پڑتے پڑتے رہ گئے۔

کھلڑوں کے گھر رات بھر کوڑ کا پاہونا کاتھا سنگھ ماونٹی کی چھت پر حاجت کو بیٹھا ہی تھا کہ نیچے شور مچ گیا۔

دھڑ دھڑاتے تاجا اور مصطفیٰ رستے پر ہاتھ ڈالنے کو ہی تھے کہ کاتھا سنگھ نے بیٹھے بیٹھے دو ہاتھوں سے دو گردنیں دبوچ لیں۔ منڈیوں کو ایک دوسرے سے بجایا۔ "اوئے کون ہو؟"

تاجے نے بدن کو لچکایا ہلایا پر کاتھا سنگھ کی گرفت ڈھیلی نہ پڑی۔

"اوئے کتوؤ، خصیو، ڈاکہ ڈالنے چلے تھے کہ بگنے موتنے!"

لوہنڈڑے شاہ کے اوپر آتے ہی دونوں لونٹھوں کی دھنائی ہونے لگی تو آنکھوں سے تارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔

"ہائے او ربا.... ہائے.... او.... ہائے ہائے...."

کاتھا سنگھ نے رسّی کھینچ بنیرے سے دونوں کا شکنجہ کس دیا اور ماونٹی کی سیڑھیوں سے نیچے ڈھکیل دیا۔

بیٹھک میں پہنچ کر اپنی بندوق اُٹھائی اور سامنے کر کے کہا: "نام بول دو یاروں کے، نہیں تو تم نہیں..."

خوشیا کے منہ سے خون نکلنے لگا تھا۔ "ایک گھونٹ پانی.... جو پوچھو بتاتا ہوں۔"

کاتھا سنگھ نے دونوں کے مُنہ گیلے کروائے اور منجی پر بیٹھ کر لاڈ سے کہا۔ کیوں اوئے رات

کے پہلے پہر چمکنے والے تاروں کے نام یاد ہوں گے! نام اور پتے دونوں...."

دونوں ساتھ ساتھ جیسے کوئی بھولی عبارت یاد کرنے لگے۔

"سکندر ولد جہاں گیر!"

"نو تیا ولد......"

کاتھا سنگھ نے بیچ میں ہی ٹوک دیا۔ "اوئے ڈھگو، ولدیت چھوڑ دو، خالی نام ہی ہو جائیں۔"

"جی بتا سانسی سانڑکی والا.... اور جی .... مصطفیٰ۔"

"بس! آئے ہاتھ میرا۔ باپ سے چہ مگوئیاں کر رہے ہو کر کاتھا سنگھ لپا تڑا سے جواب سوال! ایسے کنڈے لگاؤں گا کہ قبر اور روح ایک ہو جائیں۔ آئی سمجھ میں!"

خوشیے نے زبان سے ہونٹ تر کیے "معافی بادشاہو! ایک اور بھی شخص ہے۔ اس طویلے کا راکھا کیہر سنگھ۔"

تاجے کو کمتی چھڑ گئی۔ کیہر سنگھ دھاکڑ ہمیں نہیں چھوڑے گا۔

رتیے انگ انگ اور جوڑوں میں بیڑا جاگ پڑی۔

"معافی سردار جی معافی۔ مال و متاع آپ کا کہیں نہیں جاتا۔ ڈاچی ابھی گجرات کی راہ میں ہو گی۔"

کاتھا سنگھ اس معصومیت پر ہنسنے لگا۔ "جاوند شاہ، دیکھ لیے ہیں نا یہ جگا ڈاکو بننے چلے تھے۔ اوئے کنجرو ڈاکے اور ڈنگر چوری میں فرق ہے۔"

سردار کاتھا سنگھ نے منجی پر پسر کر سر تلے اپنا دھسہ کھینچ لیا اور لو ہنڈے شاہ سے کہا۔

"راستے میں جا پکڑو۔ موہدی پور میت کے پیچھے ہوں گے۔ کیوں او کھوتے کے پترو، وہیں ملنا تھا نا تو فیقیوں نے؟"

دونوں نے اکڑوں بیٹھ کر کان پکڑ لیے۔ "سولہ آنے ٹھیک بادشاہو...."

کاتھا سنگھ نے اس پر نظر لڑکوں پر جما دی۔ "یاد تو کرو الّوؤ۔ اس پھوکٹیا برات میں ڈاچی گھوڑی کس کی آئی تھی!"

"پنڈ داد خاں والے حیدر شاہ کی۔"

"جاوندے شاہ، نہ ہڈی نہ پنڈ۔ انھیں دودھ دارو پلا چھوڑو۔ تھانے میں کام آئیں گے۔"

پھر کھانس کر تھوک کا بڑا سا تھوبہ دونوں کے سامنے دے مارا۔ "خصیو، تمہارے اوپر کوئی

ڈھنگ کی وزن دار گالی بھی نہیں سجتی۔ مُوتر تمھارا نکل پڑتا ہے۔ آنکھیں تمھاری روڑی میں تبے اوپر کھینچ کر چل پڑے ڈاکہ ڈالنے۔ اوئے پوترو، پاؤں میں ہوں پھرکیاں، کانوں میں لگے ہوں کھڑک بھوں میں گل، دماغوں میں ہو فولاد اور چھاتی پر پہاڑ ڈٹا ہوا ہو تو ڈاکے ڈالے جاتے ہیں۔ ڈاکے یہ تو پچھیوں میں موتنا ہو گیا!"

ادھر مصطفیٰ اور لو بتیا نے گھوڑی کلے باندھی کھلتے آثار نگنے پر تاکے کہ گاؤں بھر میں کھلبلی مچ گئی:
"یہ کیا لوگوں، ڈاکہ پڑا اُدھر عالم گڑھ اور پولس ہمارے دارے:"
عالم گڑھیے کھلروں نے ہنہناتی گھوڑیاں اور کھائے پیئے پولسیوں کی کاٹھیاں ایسے ٹنکاروں سے گاؤں میں اُتریں کہ اتری ونڈ اور تھلی ونڈ دونوں گنجارنے لگے۔
"ہائے ہائے ری، اندھیر سائیں کا! آج شملے والوں کا کیسا جمگھٹا!"
"رب بھلی کرے۔ شریفو والے مصطفےٰ کے نام کی بھنک پڑی ہے کان میں ....:"
حُسیناں کو فقیرے نے گھڑک دیا۔ "منہ پہ لگام دو۔ جب تک تھانہ نہ ڈبکی مارے، کسی کا نام نہ لو۔"
"حسنیاں، فقیرا سچ کہتا ہے۔ رب جانے کس کا توڈنبہ اور کس کی زحمت!"
بنیرے سے جھانک چاچی مہری نے آواز دی: "ہیں ری، پنڈ میں یہ شور کیسا؟"
"چاچی، سنتے ہیں عالمگڑھیے کھلروں کے یہاں ڈاکہ پڑا ہے:"
"پولس کھوجی یہاں کیوں پہنچ گئے! خبرے کس نے بیر کمایا ہے:"
شاہنی کا دھیان بیہر کو بھٹکا۔ بیبی نے کہا چاچی، کھلروں کے یہاں سے ضرور کوئی آیا ہو گا جھٹ پٹ کڑاہی چڑھا کے پورے اتار ڈالوں:
"اُتار بھلے میری بچی، پر انھوں نے کون سا منہ جوٹھا کرنا ہے! اُلٹے دھنیوں، دھینیوں کے سگن شاستر کر کے جائیں گے خیروں سے ایک تم، ایک راگیوں کی بہوٹی اور ری ایک مُسلیوں کی کرمو دے دلا جائیں گے سو بھی چنگا۔ اُن کے پنڈ کی دھیں بستی رستی رہیں عالمگڑھیے شاہ بڑی چڑ عقلوں میں:"
چھوٹی شاہنی آ ملی۔ "آج دونوں بھائی کچہری ہیں۔ خرمست پولسیوں کو کون سنبھالے گا۔ بہنا، کسی کو بھی بھیج پہیرو والوں کے کھانے پینے کو تو پچھوا۔ لالے وڈے کے گھر سے تھالی جا سکتی ہے۔ منہ تو جوٹھا کریں گے ہی نا!"

چاچی بڑبڑانے لگی۔ "راکھ پڑے ایسی اولاد کے سر جب تک اندھیرے پکھ چوری ڈاکہ نہ ڈال لیں، تب تک ٹکڑا ہضم نہ ہو۔"

"نالائقی اور کیا! عقل بدھی چنگی ہو تو پولس فوج میں نہ بھرتی ہو جائیں۔"

ماں بی بی نے چاچی کے کان میں کہا۔ "مصطفیٰ سے بڑا شوکت پہلے ہی قتل کے مقدمے میں اندر ہے۔ مال نصیبنی کرے گی کیا۔"

"کرنا کیا ہے! جیلیوں کی مٹھیاں بھرے گی اور بیٹوں سے ملاقاتیں کرے گی۔ اُس نے کون سا صدر کچہری چڑھ جانا ہے۔"

نواب سر پر سے منداسہ لپیٹتے لپیٹتے طویلے سے نکلا اور اوپر زنانیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ "لوجی، اپنے برخوردار مصطفیٰ نے بھی بسم اللہ کر ڈالی، پولس کا ڈیرہ پڑا ہے، دیکھیں کس کس کی پوٹلیاں گٹھریاں کھلتی ہیں۔"

اِدھر گاؤں کے بچے بڑے بوڑھے چودھری پنچ اور اُدھر سپاہی تھانیدار مجمع جیوں پورا دربار لگا ہو۔ جانے پہچانے سلامت علی کے بتا دیے پر آیا محبوب علی اپنی طوطی ناک سے سارے گاؤں کو سونگھ سانگھ کر تھانیداری کے گھبرے پیٹے میں پچا گیا۔

منجی پر بیٹھے بیٹھے دو ایک بار بینت کھڑکائی اور پھر نوجوان ٹولی کو ایسے دھونکنے لگا جیوں جتنے جوان نہ ہوں، بھیڑ بکرے ہوں۔

سپاہی نے بینت کھڑکائی اور مجمع میں سیدھے سادھے بنتے سے پوچھ لیا۔ "بھلا کھجوریں کتنی طرح کی ہیں۔"

"جی۔ جی۔۔۔۔"

"اوئے بول دے، بتا دے قسمیں کھجوروں کی۔"

"لونا پنڈ، ونجی پنڈ شنگستی اور چیچوں پنڈ۔"

"لو آج کھلائی جائے بدمعاشوں کو پنڈ کھجور چیچوں۔۔۔۔"

مدرسے والے لڑکے ہنسنے لگے۔ "یہ تھانہ ہے کہ مدرسہ!"

سپاہی جی کی بن آئی۔ "ابھی بتاتے ہیں۔"

مصطفیٰ کے خالہ زاد بھائی عثمان لنگے کو آواز پڑ گئی۔ "او نے مُنہ کھرے، ذرا چل کے تو بتا کب

ے لنگیپا ہوا تیری لالوں میں۔ ڈاکے کی رات گیا تو بھی کتوں کو روٹی ڈال رہا تھا۔"

عثمان نے ڈرتے ہوئے قدم اٹھایا اور پاس آکر تھانیدار کو سلام بجایا پھر کر جواب میں پوتھی پیچھے جا لگی۔

کسی سیانے نے تھانیدار کو شاباشی دینے کے انداز میں کہا: "اس بے چارے کی لنگوٹیاں تو پیدائشی ہی سمجھو۔ صاحب جی! اسے خاطر خدمت پر لگا چھوڑیئے اور کچھ نہیں تو دوڑ دوڑ کے بینت ہی پکڑا تا رہے گا۔"

گرودت سنگھ نے سن کر سر ہلایا: "صدقے دانشمندی کے جتنی دیر میں عثمان لنگا بینت اٹھائے گا، مار کھانے والے کو بھی ذرا سانس آئے گا۔"

تھانیدار کی چڑھی آنکھیں گرودت سنگھ کی طرف گھومیں تو گرودت سنگھ پگڑی میں ہاتھ ڈال کر سر کے بال کھجانے لگے۔

سپاہی حکما اور خدا بخش جھونوں کو لے کر آن پہنچے۔

تھانیدار کڑکے: "جوڑی دار تمہارے حراست میں ہیں، اب تتے سانسی کا کھپا اور بھرڈالو۔"

مصطفیٰ نے نو بتیا سے نظر ملائے بغیر تھانیدار کی طرف دیکھا اور پھٹاخ سے پھوٹ دیا۔ سانسی نے ٹلے کی طرف منہ کیا تھا۔"

تھانیدار نے منجی پر بیٹھے بیٹھے ٹانگ چڑھا لی۔ "سن رہا ہوں، بکتے جاؤ۔"

"گھنا گٹھ موتی رامیوں کے پاس، باقی مال و متاع اسلام گڑھ کے ٹبے۔"

گاؤں کے چھوٹے بڑے سیانے تھو تھو کرنے لگے۔

ارے اس جگرے پر ڈاکہ چوری! لکھ لعنت مبوٹروں پر۔

برخوردار چھاتی پر ہاتھ باندھے کھڑا رہا اور خچر بن بے ملوما سا مسکراتا رہا۔

تھانیدار نے گھور کر دیکھا تو زبان مچل گئی۔

آواز دے کر کہا: "اوئے ذرا صبر تو کرنا تھا۔ آپ ہی بن گیا وعدہ معاف گواہ! اس سے اچھا تو اروڑوں کروڑوں کے ساتھ بھیری لگائی ہوتی، رومال تیل کنگھی کی بیاد رپیتے تمہارے بس کے نہیں۔

تھانیدار نے کنجی آنکھوں سے ایسے دیکھا جیوں جوان جٹ نہ ہو، چلغوزہ ہو۔ سپاہی نے پاس ہو کر کہا: "حضور خاندانی مخبری ہے۔ بے پرواہی سے ہی جھٹک دو۔"

تھانیدار نے اپنی نظر کی لاج رکھی: "بد کے تخم، تھانے پہنچ جاتا حاضری کے لیے۔"

برخوردار خاں کو من کی مراد ملی۔ بہادرانہ شوقینی سے ہنس کر کہا: "تھانیدار جی حکم سر متھے، پر شہادتوں کا کام آیاں نہیں کرتے۔ اپنی ہی جنگی۔ منڈی کی پیروی پہ حاضر ہوتے ہیں۔ ویسے کہو تو ضرور

پہنچیں گے سائیں کے تھان۔"

تھانیدار نے ہونٹ موڑ کر دل ہی دل میں کوئی خطرناک فیصلہ کیا اور جاوندے شاہ کے آگے بچی سی پوٹلی رکھ دی۔ "جھوٹے موٹے چھاپ چھلے پر نظر مار لو۔ ان کے تمبوں سے نکلا ہے۔ باقی پکی شناخت تو تھانے میں ہوگی ہی۔"

ترکال بیلا شاہوں کے گھر دینے جلنے ہی لگے تھے کہ نیچے تارے شاہ کا گھوڑا آ کھڑا ہوا۔ گھوڑے کے ٹاپ اور تارے شاہ کے گلے کی ٹنکار سن کر نواب ڈیوڑھی پر آ گیا۔ "خوش آمدید تارے شاہ!"

آگے بڑھ کر غازی کے ماتھے پر ہاتھ پھیرا۔ "سلیمان، شاہ صاحب کو کہاں سے چکر لگوا کے لایا ہے!"

تارے شاہ نے گھڑکا۔ "او نے کنجرا، تمھیں فارسی کا چسکا کب سے لگا؟"

"تارے شاہ، آپاں تو ٹھہرے ڈھور ڈنگر کے خلیفہ۔ ہمیں فارسی عربی سے کیا لینا!"

"رب آپ کا بھلا کرے شاہ صاحب، لالی شاہ کی جمبنی پر ناچ مجرے والی آئیں تھی نا! سارے پنڈ کو سکھا گئیں۔ "خوش آمدید"۔ جو جنا جوان محفل میں پہنچے، بچونیاں ہنس ہنس سلام کریں۔ "خوش آمدید۔"

تارے شاہ ایک ہاتھ اپنے پیٹ پر رکھے ہوئے۔ دوسرے سے لگام تھامے ہوئے۔ "کنجرا جان بوجھ کر جٹوں والی بملیاں مار رہا ہے نا! تو نے دیکھا نہیں میرے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔"

"جی اندھیرے میں کچھ ماڑا سا جھولا پڑا تھا۔"

"دھیان سے سن نواب، میرے پاس وقت نہیں۔ میری نئی سنجوگن بر گئی ہے۔ اسے شاہنی کے پاس پہنچانے آیا ہوں۔ اتار لے نیچے۔"

نواب نے لکی ڈھکی چادر و تانے زنانی کا کچا کومل ہاتھ پکڑ کر گھوڑے سے نیچے اتارا تو سر

سے پاؤں تک پھریری دوڑ گئی۔

چادر کے نیچے کوئی بچہ کسمسا کر رُوں رُوں کرنے لگا۔

"بلے بلے، شاہ صاحب! یہ کیا رنگ تماشے ہیں؟"

"یارا، آج اپنے عاشقوں کا رنگ لال ہے۔ انتڑیاں میری باہر نکلی ہوئی ہیں۔ کس کر پیٹ باندھا ہوا ہے۔ تیری بھرجائی کو یہاں پہنچانا ضروری تھا۔"

"ربّ خیر کرے تارے شاہ، کیا اس کی کسر رہ گئی تھی؟"

برکتی اوپر جا، شاہنی کے پاؤں چھو کر اشیش لینے کی کرنا لوا بیا۔ شاہنی سے کہنا چک، شہدائیاں کے تیلیوں کی دھمی ہے۔ تیجے سیالے بیوہ ہو گئی تھی۔ اپنا تاکرہ ہو گیا۔ بال جو ناک منہ چڑھائیں تو کہنا لسوڑھے والے کو تھے پر تھوکر دے اس کا۔ آپ اپکا کھائے گی۔"

تارے شاہ نے گھوڑے کا منہ گھما لیا۔ "نواب شاہ، میری غیر حاضری میں تم اس کے بھائی ہو۔ نظر رکھنا۔ کسی نے حجت کی تو بتا دینا شاہ آ کے چھینٹ دے گا۔"

نواب نے ہنکارا بھرا "جی!"

گزارش کی۔ "کچھ دن دوا دارو پی جاؤ شاہ صاحب! دونوں بھائی بھی آتے ہوں گے۔"

تارے شاہ نے چلتے چلتے جیسے دونوں غیر حاضر بھائیوں کو گھرکی دے دی۔ "میرے باپ نے فارغ خطی دے دی تھی۔ پردادے کی زمین جائداد پر برابر کا حق رکھتا ہوں۔ کہہ رکھنا، جائداد کا جہانگیری کاغذ تارے شاہ کے قبضے میں ہے۔"

"شاہ جی، زخم تو دارو سے دُھلوا اینچوا لو!"

"او مورکھا! تیری عقل وڑ بھوے کھانے تو نہیں گئی۔ اپنا زخمی پیٹ تھانے جا کر ہی کھولوں گا۔ اور وہیں تیلیوں کا جرم درج ہوگا۔ جن کر محرر نہ کھلا سکے تو اس کی پڑپتیوں پر دعا والول دیا۔"

تارے شاہ نے لگام کھینچی اور حویلی کی طرف پیٹھ کر لی۔

نواب نے بانہہ بڑھا کر بچی کو برکتی کی گود سے لے لیا، اور سنجیدگی سے کہا: "بھرجائی، یہ اوپر والی چھلانگ ٹپوسی تو تمہیں ہی مارنی پڑے گی۔ میری لمبرداری تو اتنی ہی کہ جو تارے شاہ کہہ گئے ہیں، میں وہ دوہرا دوں۔"

برکتی رونے لگی۔

"سہاراکھ بھرجائی! معاملے میں کوئی عشق گنجل ہے بھی، تو اس گھڑی اس کا خلاصہ کرنے کی ضرورت نہیں۔"

برکتی نے آنکھیں پونچھیں، ناک چھنکی اور منہ پر گھونگھٹا کھینچ کر اندھیرے میں سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

نواب نے ہولے سے پوچھا، "لاوال پھیرے تو کروا لیے تھے نا!"

برکتی نے سر ہلا کر جواب دیا، "کہاں!"

نواب نے تھڑے پر پہنچ کر آواز دی۔ "شاہنی، دریا پار سے تمہارے مہمان آئے ہیں۔"

ہاتھ میں دیوٹا لیے شاہنی چوکے سے باہر نکل آئی۔ "کون! نواب کس کا نام لیا؟"

"تارے شاہ کے گھر سے ہیں!"

برکتی نے گھونگھٹ کے ساتھ آگے بڑھ کر پیری پونا کیا۔

"ٹھنڈی رہو! سائیں جیوے! اری، میں نے پہچانا نہیں۔"

چاچا چھری پاس آکھڑی ہوئی۔ "کس کا نام لیتی ہو دھیے، کون ہے؟"

نواب نے دوہرا دیا، "چاچی، اپنے تارے شاہ کی گھر والی!"

"کچھ ہوش کر رے، نہ منگنی، نہ کڑمائی اور بہوئی بن بیاہی ہی چلی آئی! الے بن ساک، انگ جنج، گھوڑے کے ہی پر نالایا۔ ملا، ہمیں نہ بھرماؤ۔"

برکتی روتی ہوئی مائی کے قدموں میں پڑ گئی۔ "جھوٹ بول کے زندہ کہاں رہوں گی! شاہ سے لگ گئی اور گھر سے پاؤں نکال لیا۔ تڑکے منہ اندھیرے کمادوں میں چھپی شاہ کی راہ دیکھتی تھی کہ شاہ کے گھوڑے کی ٹاپ سن کر باہر نکلی۔ ادھر میں نکلی اُدھر بیری میرے بھائیوں شاہ کے پیٹ میں آہنی پنجہ گھسیڑ دیا۔ شاہ گھوڑا دوڑاتا آیا اور مجھے بانہہ سے کھینچ گھوڑے پر بٹھا لیا۔"

"ست نام، ست نام" شاہنی کے منہ سے الامان الحفیظ نکل گیا چاچی نے سانس روک کر پوچھا "پھر ری، پھر کیا ہوا؟ بول، دھیئے، بول تیروں سے ہمارا لڑکا تو صحیح سلامت ہے نا؟"

برکتی رو رو کر ہچکیاں لینے لگی۔ "شاہ کی انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ رکنے کی گھڑی نہ تھی، پندھالی پہنچ کر شاہ نے زخم پر دارو ڈالی کپڑا کسا اور گھوڑا دوڑاتے یہاں آن پہنچے!"

چاچی نواب پر بولنے لگیں۔"کملیا، تجھے آواز دی ہوتی۔ لڑکے کو دودھ گھی تو پلا دیتے۔"

"کہا تھا، پوچھو بھرجائی سے، پر نہیں مانے۔"

"بہتیرے ترلے منتیں کیں۔ میرے لیے اتنا پینڈا نہ مارو شاہ جی، پر نہ مانے بولے: تیرے بھائی بچے ہوئے ہیں، اُن کے ہاتھوں پہنچ گئی تو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ مجھے یہیں اتار اب شاہ تھانے گئے ہیں۔"

چاچی مہری نے پاس جھک کر برکتی کو نئی نظر سے دیکھا، پھر گود کے بچے کا چہرہ بھینچ کیا "جھوٹ نہ بولنا بلی، یہ تارے شاہ کا تابر نہیں، بتا تو سہی، اس کا واتا پدر کہاں؟"

برکتی کی آنکھوں میں ایک بار پھر آنسو آگئے۔"وہ گیا بیکنٹھوں۔ پار کے سال کت چڑھتی اور آنکھیں میٹ لیں۔"

نواب نے ٹوکا۔"چاچی، صبح سے بھوکی پیاسی ہیں ماں بیٹیاں، کچھ روٹی ٹکڑ آگے رکھو۔"

آواز سن چھوٹی شاہنی باہر نکل آئی۔"کون ہے چاچی؟"

شاہنی نے دیورانی کے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور دھیرے سے کہا۔"تارے شاہ کی لگو۔"

"ترگئی قسمتیں۔ بھلا یہ یہاں کیسے؟"

"دیورانی، تارے شاہ کو زخمی کر چھوڑا ہے اس کے بھائیوں نے اسے یہاں اتار تھانے گیا ہے۔"

"بُرا ہوا جٹھانی، معاملہ تھانے کچہری چڑھے گا۔ مرد آج گھر نہیں۔ کہیں یہ نہ ہو کہ اپنی ہی تھوتھا فضیحت ہو جائے۔ کیوں ری سبحان کور، تجھے کہیں اور ٹھور نہیں تھا؟"

برکتی اونچی اونچی سکاریاں بھرنے لگی۔

"کیا کہوں، سر پر بُری گھڑی آن پہنچی۔ مت ماری گئی میری بھی۔"

چھوٹی شاہنی نے گھڑکا۔"ملا بہت کھڑکا دھڑکا نہ کر۔ آج ہی پنڈ اکٹھا کر لے گی۔ لوک جہان پر نشر تو ہونا ہے۔ آج سہارا کر لے، مرد گھر نہیں۔"

نواب نے اشارہ کیا۔"پانی کا کٹورا تو دو، ذرا طبیعت ٹھکانے آئے۔"

چھوٹی شاہنی نے کٹورہ آگے کر گاگر نیچے جھکائی تو جھٹ من میں کھٹک گئی۔"میں نے کہا کیا نام

بتایا بھائی برادروں کا! سنوں تو!"

"بڑے کا نام دتا۔ بچکاردانے کالاڑا اور چھوٹے کا لگا۔"

بندرادنی کی تیوریاں چڑھ گئیں۔ "آگے بول ری، تیرے بچے کا نام کیا؟"

"جبی بیت۔"

شاہنی ڈھیلی پڑ گئی اور پانی بھرا کانسی کا کٹورہ ہاتھ میں پکڑا دیا شاہنی نے چاٹی میں سے میٹھی ونگی نکال کر جانکڑی کو پکڑا دی۔ "کھالے کھا، میں صدقے گئی۔ صبح سے بھوکی ہے۔"

"بھرجائی، منی کا نام تو بتا!"

"رسیلی۔"

"او رسیلی۔ آ میرے پاس آ۔"

برکتی کے آگے بھالی آئی تو جھم جھم رونے لگی۔ "کل تر کالاں اس گھڑی اچھی بھلی میٹھی روٹیاں اتاری تھی۔ ادھر میری مت ماری گئی، ادھر ماں جائے بھائیوں نے بیر کمایا۔ خبرے شاہ کن حالوں ہیں!"

چاچی بولی۔ "نواب پتر، تارے شاہ اپنا تھانے کب پہنچ جائے گا؟ کیسا تھا اس وقت؟"

"فکر نہ کرو، شاہ اپنا دھاکڑ بندہ ہے۔ برکتی بھرجائی، برا نہ ماننا تیرے بھائی نہ بچتے اس ماروان کھتریئے کے ہاتھوں۔"

شاہنی بولی۔ "اری دیور تو میرا ہی ہے، پر ری، کرتب تارے شاہ کے بُرے۔ مارکاٹ، جرم، مقدمے، تھانہ کچہری، پہلے کسی کی دھی بہن بھگائے جن شریک بھائیوں سے مُنہ ملاحظہ نہ ہو اُن سے بنا پوچھے زنانی اُن کے گھر چھوڑ جائے۔ بتا، اگلا ساک سمبندھی کیا کرے؟"

چاچی نے سب کو دلاسہ دیا۔ "چل، رات، کل آپ لڑکے آکر دیکھ لیں گے۔ ان معاملوں میں اپنی بیغمبری کیا!"

چھوٹی شاہنی بولی۔ "کہتے ہیں نا، کچے سب سے اُچے۔ میرے جانے بھڑوے پر چھایا ہوا ہے جوانی کا نشہ۔ اُترے گا، ابھی کر لے بدفعلیاں . . ."

کو چھیڑوں کی کمو بمو کے چوندوں میں جوؤں نے ڈیرے ڈال دیئے تو ماں وزیرے نے پہلے تو مارے کُسے ہتھ دو دو دھپ لڑکیوں کے سر، پھر ان کی گتڑیاں کھینچ میڈ بال کھول دیں۔

کونڈی میں جُوں بوٹی اور دھریک کے پتّے پیس کر سروں میں لیپ کر دیا اور بیٹھ بیٹھ تھپکی دے کر کہا: "جاؤ خصم کھانیو، جا کر دھوپ میں بیٹھو۔ سر سوکھ جائے تو شاہنی کے کوٹھے جا کر نائن کو دکھا آنا۔ سنو ری، اب کھیلیں کبھی طوطڑی کے ساتھ تو ٹانگیں توڑ ڈالوں گی۔ اُس کے سر میں جوؤں لیکھوں کے انبار ہیں۔ ماں مکانی دیکھتی نہیں کہ لڑکی کے جھونٹے میں فوجیں رینگ رہی ہیں۔

بچّی دھوپیں سروں پر آ چھیلیں تو نیانیاں سیانیاں سر کھول کوٹھے پر آ جمیں۔

غُلاں نائن نے آتے ہی کمو، بمو اور طوطلی کو الگ کر دیا۔ "جوؤں کی پٹاریو، ذرا ہٹ کے بیٹھو جاؤ، دوسرے کوٹھے پر جا بیٹھو۔ میں وہیں آ جاؤں گی۔ ارّی ساتھ ساتھ لگی رہیں تو سارے گاؤں کے سر سلگنے لگیں گے۔"

غُلاں نے پہلے چھوٹی شاہنی کے سر گھی رچایا۔ چاچی مہری کے دھول دھولوں کنگھا پھیر کر کر چوٹی باندھ دی۔ پھر شاہنی پیڑھی پر آ بیٹھی۔

کھلے بالوں کی قطار دیکھ کر کہا: "کُڑیو چِڑیو، آج کیا سوجھی، سب نے ایک سنگ بال کھول لیے۔"

"میرے نصیبوں کو شاہنی۔ دہاڑی لگ جائے گی نکھ پیٹتے۔"

غُلاں نے شاہنی کا پراندا کھولا اور گھی گرم کر لانے کو آواز دی۔

برکتی گھی کی کٹوری لے آئی تو لڑکیاں مُڑ مُڑ کر اُسے دیکھنے لگیں۔

چیڑوں کی پاشو سے نہ رہا گیا۔ کہہ ہی دیا: "کہاں تارے شاہ کھجور کے تنے سا زبیرا اور کہاں بھرجائی برکتی گل باشی کی بیل سی نازک۔ میں نے کہا بھرجائی، بنا پترے کیسے ملائے یہ میل سنجوگ؟"

چاچی نے پھٹکار دیا۔ "چپ ری۔ چھوٹا مُنہ بڑی بات۔"

پاشو نہ باز آئی۔ "جھڑک لے چاچی، پر دنیا تو باتیں کرتی ہے۔ کس کس کا مُنہ بند کرے گی۔"

شاہنی نے ہاتھ سے بھابی کو اشارہ کیا۔ "ملی، دنیا کیا کہتی ہے، میں بھی تو سنوں"
"یہی کہ برکتی بھرجائی کے نہ پھیرے ہوئے، نہ بیاہی پرنائی"
برکتی نے پہلے شاہنی کی طرف دیکھا، پھر ہنس ہنس کر بولی۔ "کوٹلی کے ٹھاکردوارے پاندھے جی نے وید منتر پڑھوا میری اوڑھنی کا لڑ تمھارے ویر کے دوپٹے سے باندھ دیا۔ اب بتا بہنا تجھیں اور کیا چاہیے"
موہرے کی بے بے مین میخ نکالنے لگی۔ "بلیہاری جاؤں بگھوٹیے، یہ تو کہہ پنڈت پاندھے نے بیاہ کیسے پڑھایا! منتر اشلوک بھی پڑھے کہ نہیں۔ اس سے تو آنند کارج کروا آتی۔ تیری گود میں تو پہلے ہی ایک کاکی..."
برکتی کے گورے نخریلے مکھڑے پر بڑی میٹھی ہنسی پھیل گئی۔ "بے بے، اپنے پہاڑ پر تو دوجی طرح پرنایا جاتا ہے۔ کہو تو بتا دوں!"
شاہنی نے آنکھ سے بینت کی۔ "نہ ری!"
لڑکی بالڑیاں ضد کرنے لگیں۔ "بتادے پھرجائی برکتی۔ بتادے۔"
برکتی انداز و ادا سے سچ مچ کی تارے شاہ کی دلہن بن گئی۔ مکھڑا سادھ کر پنڈت پاندھے کی طرح دوہرایا۔

اُس کنیا تُس گوتر
تُس کنیا اُس گوتر

بول کی لے بہت بھائی لڑکیوں کو۔ اکٹھا مل کر بولنے لگیں۔

اُس کنیا تُس گوتر
تُس کنیا اُس گوتر

موہرے کی بے بے پھیکی پڑ گئی۔ "کیوں دھیے، ایک ہی منتر میں ساتوں پھیرے ہو گئے!"
"نہ بے بے جی، ہر بار نیا! دوجی بار پاندھا بولا۔

اُس کوار تُس لاڑھا
تُس کوار اُس لاڑھا

سننے والیاں ہنس ہنس دوہری ہوئیں۔

برکتی نئی بیاہی کیسرو کا سر کھول اس کے پیچھے جا بیٹھی۔

عمراں بی بی، اپنے پہاڑ میں چونڈا کیسے گوندھا جاتا ہے۔ بتاتی ہوں تمہیں:

"لاڑو مئی تی، بلنا مت!"

شاہنی تارے شاہ کی اس چہکتی بلبل کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ "لاکھ کہو، تیلن تمبولن ہے، پرری، باؤ بھاؤ سے نری رس کی گاگری۔ کیا تال سے باتیں کرتی ہے! کیوں نہ بھائی گڑبتی تارے شاہ کو!"

برکتی اپنے چھوٹے چھوٹے سوگڑ ہاتھوں سے کیسرو کی ورتی گوندھنے لگی۔

کیسرو نے ٹوکا۔ "بھرجائی ری، پہلے ماتھے کی اگلی مینڈیاں تو گوندھو!"

"ذرا سہار کر لاڑی، زلفیں اور کنڈل ایسے بناؤں گی کہ گبرو دیکھ انھیں شرمائیں!"

عمراں چھپی نظر کیسرو کے سر پر کڑا، جتنا دیکھتی رہی۔

ورتی کا پیٹھ دار جال پڑا دیکھا تو برکتی سے خار کھا بیٹھی۔ تنک کر کہا "جموں والیے والیے چونڈا خیروں سے مینڈلوں کا! بھلے وریا یار، پوٹھوہار یا صندل بار کو، جیکر چاہو سر پر چڑیاں طوطے بٹھانے لو۔ بیداں نہ لگا بال ایسے گجیں کہ پورے پکّے مرد کی آنکھ وہیں ٹکی رہے۔"

برکتی کو اپنے تارے شاہ کی موج بہاریں یاد آگئیں تو میٹھی مہین آواز میں گنگنانے لگی۔

گن بیٹھی سر کھول کے
گن بیٹھی پیٹھ موڑی کے
گوراں بیٹھی کیش کھول کے
شوجی بیٹھے مکھ موڑی کے

گوراں ماتھے بندر دلی
شوجی ماتھے چن سوہوے
گن بیٹھی پیٹھ موڑی کے

برکتی کے رس بھنے بول سن زنانیاں بھگتی بھاؤ میں ڈوب گئیں۔

چاچی بولیں۔ "کیسا سو ہنا پرسنگ ہے گورا پاربتی کا۔ ادھر گورا دیوی بال کھول بیٹھی ادھر شوجی آن براجے۔

"او تاری جہما! سکھ رہے چاچی تو ایک بار دیوی کے سچے دربار ماتھا ٹیکنے ضرور پہنچیں گے۔"

"بچی۔ پہاڑوں والی دیوی سے مانگ۔ تیری اچھا پوری ہو۔"

لڑکیاں برکتی بھرجائی کے پیچھے پڑ گئیں۔ "ایک اور گیت چھیڑ دے بھرجائی۔ ڈاڈے میٹھے سُر تیرے پہاڑ کے!"

چاچی کا اپنا من کر آیا۔ "سناری سنا۔ تارے شاہ کی صراحیے۔"

برکتی کی انکھیوں میں اپنے پنڈ کے بچھار کھنچ گئے اور کالجے میں تارے شاہ کی پُرشوق بانہیں سُروں میں چشمہ چھلچھلانے لگا۔

میاں مجنوں او
چٹے تیرے دند دکھی ہتیاں او
میاں مجنواں او، گچھے تیرے نین
دکھی ڈُلیاں او
میاں مجنویاں او کلمی تیرے چھتے
دکھی کھلیاں او

رو ندیاں کرلا ندیاں
کنگناں گھڑانیاں
مل جاو او
ٹکے بندی دوستا
ٹکے بندی محرما
ٹکے بندی ویریا
ٹکے بندی لائیاں

میرے بالو بیٹے!

گاتے گاتے برکتی کی آنکھوں میں جھڑی لگ گئی۔

کیسرو کے بال گونتھ کر لیسار کی اوٹ ہو گئی۔

شاہنی بولی ۔" چاچی، وہ سوئی بچی ہے بے چاری۔ جب دن سے یہاں چھوڑ کر گیا ہے۔ نہ کھوج خبر، نہ رقعہ، بیٹری اپنا گھر دوار چھوڑ کر آئی ہے۔!

اجوائن، سونف، اور پودینے کے عرق نکالنے کو شاہوں کے گھر سب ہاتھ رُجھ گئے۔ چھاجوں میں ڈال کوئی سونف چھانٹے، کوئی اجوائن اور کوئی پودینے کے پتے توڑ توڑ رکھتی جائے۔

نیچے تہہ خانوں سے تانبیے، بلٹوئیاں نکال دھو مانجھ صاف کئے تو شاہنی پاس آ کھڑی ہوئی، ارکھ پرکھ کر برتن بھانڈے دیکھے، پھر گاگر سے پانی لے کر اپنے ہاتھ سے نتھارنے لگی۔ پاس کھڑی مشتی سے کہا " جا بی، دھندی کو بلا لا۔ بڑا کمال ہے اس کام میں۔ آ کر نال لگا دے گی۔"

لکھمی بر جمتی پاس آ کھڑی ہوئی اور کمر پر ہاتھ رکھ کر کہا " شاہنی بھلا یہ کون مشکل کام! میں کر دیتی ہوں۔ پار کے سال پنج سیری اجوائن کا ست نکالا تھا میں نے!"

" لکھمیے، دونوں ایک دوجے کا ہاتھ بٹاؤ گی تو کام جلدی نبڑ جائے گا۔ جاری نکیے! منوہر کے کوٹھے سے نیچے اتر جانا۔"

لکھمی سے نہ رہا گیا۔ چھاج پھٹکارتی ریشماں کو سنا کر کہا " یہ تو وہی بات ہوئی گھی سنوارے سالن اور بڑی بہو کا نام۔ میں نے کہا شاہنی، دھندی کو کیا انوکھے لال لگے ہوئے ہیں!"

چاچی پاس بیٹھی چنگیر میں پودینے کی ڈنڈیاں چن رہی تھیں۔ سر اُٹھا کر لکھمی کو گھورا اور جھڑک کر کہا " اری، نتھ کا نگینہ اپنے آپ ہی بولتا ہے۔ ملا دھندی بڑی سچی۔ اُس سے تیری کیا خار بازی!"

لکھمی پاؤں کے بل پاس آ بیٹھی ۔" چاچی، اتنا کہہ دوں ایسے کاموں میں سنجالی چنگی نہیں۔

وستا کا تت ہی بکھر جاتا ہے۔"

چاچی نے گھور کے دیکھا۔ "ہیں ری، بات، تو تو نے چنگی کی ہے۔ آخر کو تو جانکڑی برہمن کی پروبیہے، بتیس سُلکھنا وہ جو اپنی عقل کرے، تینتیس سُلکھنا وہ جو دوسروں سے پوچھ کرے۔"

لکھمی جھینپ گئی۔ "ست وچن چاچی۔ اب نہ بھولوں گی! تم لوگوں کے لیے تو دھندی سولہ کلاؤں میں ماہر۔"

منھی پلٹ آئی اور شاہنی سے کہا۔ "دھندی موسی تو منہ سر لپیٹے پڑی ہے۔ پنڈا تپ رہا ہے۔ کہتی ہے کس جیٹر ھی ہے۔"

شاہنی ہنسنے لگی۔ "بلاری، سو بھلا! لے لکھمی تیرے من کی مراد پوری ہوئی۔"

لکھمی نے سر کی اوڑھنی اتار دیوار کے ساتھ کھڑی چارپائی پر لٹکا دی۔ اور بیٹھ کر پھرن پھرن چھاج جھٹکنے لگی۔ "شاہنی، ان کاموں میں کیا دیر لگتی ہے۔"

ماں بی بی نے چھاج پکڑ لی اور لکھمی سے کہا۔ "چوکے میں تنبیاں پانی اٹھالا، یہ تو میں بھی نبیڑ لوں گی۔"

لکھمی نے پیتل کی بالٹوئی لا گاگر سے پانی ڈالا اور اس میں اجوائن، سونف ڈال دی۔ پھر لوہے کی نال نابیئے پر ٹکا دی۔

شاہنی نے آس پاس آئی کنیا۔ کواروں پر نظر گاری۔ "ارے کوئی کپڑوں سے ہو تو پرے چلی جائے۔ پرچھانواں نہ دے عرق کو!"

ایک دوجے کو دھول دھپے مارتی شالو، جیتی شرما اتر اکر دور ہٹ گئی، تو شاہنی نے ہنس کر لاڈ سے سر ہلایا۔ "لو دیکھو، مرجانیاں اتنی جلدی سیانیوں سے ہو گئی۔"

"نابیئے کے ڈھکن پر ہاتھ دیئے لکھمی کو جانے کیا سوچ پڑ گئی۔ دور جاتی شالو جیتی کو بٹر بٹر دیکھتی رہی۔ آنکھوں سے اوجھل بھی ہو گئی تب بھی نظر نہ پلٹائی۔

شاہنی نے ٹوکا۔ "کیوں ری لکھمی، کدھر ہے دھیان تیرا۔ ڈھکن پہ ہاتھ رکھے بیٹھی ہے۔ اٹھالے، ہاتھ جل جائے گا۔"

لکھمی نے ایک لمبا سانس لیا تو شاہنی چونکی۔

پاس بیٹھ کر شانے پر ہاتھ رکھا۔" ابھی تو خوش خوش بیٹھی تھی۔ دل میں اب کون سا طوفان اُٹھ آیا۔ اری، عرق دوا دارو ہے اسے نکال لیتے ہیں جی تیرا تپتا کھپتا رہا تو کسی کے تن پیٹ نہ لگے گی اس کی بوند!"

لکھمی شاہنی سے آنکھ چرائے رہی۔

شاہنی کے ہاتھ کا اشارہ ملتے ہی لڑکیاں کمیاں ادھر اُدھر ہوگئیں تو پوچھا۔" کسی بات کی فکر کرتی ہے کیا! آئی کبھی چٹھی پتر جی تیرے ساسرے سے؟"

لکھمی کی چھاتی دھونکنی کی طرح چلنے لگی۔ دوپٹہ نیچے کرکے سر ہلایا۔" نہ!"

شاہنی نے تیکھی نظر سے دیکھا۔" تن تو ٹھیک ہے ری تیرا۔ چہرہ پہلے سے اُترا لگتا ہے!"

لکھمی نے نال تلے چولہے کی لکڑیاں ہلائیں ڈالیں پھر پھونک مار کر بھرائی آواز میں کہا۔

" شاہنی، کیا کہوں! میں ابھاگن تو جیتے جی مرگئی!"

شاہنی لمبے پل تک لکھمی کی چھاتی تلے آنکھیں گڑوئے رہی۔ پھر ٹھنڈی کوری آواز میں پھسپھسائی۔" کیوں ری......!"

لکھمی نے سر ہلا کر حامی بھری تو انجھیاں چھوٹ پڑیں۔

" ہائے ری، میں مرجاؤں لکھمیے۔ سائیں تیرا سو رنگوں میں۔ یہ پیر کنسائی کیوں پھیلنے دی؟"

لکھمیا لکڑیوں کو لگا بجھا دھوئیں میں ہی پھونکیں مارتی رہی اور روتی رہی۔

چاچی مہری نے تھڑے پر سے آواز دی۔" تنور تپ گیا بچی، آکر روٹیاں لگالے!"

شاہنی نے پیڑے بنا پرات بھری اور شتابی شتابی روٹیاں اُتار گھی رچانے لگی۔ شری رام شری.... رام۔ کلجگ ورت گیا۔ دھوا بر تیغی اور ری یہ لچھن۔ کرم!

نیچے حویلی کے دروازے سے کوئی رولا سنائی دیا۔ منیرے سے جھانک کر دیکھا۔ نواب کسی جنے سے پوچھ تاچھ کر رہا تھا۔

" چھوڑو، چھوڑو مجھے! اوپر جانے دو! میری عمدہ اوپر ہے!"

" نواب چنا! کون ہے؟ کس کی آواز ہے؟ کہیں ماں بی بی کا گھر والا الہیا تو نہیں؟"

شاہنی نے تاولی تاولی اُٹھ کر ماں بی بی کو آواز دی۔" اری آنا ذرا! ہاتھ کا کام چھوڑ!"

سر پر کالی دو ہر ڈالے ماں بی بی بھاگتی آئی۔ "مجھے آواز دی شاہنی! کیا کام آپڑا میرے ذمے!"

"چوکس ہو ماں بی بی۔ خیروں سے بچے الہیا آیا ہے!"

"ہائے اللہ! ماں بی بی نے ہتھیلیاں مل مل کر کہا۔ "شاہنی کیا کروں! بتاؤں کیا کروں گی!"

"حوصلہ کر ری! انھیں کون کوچہ بندی کرنی ہے۔ برسوں بعد تیرے میاں نے اُدھر رُخ کیا۔ جی صدقے۔ جا ری ذرا لٹیں سنبھال اپنی!"

چاچی بیٹھی عرق کی نگرانی کر رہی تھیں۔

نواب کو اوپر دیکھا تو پوچھا۔ "کون ہے ملا! کون آیا ہے؟ کس کی آواز تھی؟"

"چاچی مبارکیں۔ خیروں سے جوائیں بھائی آیا ہے!"

"کون رے! الہیا! میں واری! آ پُتر جی! آ بیٹھو۔ اری کوئی منجی بچھاؤ!"

الہیا خالی خالی انکھیاں بٹر بٹر تاکتا رہا۔

چاچی پاس آکھڑی ہوئی۔ "راضی ہونا!"

ماں بی بی سامنے ہوئی تو الہیے کی آنکھ میں کوئی پہچان نہ اُبھری۔

چاچی نے لسی کا کٹورہ پیش کیا۔ "ماں ارج گئی۔ پُتر جی پیو!"

الہیے نے لسی کا کٹورا غٹک کر نیچے رکھ دیا اور پوچھا۔ "میری عمدہ کہاں ہے؟"

چاچی نے لاڈ برسایا۔ "لو جی، یہ رہی ماں بی بی! تمھاری امانت!"

"نہ.... نہ یہ نہیں، وہ۔ مجھے میری عمدہ بیگم چاہیے۔ ملنے دو نہ مجھے عمدہ سے!"

چاچی نے شاہنی کو سینت ماری۔ "ماں بی بی کو نکال دے کوئی جھکی کا جوڑا دوپٹہ۔ پہن کے عمدہ چھنکنی بن جائے گی۔ ہاں پُتر الہیے! بہت دیری سے لوٹے۔ وہاں کس کام پر لگے ہوئے تھے پُتر جی!"

نواب ہنسنے لگا۔ "اللہ بیلی اس سے کیا پوچھنا! اپنے عشق کے محکمے میں نوکر ہوئے پڑے ہیں۔ چاچی، ہوش و حواس نہیں ہیں جانے کیسے پنڈ کی طرف رُخ کر لیا!"

چاچی نے ہاتھ سے نواب کو روکا۔ "بس کر رے، بات پوچھنے دے پُتر، یہ تو بتاؤ عمدہ

بیگم کون؟"

البیے نے منڈی ہلا دی۔ "بیگم ایک نواب ایک۔ نت نت نئی لہریں موجیں بہاریں۔"

چاچی نے رابعاں کو آواز دی۔ "بلی، منہ میٹھا کرو۔ بہنوئی کا گھڑے میں سے گڑ نکال لا۔ میں اس کی گھر والی کو تو دیکھوں۔"

چاچی کے سنگ سنگ ماں بی بی اندر سے نکلی تو پہچانی نہ جائے۔ چھم چھم چمکی جوڑے پہ بندوں والا گلابی دوپٹہ۔ حسن و شباب کھل کھل پڑے۔

چاچی نے ہاتھ سے آگے کیا۔ "میں نے کہا جوا تمرے۔ ہر عمدہ سے کم طناز نہیں۔ تولہ دو بھاری ہی ہوگی۔ جا پتر، رے جا اسے گھر۔ گھر تو یاد ہے کہ نہیں؟"

البیا ہنسنے لگا۔ "جہاں عمدہ وہیں گھر۔"

چاچی ماں بی بی کے پاس آئی۔ "خیر مہر ہے ری ماں بی بی! طویلے والی پوڑیوں سے اتر کر چھپرتے والے انگنا جا پہنچ۔ کوٹھا اندر لپا ہوا ہے۔ جھابری پانی کی بھیج دیتی ہوں۔ سو یاں راندھ لینا۔ گھی لوٹے کا برتن رابعاں رکھ جائے گی۔"

شاہنی پلنگ کر ماں بی بی کو ایک طرف لے گئی۔ "میں کے ساتھ چٹاخ چٹاخ نہ کرنا۔ بچارہ کسی لوٹنے سے بنا رہتا ہے۔ سیوا کرنا۔ رب بھلی کرے گا۔"

دونوں نیچے اتر گئے تو چاچی نے بے بے کھرکھری کو بلوا بھیجا۔ "رابعاں ٹلی۔ ذرا ساتھ لیتی جا بے بے کو۔ آگے البیے کا لوٹا اُتار دے گی۔"

ماں بی بی البیے بے کو نیچے اترتے نظر آئے تھے۔ اوپر آکر پانی کی کنالی بھروائی اور چاقو سے پانی کاٹ دیا۔

ایچی میچی کو کو کھائے
کنجری بھڑوی جہنم جائے
ایچی میچی کو کو کھائے
کنجری بھڑوی جہنم جائے

بیر لیوں والے کھو پر آن اُترا نٹ کنجروں کا ڈیرہ۔

گدھوں پر لدی کھٹولیاں، چھاج، لکڑ، بانس، رسے اور ڈھول۔ آگے آگے نٹ پیچھے پیچھے نٹنیاں۔

بچڑوں کو گود میں لگائے ٹھن جنگھائی سرو کے پیڑ جیسی لمبی پتلی، گھگھریاں گھمائی پنڈلیاں۔ لمبے کالے جھگے، پیٹ پر جھولتی کالی فیروزی جھالر جنڈیاں گندھے سروں پر اوڑھنی کی جھوبلیں۔ ناک میں چھوڑا لونگڑا۔

نٹ کنجروں کی کالی لنانی پر ڈھیلے صافے۔

"اری او پھنبی کھبی، یہیں ڈیرہ جما لو۔ چھاؤں ہے چھاؤں!"

سیانی نٹنی نے ہاتھ بڑھا کر گدھوں پر سے کھٹولی اتار دی۔ "لے ڈال بیالوں کو۔ پھر بڑے بوڑھے کو آواز دی۔ آ او ڈکرے اُٹھلو۔ پھیلا دے لکڑ، تیرا کو ڑما بیٹھے۔"

بوڑھے نٹ نے بانسوں کی قینچی لگا کر اوپر کھیس کا لکڑ ڈال دیا۔

دونوں گدھے سرخرو ہو کر پیٹے ڈھیلے پڑے۔ پھر پیٹھ ہلکی ہوئی جان کر ہنکنے لگے۔

پھنبی نے پاس جا کر دونوں کو دھپ جمائے اور اروڑھیوں کی طرف ٹھیل دیا۔

ببرا اور گبرو دونوں چھاؤں میں پسر گئے۔

سیانی چونسی کو آواز دی۔ "ڈوکری، پنڈ میں سے اُپلا لیتی آ چلم دھکا ئیں۔ ذرا دم تو آئے۔

ڈوکری روٹھ گئی۔ "واہ رے حرکتیے، بڑا اکڑ سر پر لے کے بیٹھا ہے۔ آپ ہی اُٹھ کر چلم لگا لا!"

پھنبی گبرو کو دیکھ کر ٹنکی۔ "اے صبر کر لے لنڈورے! میں ہی لاکے دیتی ہوں۔ نٹ کو دیکھ جٹ گجریاں امرتیاں بن جاتی ہیں۔ کہیں ایل گیل میں ہو گیا تو کٹوری سے کلیجہ نکال دوں گی۔"

گبرو پسرا پسرا مسخری کرنے لگا "دیکھوں اس دل وبیا کو! بیندھ دوں گا تو گننے لگے گی تارے!"

کھبی نے اُٹھ کر بچے کو ببرکی چھاتی پر ڈال دیا اور لہنگڑوں سے ایک چکری مار کر بولی۔

"لے ذرا سی دیر کھلا اپنے ڈنبے کو۔ میں گاؤں میں جھولی پھرا کے آئی!"

تھوڑی سی دور گئی تو ببر نے ہانک ماری۔ "اری او کھمائی بن کے نہ ٹنک۔ کسی بھوکے کو

"جا اے، ایسی لات سے کھنڈیرو کو گرا دوں گی۔ ہاں ری جیٹھی، اس گراں میں نٹ کنجر کی گو بٹا تو نہ ہو گی!"

"نہ ری، اس میں صرف سانسی! ہو گی تو کالو سانسی کے قبیلے داری ہو گی۔ نہ تھا وہ نر۔" ڈوکرے کو کھانسی آ گئی۔ دم آیا تو دھمکا کر کہا۔ "بس ری، اس کی جبا کاٹی چلی جاتی ہے، وہ تھا بٹ مار لٹیرا۔ تبھی یہ چھپاؤں اگراں یاد آئے نہیں!"

"تو اور کیا ڈوکرے! کیا تیرا ہی شہد پڑا تھا جس پہ گھر گھر آتی تھی مکھیاں!"

ڈوکرے کو لگ گئی۔ "جا ری، زیادہ نہ بچ۔ کھینچ دوں گا زبان!"

"جا، جا، تیور دکھا کے تو نہ بن جائے گا بادشاہ! ہزار مکر ڈھونگ کر رہے گا تو کنجر کا کنجر!"

ڈوکرے نے چھوٹی سی ٹانگ اٹھا لی اور ہاتھ سے دکھا کر کہا۔ "میرے ہاتھوں کھائے گی۔ تبھی راہ پہ آئے گی!"

ڈوکری ماتھے پہ ہاتھ مار مار کر بچکیں کھینچنے لگی۔ "ارے بہت دیکھا تم کو! تیری جوانی بھی لگتی دیکھ لی۔ کھاتی ہوں پیر چباتی ہوں دانے! بول تیری ذلت کا ہے کو اٹھاؤں گی۔ کھاتی ہوتی کھیر حلوہ چاندی کی تھالی میں تو تیرا دھونسا سہتی!"

"بکتی ہے رانڈ! وہ میری آج، وہ پرسوں۔ آزادی بگھارنے چلی!"

"ڈوکرا بگڑ گیا۔ ارے کنجر اپنی ذات کے! تو اوروں کی طرح نیو کھود چار دیواریں اٹھا ان پر گھر ڈال لیتا، تو قید ہو جاتا بڑے آدمی کی ملکیت جیسی ہیں! ساری جنگی بنا، تھان مسان بھنچنے لگے تو اپنی ذات کو چھوٹا سمجھنے لگا دیدے پھاڑ کے دیکھ اوپر والے کو۔ اس نے کوئی گھر بنایا! کھلے آسمان پر ڈٹا پڑا ہے!"

"اری ٹھاری رہ۔ بڑھ بڑھ کر بولے گی تو دھرتی لیل لے گی!"

پھنبی، گھمبی دونوں ہنسنے لگیں۔

پھنبی نے ہاتھ مٹکائے۔ "اری، ان دونوں کے بوتھڑے نہ رکھیں گے جب تک خلیفہ کان میں ڈھول نہ بجا دے گا!"

"چپ ری، بری لہر پر اترانے لگی۔ اری اب کی سوکھتی ہے یہ چوہ!"

دونوں نٹنیاں جوان، کھڑکھڑ ہنسنے لگیں۔ پھر چھاؤں میں لیٹے گبر ببر کو ہانک ماری ”ارے دھگّے بن کر چلم ہی پھونکتے رہے۔ تو بڈھا جاؤ گے اور رُت نکل جائے گی۔“

ببر نے چھلانگ مار کر کُھمبی کا جھونٹا پکڑ لیا۔ ”چل، جا پینے کا پانی لا نہیں تو جھوم نچوا دوں گا۔“

کھمبی نے جھٹکا دیا اور چھاتیوں سے اینٹھ دکھا دی۔

ببر ہنس ہنس بکنے لگا۔ ”کم ذات، کم چور کنجری، جوانی اترا تی ہے کیا!“

کھمبی اپنی کالی سُرمے دانیوں سے گھورتی رہی اور نڈر ہو کر بولی ”ارے باپ نے دیا سانس اور ماں نے بہ کایا۔ تو کاہے ٹھٹھیری بن گالی بکتا ہے!“

”چل ری، پنڈ اکٹھا ہو رہا ہے کرتب دیکھنے کو اور ناک تیری ہیں لاڑلی نہیں بھتی اُٹھ جلدی۔

ڈوکرے نے آواز دی ”رب تیرسی، جلدی جلدی منڈے تو ٹیپ لے پھر سجے گا تماشہ۔“

لُٹیا بھر آٹا، دال، گنڑ شاہوں کے یہاں سے لا کر ڈوکری منڈے اُتارنے لگی۔

اُدھر ٹپک، مٹک کُھمبی پھیپنی جھکی کے رومال ہلاتی ہوئی جماوڑے کو رجھانے لگیں۔

کُھمبی نے بھیڑ میں کھڑے بالک کے سر پر ٹہوکہ دیا۔ ”جا رے، ماں سے کچھ کھانے کو لے آ۔“

گلو نے منڈی ہلائی ”بتا تو سہی، کیا لاؤں؟“

”لا رے، یاد کر لے تیری ماں نے آج کیا سلونا چڑھایا تھا۔“

گلو مچھر گیا۔ ”نٹنی، پانچ پکوان تھے پانچ!“

”واہ رے، لو تو بڑے دھناڑوں کا پوترا، دوتہرا! ارے بتا تو سہی پکوان کیا تھے؟“

گلو کے ساتھی کوئی گلو کا جھگا کھینچے، کوئی اس کے کندھے پر ہاتھ مارے کوئی بانہہ پکڑے۔

”کچھ مت بول، ساتھ لے جائیں گے کنجر۔“

گلو کو جوش آگیا۔ ”کیوں نہ بتاؤں! میرے گھر آج بنا تھا۔ آم کا آچار، آم کا چھلکا، آم کی گٹھلی، آم کا مسالہ، آم کا بھجیا۔“

نٹ کھٹ گلو نے گھوم کر پھرکی ڈالی اور کتے کی طرح بھونک کر پوچھنے لگا۔ ”لاؤں جپیا، لاؤں جپیا، لاؤں!“

پھنبی لڑکے کے پیچھے پیچھے نٹھنے لگی ”آ رے آ، نہیں تو ڈال دوں گی، چور پھندہ، سُن پال پوس

بھرتار بنا لوں گی۔"

چھنی نے لڑکے کو کھینچ کر اپنے ساتھ سٹا لیا۔

باو نگڑے شور کرنے لگے۔ "نکل آ گگو، چھوٹ آ! نہیں تو چڑی کر ہم تو تم نے لے جائے گی۔"

چھنی لڑکوں کو چھیڑ چھیڑ کر رجھانے لگی۔ "کیوں نہ لے جاؤں گی اس کو ل، ڈوڈ ے کو، کرتب سکھاؤں گی، بازی گر بناؤں گی۔ تماشے میں سجاؤں گی۔ سنو رے سنو۔ اگلی بار اس پنڈ ہو نے گا تو یہ گبرو ٹھمکا ڈالے گا، گھمیر ڈالے گا۔"

بڑے لڑکے شور کرنے لگے۔ "نٹ بنے گا تو اس گھاگھرے والی کا!"

یکایک آگے بڑھ کر گگو نے نٹنی کی چنز کھینچ دی۔

بچے ہنستے ہوئے تالیاں بجانے لگے اور نٹنی جھوٹ موٹ کا غصہ دکھانے لگی۔ "دو دو مکھو کہیں کا۔ ارے مٹھ لونے، باندھ لوں گی تجھے اپنے چھیلے سے!"

ہو لونے گگو کی مدد کو کبڈی کے سے دو چار چھنکارے مارے اور چکری کھا کر نٹنی کی پنڈلی پر چونڈی کاٹ لی۔

نٹنی پکارا کرنے لگی۔ "تیرا کھو بڑا ایپ دوں گی۔ تیرا پو کھڑ ا پوت دوں گی۔ روتا روتا ماں کے کچھڑوں میں جا بیٹھے گا۔"

ڈوگری بھی ہنستی انکھیوں جھوٹ موٹ بڑ بڑانے لگی۔ "اری چپ نہ کرے گی، بزرگوں پہ آری سجانے کو ہے۔"

بٹر نے گلے میں ایک تختی لٹکالی۔ ہر ج مکھی کوڑی لی اور پاؤں میں سینگ باندھ لیے گبر نے رسیاں بانٹ کر ڈنڈوں پر کس دیں۔

بٹر نے پاؤں کے سینگوں کو رتی کی کھونٹ میں پھنسایا دونوں پیروں کا وزن صحیح کیا اور پہلا قدم اُٹھالیا۔

کسر رہ گئی

کسر رہ گئی

"واہ۔ واہ۔ واہ!" کسی نے خوش ہو کر اپنی پاگ اتار نٹ کی طرف اُچھال دی۔ کسی نے جھگا اُتار

دیا۔ کوئی دوڑ دوڑ کر گھروں سے والنے لے آیا۔ خوب لہراتے لہنگے کے گھیر میں پھبنی ناچنے کو آ کھڑی ہوئی۔

لال کالی چولی۔ نیلی اوڑھنی۔

بانس پر کسی رسیوں پر چلتی پھبنی ایک ٹھمکا مارتی ہوئی آگے کو سرپٹ جھکتی۔ پھر اپنا دایاں ہاتھ آگے کو پھیلا بایاں ہاتھ چھاتی کے آگے موڑ کر داہنی بانہہ کی طرف لے جاتی۔ پھر جھکی گردن پھراتی اور رسیوں پر پاؤں ٹیک آگے قدم اٹھاتی۔

قربان جائیں! بلیہاری جائیں!

گبرو ٹ ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر ہنسنے لگے۔

ہائے مرتو

ہائے آمندو

ہائے گلقند

پرمانند

پیچھے سے آشوکین نے دِتے کو گل باتھی دی اور ہنس ہنس کر کہا۔ چاشنی ہے۔ چاشنی ہے۔

نٹنی نے آنکھیں میچیں۔ کھولیں، پھر ہاتھ کا چھاج بنا کر کہا "کھائے گا!"

بڑے لڑکے بازو ہلاتے ہوئے تھرکنے لگے۔

ڈوکری نے دھمکا دیا۔ "ارے ٹبرو، یہ بیسوا کا ناچ نہیں۔ نٹ کنجروں کا کرتب تماشہ ہے۔"

"اری گوں۔ کھونی، ہمیں نہ بتا، ہمیں نہ سکھا۔ ہمیں نہ پڑھا۔"

کسی نے ہولو کے سر پر دھپ ماری۔ "ارے۔ دوڑو۔ دوڑو! نٹنیاں روح قبض کر لیتی ہیں۔"

ترکی کا ہر سلطان خلیفہ اور جی خلیفہ وہ جس کے ہاتھ میں تلوار۔

تارے شاہ نے پہلے تو چک منہاساں کے تیلیوں کی بہن بھگائی پھر انھیں قتل کی سازش کی سزا ٹھکوا دی۔

مقدمے کا فیصلہ سنایا گیا تو شاہوں کی پگڑیاں ہاتھ بھر اونچی ہوگئیں۔ سارے شاہ دے آج کے دن بڑی فرمانبرداری نبھائی۔ بھری کچہری دونوں بھائیوں کو جھک کر پھیری پونا کیا تو شاہوں کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ لاکھ من مٹاؤ، لڑائی جھگڑے ہوں، شریک بھائی تو ایک دوجے کے بازو ہوئے۔ شاہوں کو مبارکیں ملنے لگیں۔

"شاہ جی! آپ نے مقدمے کے جوڑ بند بخیہ کر ڈالے ہیں کوئی کور کسر نہیں چھوڑی۔"

"درست ہے! ناد یں والی گتھی بڑی اور عقل و ذہانت اور بھی بڑی۔ مقدمہ تو حق میں جانا ہی تھا۔"

"مقدمے شاہی معاملے سلجھے ہوئے والوں سے نہیں نمٹتے۔"

"کیوں نہ ہو بادشاہو! آخر خون کا رشتہ ہے۔ صاحب سنگھ کے پتر پوتروں اور چیڑ بت سنگھ کی آل اولاد میں کیا فرق! مُنڈ ایک ہی، شاخیں الگ الگ۔"

"پھر بادشاہو! شاہوں کا نامی گرامی قبیلہ اور ناگرا کرنے والے نیچ ہیں تیلی۔"

بڑے شاہ سنتے ہی محتاط ہوگئے۔ کاشی شاہ کو کونے میں لے جا کر کہا،

"کاشی شاہ سامنے مہی پت کھڑا ہے۔ عدالت کچہری کے دستور تو ایک طرف باپ کا دل ہے، فیصلہ سن کر ڈانواں ڈول تو ہو رہا ہوگا۔ ایسے صدمے کی مار اچھے اچھے تگڑے نہیں سہارتے۔"

کاشی شاہ کا من نہ مانا۔ "زخم پر نمک چھڑکنے والی بات ہوئی۔ بھرا جی آپ چاہو تو دم دلاسہ دے آؤ۔ میں ذرا اہلمد منشی کو نمٹا لیتا ہوں۔"

شاہ جی نے دور سے دیکھا۔ دبلا پتلا برکتی کا باپ مہی پت تھکا ہارا لوگوں سے آنکھیں چرائے، صافے کے لڑ سے آنکھیں پونچھتا جاتا تھا۔ قریب جا کر شاہ جی نے ہمدردی کا اظہار کرنے کے لیے مہی پت کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو مہی پت تیلی پھپھک پھپھک کر رو پڑا۔ "ہائے او رَبّا! ساری ہی دھنا ڈھول کی چوٹ غریبوں پر۔ اوپر سے اولاد بھڑوی نے برباد کر دیا۔ لڑکی گئی، ساتھ عزت لے گئی۔ گھر کی لاج بچانے کا سامنا کیا پتروں نے تو انھیں قید ہوگئی۔ غریب کی بربادی ہی بربادی!"

مہی پت عجیب چوٹ کھائی بے بس آنکھوں سے شاہ جی کی طرف دیکھنے لگا۔ دیکھتے دیکھتے آنکھوں میں خونخوار دہشت اتر آئی۔ "کہاں شاہوں کا جانا مانا متھا! کہاں غریب تیلیوں کی دھی!"

مہی پت نے سر کا صافہ اتار کر ہاتھ میں لے لیا۔ "عزت پگ دونوں چلی گئیں۔ شاہ جی! اس

ستائے ہوئے تیلی کی ایک پلّے باندھ لو جو میری دمی کو مان ، عزت سے شاہوں نے گھر میں نہ بسایا تو اس باپ کا شراپ اس اونچے قبیلے پر لگ جائے گا شاہ جی ۔ اتنا یاد رکھنا۔"

جھی پت نے بے بسی سے ہاتھ کلیجے پر رکھا اور زہر کی کرولی پھینک دی ۔ "ہائے ہائے ۔ ہر سانس کے ساتھ میری ہائے لگے گی شاہ جی ! غریب کی ہائے بُری ۔"

دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھ کر لوگ قریب آگئے ۔

شاہ جی نے سمجھداری دکھائی ۔ " جھی پت جی جو غرضی پر جو ہونا تھا ہو چکا اب میری بات دھیان سے سنو ! تمھاری دمی اب ہماری چھاؤں ہیں ۔ دوسری بہو ۔ بیٹیوں کی طرح ہماری انگ سنگ ۔ تمہارے برخوردار پہل نہ کرتے تو یہ فساد نہ بنتا ۔ اب ہماری ہر ممکن کوشش ہوگی کہ رشتے کے مطابق تمھاری مان ، عزت ہو ۔"

گرودت سنگھ پاس آ گئے ۔ "کیوں نہیں ، خاندانی جنگی آنیاں جھپی تو نہیں رہتیں ۔ بات نکلے ہونٹوں سے وہ بھی وزن دار !"

تعریف سُن کر شاہ جی اور نرم پڑ گئے ۔ " جھی پت آج سے تم ہمارے رشتے دار ہوئے ۔"

جھی پت کی آنکھوں سے ساون بھادوں برسنے لگے ۔ شاہ جی کے دونوں ہاتھ پکڑ کر رُندھے لہجے میں کہا ، "پہلے تو بجیرُی نے باپ کا مُنہ کالا کیا ، پھر تارے شاہ نے بھی ہمیں رگڑ ہی دیا ۔ شاہ جی گھر اُجڑ گیا اپنا ۔"

شاہ جی نے دلاسہ دیا ۔ " حوصلہ کرو جھی پت ۔ کبھی دریا پار آنا ہو تو بیٹی کا گھر دیکھتے جانا ۔"

کچہری کے لنڈوں مشنڈوں کے ساتھ آتے ہوئے تارے شاہ نے جھی پت کو شاہ جی کے ساتھ کھڑے دیکھا تو زہریلی ہنسی پھیلا دی ۔ "خیروں سے کس سے باتیں ہو رہی ہیں ؟"

تارے شاہ کے کچہریا یار خوشیے نے مذاق کیا ۔

نام خیر خواج پانی ٹپ نہیں
نام بوڑھ شاہ بتّر اکّ نہیں
نام نور علی آنکھ اکّت نہیں
واہ واہ رچھوتی نام تیلی جھی پت کا

نبی پت بے بسی کے غصے سے کانپنے لگا تو تارے شاہ کے گواہ شیرا اور عطا محمد ہنس ہنس کر بولے۔

"بادشاہو۔ لگا دی نہ ہتھیا۔ اب اسیں مبارک دہاڑے جشن جلسہ ہو جائے!"

تارے شاہ یار دوستوں کے ساتھ مچھیوں کے تندور کی طرف بڑھ گئے تو شاہ بھائی ٹھہری ہوئی چال سے کچہری سے نکلے۔

نتے جہلمی کی دوکان سے بوندی۔ بدلنے کی ٹوکری بندھوائی اور گھوڑوں پر سوار ہو کر گاؤں کے راستے پر چل دیئے۔

اڈہ پار کرکے کاشی شاہ بڑے بھائی سے بولے: "بھراجی، کچہریوں کی قانونی اور تحریری تجویز اکھاڑہ ہی سمجھو۔ وادی کچھ کہے، گواہ کچھ، حادثہ کچھ بیان کچھ۔ جرم کس کا اور سزا کس کو۔ پختہ چیز تو ایک ہی عدالت ہیں۔ عدالت اور عدالت کی کرسی!"

شاہ جی نے بھائی کو تیکھی نظر سے دیکھا۔ "کاشی رام، اس بات پر میں تم سے متفق نہیں۔ انگریز کی کچہری میں انصاف ہوتا ہے۔ وکیل پڑھے لکھے، قانون لکھت میں درج۔ انصاف کا گھر ہے کچہری عدالت۔ دشمنوں کو ڈیرہ نہیں کہ جس کے جو من میں آیا بول دیا یا فیصلہ دے دیا۔"

"بقول آپ کے مقدموں کی رو لکاری بلا رو رعایت بھگت جاتی ہے!"

"بیشک، کاشی رام! آج کا فیصلہ پیش نظر رکھ کر کیا کہا جا سکتا ہے کہ منصف جج نے فیصلہ صحیح نہیں دیا!"

کاشی رام ہنس دیئے: "اس فیصلے کا سہرا تو آپ کے تجربہ، مستعدی اور تارے شاہ کی بچھائی ہوئی بساط شطرنج کو ہے۔ جو چشم دید گواہ ہماری طرف سے پیش ہوئے انھوں نے مقدمے کی شکل وصورت ہی بدل دی!"

کاشی شاہ نے ایک بھرپور نظر بڑے بھائی پر ڈالی۔ "رہ رہ کر دل میں خیال آتا ہے غریب نبی پت کی مفلسی اور بے بسی کا۔ ہمارے بھائی نے ان کی عزت پر ہاتھ ڈالا۔ بیٹی بھگائی۔ بیٹوں کو سزا دلوائی اور آپ فارغ ہو مقدمہ جیت گھروں کو چل پڑے!"

"ایک ضروری بات بھول رہے ہو کاشی رام، کسی پر چھرے سے قاتلانہ وار کرنا کسی بیوہ کو اس کی مرضی سے پھسلانے سے زیادہ بڑا گناہ ہے!"

کاشی رام نرم ہو کر بولے "قانون کی نگاہ میں ضرور یہ بڑا جرم ہے اور بڑے جرم کی سزا مجرم کو ضرور ملنی چاہیے۔"

شاہ جی نے بھائی کی کوفت کو محسوس کیا۔ چپ چاپ کچھ سوچتے رہے۔ پھر سرپنچی انداز میں بولے۔ "دیکھا جائے تو تمہارا ایسا سوچنا بھی غلط نہیں جس طرح عاشق کا معشوق کے وصل کے سوا کوئی علاج نہیں، اُسی طرح کچہری میں بھی کفر، جھوٹ کے بغیر گزارہ نہیں۔ وہاں تو کھلے عام دید۔ بازی کی طرح دلیل بازی شروع ہو جاتی ہے۔ اور سچ بے چارہ کسی پردہ نشیں عورت کی طرح پردے کے پیچھے سے جھانکتا رہتا ہے۔"

کاشی شاہ نے داد دی "واہ بھراجی، جو میں کہنا چاہتا ہوں آپ نے اُسے ٹکسالی جامہ پہنا کر کیا اثر پیدا کر دیا۔"

چھوٹے بھائی کی تعریف سن کر شاہ جی کا چہرہ دمکنے لگا۔ سلیقے سے موضوع بدل دیا۔ "آج کچہری میں شمشیر سنگھ کا پُتر مہتاب سنگھ کان میں کہہ گیا تھا کہ تارے شاہ گنگو وال والے سرب دیال کو دھمکی دے آیا ہے کہ آگ لگا دوں پکی فصلوں کو۔"

"کب تک چلیں گی یہ بدیاں اور بدی بازیاں۔ کہتے ہیں نا۔

مال حرام بود

براہ حرام رفت!

لکھمی باہمنی سِل بٹّے پر لہسن پیاز پیستے ہوئے گانے لگی۔

میں جانا وڈ ہنس ہے

تا میں کیا سنگ

جے جانوں بگھ بپڑا

مُول نہ بھیٹوں انگ گہرا

سن کر شاہنی کے لُوں کھڑے ہو گئے۔ آوازیں درد۔ پاس جا کر پیٹھ پر ہاتھ رکھا۔ "ہیں ری نگوڑی لکھمیے، تیرے دل سے ابھی تک نہ اُترے کالے بادل!"

لکھمی نے آنکھیں پونچھیں اور گھٹنوں پر سر ڈال کر کہا۔ "کیا کروں شاہنی ٹبّے سے اتری اور کھوہ میں

اس بد قسمت دل پہ اپنا بس نہیں۔"

"کیوں ری، پھر ملی تھی اُس سے؟"

سِل بٹے پر ہاتھ پھیلا کر لکھمی نے "نہ" "ہاں" کی "نہ" "نہ"۔ بھرائی آواز میں کہا: "میں تھی کیا کروں شاہنی! سید زادہ ڑہ جانے کس جادو کے زور مجھ پر حق جمائے ہوئے ہے۔ بہتیرا سنجم رکھا پر وہ میرے تن من سے نہیں اُترتا۔ اُترتا ہی نہیں۔"

لکھمی سکاریاں بھرنے لگی تو شاہنی نے پاس بیٹھ کر ہولے سے کہا: "ہیں ری با منہجلے، تو اس تک پہنچی؛ دھرم کے چولے کا بھی لحاظ نہ کیا؟"

"کرم اس ابھاگن کے شاہنی۔ پار کے سال تو ٹھہرے گئی تھی اپنے نانکے۔ بس سید زادے نے ایسی دیٹھ دی کہ سیدھے تین پرانوں میں گھب گئی۔"

چاچی کے قدموں کی آہٹ پر شاہنی ہوشیار ہوگئی۔ بلند آواز میں کہا۔

"میں نے کہا لکھمی، تاولی تاولی کام سمیٹ اور ذرا تندروں میں چل۔ بھنڈارے کو دھوپ لگوانی ہے۔"

چاچی مہری نے قریب آکر لکھمی پر ایک تیکھی نگاہ ڈالی اور جھڑک کر کہا، سر منڈی اس کی غزل گھوڑی بھاری ہی رہتی ہے۔ صبر کر لے ری! ضروری نہیں تیرے قصے کرتوت دن رات بکتے ہی رہیں۔"

لکھمی نے دھنیا، زیرہ پیس کر سل بٹہ اُٹھا دیا۔ پانی لے کر ہاتھ دھوکے، اوڑھنی کے چھور سے پونچھے اور شاہنی سے پوچھا: "بھرو کھے۔ کپاٹ کھول دوں نا نیچے کے؟"

"ہاں ری، چل میں بھی چلتی ہوں۔"

نیچے تندروں میں گیہوں۔ باجرے کی کاچی گندھ نے لکھمی کے جی کو ایسا بھر مایا۔ ڈلایا کہ بھر بھر انکھیاں رونے لگی۔

شاہنی کچھ دیر انجان بنی رہی۔ پھر پیار سے پوچھا: "پھٹے منہ ری! ابھی تو کل تیرے سر سے بلا ٹلی ہے۔ ہمارے ہی سر پر پاپ مُلّا اتنا اوپر ہیٹھ کا ہے کو کیا کروایا۔ تو جا بیٹھتی سیدوں کے چھوڑے جم لیتی حرام کا!"

لکھمی بہت ندامت سے بولی ۔ "لوک لاج ۔ دنیا کا ڈر ۔ ڈراوا اور کیا ؛ کیا سچ پوچھو تو خبا اپنے وچن سے نہیں ڈگا ۔ رو رو اُسے بتایا تو بولا ۔ میرا قول رہا لکھمیئے، تو مان جا، اگلی ڈیوڑھی سے گھر چڑھاؤں گا۔"

دھتکار ری، تو باہمنوں کی جاتی ڈُلی بھی تو ملیچھ پر ۔ بڑا آسے سید زادہ بلانے چلی ہے پہلے سال جولاہا، دوجے شیخ، پیسے چوکھے آگئے تو سید ۔ چھوڑ دے ری، دل سے نکال باہر کر اُس کا خیال ۔ ذات دھرم سے وہ تیرا کچھ نہیں ملاّ۔"

ہاتھ پھیلا لکھمی نے باجرے کی بوری ایسی اُٹھائی جیوں سیری پنسری ہو ۔ دلوال کے ساتھ ٹکا یکا یک شاہنی کے پاؤں پکڑ لیے ۔ "کیا کروں میں ابھاگن، کیا کروں ! جگ کے آگے میرے دُکھڑوں کا منہ ماتھا کوئی نہیں ۔ کیونکر کہوں لوک جہان سے، میں اُس بنا نہیں جیتی۔"

"ہوش میں آ، سودائی ہوئی ہے کیا ! اری پلّے باندھ لے کسی بھی باہمنی کا سائیں نہ کوئی غازی سید ہوا، نہ ہوگا۔"

لکھمی بال کھینچ کھینچ کر اپنا سر دھُنّنے لگی ۔ "جانتی ہوں ۔ لاکھ سمجھاتی ہوں پر دل نہیں مانتا ۔ شاہنی دل سے وہ جند الگ ہوگئی ۔ پاپ چڑھا سو الگ، اور میں تتّی دہیں کی وہیں ۔ اس ہلّے سے میں نہیں بچتی شاہنی میں مر جاؤں گی۔"

" ہائے ہائے کلجگ ورت گیا ۔ ودھرمی کے سنگ انگ بھینٹ تیری متی بھرشٹ ہوگئی بملا، ذرا سوچ کے دیکھ ۔ کیا اُس کے چوکے میں کھانے چکلائے گی ! اری تو جنم کی برہمنی، ملیچھ کو منہ مارتے دیا !"

لکھمی کا لاغر چہرہ دمکنے چمکنے لگا ۔ کُرتے تلے چھاتیاں تھرانے لگیں ۔

" کہتا شاہنی ! میرے ظالم پُھتر، اور کیا ! سید ڑے کی بات سوچتے ہی اس گرمدی دھرتی پر کانگیر گھر آتی ہیں ۔ مرجاؤں گی، اُس کے بنا میں مرجاؤں گی۔"

"مر ری ۔ خبردار جو یہ بات دوہرائی ! دل سے نکال باہر کر ادھرمی پونے کو ۔ نکال پھینک اُس کی یادیں دل سے اور گاڑ آ اُس کا پتلا قبروں میں۔"

لکھمی نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیا ۔ دیوی دیوتے میرے گناہوں کو بخشیں اوپر والے کو حاضر و ناظر جان کر کہتی ہوں، وہی میرے تن من کا ساکھی۔"

شاہنی کی آواز یکایک ٹھنڈی ہوگئی۔ "اری پوتر وبرہمن کی۔ تیرے سر موت کھیل رہی ہے۔ تو مرجائے گی۔ ٹوٹے کر ڈالیں گے۔ تیرے بھائی برادر۔ تو نہیں بچتی . . . ."

لکھمی نے آنکھ نہ جھپکی اور کھڑی کھڑی شاہنی کو وحشت ناک آنکھوں سے گھورتی رہی۔

شاہنی نے پاس آکر کندھوں سے جھنجھوڑا۔ "کان کھول کے سُن رہی، تو پیٹ سے رہ گئی چاچی نے تم کو دیا۔ بڑی بیلا گے والے تیرے بابا بھرگو ناتھ کے لیے۔ اب دھرم کا چولا اُتار کر لو بھتنی بن، شیخانی بن یا کنجری۔ جُہار کر، سلام کر، ہماری بلا سے!"

لکھمی کو گھورتے دیکھ کر شاہنی باہر نکلی اور اڈول کنڈی چڑھادی۔ اُس رات لکھمی شاہوں کے تدروں میں غلے کی بوریوں پر اوندھی پڑی رہی اور اوپر شادی کی بیٹھک میں دیر تک صلاح مشورے ہوتے رہے۔

آدھی رات گئے لکھمی کا دیدہ پر سارام کوٹلی لوہاراں والے جھانول کے یہاں سے لوٹا تو شاہوں کا بندہ سیدھے حویلی بُلا لایا۔ شاہنی ہاتھ مل مل گئی۔ "اس دھرم پتی نے اپنا ست سنیم ڈگا لیا۔ چاچی، بھائی نہیں چھوڑتے اُسے۔"

"نصیب بھرے لڑکی کے اور کیا! یہ زندکایا کی کھلبلیاں جب بھی مچیں، بُری۔ سنا ہوا ہے نا۔ لگیاں بجھے بجھتیاں مرامر کلیجہ چیریں۔"

"لکھو لعنت اس لڑکی پر۔ سید زادہ مرد بچہ ہے۔ یہاں لگ گئی، یہاں وہاں لگ گئی وہاں!"

"ملایہ اپنے گُل کی بھلی جھتال نہیں۔ اس کی موسی ماتو لائی عزق جان گھر گرہستی کو بیٹھ دے گئی تھی۔ بیں رہی، گھرانے میں جھوک نہ پڑ جاتے ایک بار گھدرا، گھدریاں پُشت در پُشت نہیں بجھتیں۔ یہ منگلا مکھی کی پیاس تو دریا میں ہی ٹھنڈی ہوگی۔"

چاچی مہری گہری سوچوں میں خبرے کیا کیا سوچتی رہی۔ بچی سی جھونک کے بعد آنکھ کھولی تو بولیں، "بچی، انسان سوچنے بیٹھ جائے تو تو شہرے والے شیخ کون سے بغدادی سید ہیں۔ اری کلمہ پڑھے ہوں گے سو دو سو سال۔ برہمن ہی ہوں گے یا مچھی کھانے یا کھیر کھانے، جو بھی سمجھ لو!"

شاہنی سن کر بھونچکی رہ گئی۔ "چاچی، نیند میں نہیں بول رہی! ایک بار جو بھرشٹ ہوا تو دھرم گیا۔ سو دو سو سال کے بعد بھی سیدوں کا پرچا پتی گوتر جڑا رہے گا اُن کے نام سے! اندھیر پڑ گیا۔

چاچی، کچھ تو سوچو۔۔۔۔"

سوچوں کیا میری بچی! سوچ سوچ تو مت ماری گئی اس بڑھی کی میں ہی پڑیاں لے آئی تھی نا اُس کُتی جیمالو سے کہ بزرگی کی لاج رہ جائے۔ تو ہی بتا، پاپ کس کے سر چڑھا۔ میرے ہی نادل ہیں بڑا کلیش پائی ہوں۔ ہتیارن تو میں ہی ہوئی۔ یہ مرگئی لہکاتی جائے تر کھا۔ ترشنا کو اور میں تہمت کے لیے!"

"چاچی، جو لکھی کے بھاگیہ۔ جو ہمیں کرنا تھا، سو کیا۔ اب مردوں تک بات پہنچ گئی۔ جو ٹھیک سمجھیں گے کریں گے۔"

منجی پر لیٹے لیٹے چاچی نے بول اُٹھا لیے۔

گئے وقت تے عمر پھر نہیں مُڑدے
گئے کرم تے بھاگ نہ آلو دینے
گئی لہر سمدروں تیر چھُٹا
گئے موج مزے نہ آلو دینے
گئی گل زبان تھی نہیں مڑدی
گئے روح کلبُت نہ آلو دینے

"بیڑا غرق ہانگ کانگ کے جہازوں کا، پلیگ کے چوہے لے آئے۔ ہندوستان دیا پھیلا دی۔"
ہانگ کانگیوں کی کیا لعنت ملامت! بھلا چوہے کیوں ڈرتے لگے سرکاری قانون سے!
"درست بادشاہو! جانوروں پر انگریزی قانون کا کیا زور۔ چڑھ بیٹھے غلّے والے جہازوں پر"
"جی چوہوں کو کون سی راہداریاں چاہئیں تھیں!"
"سننے میں آیا ہے اس بار پچھلی پلیگ والے ہانگ کانگی چوہے نہیں، اس بار منچوری چوہے ہندوستان بھیجے گئے ہیں۔"

"جھوٹی باتیں۔ منچوری چوہوں نے کون سے کوہ ہمالہ لانگھ کر آنا تھا۔"

"یہ وبا تو تین چار بار آچکی ہے۔ شہروں کے شہر صاف ہو گئے۔"

فتح علی جی نے منہ سے نڑی نکال لی۔ "شبھ شبھ بولو۔ منہ سے نام نہ لو اس کپتر کفن والی کا۔ رہائش سے غلہ، دانہ دور رہے۔ باقی سب خیر، مہر ہے۔"

"عدالت گڑھ سے چلی ہوئی یہ خبر کہ شہروں، شہری ٹیکے شروع ہو رہے ہیں پہلا حملہ اس کا بمبئی میں ہوا ہے۔"

مولا داد جی بولے۔ "پچھلی پلیگ میں سرکار نے ملک وال والوں کو لگائے ٹیکے اور جی گھنٹے دو میں سب کا کوچ ہو گیا۔"

"ڈاکدار اپنے بلا لیتی ہے سرکار ولایت سے۔ اس کی طرف سے کوئی مرے کوئی جیئے۔ یہ گورے اپنے گھول تماشے پنپیں۔ دیسی لوگوں کو انسان نہیں سمجھتے۔"

"خالصہ گرودت سنگھ، آپ کی ہمیشہ ہی مخالفانہ باتیں۔ پوچھو، ربی مار پہ سرکار کا کیا قصور۔ قحط وبا تو بندے کے کیے نہیں نا!"

"شاہجہاں کے وقت میں ملک میں تو اڈھا قحط پڑا تھا۔ انسان نے انسان کو کھا ڈالا۔"

گرودت سنگھ اڑے رہے۔ "سنا ہے کہیں کہ کوئی انگریز حاکم مرا ہو پلیگ سے۔ ہاتھ پڑ گیا۔ کیا پتہ حاکموں کے مسیحا مولا نے یہی حکم نکالا ہو کہ مرے تو بندہ دیسی ہی مرے۔ پھر نہ کچھ داؤں پیچ ہے ضرور اس میں بھی دیکھو ناجی، اپنے انقلابی کا کے سروں پہ باندھ کے کفنی اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ بادشاہو۔ اپنے ملک کا چو نماشہ ہے۔ اُٹھتی پود ہے۔"

کرپارام دل سے اپنی سرکار کے خیر خواہ۔ بولے۔ "بادشاہو، کچھ بھی کہہ لو۔ بغاوت کی مرہم پٹی تو کوئی حکومت نہیں کرتی۔ جو سر اُٹھائے گا کچلا جائے گا۔"

گنڈا سنگھ جوش میں آ گئے۔ "اپنے نہرلوں نے سرکار ہلا دی۔ کچھ سر پھٹول ہوئی۔ کچھ گھوتپڑ چھوٹے کچھ گھر پھونکے۔ ٹیشنوں پر بم، پٹاخے بھی چل گئے پر مالیے والی سرکار کی طوطی تو رُک گئی۔ وجہ یہ تھی کہ کھیتوں والے بھی تیار تھے مارنے مرنے کو بادشاہو۔ یہ تو نہیں کہ سر کبھی نہ چھوٹے اور بندہ شربت کے فتح و برکت بھی چوم لے۔"

شاہ جی بولے۔ "یہ تو ہوا سنجی کھلا خالصہ خط دھرم پر، تھوڑی بہت تگڑم ممکن ہے تو کیلی جسم میں۔"

"میری بات پلّے باندھ لو ظلم، ظلمی اور ظلمت نیست و نابود کرنے ہوں تو سر ہتھیلی پر رکھ کر نکل جاؤ

گرو صاحب کہتے ہیں۔

جو تمھیں پریم کرنے کا چاؤ

سر دھر تلی گلی میری آؤ

جہاں دادا جی نے سر ہلایا۔ "بات یہ ہے کہ نہری علاقے میں ٹبر کے ٹبر فوجیوں کے۔ جنگی لاٹ نے صلاح دی سرکار کو نمک حلال فوجوں کو باغی اور انقلابیوں سے نہ ملنے دو۔ اچھا یہی ہے کہ ان کی بات مان لو!"

شاہ جی نے ہامی بھری۔ "بات ایک اور بھی ہے کہ جنگی لاٹ تو ہوا نہ اصلی لاٹ۔ سالم ثبوتا پُڑے پختہ۔ باقی سول لاٹ تو آدھا لاٹ ہوا۔ اس لیے اُسے ٹنڈا لاٹ کہتے ہیں۔ حکومت کا ایک ہی ہاتھ اس کے پاس اور وہ قانون کا۔ باقی فوج کی طاقت تو جنگی لاٹ کے پاس ہی ہوئی۔"

"رب آپ کا بھلا کرے یہ معاملہ یاروں بادشاہ والا ہی ہے یاروں پادشاہ مطلب ادھا پادشاہ!"

منشی علم دین چھیڑ گئے۔ "فوجی بگڑ دیل خدا نخواستہ مچ جائیں تو نتیجہ اچھا نہیں ہو سکتا۔"

مَیّا سنگھ بلند آوازمیں ہنسنے لگے۔ "فوجیو، برا تو ماننا مت پہلے فوجی اور پرے جٹ۔ پٹھیاں تو آپ ہو گئیں! سرکار نے سوچا ہو گا کہ ظالم اُٹھ کے کھڑے ہو گئے تو غدر برپا کر دیں گے۔"

کرم الٰہی جی اپنے حقّے کے ساتھ اس بات سے خوب لطف اندوز ہوئے۔ "گنڈا سنگھ انگریز کی شناخت پہچان بری نہیں سمجھ لیا کہ قوم خالصہ کی ہوئی ہی مُنڈ سے عذری۔ بے انصافی دیکھی اور اٹھ گئے۔ انھیں لڑنا کون سکھلائے!"

گنڈا سنگھ کی ڈھیلی پگڑی کو بیٹھے بیٹھے کلف لگ گئی۔ "پیارلو، سرکاریں اپنی مرضی سے نہیں جھکتیں۔ لوگ ہو جائیں تیار تو پلٹے تخت حکومت کا یا ہو انقلاب۔"

شاہ جی نے ایسی نگاہ ڈالی جیسے سُرنگ میں سوراخ دیکھ لیا ہو۔ خبردار کرتے ہوئے کہا "اپنے پُتر پوترے تعینات ہوں لام لشکروں میں تو جو کسی ہی چنگی۔"

دین محمد نے جھٹ ڈور پکڑ لی۔ "شاہ صاحب، اپنے انقلابیوں کے کیا حال چال؟ بڑے دھوم دھڑکے ہیں ان کے آج کل۔"

چھوٹے شاہ بولے۔ "جب خودی رام کے ساتھی کو پولس نے قابو کر لیا تو بڑے ظلم و ستم ہوئے اس پر، پر اس مائی کے لال کی ایک ہی چپ۔ اپنے کسی ساتھی کا نام لب پر آنے نہ دیا۔ تنگ آ کر پولس نے سر کاٹ کر بہادر کا کنستر میں ڈال دیا اور کلکتہ بھیج دیا، شناخت کے لیے۔"

"بلّے بلّے او شیرا! واہ موت بھی کیا بھی! اچھی پاک شہادت ہو گئی۔"

کرپا رام کو یاد آ گیا۔ "اپنے انقلابی ڈھینگرے کی خبریں بھی سنائی تھیں اخباروں سے۔ پڑھنے گیا ولایت اور بچھڑے نے جا مارا طمنچہ کرزن کی چھاتی میں اور مردانہ اعلان کیا کہ مادر وطن کے لیے مرنے میں ثواب! چڑھ گیا سورما پھانسی ہنستے ہنستے۔"

میراں بخش جی پریشان۔ "لارڈ کرزن تو مارا نہیں تھا۔ بھلا اس کی جان کیوں لی؟"

"نام سے غلط فہمی ہوئی ہے، پر مرنے والا لارڈ کرزن نہیں تھا! شریکوں میں کوئی ہو گا دور یار کا بھائی بند۔"

"چلو جی، لاٹ بچ گیا۔ ہندوستان میں کتنی کمائی اس کی چنگی ہی تھی۔ اس سے عداوت کرنے میں کیا رکھا تھا۔"

گرودت سنگھ بولے۔ "میراں بخش، بیر عداوتوں میں شکر شیر نیاں تو نہیں بانٹی جاتیں۔ کسی کو مار چھوڑا یا کسی کے ہاتھوں مر گئے۔ جو پہل کرے سو وہ بھلا۔"

شاہ جی کو کچھ یاد آ گیا اور زبان پر رنگ چڑھ گیا۔ "تواریخ بھری ہوئی ہے عداوت اور بغاوت سے ایک بار بیج پھوٹ آئے پھر نہیں رکتیں جنگیں لڑائیاں اسی عداوت کے پیچھے گکھڑوں نے شہاب الدین غوری کی جان لے ڈالی۔"

جہاں داد جی گرما گئے۔ "شاہ جی ہو جائے گا یہ قصہ۔ کہیں تھوڑا بہت سنا ہوا ہے لیکن ٹھیک یاد نہیں۔"

غوری نے بڑھ چڑھ کر حملے کیے ہندوستان پر۔ جب قدم رکھے پنجاب میں پہلے ٹاکرا ہو گکھڑوں سے۔ گکھڑوں کے پاس سارے پوٹھوہار کی مالکی۔ بڑی بہادر قوم۔ ادھر غوری لوٹ کھسوٹ اور ظلم

کا شہنشاہ۔ دو زبر جنگ گکھڑ صفر خان اور زنگ خان کے دماغوں پر عداوت کی لہر چڑھ گئی فدائی خاں کھوکھر کو ساتھ ملایا اور متا پکا لیا۔ کھوکھر بھی بڑے گرم گرار۔

"غوری لوٹ رہا تھا لوہار سے غزنی۔ دھمیاک پر پڑاؤ پڑا۔ قناتیں لگ گئیں۔ خیمے روشن ہو گئے۔ غوری آرام کرنے لگے۔ ادھر دشمن ہوشیار۔"

"موقع ملتے ہی ہلّہ بول دیا۔ پہلے تو خیموں کے باہر پہرہ داروں کو ہلاک کیا۔ پھر باری آگئی شہنشاہ کی۔ وار کئے غوری کے بدن پر پورے بائیس اور بنا شہنشاہ کا چھلنی کر چھوڑا۔"

گنڈا سنگھ نے سر ہلایا۔ "چلو، ہو گئی شہنشاہی ڈھیر۔"

کاشی رام بولے۔ "ہاں جی گکھڑ بڑی بہادر قوم! جو حملہ آور آئے اُس سے بھڑ جائیں۔ کئی جنگیں جیتے اور کئی ہارے۔ کئی بار قتل عام ہوا آخر انھیں دین قبول کرنا ہی پڑا۔"

مولا داد جی بولے۔ "گکھڑ راجہ ہوڈی نے راجہ رسالو کی بیٹی سے شادی کی تھی۔"

جہاں داد جی نے دل ہی دل میں کچھ یاد کیا۔ اجنال والے گکھڑ چودھری مردان علی خاں اور سلطان علی خاں کے قبیلوں کے گن کر پچاس لوگ فوج میں ہیں۔"

فتح علی جی بولے۔ "بنی شاباش! اُن کے بچنے کی جگہ ہی وہیں ہوئی! باقی کھیتوں والے ہیں۔ جہلم، سکدریال روہتاس میں ان کے ٹبر کی بڑی عزت آبرو۔"

"اپنے راجہ محمود خاں صاحب کے ٹبر کی بھی جنگی مشہوری ہے۔"

شاہ جی انداز سے بولے۔ "بادشاہ، پنڈ والے مقرب خاں گھکڑ کو تو نہ بھول جاؤ۔ گجرات جہلم کی مالکی تھی اُن کے پاس۔ بھنگیوں کی نسل اُٹھ پڑی تو اسے چھوڑ کر جانا پڑا۔

گنڈا سنگھ خیالوں ہی خیالوں میں اپنی پلٹن میں پہنچ گئے تھے۔ یکایک یاد آگیا۔ جہلم، رکھ ویل کے لاڈھا صاحب کے دو پُتر عرض خاں اور میرا خاں پنجاب گھوڑ چڑھی میں وردی میجر تھے۔ ان کے ٹبر میں ایک لڑکے کا نام تھا رجمنٹ بہادر۔"

کرم الٰہی جی بہت رعب میں آگئے۔ "بھلا یہ کیا نام ہوا! جھوٹ کیوں کہیں سننے میں تو چنگا رعب داب والا نام جاپتا ہے۔"

"رجمنٹ بہادر کا مطلب پلٹن بہادر، کاشی رام، نام کچھ سنا ہوا سا لگتا ہے میرا خاں۔ وہی تو

نہیں جنھیں عدالت اعلیٰ کی کرسی دے دی گئی تھی۔"

فقیرے نے اپنی ہانک دی۔ "اپنی سنبٹریال والی خالہ کا پُتر کالے پانیوں سے آیا ہے۔ مال گئی تھی ملنے بتاتا ہے کہ انقلابیوں کو وہاں کولہو میں جوت چھوڑتے ہیں۔"

"یہ ڈاڈا ظلم ہے۔ بہادری کی ہتک کرنے والی بات ہے نا! ڈھگوں کی جگہ بندے جوت دیئے!"

سرکار کرتی رہے بے رحمیاں، سرگرمیاں انقلابیوں کی بھی جاری ہیں۔ داؤ لگ گیا تو بندرول کو چھوڑیں گے نہیں۔ پلٹ دیں گے تختہ سرکار کا۔"

"ہاں جی، سر پر کفنی باندھلی کا کون نے تو خوف کیا ڈر کیا!"

"بڑے جگرے اور گُردوں کے مالک۔ اوجی دلی کے چاندنی چوک میں دن دہاڑے لاٹ صاحب کے ہودے پر بم پھینک دیا ارادہ یہی نا کہ یا مر جائیں گے یا مار ڈالیں گے۔"

گرودت سنگھ نے بڑے نخروں سے اپنا دبلا لکال باہر کیا۔ "لو اور سنو ہوا یہ کہ کلکتے حاکم کا تبادلہ ہو گیا لاہور۔ انقلابی لاہوریوں کو بھنک مل گئی۔ بس جی، صاحب ادھر لاہور پہنچا، اودھر آناً فاناً گورے کی گدی گٹروچ!

گنڈا سنگھ نے نسیں پھلالیں۔ "یہ تو حکومت اور انقلابیوں کی ملی بھگت ہوئی نا! ایک نے سگن کیا، پھانسی چڑھا دی۔ دوجے نے تمبول ڈالا، گولی داغ دی۔"

منشی علم دین بولے۔ "جرمن شاہ نے پانی والے قحط میں یا مرکان والے میں اپنے لوگوں کی بیج کے مدد کی تھی۔ ایک مشت ایک لاکھ سکہ بھیجا تھا ہندستان کو۔"

"واہ بات ہوئی نا!"

میبیا سنگھ ٹھونکا لگا کے اُٹھ بیٹھے۔ "میرے جانے لندن شاہی کے ساتھ ان کی کچھ رشتے داری بھی ہے۔ شریک ہی ہوئے نہ ان کے! کوئی دھی بہن بیاہی ہوگی۔ لین دین تو بنتا ہے نا!"

جہاں داد خاں اور گنڈا سنگھ دونوں مل کر دبا کے ہنسے۔ "جو جرمن ہتھیار اسلحہ آئے گا کابل کے راستے تو پہنچ چکا ہمیں بات یہ ہے کہ کابل والے خود ہماری فوجوں کی پرانی بندوقیں لینا چاہتے تھے، پر سرکار نہ مانی۔ فوج میں مشہور ہے یہ بات کہ لاٹ کا یہ فیصلہ تھا کہ ہندوستانی فوجوں کی پرانی

بندوقیں چاہے سمندر میں ڈالنی پڑیں۔ پر افغانیوں کو ہرگز ہرگز نہیں دی جائیں گی۔"

لاٹ کی تعریف شروع ہو گئی۔ "بات لاٹ کی بڑی سیانف والی تھی۔ بندوقیں جاتیں افغانیوں کو اور کابلیوں کی گولیاں چلتیں اپنی گارد اور چھاونیوں پر! بلوچ پٹھان کے لیے مرنا، مارنا روزم ہوئی نا!"

شاہ جی بولے۔ "اس علاقے میں قانون انگریزی چلنا ذرا مشکل ہے۔ ہوا یہ کہ ایک بلوچ نے کسی بندے کے ساتھ بیوی جا بچڑی اپنی۔ بس آناً فاناً دو قتل ہو گئے۔ جرگے کی موجودگی میں معاملہ پیش ہوا۔ انگریز حاکم نے اپنی جانکاری اور قانون کے مطابق تین سال ٹھونک دیے۔ ادھر حاکم نے فیصلہ سنایا، اُدھر رپاسہ پڑ گیا۔ انگریز حاکم نے سوچا ہو گی کوئی بات کی بات۔ جھٹ داڑھیوں کو بلا کر پوچھا۔ "ماجرا کیا ہے؟"

اُنھوں نے سمجھایا۔ "صاحب، اس جرم پر دو یا تین دن یا جرمانہ پچاس کا۔ جناب کو یہاں کے قاعدے قانون دھیرے دھیرے معلوم ہو جائیں گے۔"

فقیرے نے پوچھا: "شاہ صاحب، ایسی حالت میں حاکم کی کیا رہ گئی ہو گی! کچا تو پڑ گیا ہو گا!"

کاشی شاہ نے بات صاف کر دی۔ "اُس نے اپنے سے بڑے حاکم کو مراسلہ لکھ بھیجا ہو گا۔"

کرم الٰہی جی نے ٹھنڈی ہوئی چلم پھر دلی۔ "یہ ٹھیک ہے۔ اپنی لکھت میں تو بڑی ماہر ہوئی نا یہ قوم! چھوٹا اِل بڑے کو لکھے، بڑا اس سے بڑے کو اگلا اس سے بڑے کو۔ شاہ صاحب، ایک بات بتا چھوڑو۔ جنگی لاٹ تو ہوا نا وڈا لاٹ، پر لاٹ صاحب کس کے سامنے جواب دہ ہیں!"

بات یوں ہے چودھری جی، کہ لاٹ صاحب ولایت میں بیٹھے سکتر ہندوستان کے آگے پیش ہو جاتا ہے۔ وہ ہاں کر دے تو ہاں، وہ نہ کر دے تو نہ۔"

"اور جی اپنا جنگی لاٹ؟"

"بادشاہو، جنگی لاٹ ملک کی فوجوں کے مالک۔ مونچھوں کو ماڑا سا تاؤ دینے کا اشارہ بھی کر ڈالے تو دنیا کھڑے جا لگے۔"

جہاں دادجی نے بڑی سوائی ترپ ایسے پھینکی جیسے جنگی لاٹ ان کے قبیلے کا وڈیرا ہو۔ "سول لاٹ اور جنگی لاٹ کے درمیان کچھ کھڑبا کھڑبی ہو گئی۔ جنگی لاٹ نے ایسا پینترا اڑا لا کہ کرزن لاٹ گھٹنوں سے

ہولا ہو کر استعفیٰ دے گیا۔ اور لاٹ جنگی ابھی بھی سجا ہوا ہے۔ اپنی فوجوں پہ۔ بات ہوئی نا؟"

ڈاڈی ہمس، پتہ ایک نہ ہلے۔

دارے کے پرانے بوڑھ کی چھاؤں میں ساری منجیاں بھر گئیں۔

ایک بجے کا دن، اُس بستر۔ جو اُٹھے، کم چھوڑ کر دارے جا بیٹھے میت والی کوٹی پر رونق لگ گئی۔

کوئی لنج نیچے ڈال ڈول بھرے اور پنڈا گیلا کرے۔ کوئی تمبا کرتا اُتار پانی سر پر انڈیلے اور اپنے کو ٹھنڈک دے کر پلٹ جائے۔ گرم حقوں کی حکومت آپ ہی ٹھنڈی ہو گئی۔

کوڑے خاں نے مہندی لگے بالوں پہ ہاتھ پھیرا اور جانک کو آواز دی۔ "مُنڈی کوئی سے پانی کی جھجری بھر لا۔ ماں سے گڑ کی ڈلی لے کر ذرا شربت گھول لا شتابی۔"

"ابھی لایا ابو جی۔"

کوڑے خاں فتح علی جی کی طرف مڑے۔ "پیاس کی بڑک ہی نہیں جاتی۔ اس بڑ مہینے تو اندر باہر بھٹ تپتے ہیں بھٹ۔ اتنا گرم، کاؤں کی آنکھ نکلتی ہے آنکھ۔"

"ہاں جی، ہاڑ تانے اور ساون لائے۔ خداوند مینہہ برسائے تو ذرا چین پڑے۔"

اللہ رکھا پاؤں کے بل زمین پر بیٹھا بدن پر نکلی مروڑیوں کو کھجا رہے تھے۔ فکر سے کہا۔ بادشاہو، پانی اتنا ہی برسے کہ جوار اپنی ٹھیک ٹھاک رہے۔ پار کے سال اتنا پڑا کہ کھیت کی بھاکھی لگ گئی تھی۔"

وزیرے کو اپنی فکر لگی۔ "چودھری جی، اپنی فصل کو بھی سُنڈی لگ گئی تھی۔"

"اللہ بیلی کی نظر رہے سیدھی۔ اپنی فریاد تو اُسی کے آگے۔"

کوئی سے شیرا اور برخوردار دونوں نہا کے اُترے۔

برخوردار کے کانوں میں دُر اور گلے میں کنٹھا۔

شیرے کا جسم کمایا ہوا اور گلے میں کالے ڈورے سے لٹکتا نامہ۔ شیرے نے تمبا دوہرا کر کسا تو

گبرو کے کی جوانی کھل کھل اٹھی۔

چودھری فتح علی کی جی نظر کچھ دیر شیرے پر ٹکی رہی۔ کچھ بھی کہو، اس گھوڑے والیوں نے ہمارے پنڈ کی ہنسلی اُتار لی۔ علیے کی دھی فتح کسی شہزادی سے کم تو نہیں۔ اور چھوٹی دھی رابعاں تو لالہ موسیٰ ہے۔

شیرے نے گیلے پٹے چھترائے بکھرائے اور چھاؤں میں بڑے پتھر پر جا بیٹھا اور بُلھے شاہ کو چھو لیا۔

نہ میں عربی
نہ میں لاہوری
نہ میں ہندی
شہر ناگوری
نہ میں ہندو
ترک پشاوری
نہ میں رہندا
وِچ ندون
بُلّا کیہ جانے
میں کون!

کرم الٰہی جی جھوم اُٹھے۔ "واہ او واہ بابا بُلّے شاہ، تیری واہ ہی واہ! موتی پرو ڈالے مالا میں۔ وہ بھی سچے، پُتّر شیریا، بڑا سوہنا گلا پایا ہے۔ ایک بار اور اُٹھا نے سُر کان میں ابھی بھنک پڑے۔"

فتح علی جی بانہہ پر سر ٹکائے منجی پہ لیٹے تھے۔ اُٹھ بیٹھے۔ "پُتّر جی، گلا کھلا تو ایسا کہ جیوں کسی نے چناب پر سُر پھیلا دیئے ہوں کہ جاؤ، لہروں پر تیرو۔ بہو۔ واہ او مولا، برکتیں پنجاب کے دریا چناب کی اور دوجے بابا بُلّے شاہ کی۔ وارث شاہ بھی بھلا کہاں کم! پران نکال اپنے رلا ملا دیئے کافیوں میں کہ جاؤ لوگو، گاؤ اور اپنی روحوں میں گنجان رکھو!"

سن کر شیرا وہیں آگیا۔

ہندو نہ ناہیں مسلمان،
بیٹھے ترنجن تج ابھیمان
سنّی نہ ناہیں ہم شیعہ
صلح کُل کا مارگ لیا
بھکے نہ ناہیں ہم ننگے
روندے نہ ناہیں ہم ہنسدے
اجڑے نہ ناہیں ہم بسدے
پاپی نہ ناہیں سُدھرمی
پاپ پن کی راہ نہ پکڑی
بلّے شاہ شاہ جو ہر چت لاگے
ہندو ترک دونوں جن تیاگے

واہ.... واہ.... واہ.... بُیترجی! جیسے بول ویسا گلا! بڑے سیانوں نے خوب داد دی پر آنکھیں چرائے رہے۔

مولا تیرے رنگ. گلی ڈنڈا کھیلنے والے بچڑے جوان ہو دارے آن چڑھے. خیر صدقے چڑھتا پور تیار ہوگیا. وقت کی دوڑیں۔

مولادادجی اُٹھ کھڑے ہوئے منجی سے. مصلیٰ بچھایا وضو کر کے سجدہ ادا کیا. نماز پڑھی اور اطمینان سے رکوع وسجود کیا۔

دیوار سے لگی کھُرلیوں سے ہٹ کر چھوٹے بڑے سونچی کھیلنے کے انداز میں ایک دوسرے کو للکارنے لگے۔

کنک پالا جمیا
منڈھ ہوا جوان
پوہ فوجیں چڑھ گئی
ماریا ہندوستان

کسی وڈّے نے آواز دی۔ "او احمقو، پوہ ماہ چھوڑ کے ساون بلاؤ۔"
بچے شروع ہو گئے۔

او لیا مولیا مینہہ برسا
اپنی کوٹھی دانے پا
چڑیوں کے منہ پانی پا
او لیا مولیا مینہہ برسا

کہیں سے سانول کھوجا کا پُتر لوٹا دوڑا دوڑا آیا۔ میلا کچیلا جھگا اور نیچے ننگا۔
شونکے نے چھیڑا۔ "اوئے لوٹیا، تمبی کدھر ہے؟ بے بے سے کہہ کچھ ڈالا کرے، نہیں تو جو بیا کتر جائے گی تیری مسلمانی۔"
لوٹے نے ہاتھ رکھ چھپائی اور مولاداد جی سے کہا۔ چاچا صاحب کندھے پار کیکر کا ہیٹھ ایک بندہ سویا پڑا ہے۔ گلے میں اس کے گٹھریاں پوٹلیاں۔ سر تلے صندوکڑا اور منہ صافے سے ڈھکا ہے۔ اس کے کپڑوں میں سے ہٹیوں والے تایا طفیل سنگھ کی گندھ آتی ہے۔"
محمد علی اور چودھری فتح علی بہت خوش ہوئے۔ تجیبی گو لے۔ تیری ایسی باریک سمجھیں۔ لگتا ہے سانول کھوجی کے گھر اس کا بابا کمبخت جم پڑا ہے۔ عمر خیروں سے جاتک کی صرف پانچ برس اور اور آنکھ کی تک دیکھو۔ پُتر لوٹیا، آ ادھر۔"
مولاداد جی نے سر پر پیار کا تھاپڑا دیا۔ "اپنا لوٹا تا پُتر چراغ ہے چراغ۔ چل پُتر، دیکھیں تمہاری کھوج۔ شونکیا، جا ہٹیوں پر چاچا نصیب سنگھ کو کہتا کہ جھٹ پٹ گڑوے میں لسی شربت لے کے پہنچے۔ تایا طفیل سنگھ نہ بھی ہوئے تو کوئی اور راہی سے نرھایا ہوگا۔"
نصیب سنگھ کو سندیسہ ملا تو لسی کی مٹکی کٹورا لے اُٹھ آیا سنگ سنگ پنڈ کے بچڑے تپتی دھرتی پر ایسے دوڑے کہ پلک جھپکتے بابے کو جا گھیرا۔
شور سن تایا طفیل سنگھ نے آنکھوں پر سے صافہ اٹھایا، آنکھیں کھولیں تو بلونگڑوں کی بھیڑ دیکھ کر لاڈ سے چمکارا، دھمکایا۔ اوئے کھردیو، ٹینیو، مینیو، اس چڑھتی دوپہری تھیں کیسے ہوا پہنچ گئی کہ تایا سانس لینے کو رکا پڑا ہے۔"

شونکے نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ تایا جی، کھوجیوں کے ٹولے سے اگر دارے میں گھم دی کر کیکر تلے کوئی بندہ لیٹا ہے۔ کپڑے لتے سے چاچا نصیب سنگھ کا بھائیا لگتا ہے۔"

بلے او بلے، وڈے کھوجیا! کیوں نہ ہو، سانوں کھوجی کا پتر ہے۔ آنکھ خاندانی ہے"

جو دھرمتا آیا جان طفیل سنگھ اٹھ کھڑے ہوئے تو گلے میں پڑی گٹھری پوٹلیاں بھی ساتھ ہی اٹھ کے کھڑی ہو گئیں۔

کوئی صاحب سلامت بلائے، کوئی پیری پونا۔ کوئی ہاتھ ملائے۔

مولا داد جی نے دیر تک ہاتھ نہ چھوڑا۔ "بادشاہو! آپ کی منشا تو جگ ظاہر ہو گئی۔ اگوانی کو آئے تو پورا پنڈ ہی آ ئے۔ نہیں تو تایا صاحب ترکالاں تک یہیں لیٹے رہتے۔"

فتح علی جی آگے بڑھے۔ "کیوں خالصہ جی، بنگالے کا باٹ ویاپار سارا کیا آپ کے ہاتھوں ہی ہاتھوں میں تھا کہ پنڈ پہنچنا ہی مشکل تھا!"

"تایا جی مال اسباب تو بڑا اکٹھا کر لائے ہو۔ کھٹی کمائی چنگی ہو گئی لگتی ہے۔"

"شکر منا محمد دین، ثبوتا سالم نکل آیا ہوں اس بلے سے!"

"کیوں جی، کیا بنگال ہندوستان میں سچ مچ غدر مچا ہے؟"

"بادشاہو، کیا بتاؤں! جتنی خلقتیں راہ میں، اتنا ہی شور شرابا۔ ہر ٹیشن پہ گارد، سرکار بڑھ بڑھ کر رعایا کو اپنی فوج پولس کی وردیاں دکھائے تو بندہ آپ ہی سمجھ لے گا کہ کوئی اونچ نیچ ہونے والی ہے۔"

اگلے دن تایا طفیل سنگھ کس بخار میں پڑے رہے۔ پنڈا تپے۔ بے بے دلیتن نے اعتبار سنگھ کا نام لیا تو طفیل سنگھ نے ہاتھ سے ورج دیا۔ "میں نے کہا اگلی درگاہ سے جانا ہوگا تو بندہ گولی کھائے اعتبار سنگھ کی یا فضل احمد کی ہے نا فضل ان دنوں پنڈ میں؟"

"نہ دھی جوائیں کے پاس نہروں پر گیا ہوا ہے!"

طفیل سنگھ کو کچھ یاد آگیا تو ہنسنے لگا۔ ہاسے ہی نہ رکے۔

دلیتن نے تیوریاں چڑھالیں۔ "کچھ بتاؤ گے بھی کہ ہنستے ہی جاؤ گے!"

"لے سن۔۔

فضل احمد کی لولیاں
جیون لچھمن کے بالن
پہلی گولی کھائے کے
نکل جائیں گے پران

سنکھی ساندی نصیب کے بھانیا یہ کیا یاد کیا! تاپ چڑھا ہے تو اُتر جائے گا مرجانی فضل احمد کی گولی پہ دھیان لگا لیا:

"بھوپے فضل احمد کوڑی کا حکیم نہ ہو۔ پر میرا وہ لنگوٹیا یار ہے۔ کیوں نہ یاد کروں اُسے! تیری سونہہ یاد کر کے باغ بہاریاں روح نکھر جاتی ہے!"

کلکتے کی خبریں سننے کے لیے لوگوں کی بھوکیں اڑ گئیں۔ روز مجلس جمے اور روز خالصہ غائب۔ آخر حویلی سے بلاوا آیا۔ "خالصہ جی اپنے بھاؤ نہ بڑھاؤ۔ درس دے جاؤ۔ دوا کی پڑیاں کاشی شاہ تیار رکھے گا۔"

تلسے نے دودھ کا کٹورا غٹکا اور حویلی آ پہنچے۔

"شکر ہے، شکر ہے۔ لو جی آن پہنچے ہیں سردار کلکتہ سنگھ۔ چنگے نخرے سیکھ کے آئے ہیں شہریوں سے۔"

مولا داد جی کو جوانی کی پچھلی ڈیوڑھی میں سے کوئی بھولا بسرا شعر یاد آ گیا۔

ایک یہ دل ہے سو جان سے سودائی ہے
ایک تم ہو کہ نہ ملنے کی قسم کھائی ہے

طفیل سنگھ نے مولا داد جی کے گھٹنے پکڑ لیے۔ "بس کر، بس کر میرے مریدا! میری بات کا یقین کر، بچ کے نکل آیا اپنے یاروں پیاروں کی خاطر، نہیں تو سونہہ گروؤں کی بنگالے کا بُرا حال تھا۔"

"بیٹھو، بجو۔ کیا خبریں لائے ہو ہندوستان سے!"

چوکڑی مارتے ہی منجی پہ طفیل سنگھ کا چہرہ کلکتے کے بڑے حاکم والا ہو گیا۔

"لو سنو بادشاہو، لاٹ نے نے نئی ساہا چٹھی نکال ماری ہے!"

عمر کے لحاظ سے صرف کرم الٰہی جی تایا جی کو ڈانٹ جھڑک سکتے تھے

"طفیل سنگھا، اب چھوڑ دے سکھوں والی باتیں۔ میں نے لاٹ کی دھمّی بھن بیا بنے لائق و نئی

کہ ملک کا کام چھوڑ کے پنڈت پاندھوں لگن نکلوانے کو اٹھ دوڑا ہے۔"

تایا طفیل سنگھ کو بچپن میں کھیلا ہوا گلی ڈنڈا یاد آ گیا۔ جواب میں ٹلا مار دیا۔ "فرمان بنگالے

کے بارے میں ایسا جاری ہو چکا ہے جیوں کوئی محبوب سے کہے کر دے بوسہ اور لے ٹھوسہ!"

محفل ہنس ہنس دوہری ہوئی۔

گرودت سنگھ جھنجھلا کر بولے۔ "تایا جی، بتاؤ تو سہی، لیا تو بوسہ کس نے لیا اور دیا تو ٹھوسہ

کس نے دیا؟"

طفیل سنگھ اپنی دساوری ادا میں آ گئے۔ حلقے کو جمرے لاڈ سے چھو کر کہا "بادشاہو! میں

تو بتاؤں گا ہی۔ آخر آنکھ سے دیکھ کے آیا ہوں پر آپ بھی تو اپنی عقل لڑاؤ۔"

محمد دین جی نے نڑی منہ سے نکال لی۔ "چلو لگ گئی پیٹھ ہماری۔ اب مطلب پر آنے کی کرو۔"

طفیل سنگھ نے شاہ جی طرف دیکھا اور بڑی رازدارانہ آواز میں کہا۔ "لاٹ نے بنگالے کے

مسلمانوں کو ٹھنگ دکھا دی۔"

منشی علم دین منجی پر ہی اُچک گئے۔ "بجھارتیں نہ بجھواؤ۔ کھول کر بات کرو۔"

"بات ایسی ہے کہ بنگالے کی پھٹی دھوتی کو دوبارہ بخیہ مارنے کا حکم ہو چکا یا حتی الوسع ہونے

والا ہو گا۔"

"لاحول ولا... یہ کیا سوجھی سرکار کو! وہاں کے مسلمانوں کی روٹی روزی نہ ہندوؤں کو

پچی، نہ حکومت کو۔"

تایا جی بڑے ٹھسّے سے بولے۔ "سیایا تو بادشاہو یہ ہی پڑا نا۔ بنگال میں تمبے والے غریب اور

لانگڑ والے امیر، چھڑ گئی۔ ایک بات میری یاد کر لو، لڑائی میں جیتے گا تو دھنا ڈھا امیر ہی۔"

کرپا رام نے کوسا۔ "نا انصافی اور نا اتفاقی دونوں طرف۔ سرکار بھی کرے تو کیا کرے!"

طفیل سنگھ شاہ جی کی طرف دیکھنے لگے۔ "ویسے دیکھو تو دماغ بنگالی کا بہت اعلیٰ ہو شیار۔ دماغ

کھوپڑا اتنے تیز کہ گوشوں میں ہی سرکار ہلا دیں۔ انقلابی مزاج بس کسر کی بات ایک ہی کہ بعد لوگ

وہاں کا ٹھیکتی نہیں۔"

"بھدر لوگ کیا ہوئے؟"

"وہاں کے ہمارے ساتھی اپنے کو بھدر لوگ کہتے ہیں۔ بھدر لوگ مالس مچھی اور گانے بجانے میں لگا رہتا ہے۔ کم بچور۔ باقی نسوار کی چٹکی اور ساتھ لگی ہوتی ہے لوگوں کو۔"

"بادشاہو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ مالس مچھی یا گانا بجانا کیا اپنے لوگوں میں نہیں! اصل بات تو ہڈوں سے ڈٹ کے محنت لینے کی ہے۔"

"برابر بادشاہو، انسان ڈٹ کے دن دہاڑی کم نہ کرے، مجال مار چھوڑے تو شاہ صاحب یہ مجلس کیوں ایسی بے فکری سے سج سکتی ہے! مان لو بدو بدی ایک بار سج بھی جائے، حقے گرم ہوں تمباکو کی مشکیں لپٹیں اُٹھتی رہیں، پر جبکہ کھیت کھیتوں کی گاہی واہی نہ کی ہوئی ہو تو یہاں آکر کون پرا جمان ہوگا۔"

شاہ جی بہت خوش ہوئے۔ "واہ واہ محمد دین جی، بڑی دانا بات کی ہے آپ نے۔"

میبیا سنگھ شروع ہو گئے۔ "میں نے کہا ملتان کے پٹولی پٹ بھیروں سے سنو! سارا دن آنکھ کی سیدھ پٹ کے دھاگے جوڑ بس بُنیں، کھڈیاں چلائیں، مارگلیدن دریائی دھوپ چھاؤں ٹن ٹن کر نکالتے جائیں۔ مجال ہے کہ کام چھوڑ کر مکھی بھی اڑا لیں۔ ڈٹ کے چنگا کام کرنا اور کم سے کم ایک دفعہ ہفتے میں مجرا ضرور دیکھنا!"

فتح علی جی جوش میں آ گئے۔ "ہنی شاباش لے۔ یہ تو پیر مردوں والا کام ہوا نا! انگریز صاحبوں کی طرح ہفتہ روزہ موج مزے لگے ہوئے ہیں نا بندے کو!"

طفیل سنگھ بھل گئے۔ "بادشاہو کوئی بھرم بھلاوے کی بات نہیں، پرچوں میں آیا تھا کہ ڈھاکے والے نواب کے خزانے پر، جو کرزن لاٹ نے راتوں رات بھروا دیئے تھے، حکومت مع سود بیاج کے واپس لے گی۔"

فقیرے اور نجیبے دونوں کے دل بہت ٹھنڈے ہوئے۔ نجیبے سے نہ رہا گیا۔ "ہو وہی جو اللہ بھاوے! نوابوں کا حال ہم ہماتڑ ساتھوں جیسا ہی ہوا نا! روپیہ لے قرض تو سود سبھی گن کر دینا پڑے البتہ پیغمبر صاحب صلعم نے سود نہ لینے کی قسم تو مسلمانوں کو کھلا ہی رکھی ہے۔ جو بھی کہو بادشاہو یہ لکھتیاں

بکھیڑے کرزن لاٹ کے ہی لگائے ہوئے ہیں۔ چنگی بھلی حکومت چل رہی تھی۔ کبھی یہاں جُھل کبھی وہاں ایچ پیچ میں سے نکلا گیا!"

نجیب نے بُوبھی اُٹھائی جیوں بڑی عقل کی بات کرنے لگا ہو۔ "یہ تو جی اپنے دھگوں کی بانکنے والی بات ہوئی نا؟ ہتھ میں ڈنڈا لے کر کبھی اس ولد کی ڈھوئی میں گھسیڑا، کبھی اُس کی۔"

منشی علم دین نے گھڑک دیا۔ "نجیبے! بملیاں چھوڑ۔ شاہ جی ویسے سوچو تو لاٹ کرزن بڑا سنجیدہ آدمی تھا۔"

جہاں داد جی بولے۔ "یہ تو غلط نہیں کہتے آپ۔ لاٹ نے آفریدیوں کے لیے سڑکیں بنا دیں۔ سننے میں آتا تھا کہ لاٹ کا ارادہ چین روس کی سڑک بنوانے کا تھا۔"

چھوٹے شاہ بولے۔ "لاٹ پولیسوں کی تنخواہ تو بڑھا ہی گیا۔"

گرودت سنگھ بولے۔ "لالے وڈّے نے پتر کے مونٹنوں میں لالے کا جوائیں آیا ہوا تھا بتاتا تھا کہ لاٹ کرزن بڑا عیاش تھا۔"

"یار دنیا ہو، بات کرنے میں لال وڈّے کا کون مقابلہ!"

کرم الٰہی جی بولے۔ "لال وڈّے کی بیٹھکوں کی تو دریا پار تک مشہوری تھی۔ لارنس صاحب نے ایسے ایسے قصّے سنائے۔ ایک کے بعد ایک۔ کہ رات نکل جائے پر بات نہ مکنے میں آئے۔ سنانے کا ڈھنگ طریقہ جیوں کوئی ایران فارس کا داستان گو ہو۔"

وزیرے کا دھیان لاٹ پر ہی ٹکا تھا۔ "شاہ جی رمضان کہتا تھا۔ لاہوریوں میں مشہور ہے لاٹ پچیسی کھیل بہت پسند کرتا تھا۔ عیاش بھی بہت تھے! دلّی دربار کے وقت اس نے لال قلعے میں ننگے ناچ نچوا دیئے۔ یہ بھی کہ لاٹ کی میم ہر روز کھڑ وڑل کی تختی پیتی تھی۔"

بیبیا سنگھ بولے۔ "یہ کہنا مناسب نہیں۔ اتنے بڑے ملک کی وزارت جس کے ہاتھ میں اور بندہ تھوڑا بہت رنگ۔ رس نہ کرے۔ ایسا بندہ بہت ہی سادہ صوفی ہو تو رعایا ملک کے سرتاج کو خفتی سمجھنے لگتی ہے۔"

گرودت سنگھ نے ٹہنڈا دیا۔ "پھر وید حکیم آنے لگتے ہیں ڈیوڑھیوں پر!"

بیٹھک ہاسوں سے گونجنے لگی۔

محمد دین خاں نے چھیڑ چھاڑ کی۔ "شاہ جی، ذرا کھروڑوں کی بات بھی صاف ہو جائے۔"

"مجھ سے پوچھو نا! میں بتاتا ہوں لاٹنی کھروڑں کی بخنی پیتی تھی تو چنگا ہی کرتی تھی۔ آخر کو لاٹ کی میم، زنانی کے لیے لاٹ خاوند کا زور جبر سہارنا کوئی چھوٹی سی تو بات نہیں۔ ساہ ست تو چاہیے نا زنانی میں!"

تایا میبا سنگھ یہ بتا چھوڑ کہ کھروڑوں والی گل بات کہاں سے چلی؟"

"آسانی سے، بتاتا ہوں۔ وہ ہے نا میرے ہم زلف ساڑھوں کا بھتیجہ، پلٹن میں گرنتھی لگا ہوا ہے۔ اُسی نے بتایا تھا۔"

شاہ جی مسکرائے۔ بادشاہو، اس وقت تو تایا جی کی ہی مان لو۔ جہلم جانا ہوا تو فوج کے ٹھیکیدار آدم جی پیر بھائی بوہرے سے پوچھ لیں گے کہ وہ لاٹ لاٹنی کے لیے ککڑ بھیجتا تھا کہ کھروڑ۔"

منشی علم دین چڑ گئے۔ چھوڑو جی۔ لاٹ کرزن کب کا استعفیٰ دے گیا اب نئے لاٹ کی بات کرو۔"

مولا داد جہاں داد جی سے اس موضوع پر بہت کچھ سُن چکے تھے، سو کہا: "لاٹ بہادر اور جنگی لاٹ میں ٹھن گئی۔ جنگی لاٹ اپنے دیسی لوگوں کے حق میں ہیں۔ ٹال مٹول نہیں کرتا۔ دیسی کنڈھوں کو کمانڈری دے دی ہے۔"

شاہ نے ہنکارا بھرا۔ "سرکار نے اپنی پلٹنوں کو جنگی مان عزت بخشی ہے!"

گرودت سنگھ نے نیا ہی پورنا ڈال دیا۔ "لاٹ کرزن نے پنجاب میں پیر بیچھے ڈالا اور متھا ٹیکنے دربار صاحب پہلے پہنچ گیا۔"

منشی علم دین جھٹ کو دپڑے۔ "بھولی باتیں! امرتسر جانے سے لاٹ کا مقصد کچھ اور رہا ہوگا۔ جا کر دیکھنا ہوگا کہ ہر مندر صاحب میں خالصوں نے کہیں اسلحہ تو نہیں چھپا رکھا۔"

شاہ جی ہنسنے لگے۔ "منشی جی، بات تو آپ کی کھری ہے پر اب توپوں تلواروں کا سمے کہاں!"

چھوٹے شاہ بولے۔ "بھرا جی، یہ تو ٹھیک ہے پر ملک بھر میں انقلابی موسم تو چھایا ہی ہوا ہے۔ کہیں ہتھ گولے بم، کہیں پھانسی، کہیں عمر قید۔ وطن کے لیے جان کی بازیاں لگائی جارہی ہیں۔ دیکھیں کیا حشر ہوتا ہے!"

گنڈا سنگھ بولے: "تختہ پلٹنے کی تیاریاں ہیں۔ سرکار د بانے پہ اور لوگ اُٹھنے پہ۔ کیوں آ! آپ تو بنگالے کا حال دیکھ ہی آئے ہو۔"

"برابر۔ اب ہونے والا ہے اور بھی بڑا جھگڑا فساد۔ پوچھو کیسے۔ بنگلے بیٹھا بیٹھی ہوتی حکومت کی۔ انقلابی اور لشکے۔ ایک دفعہ جو جلوسیوں انقلابیوں نے سرکار منائی تو آپ کے لیے بہت بچی۔ اب جاؤ، دوسری طرف مسلمان بھی کیوں نہ نچیں گے۔ آخر کو صوبہ دے کے واپس لے لینا کوئی تھوڑی سی چوٹ تو نہیں۔

خونی آندھی کے غبار ایسے زبر چڑھے کہ دیکھتے دیکھتے گاؤں میں نرتھلی مچ گئی۔ اونچی لمبی ڈالیاں بوڑھ، توت، پیپل، لسوڑھے ایسے گر گر جھولنے لگے جیوں درکھ آسمانی جھولے پہ چڑھ بیٹھے ہوں۔ ماؤں بہنوں کی آوازیں رہ رہ کر کوٹھوں بنیروں سے بلند ہونے لگیں: "ارے نکھو نہ جانے تمہارا ناابرو، پیرت آؤ گھروں کو۔ سو کہے بھنوروں میں پھنس گئے تو ادھر دس کوہ دور جا پھینکے گا۔"

"ہائے ہائے رے خونی آندھی چڑھی دکھتی ہے۔"

کڑیوں کو گالیاں پڑنے لگیں۔ "اری خصم کھانیو، گھروں کو لوٹو۔ جلدی دوڑ آؤ نہیں تو کھیتوں میں پڑی ملوگی۔"

نائیوں کے یہاں سے آواز پڑی۔ "پترو زیریا، نظیریا، گھروں کو آؤ۔ ہیں رے، نہ اندر لا دیکھے نہ بہر لا۔ لو نام حضرت سلیمان کا۔ وہی ان آندھی اندھیروں کا راکھا۔"

"سلیمان بادشاہ، اس پرلو کو سنبھال۔"

کچے پکے مکانوں کے چھت، پٹ بجنے کھڑکنے لگے۔ بندر ادنی اور شاہنی مُنہ پہ لپیٹ نیچے ڈیوڑھی پہنچیں اور حویلی کی سانکل بجا بجا کر نواب سے پوچھا: "نواب چنتا، ڈھور، ڈنگر اپنے اپنے کھونٹوں پہ ہیں نا!"

"خیروں سے سب اپنے ٹھور ٹھکانے۔ کنڈی لگا کر اوپر چڑھ جاؤ ماوتی کا پٹ بھیڑنا نہ بھولنا۔"

شاہنی کے پسار تک پہنچتے پہنچتے داہو رولے کے گھور گھمر بجنے گجنے لگے۔

چاچی نے پانی کے چھینٹے مار کر چولہے کی آگ بڑھا دی۔ چھوٹی شاہنی سے کہا۔ "بند را دیتے جا بچوں کے پاس۔ کنڈی چڑھا کر ما فرادے لینا۔ ہاں ماں بی بی، رابعاں کو ساتھ لے کر کوئی والے پسار میں جا بیٹھ۔ دیکھنا کوئی تاکی نہ کھلی ہو۔ ایسے دہاڑے گھر میں مرد نہیں۔"

شاہنی لاڈلے کو جھولی میں ڈالے سر پر ہاتھ پھیرتی اور پل پل دوہراتی "شاہ سلیمان، کھیا کرنا بچے، کہیں دونوں بھائی راہ میں نہ پھنسے ہوں۔"

کنڈی چڑھا کر دونوں منجی پر آ بیٹھیں۔ دیا اُٹھا کر آلے میں رکھ دیا۔

"چاچی، کاشی رام ساتھ ہوں تو ڈر خوف نہیں۔"

"بچی، دیور تمھارا تو سیالکوٹیئے جوگی۔ رمّال کی سنگت میں رہ آیا ہے۔ آنکھ سے پہچان لیتا ہے کہ برکھا آئے گی۔ آمادھی اندھیرا یا گھنگھور گھٹا۔"

"چاچی سننے میں آتا ہے کہ رتھ بات جوگی بچی فصلوں میں تلوار لگا طوفانوں پر قابو پا لیتے ہیں۔"

آندھی کے زور پسار کی چھوٹی تاکی کھل گئی تو لپک چاچی نے پٹوں کو ہاتھ سے روک لیا۔ باہر گوڑھی لال آندھی اور سنگوں سنگ کہر اور بجلی۔

"چاچی پار کے سال بھی ایسی خونی آندھی آئی تھی۔ سنبڑیال والے سیدوں کی جھونپٹی اڑ گئی تھی۔"

"سننے میں ضرور آتا ہے، بچی، پر کبھی دیکھا نہیں کہ بھینس بھینسڑیاں اڑ جائیں۔"

سائیں... سائیں... آندھی کا زور... اندھیرے گھپ گھپ!

شاہنی رہراس کا پاٹھ کرنے لگی۔ سُروں کے ہلکے ہلتے ٹلتے پا کر لاڈلوں نے ننھیاری انکھیاں ایک ٹک ماں کے چہرے پر گاڑ دیں۔

"واری جاؤں میں، صدقے جاؤں۔ دیکھ ری بچی، وجود تیرے پُتر کا اتنا چھوٹا اور آنکھوں میں ایسی لگن۔"

چاچی نے لالی کے سر پر ہاتھ پھیرا تو بچہ ہنس ہنس کر آنچل کھینچنے لگا۔

"پچھلے جنگوں کا کوئی سنت مہاتما لگتا ہے۔ تیرے کرموں کے پُن۔ پرتاپ سے تیری کوکھ آ پڑا۔"

شاہنی نے سچے بادشاہ کے آگے سر جھکایا اور میٹھے سُروں میں بول اُٹھا لیے۔

چاندی چاندن آنگنی پربھوجیوڑاں

انتر چاندنا

آرادھنا، آرادھنو، نیکا ہری بار

نام آرادھنا

تیاگنا تیاگنا نیکا کام

کرودھ لوبھ تیاگنا

مانگنا مانگنا نیکا ہری جس

گرو تے مانگنا

جاگن جاگنو نیکا ہری

کیرتن مہی جاگنا۔

"ست نام، ست نام!" چاچی مہری نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

دروازے کی درز سے جھانکا۔ گرد و غبار دکھنی سمت مڑ گئے تھے۔ کواڑ کھولتے ہی اونچی آوازیں کانوں سے آن ٹکرائیں۔ "اندھیرے سائیں کا لوگو، مائی کچھی گم ہوگئی۔ گھر سے کٹیا کے لیے نکلی تھی۔"

بے بے کچھی کے پتر پوتر ے ڈھونڈنے نکل گئے۔

گرو دت سنگھ کے شریک مہا سنگھ نے بلند آواز میں کہا۔ "پتر و! بے بے کو ڈھونڈ کے لاؤ نہیں تو سارے قبیلے کی موت ہی موت۔"

"ہائے ہائے رے، اروڑوں کی بے بے کچھی اندھیرے میں گم ہوگئی۔"

"سوکھے بھنوروں میں تو سو ہاتھیوں کی طاقت۔"

"سنتے ہیں پورنا سنگھ کی ودھوٹی ساس کے آگے بولی تھی، بے بے اٹھ کر کٹیا چل دی اری پتروں کے راج اور مال محتاج!"

"نہ سہن ہوا اور غم کھا گئی۔"

لوگ پہلے پہر کچی نیند سے اُٹھ بیٹھے۔

"بے بے آگئی، بے بے آگئی۔۔۔"

لڑکے بے بے کچھی کو چارپائی پر ڈال کر گھر لے آئے۔

کوٹھے پر چیڑھ کر دھا سنگھ نے ہنکارا دیا۔" مہربان سچے پاتشاہ کی ۔ بے بے تین کوس چرائیوں کے کوٹھے جا گری تھی۔ اُسے لے کر آئے ہیں"

بے بے کچھی کنیا والی راہ پر ترکھا ترکھا پاؤں اُٹھاتی سوکھے بھنور میں پھنس گئی آنکھوں میں دھول، گھٹا پڑا تو آنکھیں مچ گئیں۔ پیر اُکھڑے ایسے جیسوں پیر سلیمان کی گج طاقت نے بے بے کو کنیاری پنڈ کے چراریوں کے طویلے میں جا پھینکا۔

آندھی، اندھیر اُترے پیچھے چراریوں کا کاما طویلے کی جانب بڑھا کہ گھرلیوں کے پاس سیانی بوڑھی، کایا گھم گچھا پڑی تھی۔

سُن کر چراریوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ لوہ، تاہ دیکھا نہ گھاؤ نہ کھروچ ۔ صرف بے ہوشی۔ ادھر ٹبر آ اکٹھا ہوا، اُدھر پنڈ میں شور پڑ گیا۔

چراریوں کی گھروالی ستونتو تتا تتا گھی لے آئی اور بے بے کے ہاتھ پاؤں ملنے لگی۔

بے بے نے آنکھ کھولی۔ اِدھر اُدھر دیکھا اور سوکھا سکڑا ہاتھ ہونٹوں پر رکھا۔ کچھ کہنے کو ہوئی پر بول نہ اُبھرے۔

ہونٹ کھول اشارہ کیا۔" پانی۔" بھیڑ میں سے کسی سیانی نے آواز دی۔" اری پانی نہ دینا۔ تتا تتا دودھ لے آؤ۔"

دودھ کے کٹورے میں ڈلی بھر گھی ڈال ستونتو نے مائی کچھی کے مُنہ لگا دیا۔

دودھ نرا امرت۔ گھونٹ اندر جاتے ہی بے بے کا رت پلٹ آیا۔ سر ہلاتے ہوئے بولی۔" پُترو، میرے گھر سندیسہ بھیج دو۔ پُتر میرے مجھے آکے لے جائیں گے۔"

چراریوں کے دوارے بھیڑ لگ گئی۔ گاؤں کا گاؤں آ گیا۔"

بڑی وڈیری میں کسی سچی آتما کا نواس ہے۔ نہیں تو یہ بچی دبلی کایا آندھی اندھڑ میں اُڑ کر جیتی جاگتی اُٹھ بیٹھے! چلو ری، ہاتھ جوڑو، بیری پونا کرو۔"

بے بے کچھی اپنے آگے نمتے سر دیکھ کر آپ ہی سنیاسنی بن بیٹھی۔ ہاتھ اُٹھا کر بھیڑ کو آشیرواد دیا۔

" بچڑو، انسان کی کیا ہستی! کارن، کرن واہگرو سچا پاتشاہ۔ جس کو راکھے سائیاں، مار سکے نہ کوئے!

واہگرو اکال پرکھ تو ہی تو۔۔۔۔!"

خیر سنادیسہ ملتے ہی بے بے پکھی کا تیز بے بے کو لینے آن پہنچا۔

مہا سنگھ شاہوں کے لاکھے گھوڑے پر۔ ساتھ پتر اور پوترے۔ حویلیوں کے گھر رونقیں لگ گئیں۔ باری باری لڑکوں نے بے بے کے پاؤں چھوئے تو مانی پکھی پر ملکہ مہارانیوں کا تیج سروپ جاگ اٹھا۔

"پتر تو رب کی مہر ہیں۔۔۔۔"

دھوئے کیشوں والے مہا سنگھ نے آنکھیں پونچھ لیں۔ "بے بے تمھیں کچھ ہو جاتا تو ٹبر تمھارا منہ چھپاتا پھرتا۔

بے بے کو ہاتھوں میں اٹھا کر مہا سنگھ نے گھوڑے پر بٹھایا تو حویلیوں کی ستونتو کو بھر بھر آسیسیں ملیں۔ "جیتی رہو۔ سائیں جیوے! دھیا تو ضرور کسی جنم کی میری وگھوٹی ہے، نہیں تو اس پچھلی عمرے میں تیرے ہاتھوں کی سیوا لینے آن پہنچی! ملا۔ کبھی سنا تھا بندہ آپ آکر گھر ڈھونڈ لے۔ مہا سنگھو آج سے یہ تیری سب سے چھوٹی بھرجائی ہوئی۔ گھر میں کوئی ڈھنگ حج ہو، اس کا سگن۔ دستور رکھا بھولنا نہ میری بات۔"

"حکم تمھارا سر ماتھے، بے بے!"

چھوٹا سا گھونگھٹ نکالے ستونتو کی آنکھیں سے پھوار پڑنے لگی۔

بے بے کا گھوڑا کیا چلا جیوں آنکھوں کے آگے کوئی درشنی جھانکی نکلی ہو۔

واہگرو، واہگرو، بے بے تو ساکھیات راج ماتا سرکار سی جیتی ہے۔ ربا کٹمب قبیلہ ہو تو ایسا!

برہمن آخری شرادھ کھا، پوجا چکے تو زنانیاں پانی کے کلش اٹھائے پتروں کو وداع کرنے لگیں۔ راہ میں پانی کے چھینٹے تروکتی رہیں۔

ستیوں والے تالاب پہنچ کر ہاتھ جوڑے، سیس نوایا۔ "پتر دیوو! اب بیکنٹھوں کو جاؤ۔ اپنے منڈ، پریوار سے ترپت ہو کر سورگ لوک کو پدھارو۔ آپ جی کے تھان، گھر پریوار اسی طرح اپنی جگہ قائم سلامت رہیں۔

پیتر و داغ ہو گئے۔
گھروں کو لوٹ کر زنانیوں نے گھڑے بھرے۔
پیڑھیاں بچھا کر پُونیا چھولیں۔ تار نکال کر تکلوں پر ڈالے اور سوکھی ساندی گھروں کے شگن شاستر شروع ہو گئے۔

دوپہر ہوتے ہوتے لڑکوں کی ٹولی نے شور مچا دیا۔ "دیانندی آیا چار وید لایا!"

شانتی بولی۔ "سماجی آریہ ہر سال اسی وقت آ پہنچتا ہے۔ شرادھوں سے پہلے یا بعد میں اس کی پھیری ضرور لگتی ہے۔ پر نہ کوئی دان دکشنا، نہ لیہا مانگنا۔ بس منتر بول لیے۔ مذہبی بات چیت کرلی۔"

"بچی، سماجیے کے پیر اور دماغ بس یاترا پر چڑھے رہتے ہیں۔ کہتا یہی کہ ہون کرو، سندھیا کرو۔ ویدک منتر اُچارو۔ ورت الوشٹھان نہ کرو۔ پتر نہ بٹھاؤ۔ سر پھرا شرادھوں کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔ تھالی لگا کر بیچ بچھوڑ نہ ہو پنڈت پاندھا، اچھاگت تو ہے نا!"

بچوں میں سے نہ جانے کس تک جوڑ لی۔

اِدھر آلا اُدھر آلا
بیج آئے ہیں کلی
آریہ کی ماں مری
وینٹری منسی بلی

کاشی شاہ نے سنا تو بچوں کو نصیحت کر دی۔ "یہ کچھ چنگے بول نہیں۔ خبردار کسی نے دہرائے تو!"

سنجھا ویدک مہاشے بیچ گھر کے آنگن میں جم گئے۔ بچوں کو اکٹھا کر جیکارا بلوایا۔ "ویدک دھرم جے رشی دیانند کی جے آریہ سماج کی جے" بچوں کی ٹولی چونکڑا ہی مار پنگتوں میں جا بیٹھی۔ ایک طرف زنانیاں دوسری طرف بتنے۔

آریہ مبلغ نے پہلے بچوں کو مخاطب کیا۔

"بچو، آج دن بھر آپ کے مُنہ سے ایسے وچن سنتا رہا جو یقیناً ہی کانوں کے لیے کڑوے تھے، ناپسندیدہ تھے اور معقول بھی نہ تھے۔ بالکو، میری قابل احترام ماں ابھی زندہ ہیں اور سب کام پر بھو کی کرپا سے ہاتھ سے کرتی ہیں۔ بچو، کل سویرے ہم ودھی وت ہون کریں گے۔ سب بچے کھیت جا، نہادھو یہاں

آچاریہ، ماتاؤ، بہنو، اس بار میں آپ کے بچوں کو گائتری منتر سکھا کر جاؤں گا:

میرے پیچھے پیچھے بولیے۔

ماتر دیوی بھو

پتر دیوو بھو

آچاریہ دیوو بھو

ماتاؤ بہنو مطلب پر دھیان دو۔ ایک ماتا اور دوسرا پتا اور تیسرا آچاریہ یعنی گرو علم دینے والے ہوں تبھی انسان گیانی ہوتا ہے آج صبح جب میں اس گاؤں میں پہنچا تو یہاں کی دیویاں پتروں کو واداع کرنے جا رہی تھیں۔ میں ہر سال یہاں آتا ہوں اور ہر سال بتا کر جاتا ہوں کہ پتروں کے نام ویدک دھرم کے خلاف ہے کیونکہ یہ صرف اندھا عقیدہ ہے۔

جن مردہ عزیزوں کے جسم آگ میں بھسم ہو کر پنچ بھوتوں میں گم ہو گئے ہیں وہ جینے کے لیے آپ کے پاس کیسے پہنچ سکتے ہیں، یہ نرا پاکھنڈ ہے۔ اندھا عقیدہ ہے۔

پیارے گرام واسیو، ذرا سوچو تو بزرگ اعزا اپنا اپنا سفر زندگی مکمل کر کے اس دنیا سے الگ ہو چکے ہیں۔ وہ آپ کی کھیر، پوری کھانے کیسے چلے آئیں گے! میں زور دے کر بتانا چاہتا ہوں کہنا چاہتا ہوں کہ لالچی پاکھنڈی برہمنوں نے اپنے مفاد کی خاطر یہ سارے انوشٹھان برت اور پوجاؤں کی پوپ لیلا بُن رکھی ہے۔ ہمارے دیس کے آلسی نکمے اور کام چور سادھو اور مہادھیشوں نے صرف اپنا مفاد حاصل کرنے کے لیے سارے ڈھونگ اور ہیر پھیر پھیلا رکھے ہیں۔

"کاشی کے لاٹ بھیرو کی کتھا سنیے۔ کاشی کے برہمنوں نے اُڑا دی کہ کاشی کے لاٹ بھیرو میں بڑے بڑے چمتکاری گن ہیں، طاقت ہے۔

"اورنگ زیب کے زمانے کی بات ہے۔ مغل فوج لاٹ بھیرو پر پہنچی تو اتفاقاً دھوئیں کے زور لاٹ بھیرو کی چھت پر لگے مکھیوں اور بھونڈوں کے چھتے چھڑ گئے!"

"جب مغل فوجیں اپنے حملے کے بعد واپس لوٹ گئیں تو پاکھنڈی اپنی گدیوں پر لوٹ آئے۔ بھولے بھالے اندھ وشواسی بھگت جنوں کو جمع کر کے بھیرو کی مہما شروع کر دی۔ دیکھو، دیکھو، بھیرو لاٹ کی شان دیکھو۔ روحانی قوت دیکھو۔ بھونڈوں اور بھڑوں کے روپ میں لاٹ بھیرو نے مغل فوج تک کو بھگا دیا!

گرام واسیو، یہ روحانی چمتکار نہیں تھا۔ بھلا اس میں لاٹ بھیرو کا کیا کمال تھا! آپ تو ہر روز اپنے گاؤں میں بھڑوے کے چھتے دیکھتے ہوں گے۔

"بھائیو! میں رشی دیانند کے قائم کردہ آریہ سماج کا ایک حقیر سا مبلغ ہوں۔ ملک بھر میں گھومتا رہتا ہوں۔ میں نے پاکھنڈیوں کی دھوکا دھڑی اور مکاریاں بہت دیکھی ہیں۔

"رنگ ہے کالیاکنت کو، جس نے حقہ دلایا سنت کو۔"

"دکن میں ایک کالیاکنت کی مورتی ہے جو لگاتار حقہ پیا کرتی ہے۔ آپ کا یہ آریہ سیوک پہنچ گیا۔ وہاں دھیان سے دیکھا حقہ پینے والی مورتی کا منہ پولا ہے۔ پول کھاتہ یہ کہ پیچھے سے چھید نکال کر اس میں حقے کی نڑی جوڑ دی گئی ہے۔ پجاری جی دیوار کے پیچھے حقہ بھر وا کر دیوتا کے منہ والی نلی سے جوڑ آپ جگتی بھاؤ سے مورتی کے سامنے بیٹھ جائیں۔ پیچھے سے حقہ پیتا رہے اور دیوتا کے منہ سے دھواں نکلتا رہے۔ چڑھاوا چڑھتا رہے۔

کرپارام سناتن دھرم میں وشواس رکھنے والے، اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور بولے: "مہاشے جی، مندر کہاں، پجاری کہاں؟ ہمیں اس کھنڈن منڈن سے کیا فائدہ؟"

زنانیاں ہنسنے لگیں۔

"پیارے بھراتا، جو میں کہہ رہا ہوں اس میں سے گہری صداقت برآمد ہوگی۔ جو دیوتا دکن کے اس مندر میں پوجا کے لائق ہے اگر وہ دیوتا ہی ہوتا تو کیا اس کے لیے حقہ پینے سے بہتر کوئی کام نہیں؟"

زنانیاں پہلے ہنسنے لگیں۔ پھر سنجیدہ ہو کر سر ہلاتے ہوئے سناتن سناتن کرنے لگیں۔

"دیویو، محمود غزنوی جب سومناتھ پر پہنچا تو کس طرح مندر کے ڈھونگیوں کا پردہ فاش ہوا، بتاتا ہوں۔"

"خبر ملی کہ غزنوی بے پناہ فوج کے ساتھ سومناتھ پر حملہ کرنے آ رہا ہے۔ دھیان سے سنیے وہاں کے پونگا پنتھی پجاری اس خبر کو سن لینے پر کیا کرتے ہیں۔ پوجا، استوتی، آرتی میں لگ گئے پنڈت پجاری اور ان کے ساتھ شامل ہو گئے بھگت جن۔ سب مل کر گھنٹے گھڑیال بجائیں۔"

"وہاں کے راج ادھیراج چنتا میں تھے پجاریوں نے ان سے بھی کہہ دیا کہ ہے، راجن چنتا نہ کریں، خود بھگوان سومناتھ جوالوں کا ناش کریں گے۔"

"غزنوی کی فوجوں نے گھیرا ڈال دیا تو پجاری، پنڈت، پانڈے سب بھاگ کھڑے ہوئے۔"
نکی بے بے منہ پر انگلی رکھ کر بولیں: "ارے، آریہ یہ کیوں نہیں کہتا کہ بھاگ نہیں گئے تھے۔"
"مندر کے پٹ ٹوٹے تو کچھ جنوں جتنوں نے غزنوی کے آگے ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کی: "آپ تین کروڑ مہریں لیویں پر بھگوان کی مورتی بھنجن نہ کریں۔"
"ملیچھ غزنوی ہنسا: "بت پرست نہیں، ہم بت شکن ہیں۔"
"مورتیاں توڑ دیں۔ وہ لا محدود خزانہ، ہیرے جواہرات، مانک موتی کے ڈھیر لگ گئے۔ مندر کا کلس گرا تو عالمی شہرت یافتہ مورتی چمبک مقناطیس سے الگ ہو کر برباد ہو گیا، چکنا چور ہو گیا۔"
"سامعین، اگر پوچھا۔ استروتی کے بجائے لوگوں نے مل کر بہادروں کی فوج تیار کی بنائی ہوتی تو غزنوی کا مقابلہ کرنے کوئی تو اٹھتا! جو ملک اپنے جوان مردوں کی قدر نہیں کرتا وہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔"
"بھائیو، ایک ہندو ذات کو پونگا پنتھیوں نے ہزاروں لاکھوں ضمنی ذاتوں میں بانٹ کر اس کی قوت کمزور کر دی ہے۔

جیوں کیلے کے پات پات میں پات
جیوں کوئیوں کی بات بات میں بات
جیوں گدھے کی لات لات میں لات
تیوں ہندوؤں کی ذات ذات میں ذات

سبھا ہنس ہنس کر دوہری ہوئی۔ بچے لمبی ہیک میں مل مل کر دوہرانے لگے۔

جیوں کیلے کے پات پات میں پات
جیوں گدھے کی لات لات میں لات

ان کے سلسلے کیا کیا نہ سناؤں آپ کو۔
کوئی مچھلی کھانے براہمن
کوئی تیر کھانے براہمن
کوئی وید پتر براہمن

کوئی دھن پوترے، کوئی بھوج پوترے

کوئی سندھو پوترے"

کنارن چیڑے نے اٹھ کر کہا۔" آریہ جی، یہ کیا لے بیٹھے، سنانی ہو تو کام کی سناؤ، نہیں تو آیاں چلے"

"میں آپ کو پاکھنڈیوں کی کارستانیاں بتاتا ہوں۔ منتر اچارٹوں کی ویدک رسم کو چھوڑ کر ججمانوں کو سمجھایا۔ جاپ کرو مالا کے۔ پر الگ الگ دیوی دیوتاؤں کی موتیوں کی طرح الگ الگ مالائیں مقرر کر دیں"

شیوئے بھدراکش کی پھیریں۔

ویشنو تلسی مالا پھیریں یا چندن مالا پھیریں۔

شکتی کی پوجا کرنے والا اندرادرش کی مالا پھیریں۔

عام ہندو کدم کی مالا پھیریں۔

امیر برہمن، کھتری، اور بنیا بقال مکمت مالا پھیر سکتا ہے۔

"یاد رہے پنڈت براہمنوں نے یہ بھی قانون بنا دیا کہ مفلس آدمی کمل ڈوڈے کی مالا پھیرے۔

"ماتاؤ، بہنو، ان گھڑیالی پنڈت گسائیوں سے سدا ہوشیار رہو"

زنانیاں بڑبڑانے لگیں۔" یہ کیا رہی خالی براہمنوں کی بدخواہیاں!"

مہاشے جی نے جھٹ موضوع بدل دیا" سنو عجبو، کسی بیراگی پوپلیلا والے گرو کے دو چیلے تھے۔ وہ ہر روز گرو کے پیر دبایا کرتے تھے۔ دونوں نے ایک ایک پیر کی خدمت بانٹ لی۔ ایک دن ایک چیلا بازار ہاٹ کو چلا گیا۔ دوسرا اپنے مخصوص پیر کی خدمت کر رہا تھا کہ گرو نے کروٹ لی اور اس کے والے پیر پر گرو کا دوسرا پیر آ گیا"

چیلے نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، اٹھا کے ڈنڈا پیر پر دے مارا۔

گرو جی چیخے۔"ارے دشٹ، تو نے یہ کیا کیا؟"

چیلا بولا۔"میرے مخصوص پیر پر دوسرے کا پیر کیوں آ چڑھا؟"

اتنے میں دوسرا چیلا آ پہنچا۔ اپنے مخصوص پیر کی خدمت کرنے لگا تو دیکھا۔ پیر سوجا پڑا ہے۔

پوچھا "گروجی، یہ میرے مخصوص پیر بیٹ کیا ہوا!"

گرو نے جب واقعہ سُنایا تو دوسرا چیلا بھی چپ چاپ اُٹھا اور ڈنڈا اُٹھا کر زور سے گرو کے دوسرے پیر کا بُھرتہ بنا دیا۔

"آس پاس ہنگامہ برپا ہو گیا۔ گروجی رونے چلّانے۔ لوگ جمع ہو گئے۔"

پوچھا "کیا ہوا بابا؟"

بابا نے چیلوں کی حرکتیں بتائیں تو ایک عاقل بولا "جی بلو، احمقو تمھیں یہ تک نہیں پتہ کہ دونوں پیر ایک ہی گرو کے ہیں۔

بڑا باتہ پڑا۔

آریہ پرچارک گمبھیر ہو گئے "مولوی ذکاء اللہ نے آریہ کی تعریف کی ہے۔ بقول ان کے آریہ کے لفظی معنی ہیں معزز، ممتاز اور برگزیدہ۔

"چلو ری بہنا، چلو۔ آریہ شروع ہوا ہے تو بولتا ہی جائے گا۔"

"اُٹھو، چل کے چوکے، چولھے لگیں۔"

"اری، انگیاری ٹھنڈی ہو گئی تو دودھ کے نیچے اُپلا کیسے لگاؤں گی۔"

سبھا تتر بتر ہوتے دیکھ کر مہاشے نے دوسرا موضوع چھیڑ دیا۔ "ایک بار برہما، وشنو اور مہادیو نے اتری کی بیٹی ستی انسوئیا سے زبردستی کی کوشش کی۔ مجھے صاف کہنے کی ضرورت نہیں اتنا سمجھ لو کہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۳۷۶ میں زنا بالجبر کے مطابق ان تینوں دیوتاؤں پر مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔"

"اُٹھو ری اُٹھو، یہ کوئی چنگی باتیں نہیں۔ کس دیکھے دیوتے اور کس دیکھی رشی وگھوئی۔"

بھگوان پاندھا براسا پگڑ سر پہ اُٹھائے اُٹھ کھڑا ہوا۔

تمتمائے چہرے سے اِدھر اُدھر دیکھا پھر شاہ جی سے کہا "اس پاپی سماجی کے مُنہ سے آپ کیا سن رہے ہیں۔ دیوتاؤں پر لانچھن لگانا ہی کیا آریہ دھرم ہے؟"

شاہ جی گمبھیر بنے رہے۔ سر ہلا کر کہا "یہاں لڑائی جھگڑا نہیں، کھنڈن۔ منڈن ہو رہا ہے۔ سنو بھی اور سناؤ بھی۔"

بھگوان پاندھا بپھرنے لگا۔ "اِس سماجی کا منہ بند کر دیجیے۔ کھیرے میانی میں بھی دیا نند لیلا نے

شولنگ کا ایمان گیا تھا۔ یہ آریہ پرچارک ہندوؤں کے لیے آستین کا سانپ ہیں۔"

چھوٹے شاہ نے بیچ بچاؤ کیا۔ "مہاشے جی، کچھ گیان، دھیان، منتر، ہون کی بات کیجیے، بحث مباحثہ، تردید تائید چھوڑ دیں۔"

آریہ نے بھجن شروع کر دیا۔

شرن پربھو کی آؤ کہ یہی تمھے ہے پیارے
مکر، فریب اور جھوٹ کو تیاگو
ست میں چت لگاؤ رے
یہی تمھے ہے پیارے
اُدے ہوا ہے اوم نام کا بھانو آکے درشن دکھاؤ رے
پان کرو اس امرت رس کو اُتم پدوی پاؤ رے
یہی تمھے ہے پیارے

کرپا رام بھنجھناتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ "بھجنیک جی، آپ نے کیا سمجھا اس گراں میں سب اگیانی، مورکھ ہیں۔"

"ما تاؤ، بہنو، بھراتاؤ، آج اتنا ہی کل میں آپ کو ویدوں کی کتھا سناؤں گا۔ میرے ساتھ بولیے۔

بے حقیقت ایک کاغذ بے حقیقت ایک رنگ
کیا ہے یہ تصویر مجھ میں چشم حیرت کیوں ہے دنگ
دیکھتی ہے کیوں زمانے کی نگاہوں کے فریب
آ رہا ہے کیوں خیالات حقیقت میں نشیب
بت ہے تو ایک دست انساں نے بنایا ہے تجھے
بت شکن لوگوں نے پھر کیوں سر چڑھایا ہے تجھے
خاک غزنی ہی سے اُٹھتے ہیں فقط محمود کیا
بت شکن بھارت میں کوئی بھی نہیں موجود کیا

میں بنوں گا بت شکن پرزے اُڑا دوں گا تیرے
میری طاقت دیکھنا ٹکڑے اُڑا دوں گا تیرے
توڑے بت اغیار کے محمود نے گھر چھوڑ کر
اور میں چھوڑوں گا ان اپنے بتوں کو توڑ کر

"باقی کل۔ بول سوامی دیانند کی جے! بول آریہ سماج کی جے!"

بوڑے نے بنا سمجھے بوجھے جوڑا۔ "بول بت شکنی کی جے!"

"واہ بالک تو اونچا چڑھے گا! تو آگے بڑھے گا!"

بیٹے کے لیے آشیش وچن سن کر بوڑے کی ماں بہت خوش ہوئی۔ پاس جا کر آریہ کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے۔ "مہاراج روکھا سوکھا جو بھی ہے، آج کا بھوجن میرے گھر۔"

پیچھے سے شالو کی ماں نے آواز دی۔ "میں نے کماچ کی کڑاہی اور کالے موٹھ چڑھے ہوئے ہیں۔ لڑکے کے ہتھ منگوا لے۔"

بھگوان پانڈے کا جی جل گیا۔ "اس دیانندی کو کالے کالے بھٹے بینگن کھلاؤ۔ اس کا کلیجہ جل بھن جائے۔ اسے بواسیر پھوٹے ۔ ۔ ۔ ۔"

زنانیاں ہنسنے لگیں۔ "پاندھا جی بے چارے بھنبک سے آتی خار آپ کا دودھ کھیر تو سات جنموں تک پکے۔ برہمن کی جون اتنی جلدی نہیں بدلتی۔ مشرا دھ جیم جیم ابھی تو ہضم بھی کہاں ہوئے ہوں گے! آریہ کو بھی کچھ کھا لینے دو۔"

شاہنی کی بھمبر والی موسی سے پتر مٹھ چند اور روپ چند اپنی بہنو شاہنی کو ملنے آن پہنچے تو بھائیوں کا ریاستی بانا دیکھ لوگ عش عش کر اُٹھے۔

جموں فوج کے بانکے ایسے بن ٹھن بچیں گویا محلوں کے راجکمار ہوں۔ ریاست کی جاگیرداری کے لش لش کرتے سوار گھوڑوں پر سے اُترے تو گاؤں میں دھومیں مچ گئیں

منہ ماتھا گو بھی کے پھول سا گٹھا ہوا۔ سر پر ڈوگری پاگیں اور بانکی چالیں۔ یوں جا ہیں جموں یونوں

کی جوڑی ہو۔

"ملاجی، شاہوں کے گھر تمبوں فوج اُتری ہے۔"

"چھوڑری چھوڑ، یہ تو ملک انگریز کا ہے۔ یہاں دیسی فوج کا کیا کام!"

"سنتے ہیں شاہنی کے موسیرے بھائی ہیں۔"

بلیاں بے بے شاہنی نے چوکے میں بٹھالیاں پروسیں تو تانک جھانک کر گاؤں کے بچوں بچیوں نے حد ختم کر دی۔

ایک آئے، جھانک جائے۔ دو جا آئے، پٹ پٹ تکے۔ تیسرا ہنس کر بھیت کے پیچھے ہو جائے۔ چھوٹے بھائی بہنوں کو گودیوں میں اُٹھائے کڑیاں ایڑیاں اُچک اُچک تاکیں اور چنیاں سر پر رکھ پل پل شرمائیں۔

چاچی مہری نے گھرکی دی۔ "جاؤری جاؤ، نکالاں کو کیٹا کی طرف گیڑا پھیرا لگائیں گے تو انھیں جم جم دیکھنا۔ تمھارے تو ماسے لگیں گڑیو!"

چاچی چوکے میں بیٹھ متھ چند اور روپ چند سے ٹھٹھا کرنے لگیں۔ "پتر و، تمھاری بہین دیکھ کر لڑکیوں کا یہ کوڑی پھیرا۔ تمھارے پہاڑ کی لڑکیاں تو ہاتھ لگے میلی ہوں، پر رے کوئی دیس من بھا جائے تو بہن کے کان میں کہہ دینا!"

شاہنی نے توے پر روٹی ڈالی۔ ہنستے ہنستے بھائیوں کی طرف دیکھا۔ تصویر کی طرح بیٹھے رہے۔ نہ کچھ کہا، نہ آنکھ ہی جھپکی۔

روٹی پیچھے کھانڈ۔ ملائی کھا کر دونوں بھائی ہاتھ دھو باہر آئے۔ رابعاں کی گود میں لالی کو دیکھا۔

مٹی جنتی ڈوڈا لکو پاس گھسی بیٹھی تھیں۔

مینڈیاں گنتھے سر پر میلی کچیلی دوپٹی ہیسے جنتی کا سڈول مکھڑا۔ مٹھی کی انکھیاں ایسی جیوں کسی نے پھانکڑیاں سجا رکھی ہوں۔

لڑکی مرجانی نے ایسی ڈھون دی کہ چراغ حسن ڈوگرے پھیکے پڑ گئے۔

جنتی نے مٹھی کی بانہہ پر چکوٹی کاٹی اور اس کی چُنی کھینچ کر کہا، "ہوش کر ری! کہاں دیکھے

چلی جاتی ہے!"

لالی کو سگن دے کر دولوں بھائی نیچے اتر گئے تب بھی مٹری کی انکھیاں یوں ہی ٹکی رہیں۔

مٹو نے دھپا مارا۔ "اری مورنی، پاؤں دیکھ اپنے پاؤں!"

مٹھی سچ مچ اپنے پاؤں دیکھنے لگی تو ماں بی بی پاس آن کھڑی ہوئی۔ "کیوں ری، تیرے پاؤں کو کیا ہوا! کیا دیکھتی ہے!"

"کچھ نہیں ماں بی بی!"

"تو ری، مکھڑے پر حیرانیاں کیسی ہیں؟"

شانو ہنس ہنس دوہری ہوئی۔ "اس کا تو ہیٹھلو سانس ہیٹھو اور اوپرلا سانس اوپر۔"

"کیوں ری، چت من تو ٹھکانے ہے نا!"

مٹو نے آنکھیں مٹکائیں۔

رانی کو راؤ پیارا

کوی کو کاؤں پیارا

ماں بی بی نے جھوٹ موٹ تیور چڑھا لیے۔ "کچھ راہ کر ری، یہ کیا مسخری، مذاق ہے! چندپنا بن کے چہک رہی ہو!"

رابعاں پہلے چپ رہی پھر آنکھیں اٹھا کر بولی۔ "سرخ ڈوگروں کا جامہ بانہ دیکھ مچل رہی ہے۔"

"کیوں ری ہنسارانی، تو کہاں کی آئی سیانی! بے بو، تو کبھی ان ہی کے گوٹھ کی ہے۔"

رابعاں کچھ کہنے جا رہی تھی کہ شاہنی کی بانگ پڑ گئی۔ "ماں بی بی، دو ستھری بچھائیاں نکال دے باگے کو۔ منگنے پر دو کورے کھیس پڑے ہیں پٹڑیوں دار!"

چاچی خوش ہو ہو گئی۔ "میں نے کہا بچی، تیرے ان ریاستی بھائیوں کے تُل کون! میری محنت کامیاب ہوئی۔ میرے مہمانوں کا آنا کب روز روز۔"

"چاچی ویر میرے سیالکوٹ اُترے تھے کسی پڑتالی معاملے میں موسی نے کہا۔ لالی کی بدھائیاں ضرور دے کے آنا۔ چاچی ڈھنگ تج پر ہی میل ہے نا!"

"خیر مہر، سمے سمے لالی بچھڑے کے سگن شاستر ہوتے رہیں۔"

"تیرے منہ گھی شکر پاپو! نوبت باجے کروں سے!"

چاچی نے جٹ میٹھے سروں والی گھوڑی چھیڑ دی۔

بھری آں ہیرے موتیاں دے تھال

دیئی آں تے کمیوں دے لاگ

لاڑے دے من مٹھڑی دا چاؤ

وے جیویں انبڑی نوں دیکھنے دا چاؤ

چھوٹی شاہنی چاچی کے ساتھ شامل ہو گئی۔

جے توں چڑھیا گھوڑی وے

تیرے سنگ بھراواں جوڑی وے

"بدھائیاں بدھائیاں جٹھانی! اب منہ میٹھا کرو!"

شاہنی گھوڑیوں کے چاؤ میں بیچ بیچ گئی۔ "صدقے جاؤں لالی کی دادی پر، چاچی پر! ہیں ری، تم نے کون سی شے اچھی! لو منہ میٹھا کرو۔ لالی شاہ کے ماہے لائے ہیں۔"

دیورانی ہنسی مذاق کرنے لگی۔ "سوہنی بیڑی پائیں ڈوگروں کی اور نگدی نری سوکھی ملکنی۔"

شاہنی کے تیور چڑھ گئے۔ "منہ میں تو ڈال کے دیکھ پہلے۔ نرا بھنا ہوا کھویا ہے۔"

چھوٹی شاہنی منہ میں ڈال ہنس ہنس دوہری ہوئی۔ "میوے بادام کا بھنڈار ریاست ہیں اور تم نے میرے کہے سچ مان لیا! کبھی مذاق بھی سمجھا کرو جٹھانی!"

شاہنی جھینپ گئی۔ "ہواری ہو امزاجو! باتوں میں کوئی جیتا ہے تیرے سے آج تک!"

رات دیوانوں کی لو حویلی میں محفل جم گئی۔

کرپا رام نے چلم بھروا ہولکا سا اشارہ دیا مہمانوں کو۔ "بادشاہو چکھو! دھر کابل کا تمباکو ہے۔"

دونوں بھائیوں نے بڑے سیانوں کا مان رکھا۔ ہاتھ جوڑ دیئے۔ "کھرا!"

من ہی من شاہوں نے بہت سراہا۔ "کپتر، سپتر کوسوں سے پہچانے جاتے ہیں۔ رسم رواج اپنے دیسی درباروں کے سوتے سلیقے والے ہیں۔"

محمد دین نے بات چھیڑنے میں پیش قدمی کی۔ "بادشاہو! اپنے ڈوگر شاہ جموں کشمیر کے کن رنگوں میں!"

متھرا چند کی پاگ ماشہ بھر چڑھی۔ "مہاراج کے سونے رنگ اور سمرتھ ڈھنگ!"

کرم الٰہی جی نے سر ہلایا۔ "ویسی دربار کی چیٹھ ہوتلوں میں!"

روپ چند کے ماتھے پہ ماڑا سا تیوڑ ابھرا۔ "بہشت جیسے دربار کے در اونچے، دنیا کے جھکے ہوئے!"

میراں بخش کو کھانسی آگئی تو چودھری فتح علی ہنسنے لگے۔ "شاہ صاحب آپ کو تو پتہ ہے میراں بخش کے وڈے وڈیرے خالصہ بھاجڑوں میں کشمیر سے نیچے اترے تھے۔ دل اس کا وہیں لگا رہتا ہے۔ بات کون سمجھائے کہ دانے پردادے والی گلی جھگی کوئی فتح میدان تو نہیں تھی جو اب بھی اکھنور میں کھڑی ہوگی۔ اگر ہے بھی کوئی بچا کھچا چھت چھپر تو خیرے کتنے سوار گھوڑے گنا گئے ہوں گے۔"

ہنس ہنس مونچھیاں ہلنے لگیں۔

گردت سنگھ داڑھی کھجلانے لگے۔ پگڑی کھول لپیٹی، پھر کھول کر لڑ تو لگا تو مولا داد جی نے ٹوکا۔ "پیارے خالصہ جی! یہ کیا ٹونا ٹوٹکا ہے۔ پہلے داڑھی ہاتھ لگایا، پھر صافہ کسا۔ اب کہیں تیغ تلوار نکالنے کی تیاری تو نہیں!"

کرپا رام نے گرمایا۔ "بادشاہو! کرپانیں، تلواریں تو خیروں سے خالصاؤں کے پاس۔ البتہ توپوں کا نام لو تو کوئی بات بنے!"

شاہ جی نے باری ہاتھ میں لے لی۔ "مشہور توپ ہے زمزمہ کہتے ہیں کہ جس کا زمزمہ اس کا پنجاب!"

جہاں داد جی نے سر ہلایا۔ "بادشاہو! توپ کیا ہوئی شہنشاہ بھنگی ہوگئی!"

منشی علم دین شروع ہوگئے۔ "خواجہ سید کے پاس شاہ ابدالی کی توپ دریا چناب میں ڈوب گئی تھی۔ سردار ہری سنگھ بھنگی نے ترکیب سے نکلوا دی۔ بس جی، بھنگیوں کی توپ کے نام سے مشہور ہوگئی!"

شاہ جی نے اپنے خزانے کی چابی گھما دی۔ "توپیں ہر لشکر اور ہر فوج کے پاس مغل بادشاہوں

نے ایسے چن چن کر نام رکھے کہ چھوٹا موٹا تو نام سن کر ہی کنارے ہو جائے۔"

مولا داد جی کو رس آنے لگا۔" دو چار نام ہمیں بھی بتا چھوٹو، مغلوں کی آن بان کا ہم بھی مزہ لے لیں۔"

"مغل آن بان، اور رعب داب قائم کرنے میں بہت ماہر، توپوں کے نام ایسے جیسوں شاہی خاندان کے شہزادے ہوں۔ شیر دہان، غازی خواں، گڑھ بھنجن، فتح لشکر!"

کرم الٰہی کو سن سن کر سرور چڑھنے لگا۔" واہ واہ! شاباش بھئی شاباش، بابر کے پوتو، پڑپوتو! تم نے بھی کیا حکومتی عقلیں پائیں۔ کر نے والے کر گئے حکومت ہندوستان پر!"

کرپا رام کی ناک پر جیسے کوئی مکھی آن بیٹھی ہو۔" چودھری صاحب، وقت کی بات ہے۔ چیڑھ تلیں تھیں حکومت کی جب خاندان مغلیہ جوانی پر تھا! ڈھلتی پر آیا تو فرنگی کے آگے پٹاخے کی طرح پھُوپھس ہو گیا!"

اپنے اپنے خون کے پسینے آتے دیکھ شاہ جی نے بہت دانائی سے بات بدل دی۔" سنتے پڑھتے میں آتا ہے کہ بادشاہ جہانگیر کچھ نہیں تو آٹھ بار کشمیر پہنچا۔ اور آخری سانس بھی اُس نے کشمیر میں لیا۔"

"شاہ صاحب، ان دنوں دلّی سے کشمیر پہنچنے میں کتنے دن لگتے ہوں گے؟"

"اندازہ دلّی سے لاہور مہینہ ڈیڑھ۔ ایک اور لگا لو لاہور سے سری نگر، راستہ تو یہی تھا نا اپنے گجرات دولت نگر ہو کر۔"

چھوٹے شاہ بولے۔" بھرا جی، کابل سے لاہور گھوڑوں پر دس گیارہ دن اور دلّی سے لاہور مہینہ ڈیڑھ کیوں؟"

کرم الٰہی جی بولے۔" لالے وڈے نے بتایا تھا کہ جب وہ کشمیر گئے تھے تو تانگے چلتے تھے گجرات سے سری نگر۔ یہ سمجھ لو پورے پندرہ دن کا سفر تھا۔ صرف گجرات سے سری نگر پندرہ دن۔"

نجیبا بولا۔" تو یاد شاہو، شہنشاہ جہانگیر پہنچا کشمیر آٹھ بار صرف نظارے دیکھنے کہ کچھ لڑائی جھگڑے کی وجہ تھی۔"

"کشمیر کے باغ، بہاریں اور بہشتی نظارے شہزادے، شہزادیاں نہ پہنچیں کشمیر کی وادیوں میں

تو اور کیا ہم جب لوٹ جائیں گے زعفرانی کیاریاں سونگھنے۔"

"جہانگیر پہنچا کشمیر آٹھ بار اور شاہجہاں صرف چار بار۔"

منشی علم دین بولے "شاہجہاں کے وقتوں میں ہی بھمبر والے راجے نے اسلام قبول کیا اور شاہجہاں نے اُسے راجہ دولت مند کا خطاب عطا کیا۔"

شاہ جی نے اپنا دبلا نکال پھینکا "جہانگیری وقتوں کی بات ہے۔ راجپوت سردار دھرم چند یونانی حکمت میں بہت ماہر۔ اس کی بڑی شہرت۔ جہانگیر بادشاہ بیمار ہوا تو اس کو فرمان ملا۔ دہلی پہنچو۔ بیماری روگ بادشاہ کے کچھ ایسے نا قص کہ بڑے بڑے وید حکیم رہ گئے۔ شرط دہلی دربار نے یہ رکھی کہ جو بادشاہ سلامت کو راضی کر دے گا نکاح میں اُسے شہزادی مل جائے گی۔

یہ خبر ملتے ہی دھرم چند دلی پہنچے۔ رب کا فضل و کرم۔ خمیروں کشتوں سے بادشاہ کو ٹھیک کر دیا۔ پھر کیا تھا۔ شہزادی بیاہنے کو دھرم چند شادی خاں بن گئے۔"

فوجی مزاج ہونے کی وجہ سے جہانداد جی بہت لطف اندوز ہوئے۔ ٹوکتے ہوئے کہا "پہلے تو بادشاہ شہنشاہ کے حکیم کو ہی مات دی۔ پھر خمیروں سے وہ جس کے سر دامادی پگ بندھ گئی ہو! کیا کہنے۔ شاہی دربار میں رسوخ و دوا اور محلوں میں عمل شہزادی کا! بندہ بہشتی برکتوں کا تو مالک بن ہی گیا نا!"

"جہاں داد جی، یہیں تو پنگا پڑ گیا۔ دلی جا کر راجپوت منیں کا دل نہ لگے۔ نہ پہاڑ، نہ برف، نہ ٹھنڈی ہوائیں۔ اپنے گھر سے ایسے اداس ہوئے کہ راتوں رات دلی چھوڑ کر وطن لوٹ آئے۔ شہزادی بہت ناراض۔ شہنشاہ سے شکایت کی۔ اُس نے اُٹھا کر فوج بھیج دی۔ شادی خاں بہادری سے لڑا، پر لڑائی میں مارا گیا۔"

روپ چند نے سر ہلایا "تو شہرہ تحصیل میں شادی خاں کا ٹھکانہ بنا ہوا ہے۔"

گرو دت سنگھ بولے "کہنے والے کہتے ہیں کہ ڈوگرے، جب ایک ہی منہ کی دو شاخیں ہیں۔ ایک آل دھرم چند کی دوسری شادی خاں کی۔"

میّا سنگھ چونک کر اُٹھے "میں نے کہا ایک اور بھی رشتہ ہوا تھا راجوری کے راجہ کی دھی اورنگ زیب سے بیاہی گئی تھی۔"

شاہ جی نے مٹھو چند، روپ چند کو بات چیت میں شریک ہونے کے لیے کہا: "اپنے مہاراج سے بھلا کیا بھولا ہوا ہے! جموں راج کے باشندے ہوئے! ہاں جہاں دادجی! اورنگ زیب کشمیر پہنچا امرنا! ایک بار شاہی لام لشکر اور ساتھ روشن آرا بیگم شاہی کارواں پیر پنجال پار کرنے کو ہوا کہ خبر ہے کیسے ہاتھیوں کے جھنڈ میں افراتفری مچ گئی۔ بیگم کا تو بچاؤ ہو گیا، پر کئی ہاتھی زنانہ سواریوں کے ساتھ کھڈ میں جا گرے۔

گردت سنگھ خوب ہنسے: "برا ہوا شاہ جی! آپ ہی بتاؤ کہ اورنگ زیب دوبارہ کشمیر کیوں جاتا! زنانہ مال کا نقصان کوئی چھوٹی سی بات تو نہیں۔"

"یہ تو ہوئی نا شاہی علامتیں۔ لشکر، فوج قدم نہ بھرے جب تک کہ گاگریں بھری بھرائی ساتھ ہوں۔ پھٹے منہ!"

میبے سنگھ نے ٹھٹھا پڑا دیا: "گینڈا سنگھ تیرا جواب نہیں۔ بیویوں کو گاگریں بنا چھوڑا۔ دم تو ہے تیری بات میں، گاگریں ہی ہوئیں نا! ہولی ہولی اپنے خالی ہوتی جاتی ہے!"

کاشی شاہ نے موضوع بدل دیا: "سنتے ہیں گدی پر بحال ہونے کے بعد جموں شاہ کی انگریزوں سے جنگی مُہر ہو گئی ہے۔"

حاجی جی نے اپنے علم کا مظاہرہ کیا: "صلح نامے راستی کے اور بڑھے ہوئے ہاتھ دوستی کے! ایک کی اوکڑ ضرورت دوسرے کا حکم حاصل!"

روپ چند نے منہ کھولا: "رعایا نہ کر بیٹھی صلح نامے انگریزوں سے! صلح نامے برابری کے!"

منشی علم دین بولے: "برا تو مانا نہ مہاراجو، دس پندرہ برس تو جموں دربار لپیٹے پلٹنیاں مارتا رہا، کبھی بوڑھے بیلے جا کر کرزن لاٹ کی امداد سے گدی نشینی ہوئی بوڑھے شیر کی!"

دونوں بھائی مٹھو چند اور روپ چند ایسے اُٹھ گئے منجیوں سے جیوں چھاؤنی میں بگل بجا ہو۔

"جے دیو! مہاراجہ کا لون کھا کر اُن کی شان کے خلاف بات سننا ہمارے لیے ادھرم! بھائیا جی، ہمیں حکم ہو۔ اوپر چل کر موہی سے بات کریں۔"

سنتے ہی منجیوں پر منڈیاں ڈھیلی پڑ گئیں۔ کرم الٰہی جی نے جھٹ پٹ بات سنوار لی: "معافی جاگیر دارو، ہتھ بندھی معافی۔ شہزادو، ہم تو آپ کا دل لگاتے ہی بیٹھے ہیں۔ بادشاہو، دنیا میں کون

پیدا ہوا ہے جو کشمیر شاہ پر پھبتی کس سکے!"

مولا داد جی سہارا دینے کے لیے بڑھے۔" سوبنہ اللہ پاک کی، جس کی پگڑی پر خدا نے بہشت کی کلغی لگا رکھی ہو وہ" مجسم نر مرد ہوا نا! اُسے کس لاٹ بھڑوے کی امداد کی ضرورت ہے!"

شاہ جی کی آمد و رفت لگی رہتی تھی ریاست میں۔

"لاٹ کرزن جب جموں دربار کے تلک پر گیا تو اُس نے خاص اعلان کیا تھا کہ سرکار انگریزی کی منشا کشمیر کو دوسرے صوبوں کے ساتھ ملانے کی نہیں۔ مطلب مدعا یہ تھا کہ دونوں سرکاروں کے بیچ رشتہ برابری کا ہے۔ پھر کیا تھا! مخالفین چپ ہو کر بیٹھ گئے!"

دین محمد بولے۔" بادشاہو، سلامی تو توپ کی ایک مان نہیں۔ جموں دربار کو خیروں سے اکیس توپوں کی سلامی لگی ہوئی ہے!"

مٹھو چند، روپ چند کا موڈ بدلتے دیکھ کر لکو خاں بولے" بادشاہو ریاستی لشکر کے کیا ڈیرے ڈنکے ہیں!"

"کرپا ہے دیو کی، ڈوگرہ فوج اول اور اعلیٰ، چودہ رسالے مستعد کشادہ اور جنگی فوج کے ایک ٹکڑی مہاراج کی سیوا میں جاگیرداری۔ یہ دونوں سیوک مہاراجہ کی اسی ٹکڑی کے سوار ہیں!"

"چلتے چلتے، بات ہوئی خاندانی راجے مہاراجاؤں والی!"

کاشی شاہ نے بات آگے بڑھانے کو پوچھا" روپ چند اس ٹکڑی کی خاصیت کیا ہے!"

"بھائیا جی، ریاست کے ٹھکانے داروں کے پُتر پوتروں کی پلٹن کہلاتی ہے یہ۔ ہر جاگیری یا کُنبہ قبیلہ ایک نہ ایک فرزند ضرور بھیجتا ہے۔ اس ٹکڑی میں!"

حاجی جی کا پوترا قربان علی ہانگ کانگ پولس رسالے میں بھرتی تھا۔ پوچھا" پُتر جی، خرچے بھتے کا کیا حساب کتاب ہے!"

روپ چند نے اہنکاری ادا دکھا دی۔" گھوڑا اپنا، پوشاک اپنی، اور خدمت اپنے مہاراج کی!"

"یہ تو دوسری فوجوں سے سوائی بات نہ ہوئی!"

جموں والوں کو یہ طنز پسند نہ آیا۔ سر ہلا کر کہا" انگلستان کا شاہی دربار بھی خاندانی جاگیرداروں کے دستے تعینات کرتا ہے۔ جیسا چلن وہاں، ویسا چلن یہاں!"

اس جواب سے ڈیرا جٹ کے اکھڑوں کی بیٹھ لگ گئی، سو دبادب حقّے گڑگڑانے لگے۔

"دوسری ریاستوں کے حال نرم گرم ہی برخوردار! یہ بتاؤ کہ جموں کشمیر میں رعایا کی سنوائی؟"

"برابر سنوائی۔ کھلے دربار کوئی کھڑا ہو کے کہہ دے۔ مہاراج عرض ہے! تو سنوائی پکّی۔"

شاہ جی ہنسنے لگے۔ "سنوائی بیشک پکّی، پر نذر، بھینٹ پہلے۔ غلط تو نہیں ہے مٹھ چند!"

مٹھ چند بہت دلکش ہنسی ہنسا۔ "بھائیاجی، سولہ آنے سچ! مہاراج سے نذر، بھینٹ نہیں چھوڑی جاتی۔"

روپ چند نے من ہی من میں ڈیرہ جٹ پر چڑھائی کرنے کی ٹھان لی۔ "ان سے بڑے مہاراج نے لے لے نذر جموں میں بہت سے مندر شوالے بنوا ڈالے۔ بس، آرزو مہاراج کے من میں یہی کہ جموں کو کاشی بنارس بنا دیں۔ سنسکرت پاٹھ شالائیں چلا دیں۔"

منشی جی ہضم نہ کر سکے۔ "ہاں جی، ہمیں راجپوت جو نہ کرلیں سو تھوڑا۔ شاہ جی، وہ اپنا بارہ مولا والا خاندان مجھے گجرات صرافے مل گیا۔ شالوں کی گانٹھیں لے کر امرتسر جا رہا تھا۔ بتا رہا تھا کہ کشمیری برہمن جو کا جو کریں، اُنھیں راج کی طرف سے پوری چھٹی۔ باقی رعایا سے سلوک حکومت کا مسلّیوں سے کیا بیتا!"

چودھری فتح علی نے بات مناسب نہ سمجھی۔ "سہولت سے! علم دین، خبر ہے کیا بات ہے کہ حقّے کی چلم کی طرح بھکتے ہی رہتے ہو! اصل بات تو یہ ہے کہ ریاست دیسی جو بھی ہو، انگریز کے راج کے برابر نہیں۔ جھوٹ کیوں کہیں، انگریز کے قانون میں شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔"

منشی جی ڈٹے رہے۔ "چودھری جی، اصل بات پر آتے دو مجھے۔ کشمیر شاہ بُرا نہیں، وہاں کے پنڈت پیرزادوں نے حد ختم کر رکھی ہے۔ وہاں کوئی ایک معاملہ ہے! اورنگ زیب کا جزیہ تو ہوا نہ مشہور۔ وہاں زر نکاح، زر چوپان، زر چوب فروشی، زعفران فروشی، پشم فروشی، پھب فروشی!"

منشی علم دین یکایک ایسے بھڑکے کہ مجلس کا لحاظ بھول کر تابڑ توڑ بولتے گئے۔ "اور تو اور مسلمانوں کو ہتھیار رکھنے کی اجازت نہیں!"

چودھری فتح علی اور جہاں داد جی نے اپنے اپنے حقّے اُٹھائے اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ "چلیں شاہ جی! منشی جی نے آج ایسی کھٹی ڈکار ماری ہے کہ سر کو چڑھ گئی ہے!"

شاہ جی سر ہلاتے ہوئے بولے۔ "بھرم نہ کریم چودھری جی! منشی جی یہ تو پھیر تواریخ کے جز ہینے لگے، کہری لگی ہیر رعایا ہندوستان کی کیا اپنے وطن چھوڑ کر کہیں اور چلی گئی! رب آپ کا بھلا کرے، خاندان مغلیہ میں بھی سبھی طرح کے شاہ بادشاہ ہو گزرے ہیں۔ بابر جیسے تیغ کے ہیبا، اکبر جیسا نیکدل اور اورنگ زیب جیسا سنگ دل ۔ ۔ ۔ !"

گنڈا سنگھ رو میں آگئے۔ "میں نے کہا جہانگیر کی تو جدی پشت بدل گئی! باپ خیروں سے اکبر جیسا سچا مغل اور ماں سچی راجپوتنی! خون کی تاثیر تو بدلنی ہی تھی نا۔ نہ بدلی! اب بتاؤ منشی علم دین جی، ہے کچھ جواب آپ کے پاس!"

"لو بادشاہو! اپنے پنڈ کے برخورداروں نے کھودا بھی تو سیدھا کوہ سلیمان ہی کھود ڈالا۔ دنیا پہنچی، اباداں، افریقہ، کنا ڈا اور یہ نالائق جا پہنچے ہیں۔ لاہور ٹیشن! ساری وردیاں چھوڑ کے پہنی تو وردی لال پہنی!"

شاہ جی کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ "محمد دین کس کی بات کرتے ہو!"

وہی جی اپنا مہر علی اور رملا جوں کا خوشیا۔ دونوں نالائقوں نے مل کر منصوبہ بنایا اور دونوں جا پہنچے ہیں لاہور۔ نائی رمضان نے چوراں والی کے دینے کے ہاتھ رقعہ بھجوایا ہے کہ دونوں سامان ڈھونے کے لیے لگے ہیں۔ ٹیشن پر!"

فتح علی جی کچھ دیر کھانستے رہے۔ "دیکھو، دونوں تنگڑے جوان گھر کھیت ہی چھوڑنے تھے۔ تو فوج کی بھرتی بری تھی! جانا ہی تھا تو نالائق ہانگ کانگ، شنگھائی جاتے۔ ماڑ دنیا افریقہ پہنچی ہے۔ احمقوں نے پینترا ڈالا تو وہ بھی لاہور ٹیشن کا۔ او کناڈے ریل پڑ رہی تھی۔ راہداری لے کر اُدھر ہی منہ کر لیتے۔ چنگا کماتے کھاتے!"

کرپا رام نالائقوں کی حرکتیں ہنگلانے لگے۔ "لاہور کسی مار پر گئے ہیں۔ نائی رمضانی انھیں کہیں سبز باغ دکھا گیا ہے۔ ایک شام میں کھیت سے لوٹا تھا تو کھٹے والے کھوہ پر کھڑے تینوں باتیں کر رہے تھے۔ میں اُدھر سے لنگھ پڑا۔ نائی رمضان لڑکوں کو ہنس ہنس بتا گیا رہا تھا۔ گل گلاب اور

کیتکی شراب! اب آپ سمجھ لو معاملہ یہ شروع ہوا تو کہاں سے ہوا! فرمان علی، تمھارا لڑکا ہے، آخر کچھ تو پتہ تمھیں بھی ہوگا ہی۔"

فرمان علی بڑی سوچ میں۔ شاہ جی میری تو عقل بدھی ٹھکانے نہیں۔ دل بہت اداس ہے۔ جس کا پتر گھوڑے کی سواری کرنے میں قابل ہو وہ ٹیشن کا ٹٹو جا بنے تو باپ کا دل ہنسے گا تو نہیں، روئے گا ہی نا!"

نجیبے نے ہمدردی جتائی۔ "چاچا، سن کر میرا اپنا دل بڑا کھٹا ہوا۔ مہر علی کا کیا چہرہ مہرہ طرح سے پہن پچر کے نکلے تو نواب زادہ لگے۔ دیکھو لڑکوں کی مت ہی ماری گئی نہیں تو یہاں کیا کمی تھی!"

جہاں دادجی بولے "ایک بار سوچ بھی لیا جائے کہ جوان جہان لڑکے ہیں۔ پنڈ سے باہر نکلنا چاہتے ہیں۔ یہ تو کوئی نقص والی بات نہیں۔ باقی بات بری تو سامان ڈھونے کی ہے۔"

کرم الٰہی جی نے سر ہلایا۔ "ریل گاڑیوں نے بھی تو اُدھم مچا دیا۔ اُلٹے بندے کسی نہ کسی طرح ٹیشن تک پہنچ گئے۔ جا بیٹھے ڈبے میں۔"

"چودھری جی، بھاڑا تو بھرنا پڑتا ہے نا سفر کرنے کا! میری آنکھوں دیکھی نہیں پر سننے میں ہے کہ رمضان لڑکوں کو جھنگڑ، ناواں دکھا گیا ہے۔"

"بادشاہو، ریلوں کے جال بچھا دیئے انگریزوں نے۔ جتنی گاڑیاں اُتنے ٹیشن جتنے ٹیشن اُتنا آدم اترے گا، چڑھے گا۔ ساتھ پنڈ پوٹلی بھی لائے گا۔"

فرمان کے ساتھ اللہ رکھا بھی آن بیٹھا تھا۔ کہا "ٹیشن گجرات کا میرا بھی دیکھا ہوا ہے۔ ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ مسافر آپ اتریں گدّی سے اور بھار۔ اسباب کوئی دوسرا اُٹھائے۔ اپنے پنڈوں کے لوگ اُتریں، کوئی گنڈ، پوٹلی ہو تو سر پہ رکھی اور باہر نکل آئے۔ شہریوں کی دوسری ہی چالیں۔ ڈھوئیوں نے سامان ڈھویا ہوا ہے سر پہ اور شہریئے بجھر خالی ہاتھ پیچھے پیچھے چلے آتے ہیں جیبوں دوالہ نکلا ہوا ہو۔"

کرم الٰہی جی بولے "فرمان علی، لڑکا تمھارا شروع سے ہی تیز تلخ ہے۔ دماغ میں اس کے کچھ کُنی ہے نا اُس کے۔ ہر فصل پر یہی کہ کریں گے کھیتی تو مالکی پر۔ فرمان علی نے باندھ رکھا ہوا تھا۔

موقع ملتے ہی نکل پڑا۔"

"شاہ صاحب، پُتّر تو میرا ہے پر مجھے کسی اور کا لگتا ہے۔ یا میں اُس کا باپ نہیں یا یہ میرا پُتّر نہیں۔"

"سمجھے فرمان علی، اُس کا لاہور جانا کوئی اتنی دُکھ والی بات نہیں۔ وہ پُتّر کیا جو باپ سے آگے نہ نکل پڑے۔"

"شاہ صاحب، اب کیا بتاؤں آپ کو! اُس کی طرف سے میں معافی مانگ لوں گا۔ لڑکے کے دماغ میں بس جٹّ فتور بیٹھ گیا ہے کہ قرضے میں پڑی کھیتیوں کی مالکی ہماری ہے۔ لاکھ سمجھاتا ہوں پُتّر، ہم شاہوں کے دیندار ہیں۔ اُس کی ایک ہی رٹ کہ کھائی ہے تو میں نے پوری تھون ہی کھائی ہے، نہیں تو میں بھوکا ہی چنگا!"

مولاداد کچھ سوچتے رہے۔ "شاہ صاحب، ایسے جاتک کو پانچ دس جماعتیں پڑھوا دیتے تو چنگا تھا۔ عقل بدھی میں تیز ہے۔"

"برابر، چودھری جی، بتاتا ہوں، کیا بات ہوئی ہے۔ بیٹھا بیٹھا حویلی کی طرف دیکھ ایک دن کہنے لگا۔ ابو، گھر اونچا پکا ہو، طویلے میں مال بھنڈار ہو اور کھونٹے پر ایک گھوڑا ہو، کھیتیاں اپنی ہوں، پھر اور کیا چاہیے بندے کو!"

"میں اس بگڑیل سرزوری سے بڑا تر لکا۔ میں نے ہوائی گھوڑے کی لگام کھینچ دی، پُتّرا، تو چاہتا ہے تو گھڑ کیوں نہ جانے گا! پر چتا ہے تو لگے گا تا! میں نہیں دیکھوں گا میرے پُتّر تو تیرے دیکھیں گے۔ مہر علی، اللہ بیلی نے نظارہ یہ تیرے لیے جوڑ بھی دیا پُتّر جی، تو پھر تمہیں گل ڈوڈی بھی چاہیے ہوگی! وہ آگئی تو پھر گل، پھل بنتے بنتے نواب مہر علی بھی ہوگیا تو تو پھر ریاست چاہیے ہوگی۔ پُتّرا، ارمانوں کی حدیں نہیں۔ آج یہ، کل وہ، بندے کا صبر ختم ہو جاتا ہے!"

"شاہ جی، لڑکے پر جن سوار ہوگیا۔ بپھر گیا۔ بندھے پڑی کھیتیاں تم ہی واہو گا ہو، فصل کٹے تو ڈھیریاں لگاؤ بناؤ! آج پیچھے میں نے یہ کام کرنا۔ نہ اس دھار کے کھوہے سے لنگھنا ہے!"

"بہیترا سمجھایا کہ برخوردار، تیری یہ تلملاہٹ تلخی میری سمجھ میں نہیں آئی آخر کو شاہوں سے روپیہ ہمیں نے مانگا اُٹھایا۔ ان کی طرف سے کوئی بدسلوکی نہیں پُتّر جی، ہم گئے مانگنے اور انھوں نے

ہماری مدد کو دیا بس اتنا ہی نا!"

"شاہ جی، اس کے بعد تو لڑکا ہد ہد، ہد ہد کرتا ہی گیا۔ ماں نے بھی سمجھایا کہ مہرا، میرے کھاہنڈ اونچی اکڑیں، پگڑیں مار کے جٹ نہ نواب بنے، نہ شاہ!"

کاشی شاہ نے چھپی دبی نظر بڑے بھائی پر ڈالی۔ پیشانی کے تیور ہولے ہولے گھراتے رہے۔

جہاں دادجی نے پوچھا۔ "اس حساب سے تو تم سے پوچھ کر ہی گیا نا!"

"یہی سمجھ لو۔ رات بھر بھنبھناتا رہا!"

فرمان علی بیٹھے بیٹھے شاہ جی کی منجی کے پاس آ گئے اور کہا۔ "شاہ جی، پیتر جو کہتا ہے وہ مجھے غلط ہی غلط لگتا ہے۔ پر ایک بات کہتا ہوں کہ جوان لڑکا ہے۔ جوانی کی بات تو بپھری گھوڑی جیسی ہوئی کہ پہنچا ہے تو میں نے کوہ قاف ہی پہنچا ہے نہیں تو میں کھائی میں جا گروں گی۔ نالائق نے باپ کی ضد سے لال وردی پہن لی۔"

منشی علم دین کو جانے کیا سوجھا۔ جھک کر کہا۔ "اصل کر حسن تو لڑکے کے دماغ میں بھی کہ زمین کی مالکی ہاتھ میں نہیں! باپے دادے نے قرض اٹھایا تو اس کا کیا قصور! ان ہی باتوں سے لڑ جھگڑ کر گیا ہے۔"

فتح علی جی نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ "چلا ہی گیا ہے تو خیر صدقے دیکھے دو لاہور کے بھی موسم، بہاریں۔"

"مجھ سے پوچھے کوئی تو ان دونوں جوڑی داروں کو بی بی انارکلی کھینچ کے لے گئی ہے۔ جگر سارا رمضان کا چلایا ہوا ہے۔ بیان کرتا رہا۔ وہاں کی حسرتیں برکتیں۔ بندہ ہو پیاسا۔ تر بایا تو آپ دوڑ دوڑ جاتا ہے پانی کے پاس۔ یہ تو گبرو جوان ٹھہرے۔ پینے کو دریا بھی کم!"

مولاداد جی بڑی لحاظ داری سے شاہ جی سے نظر چراتے رہے۔

شاہ جی نے نجیبے اور لگو خاں سے پوچھا۔ "کنوئیں کے کیا رنگ، بہاریں ہیں۔ مال ٹنڈیں اچھے لگوائے ہیں نا!"

"جی۔ شاہ جی، ڈب کی مال ڈالی ہے۔ ٹنڈیں اپنے نقتے نے دیدیں۔ چنگی پکی ہوئی ہیں!"

بجیبے نے شاہ جی کا شکریہ ادا کرنا چاہا۔ "ایک بات کہتا ہوں شاہ جی، کہ کنوئیں کو بھول بھال نہریں ہی سرکار کے خیال سے پڑ گئیں۔ اپنے رب کھو کیا بُرے! اللہ کے فضل سے ایک کھوے کی ایکڑ زمین سینچ جاتی ہے۔ مارسو، سینکڑے کھو ویران کر سرکاسے نہریں بچھا دیں۔ بیٹھے بٹھائے بکھیڑے ڈال دیئے نا!"

"بکھیڑا کیوں کرامات کہو! ایسا کمال تو آدم کے ہاتھوں آج تک نہ ہوا۔ مارہ لالی بریتی زمین میں سبزے اگا دیئے۔"

"لو جی، گھر کے سے تو اپنے ڈھوشکل مل گئے ہیں۔ جو بی یہ انہی کی ہے آفر پٹواری جی آؤ۔ پٹواری جی، نہروں کی وجہ سے اپنے دریاؤں کی بڑی مہا مشہوری۔"

"صحیح ہے جی۔ اپنے چناب کی نہروں نے مصر کے دریائے نیل کو پچھاڑ دیا ہے۔ خالی چناب کی نہریں ہی کل تین لاکھ ایکڑ زمین کی سینچائی کرنے کے قابل ہے۔"

"بیبی شاباش اسے۔ پانی ہی پانی! برکتیں ہو گئیں نا!"

میبا سنگھ ہوشیار ہو بیٹھے۔ "برکتیں یہ تو خدائی ہوئیں۔ لگا جھونڈی رب نے صوبہ پنجاب کو دریا نہ بخشے ہوتے اس دھرتی پر تو سرکار فرنگی کیا ریتی سے پانی کھینچ سکتی تھی!"

شاہ جی بولے۔ "اس سے جڑا ایک اور راز ہے۔ سرکار انگریزی نے جب نہریں نکالنے کی ٹھانی تو عرضی، پرچے پر چناب اور جہلم کی ٹھن گئی۔ دونوں کا مقابلہ ہو گیا۔"

"چناب اپنا بڑا البیلا دریا مگر ماہرین نے کہا۔ دریا کے پینڈے میں مضبوطی نہیں۔ اُدھر جہلم بھی بھارا۔ گو ہرا زور آور، پر آخر کو فیصلہ چناب کے حق میں ہی ہوا۔"

کرم الٰہی جی نے خوشنمائی کی۔ "حکومت کی صفتیں تو کم نہیں۔ دریا چناب پہ آٹھ میل لمبا پل بنا کے رکھ دیا۔"

دین محمد بولے۔ "نہریں تو سرکار نے اس لیے دیں تاکہ جٹ کسان کے حالات بہتر ہوں، نہیں تو بڑے بڑے دریا۔ پُل حکومت نے سر پر اُٹھا کر لندن تو نہیں جانے!"

شاہ جی نے کچھ گہری ڈبکی ماری۔ "اس کی ایک وجہ اور بھی تھی کہ سرکار کاشت کاروں کو شاہوکار کے چنگل سے بچانا چاہتی ہے۔ زمینوں کی مالکی والا قانون اسی کی پیش بندی تھی۔"

جٹ آسامیوں کے دلوں میں گھس لیسی ہونے لگی پر شاہوں کا مُنہ ملاحظہ رکھنے کو مولاداد جی بولے "شاہ جی، یہ تو چنگا ہے سرکار نے اپنے صوبے کے لیے نہروں کے پانی موڑ جوڑ دیئے۔ پر یہ کوئی انگریزوں کی انوکھی کامیابی نہیں۔ پہلی حکومتیں بھی کنویں، نہریں کھدواتی رہیں۔"

کاشی شاہ نے کہا۔ "شاہجہاں کے وقتوں میں علی مردان نے کئی نہریں نکلوائیں بنوائیں۔"

"علی مردان بہت قابل شخص ہوا ہے۔ ولایتی پڑھائیوں سے پہلے کی بات ہے جب اس نے برساتی پانی کو دلّی والی نہر میں جمع کر دیا تھا اور لاہور کے شالامار باغ کو سینچنے کے لیے اس نے راوی سے نہر نکال دی تھی!"

شاہ نے سرا پکڑا۔ "حاجی واہ نہر لے لو۔ دیوان ساون مل کے کاردار غلام مصطفیٰ خاں نے بنوائی تھی۔ اپنے کھیتوں کی سینچائی کے لیے! دوسرے بھی پانی لگا لیا کرتے تھے۔"

"غلام مصطفیٰ کے فوت ہونے کے بعد نہر سرکار نے سنبھال لی۔ ٹبر پیچھے پڑ گیا۔ اس کے سارے لڑکوں نے سرکار پر مقدمہ کر دیا۔ کئی سال جھگڑا چلا۔ اعلیٰ عدالت لندن جا پہنچا۔ کچھ سال ہو گئے ہیں۔ خبر نکلی تھی کہ غلام مصطفیٰ کے ٹبر نے مقدمہ جیت لیا ہے۔"

فتح علی جی چپّی سے چلم پھرولتے رہے، پھر کش کھینچ کر کہا "کچھ بھی کہو، انصاف سرکار کا بُرا نہیں!"

گرودت اپنی رو میں شروع ہو گئے۔ "لاہور کے شالامار باغ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے شالا باغ کا نام دے دیا۔ فرمایا، شالامار کیوں؟ سیدھا سادا شالا باغ کیوں نہیں! اور سنو، مہاراجہ کے حکم کے مطابق ہنسلی نہر کو امرتسر تک کھینچا گیا۔ وجہ یہ کہ ہرمندر صاحب کا سروور بارہوں مہینے بھرا رہے۔"

میر بخش کا دھیان گنڈا سنگھ کی جانب گیا۔ "کیا بات ہے خالصہ جی، آج چپ چپ نظر آتے ہیں!"

"سن رہا ہوں، سن رہا ہوں۔ اپنی بادشاہتوں کی سج دھج کے لیے بادشاہوں کو بھی بہت کچھ اوپر بیٹھ کرنا پڑتا ہے۔ کسی نے مقبرے بنوا دیئے، کسی نے بلند دروازے، کسی نے قلعے اُٹھوا دیئے، کسی نے محل سروور۔ حکومتوں کا یہ کرم۔ کارج چلتا رہتا ہے نا۔"

ڈھونکل مل جی نے سر ہلایا۔" یہ تو ہوئی نا حکومتی چمک دمک۔ باقی جٹ کسان کو بیج پانی کی سہولت نہ ہو تو بتاؤ کون کھیتی کرے گا؟ اور کون معاملے بھرے گا؟"

کرم الٰہی جی بہت خوش ہوئے۔" بات تو کھری ہے۔ سچ پوچھو پٹواری جی، تو حکومت کے ساز باز اور تاج سب ہی کچھ صحیح سلامت جٹ کسان کی کاشتکاری سے ہے۔"

گنڈا سنگھ بول اُٹھے۔" ہم نے کہا ذرا تھوڑا۔ اسی راہ فوجیوں کو بھی دے ڈالو۔ مان لیا جائے کہ کاشتکار سرکار کے ہاتھ ہیں تو منہ ماتھا سرکار کا فوجیں!"

جہاں داد جی بہت خوش ہوئے۔" فوجیں پلٹن حکومت کے رعب داب اور کھیتی کاشت ملک کی کھاد، خوراک! پلڑا دونوں کا بھاری ہے!"

مولا داد جی نے غور و فکر کرنے کے بعد نئی بات نکال لی۔" ڈھونکل مل جی۔ سرکار نے اپنی نہریں نکالیں۔ دریاؤں پر باندھ باندھے پر اپنی جہاز رانی کا کام کیوں ڈھیلا کر دیا! سرکاری بیڑا مال اسباب ڈھوتا رہتا تھا۔"

"برابر یاد شاہو۔ سرکاری بیڑا لاہور سے سامان لاد کر کراچی پہنچانے کا لیتا تھا ایک روپیہ من۔ اور ملتان سے کراچی آٹھ آنے من۔ لاہور سے کراچی پہنچنے کے لگتے تھے پورے پینتیس دن۔ اور تو اور، مال پشاور سے کراچی بھی اُترتا تھا۔ اٹک سے چھوٹے بجروں میں مخود کالاباغ اور کالاباغ سے سکھر۔ سکھر سے سامان پھر چڑھے سرکاری بیڑیوں میں وہاں سے کوٹڑی پھر کوٹڑی سے ریل میں کراچی۔"

چھوٹے شاہ بولے۔" لالہ وڈے بتایا کرتے ہیں کہ ان دنوں مال اسباب کی راہداری مٹھن کوٹ بنا کرتی تھی اور جہاز رانی کی پانچ مشہور کشتیاں تھیں۔ جہلم، چناب، نیپیر، راوی اور بیاس۔

"راوی بیڑی خاص پنجاب لاٹ کے استعمال کے لیے رکھی گئی تھی۔ پہلی بار راوی چلا ہے مخدے سے سکھر اور پھر واپس سکھر سے مخد پورے اٹھاون دنوں میں۔"

"دو مہینے ہی ہوئے نا!" فقیرے نے پوچھا۔" شاہ جی بیڑیاں تو جہلم کی بھی بہت مشہور ہے۔"

اللہ رکھا پوچھ بیٹھا۔" جہلم بیڑی کی قیمت کتنی پڑ جاتی ہو گی؟"

"یہی کوئی پانچ چھ سو۔"

"ایک بیڑی کتنا بھاری بوجھ اُٹھا لیتی ہے؟"

چار پانچ سو من! اپنے دریا میں جو پڑی ہیں بیڑیاں، وہ ذرا چھوٹی ہیں۔ ماڑی کھوکھراں کلو وال، بھلوال، سودرا، جھانگے، سعداللہ پور، قادر آباد آتی جاتی رہی ہیں۔ کرایہ بھی بہت واجب ہے جی! بندے بچے کا تین پائی۔ کاٹھی والا گھوڑا ایک آنہ تین پائی۔ گائے بھینس چھ چھ پائی اور بھیڑ بکری تین تین پائی۔ یہ تو ہوئی نا۔ بیڑی کی بہار! چڑھے اور پار جانا ہو سیالکوٹ یا تموں پار اترو اور تھوڑا پینڈا پیدل مار لیا اور دن ڈھلتے اپنے پہنچے بنو۔ جائے انسان ریل سے تو آج کا چلا چلا کل سے پہلے نہ پہنچے۔"

شاہ جی نے چھوٹے بھائی سے کہا "کاشی راما، ایک اور بیڑی بنوا لو جہلم سے۔ لگی رہے گی کنڈے۔ بھلے بُرے وقت کام آئے گی۔ کیوں جہاں دا دجی!"

"شاہ جی، نیک ارادہ ہے۔ بارات جنج کے استقبال کے لیے ذرا دکھ دکھاوا تو ہو نہ اپنے پنڈ کا بھی!"

کرپارام بہت زور شور سے ہنسے "میں نے کہا ہوا میں بندوق داغنے کو گنڈا سنگھ اور جہاں دا د اپنے ہوتے ہی موجود! پھر کمی کس بات کی!"

"چلو، یہ بھی دیکھ لیں گے۔ لالے وڈے کی بچی پوتری کا بیاہ سُدھنے والا ہے۔ دیکھتے ہیں کیا رنگ لگاتے ہو اس کے بیاہ میں!"

مییا سنگھ بولے "لالے وڈے سے سنی سنائی سناؤں گا۔"

جہلم بیڑے کا کمانڈر تھا چیک صاحب! گورا چِٹا اور منہ پر مونچھیں سنہری۔ ایک جٹ خلاصی بھرتی ہوا بیڑے پر۔ اتفاق ایسا ہوا کہ کپتان جب سامنے آئے، خلاصی کھڑا کھڑا تکتا رہے۔ نہ ہاتھ ہلائے، نہ بندگی، نہ سلام۔"

"صاحب کچھ دن تو دیکھتا رہا۔ ایک دن پوچھ ہی لیا "کیا بات ہے، تمھیں سلام کرنے کی عادت نہیں!"

"جٹ اپنی ذات کا پھٹ۔ بولا۔ صاحبا، یہ قصور آپ کی مونچھوں کا ہے۔ نکی نکی بے معلوم! نہ رعب داب، نہ دکھ مردانہ۔ بُرا نہ ماننا صاحب، آپ کی مونچھیں ایسی ہیں کہ کسی نے چھلیوں سے

نکال بوڑھیا کا تجا"نا لگا لیا ہے۔"

"بیگ صاحب بہت ہنسا۔"

جٹ خلاصی اور چڑھ گیا! صاحب جی، جبکہ ہوں مونچھیں کالی تو ہاتھ اپنے آپ اٹھتا ہے
سلام کو۔ جو ہوں کھچڑی تو سر رتی بھر جھک جاتا ہے۔ پر اس بوڑھیا کے تجانے کا کوئی کیا کرے!
مونچھیں ہی منہ کا بچہ لگنے لگتی ہیں!"

بڑا باستہ پڑا!

"تایا مبیا سنگھ کے پاس ایک نہ ایک گتھلی ہی چھپی رہتی ہی ہے!"

شاہ جی نے فرحان علی اور اللہ رکھے کو اٹھتے دیکھا تو پوچھا۔ "پچھلے حساب پر لکیر پھر جائے
تو مہر علی سنبھال لے گا نہ اپنی کھیتوں کو!"

فرحان کی کچھ نہ سمجھ میں آیا۔

"فرحان علی لڑکے کو لاہور سے واپس بلا لو۔ کھیتوں کی مالکی ہی چاہتا ہے نا۔ تو یہی سہی!
وہ اڑ کے بیٹھا ہے اپنی ضد پر تو اس بار اس کی مان لیتے ہیں!"

مولا داد اور فتح علی جی بہت خوش ہوئے۔ "واہ، واہ، رب سلامت رکھے آپ کو شاہ جی!
کیا فیصلہ دیا ہے!"

فرحان علی کا منہ نہ کھلا۔ ہاتھ اٹھا شاہ جی کو سلام کیا۔ نم آنکھوں سے دونوں شاہوں کی طرف
دیکھا اور حویلی سے چل دیئے۔

کرم الٰہی جی اپنا حقہ ہاتھ میں لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ "شاہ صاحب، بڑا مبارک فیصلہ
کیا ہے آپ نے! لڑکا اور نہ لڑکے کی عقل۔ برکتوں والا دل آپ کا، اٹھا کے ہولے سے بخش دیا!
واہ بات ہوئی نا!"

ایک دوپہری گٹھیا کے پاکٹی بھائی بھاگ سنگھ کے اکوتر سو کا منی آرڈر آن پہنچا تو پنڈ میں
رولا پڑ گیا۔ سرنا داں ملک کناڈا کا اور بھیجنے والا بزازی بھائی گجن سنگھ اور درشن سنگھ۔

"دیکھو لوگو۔ بھائیوں نے کیسا سوہنا کام کیا ہے۔ پردیس پہنچ کے واہگرو کے دربار میں بھینٹ بھیجی ہے۔"

"کھٹی کمائی چنگی ہو گئی ہوگی۔ تبھی کتیا میں چہرہ بچّے بنانے کو دمڑا بھیجا ہے ایک سو ایک۔"

"ہیں ری۔ دھن ہے مال جمن والی۔ کچھ بھی کہو، تایا روڑھ سنگھ کا ٹبر چنگا واہ واہ نکلا ہے۔"

تایا روڑھ سنگھ اور چاچا دیوی سنگھ کنگھے ہراندروں کی پھیری لگاتے تھے گراں گراں۔ گجن اور درشن بڑے ہوئے تو لنگی فقیری اور انار دانی بیچنے لگے۔ خبرے کسی کے کہے سنے ملتان جا پہنچے۔ جلاآخوری اور لنگی جوٹانی کی گانٹھیں لے آئے۔ بس پھر کیا تھا، بھاگ لگ گئے۔ بزازی کی چنگی بڑی چالی جھینٹیں، لونڈری، موسی ست کی، گمٹی۔ علاقے بھر کے لوگ خریداری کرنے آنے لگے۔"

"انھیں یہاں کیا کوئی کمی تھی! پر دیکھو دونوں بھائی کھٹن کمانے پہنچے بھی تو ولایت کے ولایت!"

صبح سویرے شاہوں کی کوئی پر نہاتی زنانیوں کے منہ پر یہی بات۔

"سنتو۔ بنتو کی بدھائیاں تو بنتی۔ کوئی چھوٹی سی بات نہیں۔ میں تو گری چھوہارے کا سگن ڈال آؤں گی۔"

"خیر صدقے، مبارکیں تو دیورانی جٹھانی کی بنتی، پر کوئی پوچھے، جنے سمندروں پار گئے تو سب سے آسیسیں لے جاتے۔"

"یہ تو سچ کہتی ہو۔ گھروالیوں سے جب پوچھو، یہی جواب کہ مال لینے دساور گئے ہیں۔"

"ملاّ دونوں بڑی چنچڑیاں ہیں۔ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے دی۔"

ہاتھ سے بچّی کی بیٹھ ملتے ملتے جیتی کی بھابی بولی: "بندہ دساور کو نکلا تو لاہور نہیں تو پشاور کوئی الگ چلا گیا تو کابل قندھار۔ یہ سیدھے ہی جا پہنچے ولایت!"

"اپنے تائے میا سنگھ کے پُتر برسوں سے شنگھائی گئے ہوئے ہیں۔ پلٹے ہی نہیں۔ دروازے گھر کے ایسے بند ہوئے کہ کھلے ہی نہیں۔"

"سنگھوں کے گھروالیاں پہلے ہی چوڑے چھنکاتی پھرتی ہیں، اور غلبہ چڑھ آئے گا۔"

"ہاں جی، گھر والے بُٹ کی اشرفیوں کی پنڈ سمیٹ کے لے آئیں گے تو قدم سردانیوں کے کوئی ٹکے

تھلے تھوڑے رہیں گے ؟"

کوئی کے آگے سے لاہ بی بی نکل پڑی۔ چبوترے کے بیٹھو کھڑے کہا۔ "پانی کی مچھلیو! آج تمھارے نہان، اسنان میں دیر کیسے ہوگئی!"

مہندی لگے بال، سر پر کالا دوپٹہ، گورے چٹے چٹے چہرے پر بلوری انکھیاں!

دھیو، آنکھ ملتے ملتے پانی تلے آ بیٹھتی ہو۔ رات کی رات تمھارے پنڈے میلے ہو جاتے ہیں کیا؟"

بندوانیاں ہنس ہنس پڑیں۔ "ماں تم ہماری وڈی وڈیری! آپ ہی بتا ہے ہمارا مُنہ کچھ کہنے کا ہے؟"

لاہ بی بی نے خلاصہ کر دیا۔ "ماھیو، شرم آتی ہو تو نہ بتاؤ اپنے چھل چھدے تمھارے گبروؤں سے پوچھنے سے رہی!"

زنانیاں ہلکی پھلکی ہو مکھڑوں پر چھینٹے مارنے لگیں۔

لاہ بی بی نے چھوٹی شناہنی کو بتایا۔ "اوپر ہو کے آئی ہوں، چاچی اور شناہنی دھرم شالہ گئی ہوں گی۔ برکتی کو بچڑا آئی ہوں گھی کی چھابری۔"

"ماں، نکے نیانوں کے لیے تھوڑا سا گھی رکھ لینا تھا۔ ابھی تو پچھلے ہفتے دے کر گئی ہو، اجلو میں دانے تو دوں تھیں!"

لاہ بی بی ٹنکارے بولی۔ "اس بار دانے میں نہیں لیتی۔ ہنڈیاں لائی ہوں گھی کی کسی مار پہ ہی۔ میں نے کہا پتر سے کہہ چھوڑنا، سو سینکڑہ لے کر ہی ہلوں گی۔ اُس کے بنا میرا کام نہیں سرتا۔"

لسوڑے والوں کی پیاری اپنے دھیان میں ہی کو چھڑوں کی دھندی کے پاس آ کر بڑبڑاتی رہی۔ "ہیں ری، ان اروڑوں کی نہ پوچھ! دانت سے دمڑا پکڑتے ہیں۔ سات سمندروں کے پار کی بھی کوئی دس، ڈال دے تو جا پہنچیں گے! پیسے کے تو پیر! کہاوت ہے نا۔ مگر کسی اروڑیوں اور پونا کو وہ لاہور۔"

بے بے کچھی کی منجھلی بہو نے گھڑا سر پر رکھا، دو چھوٹی گاگریں دونوں جانب بانہوں میں لٹکائیں اور پاؤں اُٹھا کر بولی۔ "یہ بولی ٹھٹولی کس کام کی! بندہ گولا بن کے کمائے اور راجہ بن کے

کھائے پھر سچ پوچھو تو یہی دونوں بھائی الونکھے پردیس نہیں گئے۔ شاہوں کی بہن وزیر کا گھر والا افریقہ پہنچا ہوا ہے۔"

چھوٹی شاہنی نے بہت عزت سے نندوئی کی طرف داری کی "ہیں ری لاج کور ے، بچ باندھ گھڑے کو کنویں میں نہ ڈالیں تو پانی کا گھونٹ منہ میں کیسے پڑے گا! پھر جو جگرا کر سمندروں پار جانے کی سوچے وہ خیر صدقے جائے۔ کسی کے ہاتھ مایا لگے تو ہم کیوں جھینکیں جھریں۔"

لاج کور کونے سے پیچھے اتر گئی تو موہرے کی بے بے ہاتھ ملنے لگی "لو دیکھو جماو گھوئی کو۔ کھجوروں کی بھجیوں میں کھٹی کمائی چنگی ہوگئی لگتی ہے!"

لوہ بی بی نے موہرے کی بے بے کو لتاڑا "ویاپاریوں۔ ہٹوانیوں کے بھی تو ریچھڑ۔ ایک بار ناواں ہاتھ آیا تو پھر ہڑک۔ اور آئے! اور آیا۔ اب اور آئے! اور آیا اب اور آئے! اور بھی آگیا خصما کھانا اور آئے۔ دولت دمڑوں کی بڑی ہوس!"

موہرے کی بے بے اُلٹی پڑ گئی "یہ کیا لاد بی بی۔ تم بھی بولی کہنے لگیں اروڑے یہ کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں! انھیں تو نہ جٹوں کی طرح کھیتوں کی برکت، نہ شاہوں کی طرح روپے پیسے کی آسانی!"

لاہ بی بی چھوٹی شاہنی کو دیکھ کر ہنسنے لگیں۔ "ماہیا یہ ہمیں کیوں بتاتی ہے! یہ دھنا ٹرہ بیٹھی ہے شاہوں کی گھر والی۔"

چھوٹی شاہنی منہ پر اُبٹن ملتی تھی۔ جھوٹ موٹ کے تیور چڑھا کر کہا "کھیتیاں تو سرکار نے جٹوں کے ہاتھ میں دے دیں۔ اب محنت کرو اور دالوں سے کوٹھے بھرو۔"

لاہ بی بی ہنس کر بولیں۔ سرکار نے دیں تو کھیتیاں جٹوں کو، پر دھیے، جٹوں کی کھیتوں میں کلّر پڑا ہوا ہے سود بیاج کا۔ تم ہی بتاؤ، محنت، مجبوریاں کیا کام آئیں گی! ہر کسی کا لکھا جو کھا نرمال علی جیسا تو نہیں کہ اُٹھا کے شاہ نے لیک پھیر دی۔"

چھوٹی شاہنی منہ پر چھینٹے مارتی رہی، پھر پانچوں انگلیوں سے مکھڑا پونچھا، بالوں کی گیلی لٹوں کو پیچھے کیا اور ادا سے کہا "ماں، میری تو تم ساس برابر! ان معاملوں کا نستارا ندان اپنے شاہ بیٹوں سے کرو!"

لاہ بی بی خوش ہوگئی "قربان تیری عقل پہ دھیے، سچ سچ۔ سلیقے کی بات کرتی کوئی تجھ سے

سیکھے! ماہیا، پیسے دھیلے کی گرمائی بڑی! جٹ پتروں ہیں کیا حوصلہ نہیں! جو کھاہے، ہر دیھیے، بنا بتیا کیا کریں۔ ان کے پاس نہ بلنج۔ بخارے کی کھیتی اور نہ گھر کی مرجاد! فصل آئی اور جٹ نے کھائی چلائی"

چھوٹی شاہنی سے نہ رہا گیا،" بُرا نہ مانناماں، دیبیے تمھارے موج، مزہ نہیں چھوڑتے۔ آیا، کھاپی ڈالا۔ جھوٹ کہتی ہوں تو بتا!"

"دیھیے، سولہ آنے سچ! بات ایسی ہے کہ خداوندا نے بھی ہندو مسلمانوں کو ایک نہ ایک روگ ملامت لگا ہی رکھا ہے۔ دیبیئے اپنے زن کے پیچھے اور پوجا پاٹھیے زر کے۔ پر ماہیا، دمڑوں سے بھوکے پیٹ نہیں بھرتے پیٹ بھرتے ہیں دالوں سے، بینگا دیھیے ہیں تیلی!"

لاہ بی بی کے بیٹھ موڑتے ہی موہرے کی بے بے بولی،" بڑی ماروان جٹی ہے۔ میں جس سال بیاہ کے آئی ہوں، گھروالا اس کا شیرو کھیت میں تھا، ساتھ کا کھیت ان کے شریک خیرو کا تھا۔ اُس نے اُٹھا کر آواز دے دی۔" میرے کھیت کا بنّا توڑنے والا تو کون؟"

" بس، اِس کے گھر والے نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، ماری ڈانگ خیرو کے سر اور وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ جب سنائی گئی عمر قید تو لاہ بی بی کوٹھے جا چڑھی اور زور زور سے بولنے لگی،" ہوئی قید تو کیا ہوا! پہلوان نکلا! آپ گیا ہے۔ اندر، تین شیرو چھوڑ گیا ہے میرے پاس۔ جٹوں کے دماغوں میں تلخی کی پھرکی گھومتی ہی رہتی ہے!"

گیلے بدن پر جھگا ڈالتے ہوئے پیاری بولی، چھوڑیے بے انھیں، اپنی بات کر۔ دولت مایا کی خاطر گھر سجے چھوڑ گھر کے خصم پرائے ملکوں جا بسیں، ہمیں تو نہیں سرتا! نہ چولھے۔ پرات کا وقت بیلا، نہ ہنڈیاں۔ تندور کا قاعدہ۔ سردی گرمی گھروالیاں اُڈیکوں میں بیٹھی رہیں!"

شانو کی بھابی کو نہ بھائی یہ بات۔" اری بھائی ہی ہے نہ دنیا! سر نجن اسنگھ اپنا ہانگ کانگ پہنچا ہوا ہے، مار شنگھائی اور چھکی کے بھان گھیرا لوالیوں کو بھیج بھیج کر مالا مال ہو گیا ہے۔ زنانی کو بھی لے گیا ہوا ہے ساتھ!"

ستو کو اپنے پیہر کی یاد آئی، بڑی کھنک سے کہا،" نہروں والے لودھو لتیے بھی کم راجہ نہیں۔ کچے کوٹھے جھگیاں چھوڑ کر پکے بنگلے بنا بیٹھے عورتوں کی تو بات ہی چھوڑ۔ مرد بیس تیس نوٹے کے

پنڈے کنٹھے پہنے پھرتے رہیں۔"

چھوٹی شاہنی نے کپڑے نچوڑ کر ڈول میں رکھے اور بولی۔ "جو محنت سے جی جان مار کر کمائے، وہ خیروں سے کیوں نہ کھائے، ہنڈائے۔ انسان کی کم یونی ہے۔ آدم جو ہلے سے کام کرے۔ گنگلا بن کے جلتا رہے دن رات تو اوپر والا بھی خوش نہیں ہوتا۔ رب بھی کہتا ہے۔ انسان، میں نے تجھے لاکھوں کی تو جون دی، ہاتھ پیر دیئے اور دلدری کا دلدری رہا۔ جا تجھے میری طرف سے فارغ خطی!"

شالو کی ماں پل پل سر ہلاتی رہی۔ "سچ کہتی ہو شاہنی، سچ کہتی ہو۔"

"شالو کی ماں، تو کیوں نہ سراہے گی بندرادئی کے کہنے کو! تیرا گھر والا بھی تو سال میں دس مہینے باہر رہتا ہے۔"

"شالو کے بھائیے نے چار چار تولے کے گوکھرو بنوا دیئے ہیں۔ چلو کسی ڈھنگ بیچ کام آئیں گے! ملیے لیے بچھوڑے بھی تو ہمیں کاٹتی ہیں۔"

خیراتی کی بہو کا اندر باہر جل گیا۔ ٹھیکری سے پیروں کو رگڑنے لگی اور میٹھا سُر نکال لیا۔

گھر کھاویں رکھڑی پردیس چپڑی
لال میرے، گھر رکھڑی کھاویں
دما دے لو بھیا پردیس نہ جاویں

موہرے کی بے بے بولی۔ "خیراتی کی بہو بیٹے، ایک ڈول تو نکال دو، میں بھی پنڈے پر پانی ڈال لوں۔"

بے بے کی سوکھی چھاتیاں نیچے ڈھلک آئی تھیں، پر بہو، بیٹیاں لحاظ سے آنکھیں چرائے رہیں۔ چھوٹی سی جوڑی باندھ پانی ڈالا تو سب کو سنا کر کہا۔ "سنتو و نتو کے لچھن دیکھو۔ گبروؤں کے کے گئے ایسی بنی ٹھنی رہتی ہیں جیسوں شہر میں ہوں۔ ہائے ہائے، جنھیں بچھوڑے پڑے ہوں سائیں جن کے پردیس گئے ہوں وہ ستونتی ناریں سوکھ کر کانٹا نہ ہو جائیں۔ کہتے ہیں ناپ

رناں چنچل ہاریاں   چنچل کم کرن
دن ڈرن بلائیاں   راتیں ندیاں ترن!

شالو کی ماں رنج گئی۔ "بے بے تیرے چت کا کوئی ٹھکانہ! سنتو و نتو بیاہی پرنائی ہیں۔

رانگلا داتن نہ کریں، یا انکھیوں میں سُرمہ نہ ڈالیں آپ ہی بتا وہ کیوں اپنی زندتپانے کھپانے لگیں:"

موہرے کی بے بے نے آنکھیں سکوڑ لیں۔" دیکھیے، میں نے بات کی ہے جھوٹے بھاؤ: میری طرف سے دن رات پوشاکیں بدلتی پھریں، کنجریوں کی طرح:"

بے بے کے مُنہ سے کوئی اور بھاگی بھر اکھن نکلا۔

بے بے نے کوٹھی سے اتر کر گھر کی طرف قدم بڑھائے، ادھر کیسری بولی: "بڈھے بیلے کپت کھانا! اپنی بہوٹی کا حال دیکھے۔ بیاہی آئی تھی تو یہ لکھ لکھ کی آنکھ تھی۔ اس کی اب دیکھو ہڈیں نکل آئی ہیں۔ نچنٹر گئی ہے یہ لڑکی:"

پیاری آواز دھیمی کر کے بولی: "وہ تھوٹی کو پانی کی بیماری ہے۔ کھوکھلی ہو گئی ہے۔ میں ایک دن بے بے سے کہہ بیٹھی: "گونار کی پنجیری بنا کر کھلا بہو کو۔ اس روگ کے لیے اکسیر ہے۔ بہنا، میرے کہنے کی دیر! اس ظلمی سسیوڑی نے بہو کا "گا پیچھا پُن ڈالا۔ بس بولتی جائے۔ اری ناس ہونیو، پڑوسیوں نے تجھے ورق مربے کھلانے تھے جو انھیں اپنا روگ بتانے گئی:"

"بہوٹی ڈسک ڈسک کرتی منجی پر جا اوندھی پڑی۔ میرے من بڑا پچھتاوا لگا۔ پاس جا بے بے سے منو ہار کی۔ مجھے میرے دھی۔ پتّڑوں کی سونہہ چکالے جو تمھاری بہوٹی نے مجھ سے بات کی ہو۔ کوئی پر بیٹھی کپڑے دھوتی تھی تو اس کے لتّوں پر نظر پڑ گئی۔ اسی لیے کہہ بیٹھی۔ تب کہیں جا کر بے بے ٹھنڈی پڑی:"

اتنے میں بے بے پھر دبے پاؤں کوٹی پر لوٹ آئی۔ "میں نے کہا میرے گلے کی چھنگ مالا کہیں نہاتے گر تو نہیں گئی!"

کیسری اور پیاری نے ہونٹوں کو مروڑ دے کر آنکھیں مٹکائیں اور بے بے کی جوڑی میں الجھی مالا دیکھ کر کہا۔ "بے بے تمھارے بالوں میں پھنسی ہے، نکال لو!"

بے بے نے پوپلے منہ پوچھا: "کس کی بات کرتی ہو بہوٹیو!"

چھوٹی شاہنی نے نکیلی ناک اوپر کی اور بے بے کو تڑپانے کو کہا: "بے بے تمھاری اور تمھاری بہوٹی کی!"

بے بے سنتی بن گئی۔ ست نام، ست نام! دیکھو، مایار، دمڑا بھیجا گج سنگھ نے بابے کے دربار اور تم نے میرے گھر تک۔ ماری رملا! یہ بات کوئی چنگی تو نہیں نا!"

دھندی بننے لگی ربے بے۔ زندہ جہان کے حسابوں کا نپٹارا یہیں ہو جاتا ہے۔ ذرا بھوئی کی لگام ڈھیلی کر دے۔ سچے پاتشاہ کے آگے سب کی پیشی ہوتی ہے۔"

بے بے نے بڑبڑاتے ہوئے پاؤں اُٹھا لیے۔ پیشی ہو دشمن بیریوں کی ہم نے کوئی ڈاکا مارا ہے یا سیندھ لگائی ہے۔"

بے بے ایسی واک۔ وانی نکالی کہ بڑا زی بھائیوں کی سچی مچی پیشی ہو گئی ہو۔

سنتو، ونتو چاؤ چاؤ اپنے مردوں کی شوبھا سے بھری، گوہری، سچے کپڑے پہنے کٹیا ماتھا ٹیکنے جا پہنچیں۔ محمودی ململوں کے کنگری لگے ہیں نئے گورے چٹے مکھڑے بھب بھب پڑے۔ ٹھڈیوں کے تندولے ایسے جا ہیں جیوں بھاگونتیوں کے مکھڑوں پر سگنوں کے ٹمکے لگے ہوں۔

آگے جا ماتھا ٹیکا۔ داتا تیری مہروں کے پرتاپ۔ اُن کے من کی اچھیا پوری ہو۔ تمھارے سیوک بن کر کماتے رہیں اور آپ جی کے دربار سیس نواتے رہیں۔

بھائی جی نے بھر بھر مٹھ جاتکوں کو پرشاد دیا۔ کڑاہ پرشاد منہ لگا کر ماتھا ٹیکا اور خوشی خوشی گھروں کو چلیں سنتو اور ونتو۔

جھیڑ کے پاس شاہوں کا کاما باگا آن ملا۔ "بیری پونا بھرجائی!"

"کیوں رے ویرا۔ ماتھا ٹیکنے جاتے ہو؟"

"نہ، تمھیں بلانے آیا ہوں۔ کوٹھے کوٹھے شاہوں کے گھر پہنچیں نو!"

ونتو نے مُنہ کا کپڑا اونچا کیا۔ "کیوں رے، خیر تو ہے!"

"بھرجائی، تمھارے سنگھوں نے منی آرڈر بھیج کر آپ ہی رپھڑ ڈال دیا ہے۔"

"ہوش کر رے باگیا، کچھ ہوش کر! مرد اپنے ہاٹ، ویاپار کرتے گئے ہیں، کوئی قتل جرم کر کے نہیں بھاگے ہوئے!"

بھاگا پاس اکھڑا ہوا۔ "میں نے کہا وردی والی پولس نہیں، خفیہ گارد آئی ہے!"

"ہائے..... ہائے ..... "دیورانی سنتو گُن مُن گُن من کرنے لگی "تو ونٹو نڈر ہو کر بولی "چپ ری! زندگی سرکار فرنگی ہمیں بے تجربے کی سولی چڑھا دے گی۔"

"مقدمے کا منہ ماتھا پیچھے، اس کی پیٹھ کی چھان بین پہلے۔ آخر کو تو عدالت کے آگے پیشی، پر چہ ہوتا ہے۔ کھیل تو نہیں کہ مقدمہ بھی چلتا رہے اور بندہ توڑ توڑ پھیریاں موئے کھاتا رہے۔"

"پیر بادشاہو، مر گئے اور مکر گئے کا کیا علاج! بات یہ ہے کہ فوجداری معاملوں میں سوانگ ناٹک میں تیزی ہوتی ہے پر یہ دبا دب کا کھیل تھوڑے ہی وقت چلتا ہے۔ دوسری طرف دیوانی مقدموں میں موکل ڈھیلا پڑ جائے، گواہ مر کھپ جائے پر مقدمے کی مسل آگے سے آگے۔"

"شاہ صاحب، ہم جیسے ہما تڑ، ساتھ یہ کہیں تو بات ہے۔ آپ تو خیروں سے یہ کھیل کھلانے والے ہوئے۔"

شاہ جی ہنسنے لگے۔ "بات تو یہ ہے چودھری جی، کہ پہلی فیس پہنچی موکل کی وکیل کے پاس تو وکیل آگے آگے اور موکل پیچھے پیچھے بس تانا۔ پھیرا شروع ہو گیا کچہری کا۔

"ایک بار اُس کے گھر پہنچ جاؤ تو پھر مقدمے میں شہادتیں اور شہادتوں کے جوڑ بند، پولس کی تفتیش، واردات کی پیمنی، فوجداری میں چوٹیں ضربات، دیوانی میں سچے جھوٹے دستاویز، پھڈ لگائے رہتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی گھنڈی، ارادہ قتل کو معمولی جھگڑا اور معمولی جھگڑے کو سنگین جرم بنا دے۔ سارا تانا بانا تجربے کا، پوری شطرنج بچھ جاتی ہے۔ گوٹیاں کبھی سچی اور کبھی جھوٹی، کبھی سچی بنائی جاتی ہے اور کبھی جھوٹی۔ باقی رہے اصل جھگڑے مقدمے قانون پر پورے اُتر جائیں تو فیصلہ صحیح اور کھرا۔"

چودھری فتح علی چھوٹا چھوٹا ہنسنے لگے۔ "رب آپ کا بھلا کرے، خیروں سے آپ نے اب تک کتنے معاملے بھگتا لیے ہوں گے؟"

شاہ جی بہت آسودگی سے کچھ سوچتے رہے، پھر ہنس کر کہا: "یہ حساب کتاب مجھ تک ہی رہے تو چنگا! باقی یہ سمجھ لو کہ ہر ہفتے کچہری میں اپنی حاضری پیشی ہوتی ضرور ہے۔"

"شاہ جی! کچھ مقدمے تو جلدی بھی بھگت جاتے ہوں گے!"

"معاملہ ہو سیدھا سادا تو عدالت بھی لمبی چوڑی تراش خراش نہیں کرتی۔ گمان بنام مسمات مغلانی کا معاملہ لے لو۔ مغلانی کو طلاق ہوئی گمان سے اور اس نے پندرہ دن کے اندر وزیرے سے نکاح پڑھوا لیا۔ نکاح کیونکہ 'عدت' میں پڑھا گیا تھا اس لیے عدالت نے اسے غیر قانونی قرار دیا اور مغلانی پر اٹھاون روپیہ جرمانہ کر دیا۔"

"ذکا خاں کی طرف سے مقدمہ دائر کیا گیا کہ حیات خاں ولد بوجا خاں کے پاس ان کی والدہ نے اس کے پیدا ہونے سے پہلے اور اس کے والد کے فوت ہونے کے بعد زمین بندھک رکھی تھی۔ عدالت نے زمین پر لڑکے کا حق بحال کر دیا۔"

نجیبے نے منڈی اٹھا کر شاہ جی کی طرف دیکھا۔ "شاہ جی، اس حساب سے مہر علی کے کاغذوں پر لیک مار کر آپ نے صحیح کیا!"

شاہ جی چودھری فتح علی کی طرف دیکھ کر ہنسے۔ "ایسا کرنے کی وجہ کیا تھی، یہ چودھری سے پوچھنا نہیں کھول کر بتا دیں گے۔"

جہاں داد جی نے پوچھا۔ "شاہ جی، فضل نور والے مقدمے کے بڑے چرچے ہیں ان دنوں!"

کرم الٰہی نے منہ سے حقہ نکال لیا۔ "بڑی کوجی واردات ہے وہ سزا ہو گی نور کے باپ کو بھی!"

کرپا رام اچک کے بیٹھ گئے۔ "معاملہ کیا ہے بادشاہو؟"

کنگ گاؤں کا گوجر شیرا، عمر چالیس پچاس۔

اس کی سگائی ہوئی صاحب خاں پنڈ کے خیرنا کی لڑکی فضل نور سے۔

کنگ گراں سے صاحب خاں کوئی دس بارہ کوس تھا۔

شیرا اکثر وہاں آتا جاتا رہتا۔ اُس شام بھی آیا۔ پوہ ماہ کی رات۔ خیرنا کے گھر سے روٹی پانی کھا کے نکلا ہو گا۔

سنیچر کی رات پنڈ کے لمبڑدار محمد نور نے تھانے جا کر درج کروایا کہ گراں میں شیرے کی ننگی لاش ملی ہے۔

لاش کو سب سے پہلے دیکھا ہاشم نے۔ اُسی نے چوکیدار اور لمبردار کو بتایا تھا نہ موقع پر پہنچ

گیا۔ لاش الف ننگی اور تھوڑی دور پر اس کی جوتی اور چادر پڑی ہوئی تھی۔

ڈاکٹری ہوئی۔ ڈاکٹر نے لکھ کے دیا۔ ہو سکتا ہے سر پہ بھی چوٹ لگی ہو۔ شاید صافے سے منہ باندھ دیا گیا ہو۔ ہاں گردن پر ضرور کوئی نشان نہیں تھا۔

لگتا یہ تھا کہ قاتل نے شاید منہ پہ صافہ باندھ دم گھوٹ دیا ہو۔

پولس کا شبہ تھا خیرنا، خیرنا کی بیوی جیونی اور مسمات جیونی کے بھائی مہر دین اور ہاشم پر۔

ہاشم خیرنا کا رشتے دار تھا اور کچھ ہی مہینے پہلے اس کی بیوی جاتی رہی تھی۔

نمبردار کو شک تھا ہاشم اور مہر دین پر جنھوں نے سب سے پہلے لاش دیکھی تھی۔

فضل نور نے کہا، اس نے قتل کی رات ساتھ والے گھر میں کچھ شور سنا۔ اس نے شور سے ہی اندازہ لگایا کہ ہاشم اس کے منگیتر کو قتل کر رہا ہے۔

فضل نور نے پولس کو دو چاندی کی انگوٹھیاں دیں اور کہا — یہ شیرے کی امانت ہیں۔ اس نے بتایا کہ ایک تیسری انگوٹھی اور ہے جو اُسے ہاشم نے پہنا کر کہا کہ اس نے شیرے کو مار دیا ہے۔ انگوٹھی وہ کھو گئی ہے مگر پولس نے اُسے مسمات جیونی سے برآمد کر لیا۔

ہاشم پولس کو کھیت میں لے گیا جہاں شیرے کے کپڑوں کی پوٹلی پڑی تھی اس کے ساتھ ایک کمبل بھی تھا جو خیرنا نے اُسے دیا تھا۔

ہاشم نے بیان دیا کہ خیرنا نے میرے سامنے قبول کیا کہ شیرے کو اس نے اپنی بیوی کے ساتھ دیکھا اور اپنے بھائی رشید کے ساتھ شیرے کا پیچھا کیا اور اس کا خون کر دیا۔

خیرنا انکار کرتا رہا لیکن اس کی بیوی مسمات جیونی سرکاری گواہ بن گئی کہا، ہاشم اور میرے خاوند خیرنا نے مل کر شیرے کا گلا گھونٹ دیا۔

مسمات فضل نور نے کہا کہ اس نے رات کو آوازیں سنیں۔ اُس نے ماں کو جگایا۔ ماں بیٹی دونوں نے دروازے میں سے دیکھا۔ ہاشم لاش کو اٹھائے ہوئے تھا۔ ساتھ تھا خیرنا۔

آگے بات صاف ہوئی کہ خیرنا کو شبہ تھا کہ شیرا اس کی بیوی کے ساتھ پھنسا تھا۔

لمبڑدار نے اپنے بیان میں کہا کہ یہ بات سارے گاؤں کو معلوم تھی۔

مسمات فضل نور سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ اُسے یہ معلوم تھا۔

مسمات جیونی نے کہا کہ یہ اس کے خاوند کا شک تھا۔

مسمات جیونی کے بھائی مہر دین نے کہا کہ اس نے بہن کو کئی بار سمجھایا تھا۔

قتل میں ہاشم کے شامل ہونے کا سبب تھا کہ وہ فضل نور سے شادی کرنا چاہتا تھا۔

مجرم نمبر ایک نے گواہ پیش کیا کہ قتل کی رات وہ اپنے گھر پر سویا ہوا تھا۔

مجرم نمبر دو نے گواہ پیش کیا کہ وہ اپنے گاؤں میں ہی نہیں تھا۔

خیر نا نے بیان دیا کہ صرف اس نے اکیلے شیرے کو قتل کیا ہے۔

اُس نے کہا۔ وہ شام سے ہی ڈیرے سے غیر حاضر تھا۔

جب وہ گھر آیا تو اس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھا۔

اُس نے اُٹھا کے سر پر لاٹھی ماری تو شیرا نیچے گر پڑا۔ پڑوسی اُٹھ آئے۔

سب نے فیصلہ کیا کہ خاموش رہا جائے۔

لاش مہر دین اور ہاشم نے اُٹھائی۔ خیر نا نے کہا کہ یہ غلط ہے کہ ہاشم نے شیرے کا گلا گھونٹا۔ تین انگوٹھیوں کی بات بھی غلط ہے۔

خیر نا نے کہا۔ یہ سچ ہے کہ ہاشم فضل نور سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن جب ہم نے حامی نہ بھری تو اس نے نمبردار کو خبر کر دی۔

ہاشم نے اپنے بیان میں کہا کہ یہ سب سچ ہے۔

"بادشاہو، یہ تو ہو گئی ناپیش بندی پولس تھانے کی۔ کچہری میں دیکھیں کیا ہوتا ہے۔"

شاہ جی سوچتے رہے، سر ہلاتے رہے۔ "جہاں تک اپنی نظر جاتی ہے، فضل نور کا باپ خیر نا آجائے گا جیبیٹ میں۔"

"اور باقی مجرم؟"

"ممکن ہے ان کو دفعہ ۲۰۲ اور ۲۰۳ کے تحت دھر لیا جائے۔"

مولا داد جی بولے "شاہ جی، آپ کو تو وکیل ہونا چاہیے تھا۔ خیر کسر تو اب بھی کوئی نہیں۔ اللہ آپ کا بھلا کرے۔ ان گھنڈوں سے آپ کا دماغ اور روشن ہوتا ہے۔"

فتح علی کو کوئی بات یاد آ گئی۔ بولے "ایک بار شاہ جی نکلے جلال پور سے تو پتہ لگا تحصیلدار کی

کچہری لگی ہوئی ہے۔ دو ٹبروں کا بہت پرانا جھگڑا تحصیلدار نبٹانے کے لیے بیٹھے تھے کئی مقدمے فوجداریاں ہو چکی تھیں۔

"کسی نے تحصیلدار کو خبر دی کہ شاہ جی کا گھوڑا اڈے پر دیکھا گیا ہے۔"

"تحصیلدار کا آدمی آن پہنچا۔ تحصیلدار نے یاد فرمایا ہے۔"

"شاہ جی پہنچے۔ دعا بندگی کی اور پوچھا حکم۔"

"شاہ صاحب، ان دونوں ٹبروں پر آپ کا رسوخ ہے۔ ان کا تنازع دفع ہو جائے تو اچھا ہے۔ سارے علاقے کو تنگ کر رکھا ہے۔"

"شاہ جی نے ایک گہری نظر ڈالی اور ساری مجلس کو سنا کر کہا۔ اپنا وقت نہ ضائع کیجیے تحصیلدار صاحب! دنیا میں ایسا ایک بھی جھگڑا نہیں جسے بیٹھ کر نہ سلجھایا جا سکے پر اسے کیسے سلجھایئے گا! کیونکہ یہ جھگڑا نہیں رگڑا ہے۔ دونوں فریقین ایک دوسرے کو رگڑنے پر لگے ہیں!"

"دونوں قبیلے ایسے شرمندہ ہوئے کہ ہاتھ جوڑ کر کہا "تحصیلدار صاحب آپ اور شاہ جی جو فیصلہ دے دیں وہ ہمیں منظور۔"

"واہ..... واہ......!"

شاہ جی کو دادا صاحب کی یاد آ گئی۔" ایک دن دادا جی نے بلا کر ہاتھ میں ایک رقعہ تھما دیا کہا کل کچہری کی تاریخ ہے۔ اسے تم بھگتا آؤ۔ پوچھنے سے پہلے نکل جانا اور ہاں اس کی اگلی پچھلی مجھ سے سمجھ جانا۔"

"صبح اُٹھ کر حسب معمول پہلے دریا گیا، گھوڑے پر کھیتوں کا چکر لگایا اور چھاؤں پہلے گھر پلٹ آیا۔"

"دادا صاحب حویلی میں ہی بیٹھے تھے۔ بہت کڑی نگاہ سے دیکھا۔ برخوردار تمہیں تو آج کچہری حاضر ہونا تھا! کیا گئے نہیں؟"

دادا صاحب، بات یہ ہے کہ رقعہ وہ کچہری سے چلا ہی نہیں۔ کسی اناڑی نے آپ ہی لکھ دیا ہے!"

"اس کے پہلے کہ دادا صاحب کچھ کہیں، میں نے نیچے جھک کر پیر چھوئے۔ گستاخی معاف دادا صاحب، اس امتحان سے نکلنا میرے لیے بھی ضروری تھا!"

دادا صاحب بہت خوش ہوئے پوتے سے۔ بولے "میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کتنے ذہین اور ہوشیار ہو۔"

چودھری صاحب، مٹھ روپیوں کی میرے ہاتھ پکڑائی اور کہا۔ بزرگوں کے کندھوں تک پہنچ گئے ہو۔ آج شہر جاکر موج مزہ کر آؤ۔"

جہاں دادجی نے پوچھا۔ "یاد شاہو! پتہ لگا تو آپ کو کیسے لگا کہ پروانہ کچہری کا نہیں۔"

"عبارت سونگھ کر لکھا ہوا تھا۔ آپ کو حکم دیا جاتا ہے کہ آپ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمے کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے پاس کوئی اور شخص ہو کہ اس کے دستاویزات پیش کرے جن پر آپ بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہوں۔

"آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکورہ آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصلہ ہوگا۔"

"عبارت تو پوری کچہری والی، پر نہ مقدمہ نمبر، نہ کچہری کا نام پتہ، نہ تاریخ، نہ نیچے کسی کے دستخط۔ پتہ کرنا تھا ناکہ پوترا کہاں تک ہوشیار ہے۔"

فیقرے کا دھیان دادا صاحب کی مٹھ پر لگا تھا۔ شاہ جی، انعام لے کر آپ پہنچے شہر، بھلا کیا کیا وہاں جاکر؟"

"شاہ جی چھوٹے بھائی کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگے۔" دادا صاحب سے انعام لینے کی دیر کہ اپنے سر پر قانون سوار ہو گیا۔ گھوڑا اڈے پر چھوڑا، ریل میں سوار ہو کر لاہور پہنچا اور قانون کی کتاب لایا۔"

"بس شاہ جی!"

گنڈا سنگھ یکایک اونچا اونچا بولنے لگے۔ "پوچھتا جاتا ہے۔ بس شاہ جی، بس شاہ جی! او تمھیں فرق نہیں پتہ ان ٹوڈر ملیوں اور جٹوں کی اولادوں میں! انعام لے کر پہنچے کہاں ہیں برخوردار، قانون کی کتاب خریدنے! کوئی گانا مجرا بھی!"...!

"نہ!"

گنڈا سنگھ پہلے شاہ جی کو گھور گھور دیکھتے رہے۔ "لو دیکھو تو یہ فرق ہے لوگو۔ میلے ٹھیلوں میں اور جشنوں میں انعام لیا جوانی کا پہلا اور پہنچے کہاں ہیں شاہ صاحب؟ قانونی کتاب کے پاس! جٹ کی بھی سن لو کہیں سے متھ آگئی پہنچے سیدھے کنجادہ والی کے ٹھکانے۔ کیا گھنگھرو اور کیا پیرا! جی کرے بندہ چوم لے اور وہیں ڈھیر ہو جائے۔"

جہاں داد جی کی اپنی آنکھوں کے آگے بہار آ اُتری۔ لیتے رہے حقے کا مزہ۔

دین محمد جی سے نہ رہا گیا۔ "خالصہ جی، پھر سیڑھی پوڑھی چڑھی وہاں کی!"

"نہ مجبوری تھی۔ لڑکی نٹی نکور، پری کے دل نہ مانا۔ خوش ہو کر انعام دیا جی پھر گھوڑی کو مار ایڑی اپنے گھر آن پہنچا!"

مولاداد جی ہنستے ہنستے آپ ہی دس بیس سال چھوٹے ہو گئے۔ "خالصہ جی یہ کوئی بہادری تو نہ ہوئی۔ اُس ڈوڈی کی بھی کوئی قیمت تو پڑتی۔"

"برابر پڑی بادشاہو۔ عمل اپنا پورا رکھا۔ سال میں ایک دن۔ ہر نئی فصل پر آیاں گئے حسینوں کے پاس!"

گرودت سنگھ بولے۔ "مجھ سے پوچھو تو سودا یہ مہنگے کا رہا۔ نشہ دریا جب چڑھ جائے تو اُترنے والا بھی بنتا ہے۔ یہ تو خرگوش کے پیچھے بھاگنے والی بات ہوئی نا! نہ دینے والا دل پر جا، نہ لینے والا ہاتھ!"

گنڈا سنگھ انگل بھر اور اونچے ہو گئے۔ "لو سنو، پار کے سال کی بات ہے۔ بیساکھی کے میلے وزیر آباد جا پہنچا۔ میلے میں بڑی رونقیں کشتی، سونچی کوڈیاں۔ ساری راہ ورسم میلے کی، مارمی والا قبول مل گیا۔ پہلے تو کھائیں جلیبیاں اوپر سے تتا تتا دودھ۔ پھر تعلیم والیوں کے شامیانوں کی جانب نکل گئے!"

"بادشاہو قبول علاقے کی ہر چھوٹی کا مجرا دیکھے ہوئے۔ ایک تمبو کے پاس پہنچے تو اُٹھوارا سنائی دیا۔

بدھ سدھ رہی محبوب کی
سدھ اپنی رہی نہ اور

میں بلیہاری صاحب پر

جو کھینچے میری ڈور

بدھ سدھ آ گیا بدھوار

میری خبر لیے دلدار

"میں نے کہا ہو نہ ہو لوراں کی چھوٹی بہن عائشاں ہے۔"

"اندر پہنچے۔ چانناہی چاننا۔ ایک کمسن سی کوار جھنکاروں میں ساتھ اٹھوارہ گاگا دلوں کو وردائی، ترسائی عائشاں! میں نے قبول کو تو کچھ نہ کہا پر کبھی معصوم گھنگھرو والی کو دیکھوں، کبھی عائشاں کی طرف۔ چت میں کوئی بھلیکھا سا پڑ گیا۔

لڑکی نے سلام کیا تو گن کے روپے گیارہ دیئے۔

عائشاں بھی سلام کرنے چلی آئی۔ میری نظر ابھی جمی اُس مکھڑے پر کہ پلٹنے کا نام نہ لے، گیارہ روپے اور نکالے اور اُسے دیدیئے۔

"اب سنو آگے کی داستان۔ ناچنے والی عائشاں کیا کہتی ہے۔"

"روپے لے کر ماتھے سے لگائے اور کہا۔ سنگھ جی، آج میرا حق تو نہیں بنتا خیر صدقے آپ کا انعام میری جھولی۔ اب سے یہ لڑکی آپ کی خدمت میں۔"

"مولاداد جی میرا جی بہت اداس ہوا سوچا سمے کے رنگ۔ میں پہنچا پہلی بار جب اس چوبارے تو عائشاں چھوٹی سی تھی، آج اس کی لڑکی چھوٹی سی۔ میں نے کہا۔ عائشاں حساب کتاب زندگی کا تو چلتا ہی رہتا ہے، پر میرے لیے تم دونوں ایک ہی ہو۔"

عائشاں نے نظر نیچی کرلی اور سلام کرکے کہا۔ "آپ کے دم سے بڑی برکتوں والے۔ رب آپ کو سلامت رکھے۔"

واہ..... واہ..... واہ..... کیا بات کی ہے بی بی نے سچی ہوئی۔

جہاں داد جی نے تائید میں سر ہلایا۔ "بیشک، اُس چوبارے پہنچ کر آدمی بندہ بن جاتا ہے۔ ان کے یہاں شکل و شباہت، تہذیب و تمدن اور اخلاق کی کیا کمی! بولنے والے لب تو شیریں ہوئے ہی!"

شاہ جی ایسے بنے جیوں سارے کھیل کے ماہر ہوں۔ کمی تو وہاں ایک ہی چیز کی۔ گرہستی کی گجی چھپی برکتوں کی باقی تو دلھوبی کا ساز و سامان تو سجا ہی ہوا ہے!"

چودھری فتح علی بہت دانائی سے شاہ جی کی طرف دیکھتے رہے۔ حقہ محمد دین کی طرف سرکا دیا۔ شاہ صاحب، مجلس کے مالک ہو۔ ہے کوئی بڑھ ھائی جو آپ نے پڑھ نہ ڈالی ہو۔ سیالکوٹی ادارے مدرسے کی ہی خوبی سمجھو۔ تجربے سے لے کر اعلا عدالت، کچہری دربار تک پہنچنے کی توفیق ایک ساتھ ہو۔"

کاشی شاہ نے نجیبے کی آنکھوں میں حسرت و آرزو کے سائے دیکھے تو سمجھا کر کہا، "نجیبے یہ ساری برکتیں دھن و دولت کی نہیں تعلیم کی ہیں!"

جڑکی ڈاؤڑی گرمی۔ ڈاؤڑی تپش۔ دھم دیو کی مہا ستیا دیکھو۔ ساری دھرتی کو سرتا بقدم تپا چھوڑا۔ سنکرانت سے پہلے اپنے اپنے بیپنے کمہار گھر گھر گھڑے، گھڑیاں، کھٹ، مٹ، پہنچانے لگے۔

سجے کورے گھڑوں پر گھر گرہستنیں مولیا باندھنے لگیں۔ چھونیوں پر گڑ، آٹا اور ریوڑیاں رکھ کر ہاتھ میں پنکھیاں لے براہمنوں کے گھر پہنچانے چلیں

"جے دھم دیو۔ تیری گرمی سے کرنوں کے تاپ تپ، آنکھ شیتل کر دیویا۔ جل سے ترپتی پا اور ترپتی دے۔ بھرے گھڑے، گھنگ تیرے چرنوں میں، ترہائی سرشٹی جل بوندیوں سے شانت کر!"

شاہنی، چھوٹی شاہنی اور چاچی مہری بشنو براہمنی کو مہینے بھر کی رسد گڑ، آٹا وغیرہ پہنچا کر لوٹیں تو سامنے چاچی نے کٹیا کی طرف رخ کر لیا۔

جاتے جاتے کہا۔ "دھیو، جا کر روٹی ٹکڑ لگو۔ میں جھٹ کا جھٹ ماتھا ٹیک کر لوٹی۔ ہاں ری گڑ والے چاولوں کی دیگ تاؤ نہ کھا جائے۔ نیچے تاؤ مٹھا مٹھار کھنا!"

دیورانی، جیٹھانی ہنسنے لگیں۔ "تمھاری غیر حاضری میں کچھ تو کریں گی۔"

ہٹیوں کے آگے شاہنیوں نے ماتھے پر چھوٹے چھوٹے گھونگھٹ کھینچ لیے۔ نالی سے بچنے کے لیے شاہنی نے دیورانی کی طرف دیکھا تو وہ ٹکا ٹک ہنستی تھی۔

"کیوں بندرا دیئے، کاہے کو ہنستی ہو! کوئی دیکھ گیا ہے کیوں! یہ نہ ہو کہ کسی کو بیری لونا بنتا ہو

کرنا اور ہم سیدھی ہی چلتی چلیں۔"

"نہ جٹھانی جیون حلوائی کی ہٹی دیکھ کے ہنسی ہوں۔ کوئی بھولی بسری پرانی یاد آگئی ہے۔"

"بتا ری، تجھے سوں ہے میری جو مجھ سے چھپائی۔"

"جٹھانی ابھی میرا گرو داس پیٹ نہ پڑا تھا۔ ایک دن شاہ میری کلبلوں سے خوش ہوئے۔ لمبے چھن تک میری طرف دیکھتے رہے، میں اٹھنے کو ہوئی تو بولے "کسی چیز پر دل ہو بندرا تو مانگ۔"

"اوری! میں سبحان کور بے عقل نری۔"

سائیں سے کوئی گہنا گٹا مانگتی یا کپڑا لیٹرا۔ جٹھانی، ہجوم لگا میں نے کیا مانگا ہوگا تیرے دیور سے؟"

"اری، کوئی چوڑی چھلا، وہی پٹرا!"

"نہ اب ہنسنا تو مت جٹھانی، میں مانگ بیٹھی جیون حلوائی کی برفی کا دونہ!"

شاہنی ہنس ہنس دوہری ہوئی "اری، میرا دیور کیا بولا؟"

سر پر دھپ دے کر لاڈ سے کہا، "بندرا سسرال چلی آئی پر ابھی بچپنا نہ گیا۔"

"بندرا دیئے، ویسے تو تم بڑی پارکھ جوگتی پر آپ ہی سوچ، یہ چیز مانگنے کی تھی بھلا! دودھ ملائی سے بھرا اپنا گھر! بے بے سے کہتی تو کھویا مرداگھڑا نہ بھروا دیتی۔ تم تو خیروں سے اس کی لاڈلی ودھوتی! چل، آج وہ پرانا بھاگی بھرا دن تیرے خیال پڑا۔ لا، آج میں کھلاتی ہوں تجھے برفی!"

شاہنی نے ادھر اُدھر تک ماری، پھر ذرا سا کپڑا اونچا کیا اور برفی کے تھال کی طرف ہاتھ کر کے کہا، "پاؤ پکا برفی کا ڈونہ تو دینا!"

اور پلو کے چھور سے بندھا بھنگڑ نکال آگے کر دیا۔

بندرا دنی جاتے کیوں اداس ہوگئی۔ "تمھارے دل کی خوشی بہنا، تم نے پوچھا اور میں نے بتایا۔ چل میں نے برس برس کے دن تمھارے ہاتھ کا منسا بچایا لے لیا۔ آج کی سنکرانت کو تو مجھے بھی باہمی ہی سمجھ۔"

شاہنی ناراض ہوگئی۔ "مڑری۔ آج برس برس کے دن یہ کیا لے بیٹھی! چھترانی کی جون میں

یا ہمنی۔ پن پھل ہمارے اتنے کم ہو گئے کہ ٹکڑے ہو دوسروں پہ جیتے رہیں۔"

"کیا کہوں جٹھانی۔ تیری دیورانی کے رنگ سنگ تو سارے ٹھک گئے!"

"چپ ری! زبان کو پھندہ دے دیورانی! ہمرے بول مُنھ سے نہیں نکلتے۔"

"جٹھانی۔ تیرے دیور کو ایسی لگن لگی ہے، رب کے نام کی کہ اس ابھاگی کے تو سنگ صحبت سب ختم ہو گئے۔"

شاہنی کا کلیجہ دھک رہ گیا۔ "عقل بدھی تو ٹھکانے ہے ری! دیور سے لڑ کر تو نہیں بیٹھی ہوئی؟"

"سونہہ گرو وڈا کی، تمھارے آگے کیا جھوٹ! بڑی بھرجائی میاں مست کے پاس لے گئی تھی پار کے سال۔ جٹھانی، ملوانے نے ایسا تعویذ ٹوٹکا بتایا کہ اس بُری کا دل نہ مانا۔ سائیں میرا دیوتا پرکھ ہیں۔ پاپن اپنے رت آرے کی لستا اس سنت کے منہ لگوا دوں کہ میرے رنگ رنگار ہے نذری!"

"ہائے میں مر جاؤں بندرا دیئے۔ تیری چھاتی پر اتنا بڑا پتھرا۔ شری رام... شری... رام! دیور اپنا تو کوئی اُرج ہے۔ جانے کس کے پن کا پھل کہ کاشی شاہ مجسم ہمارے کل گھر میں آن ملا۔ ساتوں خیر ہیں۔ ہماری عمریں اسے لگ جائیں پر دیورانی، واتے نے یہ کیا کھیل رچایا!"

"چھوٹی" شاہنی بھولے سے بولی۔ "کبھی کبھی تو بہت روتی، کلپتی ہوں۔"

"بندرا دیئے انسان کے تن من کی اگن لگن تو لپ لپ کرتی اونچی وہم دیو کے آگے ہاتھ جوڑ دو نشیں تیرو لکا چھینٹا دیتا رہے۔ اور سے ہریالا انسانوں کے سنگ سجا بنا رہے!"

سیڑھیاں چڑھ بندرا دیئے پھر سے بچوں کی لاڈلی ماں بن گئی۔ "جٹھانی، گرو واس تیرا بیٹے بڑا چسکورا۔ رات کو لوٹا دے کے دیکھو تو چھوٹی میں کہیں نہ کہیں گڑ کی بھیلی لکا کے ضرور رکھی ہو گی۔ بکڑی لے کے بہت خوش ہو گا۔"

شاہنی چوکے کی دہلیز پر کھڑی ہوئی سوچتی رہی۔ ربا حرص، خواہشوں سے انسان بے وقت ہی ایسا کیوں ہو جائے۔ مہروں والے، اس گھر پہ نظر سیدھی رکھنا۔"

چاچی نہری ماتھا ٹیک کٹیا سے پلٹی تو راہ میں گوما چیڑوں کی آن ملی۔ سر پہ بھتار کھے سامنے سے آتی فتح کو دیکھا تو چاچی نے لاڈ سے کھڑکا۔ "کیوں ری دھیا مٹکنی، اب تو راضی ہو نا جس پر من تھا، اپنا ہو گیا! کیسا ہے ری جوائیں ہمارا؟"

فتح، مرگئی، آئی باتی ہو، بس ہس جائے۔

"اری ذرا ڈھنگ سے نکلا کر۔ کھل کھل مٹکتی رہے گی تو پنڈ آنکھوں سے کھا جائے گا۔ تن پر کہیں کالی بھگی کھونس ڈال۔"

فتح نے دوپٹی بین ہاتھ ڈال پراندا چھاتی پر لہرا لیا۔ "اب تو ٹھیک ہے نہ چاچی؟"

"سن کڑیے، تو ہی انوکھی اس سواری پر نہیں چڑھی۔ ذرا سنبھل کے۔ دن رات آگ جلائے رہے گی تو ڈھل جائے گی جلدی!"

فتح نے ایک ہاتھ سے سر کا الو سنبھالا۔ دوسرا لسّی کی چھابری پر ٹکا لیا اور گوما کی طرف بیٹھ کر ہولے سے کہا: "چاچی بیری مجھے چھوڑتا ہی نہیں! بتا کیا کروں؟"

چاچی کی ٹھنڈی آنکھوں کو کوسی کوسی ہنسی بہیں گئی۔

"چپ ری، سارا دوکھ اس کے سر نہ رکھ! وہ مرد بچہ اور تو دمی۔ دھیانی دھرتی! تیری ہی واہی لو آئی ہوگی۔ آپ سنبھل کے رہا کر۔"

فتح شرما گئی۔

"چنا، بیاہ پیر نا گئی ہے سو تو بھلا، پر اپنے ببّ کو نہ بھولنا۔ سنگ دونوں بیریوں والے کھوپر ہی نا! علیا کون سا دور ہے۔ کبھی سانجھ سویرے اُسے بھی دو گرم گرم روٹیاں اتار دیں۔"

"پھٹے منہ میرا چاچی کئی دنوں سے اُدھر جھانکا تک نہیں، چاچی، رابعاں کیسی؟"

"رابعاں واہ واہ چنگی! اری بیٹیاں اپنے گھر چنگی۔ اس کا بھرم نہ کرنا۔ تمھیں یاد دلاتی تھی کہ کبھی سنگ صحبت کا من نہ ہو تو رات دو رات علیے کے پاس گزار لیں۔"

فتح لٹکا لٹکا ہنسنے لگی اور چل دی۔ "ہلا چاچی۔"

فتح آگے بڑھ گئی تو گوما چاچی سے بولی: "یہ لڑکی چنگی رہی۔ جس سے آنکھیں چار کیں اسی کے لڑ لگ گئی۔ رابعاں، تو لالی شاہ کی کھلاوی بنی ہلکتی ہے۔"

"بڑی پیچی لڑکی ہے ری! سیانی ایسی کہ بندہ دیکھ دیکھ مرا جے۔"

"چاچی، میرے سے پوچھو تو لڑکی خبرے کس کی لو میں سلگتی رہتی ہے۔ بھانکڑیاں مدماتی ایسے اٹھاتی ہے جیوں کسی محبوب کو چھیڑنا ہو۔"

چاچی نہری کا قدم جہاں تھا وہیں ٹھہر گیا۔ گھور کر گوما کی طرف دیکھا اور پھنکار دیا۔ "ہیں رنی! تیرے ہوش ٹھکانے ہیں! جل ہی نرمل لڑکی، لے رب کی دات! اس کے اندر سرستی برا جتی ہے: سرستی۔ بولتی ہے تو سننے والے کے آگے چانن ہی چانن!"

گوما ششتلو تس سے مس نہ ہوئی۔ "چاچی، ایسے کہتی ہو کہ ہاڑ مانس کی کایا نہ ہو۔ تم لاکھ سیانی پر میری ایک پلے باندھ لو کہ زندگی مایا ہر بدن کو نچاتی ہے۔"

چاچی سن کر بے نیاز ہو گئی۔ پاؤں اٹھا کر کہا "چپ کر رنی! تو چل گھروں کو، میں دھرمشالہ ٹیک کرا آتی ہوں۔"

گوما نا مس ہوئی کو بات کا سلسلہ نہ بھولا۔ چاچی کے کان میں کہا "میرے کہے سنے کا بھرم نہ کرنا چاچی، پر تو ہی بتا کشش کی قوت رب کے کس بندے کو نہیں گھیرتی۔ رابعاں کڑی مجگ مجگ کھلائے لالی شاہ کو۔ جم جم سجلائے دوہرے کافیاں پر اپنا جان رکھ چاچی، کوئی سادھنی سنتی نہیں۔"

"خصم کے ہاتھوں مارکوٹ کھا کھا کر تیری مت ماری گئی ہے۔ کہاں وہ کاچی، کوار بالڑی، کہاں تیرے بھرمی چلتر!"

گوما نہ مڑی، نہ ڈری۔ زہر آلود نڈر میں کہا "چاچی، تیری انکھیوں پر موتیا بند تو نہیں اترا! دکھتی نہیں، بڑے شاہ کو نرکھتے لڑکی گل صنوبر بن جاتی ہے۔"

"جا ری، میری انکھیوں سے دور ہو جا!"

میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا چاچی، میرے کہے کو اٹھا کے پرے نہ پھینک دینا!"

چاچی کے پاؤں میں ہمت آنگس ختم ہو گئی۔ گہری سوچوں میں ہولی ہولی دھرمشالہ کو پوڑیاں چڑھنے لگی۔

آنکھیں موند والے گرو کے دربار میں ما تھا ٹیکا تو یکایک شاہ جی کے گورے چٹے مکھڑے پر ٹکٹکی باندھے رابعاں دکھ گئی۔

چاچی تھر تھر کانپنے لگی۔ ہاتھ جوڑ کر عرض کی۔ "میرے داتا، یہ سنگ سمبندھ کسی طرح نہیں جڑنا بنتا۔ جان جان، ایک سجری ماں، دوجی کاچی بالڑی، یہ کھیل نہ کھلانا رب جی، شاہوں کے نام دھام کو کبھی میل نہیں لگا۔"

ادھر بڈوے گسائیں واگ بتی شاہوں کے گھر پدھارے، اُدھر ترکالاں سے پہلے پنڈ کے کھڑ ولڑاں کو کتھا کا بلاوا چلا گیا۔

روٹی ٹکر سے فارغ ہو کر زنانیاں بچوں کو گودیوں میں لیے شاہوں کے گھر بچھی جازم پر آ آ بیٹھنے لگیں۔

گسائیں جی کا گہرا گمبھیر چہرہ۔ سر پر ریشمی پگڑ اور کندھوں پر دھسہ نیچے لانگڑ والی دھوتی۔ بتی پر بچھے چارخانے کھیس پر گسائیں جی چوکڑی مار براجے تو زنانیاں بھگتی بھاؤ سے ماتھا ٹیکنے لگیں۔ گسائیں جی آشیش وچن بولنے لگے۔

گسائیں جی کے آگے کاٹھ کی پیٹی پر چوکی۔ چوکی پر بچھی سجی پھلکاری کی جو ہر اس پر دیئے کی لو اُجالتی پوتھی۔ گسائیں جی نے گیان۔ بھنڈار کھولا تو پیتروں پر بڑے بڑے اکھر چمکنے لگے۔

شاہنی نے دودھارتے میں انگارے لگا سامگری دھوپ دُھکا دی۔ تو گنگا جمنی پوتر گندھ سے دل سب کے سرابور ہو گئے۔

"شری رام ..... شری رام ..... سر ڈھکے مائیں بہنیں پتھلے مار بیٹھیں۔ کوئی گودی میں لٹا بچے کو ممتا چنگھائے، کوئی تھپکی دے سلائے، کوئی روتے جاتک کو دھپا مار دادی کے کچھڑ میں ڈال دے۔

"ماؤں بہنو، دھیان سے گرہستیوں کے کانوں میں ہر دن پربھو کا نام نہیں پڑتا۔ نام کی ڈاڈی مہما ہے۔ سوچت کا دھیان اُدھر لگاؤ۔ اس چھن بھنگور جگت میں نام کی کمائی ہے۔"

گسائیں جی نے سر لواں ماں سنسکرت کا اشلوک اُچار دیا۔

چندن شیتل لوکے چندنا دیپ چندر ما

چندر رچ چندنا چیو شیتلا سادھو سنگتی

"دھنے ہے دھنے ہے دیوتاؤں کی یوتر وانی!"

"ماؤں بہنو، ہزار وچ اکو کوئی پنڈت، لاکھاں وچ اکو داتا۔ لوستو دھیان سے کتھا گورا

مہادیو کی۔

"ایک سمے کیلاس پربت اوپری مہادیو اور پاربتی کی آپس میں گوسٹ بھئی۔ گورانے مہادیو سے پوچھیا۔ ہے شری مہادیو، آپ مرگ چھالا اوڑھے، انگ وشے وبھوت لگائے، گلے سرپ پائے ہیں جی۔ ارو منڈلیوں کی مالا پہرے۔ ان میں تنٹو کوئی پوتر تا ناہیں جی۔ تم مجھ کو گیان کرستاو ہوجی۔ کس گیان دھیان سے آپ انترجامی ہوجی۔ آپ اتنہکر مرمے گیان سے پوتر ہوجی۔ جس گیان کری سنسار کے جیوتم کنو پوجتے ہیں جی۔ ارو باہر تمھارے ایٹے کرم دکھائی دیتے ہیں جی۔"

مہادیو جی بولے۔ گورجا، دھیان سے گیان کی بات سُنی۔ جس گیان کری باہر کے کرم مجھے ویاپتے نہیں، سو پاربتی یہی گیتا کا گیان ہے جس کا میں ردے وشے دھیان کرہوں ہے۔ گورجا، جیسے کمہار کا چکر ہوتا ہے ارو پھرتا جاتا ہے تس سے باسن اپتی ہوتے ہیں۔ تیسے ہی سروپ چکر ہے۔ تس تے پدعارتھ روپ باسن اپتی ہوتے ہیں۔ اس من کے پھرنے کر کے سنسار ستی ہوتا ہے، جب پھرنا نورت ہوا، تب دُکھ کوؤ نہ رہے گا۔ ہے پاربتی، پھرن ابھرن وشے جب تو سامان ہووے گا، تب راگ دولیش تے رہت ہو کر وچرے گا۔"

پاربتی بولی۔ ہے مہادیو جی، یہ کیسی مایا ہے آپ جی کی۔ منش لوک میں شریر اپجتے بھی ہیں۔ ارو مٹ بھی جاتے ہیں، دیکھنا ماتر ہے۔ جیسے رات آوتی ہے، نہیں جنیتی جو کہاں گئی۔

ہے بھگوان، اس سنسار کنو اسار جان کے بھی ادا اس ہوتی ہوں جو بہت جنم پائے ہیں اور مری مری گنیا ہے۔ جیو کیوں اس پرکار بھٹکتا پھرتا ہے۔

'پاربتی، دیہی بھٹکتی ہے۔ دیہی سے رہت آتما نروکار ہے۔ ارو سانت روپ جنو کا جنو تحت ہے۔ سو سرب برہم ہے۔ اس اپنے آپ وشے استھت ہے۔ ہے گورجا، اب یہ آتم گیان ہووے تب جگت بھرم سانت ہو جاوے گا۔ جیسے جیوڑی کے اٹر جاڑے سے سرپ بھاستا ہے۔ ارو جیوڑی کے یتھارتھ جانڑے پر سرپ بھرم نورت ہو جاتا ہے۔

"دھنیے گورا پاربتی، تیری جے ہی جے۔"

شاہنی گسائیں جی کے لیے پستے بادام والے دودھ کا کٹورا لے آئی۔

گسائیں جی نے دُھسے کے کنارے سے کٹورا پکڑا اور بہت پریم سے گھونٹ بھرنے لگے۔

یکایک سامنے کے چبوترے پر لاٹھی کے ٹھک ٹھک سنائی دی۔

"رکھو سائیں کی! یہ تو وڈے لالے اور بگی بے بے کے پاؤں کی آہٹ ہے!"

"ملاں، ذرا اُجیارا کرنا۔ آلے سے دیوا اُٹھا لا!"

شاہنی نے کپڑا ماتھے سے نیچے کھینچ لیا اور آگے بڑھ کر دونوں کے قدموں کی دھول ماتھے لگائی۔ برکتی کے ہاتھ سے لوٹے گر آگے کی۔ "بیری پوتا بے بے!"

بے بے بگی نے آسیس دی۔ "ٹھنڈی رہو! سائیں جیوے! بڈھ سہاگن ہو!"

چاچی نے ہانک ماری۔ "بہن نے کہا ذرا تیل تو پکڑا اچی! صدقے جاؤں۔ ہائے رے اس گھر آج بدھارے ہیں ساکھیات سوئمبو اور ست روپا!"

چاچی نے آگے بڑھ کر بے بے رام ست کی اور وڈے لالے کے آگے سیس نوایا۔

چھوٹی شاہنی نے دہلیز پر تیل چوایا۔ نیچے جھک کر قدم بوسی کی اور ہاتھ سے اشارہ کیا۔ "تشریف رکھیے!"

بے بے کے لیے پیڑھی آگئی اور لالہ وڈے گسائیں جی کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔

بدو کی والے گسائیں جی نے سنت پرکھوں کی شوبھا کر دی۔ "سادھ سنگت پربھو کے آگے بینتی ہے اپنے بنڈ پر وڈے لالے اور بے بے کی چھتر چھایا بنی رہے۔ جو پچھلے جنم کے پن پرتاپ سے سو برس جی لے، وہ اس کلجگ میں بھی دیوتا!"

زنانیاں آگے آ آ کر ماتھے ٹیکنے لگیں۔ بچوں میں ہوڑ لگ گئی۔

دیکھ کر بے بے بگا کا اندر بھیگ بھیگ گیا۔ "جیو میرے بچیڑو، جیو ہنسو، کھیلو! جوانیاں مالو!"

راگیوں کی بہوٹی چیرلو نے سر جھکا بیری پوتا کیا تو بے بے بگی نے سر چوم کر آسیس دی۔

جتنی دھرتی رل گر لیسی

اُتنے بہوٹی پُتر جنیسی

دونوں شاہ بھائی اوپر آئے تو باری باری لالے بے بے کے پاؤں چھوے اور ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ "لالہ جی، جو خواہش ہو دل میں، خادموں کو حکم کریں۔ آج پہلے نوراترے کتھا کا شبھ

آرمبھ آپ کے ہاتھوں سے!"

لالہ وڈّے نے سر ہلایا۔ "پُتر جی، اشٹمی کے دن سارے پنڈ حلوہ پوری کر دینا۔ اتنا ہی۔"

سن کر خبر ے کیا ہوا کہ دونوں بھائیوں کی آنکھیں بھر آئیں۔ "جو حکم، لالہ جی۔"

گسائیں جی نے سر ہلایا۔ "جہاں لالہ جی جیسے بزرگ تشریف فرما ہوں وہاں تو یگ ہی یگ!"

کاشی شاہ نے دست بستہ درخواست پیش کی۔ "گسائیں جی نوراتروں میں کتھا کریں گے۔ آپ اور بے بے جی چبارے والی بیٹھک میں تشریف رکھیے۔"

"پُتر جی، اس پکے پات کو اپنے نیٹے پر ہی رہنے دو۔ کیا پتہ کب جھونکا آن بلائے!"

دیوٹے کی روشنی میں وڈّے لالہ اور چھوٹی بے بے کے جھریاں آلود چہرے چپ۔ "پہاڑ" اور "چپ وی ندیاں" سے جا پہنچے لگے۔

نکّی بے بے کے ہاتھ سے چھوا پرساد کا تھال شاہنی نے گسائیں جی کے آگے رکھ دیا۔

بچے بالنگڑے پرساد کے لیے آگے آنے لگے۔

نکّی بے بے اور وڈّے لالہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ گسائیں جی نے اشلوک پڑھا۔

ٹیلے ٹیلے نہ مانکیہ موکیتک نہ گجے گجے

سجنا ناہی سروِتر چندن نہ ونے ونے

"پدھارو، پدھارو!" ہاتھ میں لو لیے دونوں بھائی وڈّے لالہ اور بے بے کو لو لے چلے تو زنانیاں ٹابر پیچھے پیچھے ہو لیے۔

بھگوان پاندھے کے چھوٹے پُتر ہرجو کو جانے کیا سوجھا کہ ہتھ جوڑ لیا۔

چلو پدھارو دیوتا آپ آگے آگے

چڑھو سرگوں کی سیڑھیاں ہم پیچھے پیچھے

سب کے کلیجے دھک رہ گئے۔ ہائے رے، برہمن پُتر کو یہ کیا سوجھی!

تاروں بھری رات میں لالہ وڈّے کے پاؤں یوں تھرکے جیوں آندھی کے جھونکے سے پارس پیپل ہل بل گیا ہو۔

اپنی ڈیوڑھی پر پہنچ کے وڈّے لالہ رُکے۔ باری باری دونوں شاہ بھائیوں کی پیٹھ پر ہاتھ

بھیرا۔ کچھ کہنا چاہا، پر بول نہ نکلے۔

کاشی شاہ نے مدد کی۔ "لالہ جی، سیوکوں کو کوئی حکم، ہدایت؟"

وڈے لالہ کچھ دیر سر ہلاتے رہے جیسے کچھ یاد کرتے ہوں۔ پھر سر ہلایا۔ "اب میری سنگیا، کایا کام نہیں کرتی۔ آنکھوں کے آگے ماں اور چاچا اتر آئے ہیں۔ اب یاترا ختم ہوئی سمجھو۔ پُترو، میرے پیچھے ٹبر کو عقل دینا۔ میرے تیرے سے عقل بدھی بھرشٹ ہو جاتی ہے۔ کنبے قبیلے کی مٹھیں بکھر جاتی ہیں۔"

دونوں بھائیوں نے سر جھکایا۔ "ست وچن۔ اور آگیا؟"

"پُتر جی، میرا وہ مان ستیا کے چبوترے کے آگے منّ ہو!"

"جو حکم!"

راہ میں دونوں بھائی کچھ نہ بولے۔ ڈیوڑھی میں قدم رکھا تو چھوٹے شاہ نے کہا۔ "وڈے لالے نے دنیا سے اب رُخ پھیر لیا ہے۔ کچھ ہی دنوں کا درشن میلہ سمجھو!"

"یکشنا مہاراج، یکشنا۔"

"بچّے، سو گئی ہو کیا!"

بے بے بچّی نے ہاتھ بڑھا کر لالے وڈے کو رضائی اوڑھا دی۔

بے بے نے آنکھیں موندی ہی تھیں کہ لالے وڈے نے پھر آواز دی۔ "میں کہا بچّے، یاد کر ہم کٹاس راج کب گئے تھے بھلا؟"

"لو، بھول گئے! سکھی ساندی سب سے بڑے چمن مل کا جب تر کھل جنما ہے تب پہلی بار گئے تھے کٹاس راج۔ پھر دوجی بار پیچھے ہیں جب چھوٹے وکرم کا بیاہ کیا ہے۔ تبھی گئے تھے کٹاس راج، دونی صاحب، پنجہ صاحب ...!"

"بچّے، کٹاس راج دھرتی کا تیرتھ ہے۔ سچّے گلابوں کی مہک انسانی روح میں خوشبو بھری دھوپ دیپ دُھکا دیتی ہے۔"

"وڈے لالہ نے بڑا لمبا سانس کھینچا جیوں کٹاس راج سے کوئی ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آیا ہو:"

"بگیے، جو بھی کہو، رب کی یہ دنیا بڑی سہانی۔ یاد ہے نا، رگھو ناتھ جی کے مندر کے آگے سرور امر کنڈ! پانڈو جب چلتے چلتے اس استھل پر پہنچے تو بن باس تمرہا گئے تھے۔ امر کنڈ دیکھتے ہی پیاس بجھانے کو پانی مُنھ لگا لیا۔ دھرم راج یدھشٹر کو چھوڑ اور سب بھائیوں نے پانی اور بیہوش ہو ہو کر گرتے گئے۔ یدھشٹر راج نے تریتر کا دھیان کیا اور کنڈ سے پانی لے کر بھائیوں کو ترونکے دیئے۔ ہنستے کھیلتے پانڈو اُٹھ بیٹھے۔"

بے بے نکی نے پلک جھپکی ہی تھی کہ جینیوں کا مورت مندر آنکھوں میں لہرانے لگا۔

چنن مل کے بھائیا، چم چم کرتا جین مندر کئی بار سپنے میں دیکھتی ہوں۔ رب خیر رکھے، ایک بار جانا ضرور ہے۔ یاد ہے نا، رگھو ناتھ جی کے مندر گئے تھے تو پران مل میلے میں نکھڑ گیا تھا۔

"مندر میں تین استھل پن ہیں۔ وشنو نارائن، وشنو نرسنگھ، اور وشنو وارہ! کیا سوہنی تراش دیوتوں کے چہرے کی! اور ہر ہاتھ میں کمل!"

"کٹاس میں کملوں کی کیا کمی! سرور جھلمل جھلمل کرتا ہے۔ ہرے پات اور گلابی نیلے کمل!"

"بچوں کے بھائیا، جبر ہو دیکھا تھا کہ وہ اونچا انوپ سنگھ رام والا، دس تال، تالاب تو اسی کے ساتھ لگے ہیں۔ بنوایا ہو گا کسی چکرورتی راجے نے!"

لالہ جی کو جانے کیا خیال آیا، سر ہلایا۔ "ریا، بے پرواہیاں تمھاری! گارے پتھر کی عمارتیں کھڑی رہیں زمانوں تک اور پران کی ستیا والا بندہ غیر حاضر!"

بے بے نے دھیان پلٹنے کو کہا۔ "رن مل کے پُتر کی جب جھنڈ اُتری تو ٹلے گورکھ ناتھ بھی تو گئے تھے۔ کہتے ہیں راجہ بھرتری پربت گپھائیں اُٹھا کر جھنگ مگھیانے لے گیا تھا۔ جپ تپ کی بڑی مہما۔ دیہہ میں ستیا آگ آتی ہے!"

بے بے نکی نے کچھ دیر ہنکارا نہ بھرا تو لالے وڈے نے آواز دی۔ "سن رہی ہے کہ سو گئی؟"

"سائیاں، سو سکوں تو چین نہ پڑے اس کایا کو۔ اس بوڑھی دیہہ اب کون سی گرمی خماری بچی ہے کہ لیٹتے ہی نیند آجائے۔"

"میں نے کہا تھا تے دودھ میں بہو سے گھی ڈلوا لیا کر۔"

بے بے چھیڑ گئی۔ اُٹھ کر کہا۔" یہ کیا چھیڑ لیا۔ تمھارے بھانے میں کیا بہوٹیوں کی نند اچنلی لے کے بیٹھ جاؤں گی! چمن مل کے بھاٹیا، کرموں کے بنا دودھ دہی نہیں برتنا یا جاتا!"

" سا ئیّاں، گھر گائے بھینس ہے، لوہیرا بندھا ہے، پر تیرے بھاگوں میں جھور نار بڑی، بچلی، چھٹکی، نکھرٹی، چاہے جس کے چو کے ہیں سے پی۔"

بخی بے بے بڑبڑانے لگی۔" یہ بات نہ بلا سائیاں۔ کبھی گھونٹ دو گھونٹ سے ملاحظہ کرتی کبھی ہے تو میں کہہ دیتی ہوں۔ بہوٹیو، بالٹروں کے لیے رہنے دو۔ ہم بڈھے ٹھیروں کے ذمے کون سی محنت کمائی ہے جو دودھ ملائیاں کھائیں۔"

لالہ وڈے اُٹھ کر بیٹھ گئے۔" نکیے، یہ کیا! تو اس گھر کی حکمراں ہے۔"

بے بے بخی جانے کیسی آناکانی میں ہنسیں۔" میرے بھولے مالکا، چیڑھتی راجیشوری اور ڈھلتی راج ماتا میں اوپر تھلے کا فرق۔ ایک کے ہاتھ میں حکم حاصل اور دوجی کے پاس نہ حق نہ اختیار۔"

" نکیے، دل سے یہ دوکھا نکال چھوڑ۔ ترا بھرم بھلیوا ہے۔"

" ایک بات کہتی ہوں، ساری نعمتیں برکتیں چیڑھتلوں کی۔ سائیاں، تم نے اتنا بھنڈارہ کل قبیلہ چلایا۔ آپ ہی بتاؤ، اب ہے کوئی زور زبر کسی پہ۔"

لالے نے لاڈ سے دھمکایا۔" لاڑیئے، یہ چت کا دکھو بھن چنگا نہیں میرے تیرے، ہمارے بیلے تیچھے جا پڑے۔ جہاں تک بنا، تیرے پتر پوتروں نے تو کمی نہیں رکھی۔"

بے بے بخی سر ہلانے لگی۔" سائیاں، یہ ضد بڑی پاپن۔ پچھلی عمریں بڑی کلپتی۔ تڑپتی ہیں۔ نہ کہے منہ سے، پر دل ہی دل آتما بہت دکھی ہوتی ہے۔"

یہ کیا پچھوتاوے لے بیٹھی! چل چھوڑ دے! میں نے کہا بدّو کی والے گسائیں چنگی کتھا کرتے ہیں۔ گھر میں کوئی خوشی ہو تو کتھا کروا لینا!"

" خیر صدقے شبھ وہاڑ آئے! مہینے دو میں وکرم کی ودھوٹی کو دیم پڑنے والا ہے۔"

بے بے بخی نے کروٹ لے کر پیٹھ موڑ لی۔" ست نام، ست نام!"

دل ہی دل میں سوچا۔" بدلت ٹوکرے کا ٹھگ جائے تو چت۔ چتا ہمیشہ اگلی پچھلیوں میں بھٹکتا ہے۔"

بے بے کو چھوٹی سی جھپکی آئی ہوگی کہ باہر تندور کی طرف سے بلیوں کے لڑنے کی آواز آئی تو تائی پر ہاتھ مارے بیٹھے ہی لیٹے کہا: "دُر، دُرے، دُرے باہمنیو، دن رات دودھ بالائی پر نظر۔"

لالے وڈے نے آواز دی: "نکیے، جیکر لارنس صاحب والا کاغذ نہ بہہ جاتا کانگ میں تو آج تیرے ٹبر کی تگڑی جاگیریں لگی ہوتیں۔"

بے بے نکی نے ایسے گھر کا جیوں لالہ اُس کا سائیں نہ ہو، اس کا پُتر ہو۔ "سونے کی کوشش کرو۔ شاہوں کے گھر تک جا کر تمہیں تھکان چڑھ گئی ہے۔ جپن مل کے بھائیا، اس بڈھے بیلے جاگیروں کی پیاس کیوں جاگ پڑی! صاحبڑے کے کاغذ گئے کنوئیں میں۔ رب نے ہمیں کیا کم دیا۔ اوپر والا سنتا ہے سائیاں، اُس داتے نے تمہیں گیارہ جاگیریں لگا دیں۔"

"کہتی تو سچ ہو چنے کی بے بے۔"

بے بے نے پاسہ پلٹ کر لالے کی طرف مُنہ کر لیا اور ہنسنے لگی۔ پھر ہاتھ سے لالے کو ٹوہ کر کہا: "سائیاں، مجھ سے تو تمہیں کوئی اُلانبھا نہیں نا! گیارہ بار گن کر وہم پائے اور گیارہ بار تم نے گودی پُتر کھلائے۔"

لالے وڈے نے بے بے کے بچھونے کی طرف ہاتھ پھیلایا۔ "نکیے یہ انسان کی کرنی نہیں، یہ صلاحیت اُس داتے کی!"

تیسرا پہر ہوگا۔ ابھی پیپل والا کھونہ گزرا تھا۔ بے بے کی آنکھ کھلی تو لالہ وڈے آپ ہی پڑے پڑے بولتے تھے۔ "بیاہ ہوا وشوکرما کا پربھوتی سے۔ پُتر جنمے مالاکار، کرن کار، سنکو کار، کبانڈک، ..... کبانڈک ..... کبانڈک ..... اور ے میرے ربا، اگلا نام ہی چیتے نہیں آتا!"

بے بے نکی نے ہر گرمی سیالے متعدد دفعہ راتوں میں یہ نام سنے تھے۔ چڑھ کر کہا تھا۔ "لو میں بتاتی ہوں، کمبھ کار اور کنس کار، پر ایک بات تو بتاؤ بھاگ مل کے بھائیا، وشوکرما اور پربھوتی کے پُتروں کا کیا جوڑ۔ اپنے بیٹوں کا نام لو۔ کلیجے ٹھنڈے بھی پڑے۔ جپن مل، بھاگ مل، رن مل، وکرم مل، لدابا مل۔"

"بس نکیے، اگلے نالائق کا نام مت لینا۔ اپنا گھر گرہستی چھوڑ رشید و گنجا والی کے کوٹھے جا

ڈیرہ جمایا۔"

بے بے نرم پڑگئی۔ "پڑا رہنے دو غرق جانے کو، جہاں پڑا ہے۔ غیروں سے ٹبر ہو بڑا تو ایک نہ ایک نظر بٹو بھی چنگا ہی ہوتا ہے۔ اولاد کو نظر نہیں لگتی۔"

"بس، بس، سن لیا ہے میں نے۔"

وڈے لالے کا سانس چلنے لگا اور کھانسی شروع ہو گئی۔

بے بے نے چھاتی سہلائی۔ "گھونٹ بھر دودھ لاتی ہوں!"

لالے وڈے نے سر ہلایا۔ "لے آؤ۔"

بے بے اُٹھ کھڑی ہوئی کہ لالے وڈے نے ہاتھ سے روک لیا۔ "میری بات سن جائیے۔ نھل کھنڈ کے ساتھ انسان کا پاتال کھنڈ بھی سانس سانس اس کے ساتھ چلتا رہتا ہے۔ جاننا ہے اب اس کایا کے تینوں کھنڈ ملنے والے ہیں۔ لگتا ہے آکاش کھنڈ سے میرا گھوڑا چل پڑا ہے پہنچا ہی سمجھو۔ رب جی! میں بھی تیار ہوں۔۔۔"

بے بے کانپنے لگی، پھر بھی صدق سے بولی۔ "خیر، مہر میں ہیں سائیاں، ابھی تو آپ جی نے اشتمی بچائی ہے۔"

لالہ جی کی چھاتی گھرگھرانے لگی۔ بے بے نے جھٹ پٹ، پٹ کھولے اور دودھ دھارنے تک پہنچتے پہنچتے بڑے بیٹے کی کنڈی کھڑکا دی۔ "بھاگ ملا، سارے بھائی لالے کے پاس پہنچتے ہو۔ میں دودھ لے کے آئی۔"

جتنے بے بے دودھ کا کٹورا لائی، سارا ٹبر لالے کے ارد گرد جمع ہو گیا۔

دلوٹے کی لو لالے نے بے بے کو پہچان لیا اور روز کی طرح رک رک کر کہا۔ "دن کی بتی تو نکل آئی نا! چل آج تو سورج اُگتے کی بدھائی لے لے۔ کل کی مالک جانتا ہے۔۔۔"

بتی بے بے کی بوڑھی کایا تھر تھر کانپنے لگی۔ "ہائے او میرے ربا، یہ ڈاڈی گھڑی آج میرے سر کیوں نہ آن پہنچی!"

بے بے نے لالے وڈے کے پاؤں پکڑ لیے۔ "سائیاں، ایسی بے قولی نہ کر۔ میرے ساتھ ظلم نہ کما۔ اپنی بتڑی کو اکیلی نہ چھوڑ جا۔"

وڈے لالے نے پلک جھپکی۔ دس اوپر سو برس پرانی سانس اکھڑ گئی اور پتروں نے لالے کو بھنجے اتار دیا۔

بڑے نے گنگا جل منہ میں ڈالا۔ منجھلے نے دھان۔ گنو منساد یئے۔ چمن مل نے ہاتھ پر دیوا رکھا۔ بجھتی آنکھوں میں جوت جھلملائی اور انسان کی آتما اندھیرے سے پار ہوگئی۔

بے بے تخی روتی ہوئی لالے کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ ہائے او میرے بادشاہ درولیو! مجھے ایکے کیوں چھوڑ گیا؟"

چمن مل نے ڈھاہ ماردی اور رو رو کر پنڈ جگا دیا۔ "او لوگو، گھر سے دیوتے مر گئے، بادشاہی چلی گئی۔"

ڈھول پر تھاپ پڑی۔ لام لگ گئی۔

دوجی تھاپ پڑی۔ بھرتی کھل گئی۔

اعلان ہوتے ہی کچی پکی عمروں کے وارے نیارے ہونے لگے۔ چاچے، تائے، باپ، بھائی چھپی چھپی نظروں بیٹے، بھتیجوں کے ڈولے، چھاتیاں دیکھتے اور جانکڑوں کی خیر منا آسیس دیتے۔ جھیوروں کی بھٹیوں، کوئیوں، تندوروں پر مائیں، بہنیں، چاچیاں، دادیاں ہاتھ مل مل کر کہیں۔

"ملا یہ کیا سوجھی انگریز کو! بیٹھے بٹھائے جنگ چھیڑ دی۔ ان سے چنگی تو ان کی وڈی وڈیری تھی۔ تخت تاج بھی چلایا صدق سے اور جیین امن بھی کمایا۔ رعایا سے جسم بھی چوکھا پایا۔"

"جوانی تھی سنبال نپے دار! سنتے ہیں، آپ ہی ملکہ تھی۔ گبرو حکم کا ہیٹھ تھا۔ وہ کوئی شاہ بادشاہ نہیں تھا۔"

"بہنا، ملکہ ہو، مہارانی ہو، مرد کا سایہ تو اس کے لیے بھی لازم۔"

"کر گئی سوہنی کمائیں اور بانٹ گئی برکتیں رعایا کو بھی۔ اب دیکھیں ناس ہونے پتر، پوترے کیا گل کھلاتے ہیں۔"

"ہیں ری، مردوں کی مت بُری۔ شروع سے کرتے آئے مار کاٹ، قتل و غارت گری۔ ان لُوٹھے انش والوں کو لڑائیوں، جنگوں کے بنا چین نہیں پڑتا، غرق گئے، لاکھ موج مزہ کریں پر جب تک خون خرابہ نہ کر لیں ان ڈوہلے والوں کی زند نہیں پڑتی۔"

"سچ کہتی ہو۔ ان کی تو موچھ کا بال نہ گرے۔ کھلتا ہے ڈھیڑہ تو زنانی کا ہی۔ جس دھرتی بیج پڑے وہ اپنے روکھے پھلوں بے فائدہ برباد کیوں ہونے دے!"

"ملا رب نے بھی کچھ سوچ کر ہی مرد زنانی کا کام بانٹا تھا۔ زور آوری لاکھ آدم کی، پر رب نے اولاد لگائی تو حوا کو ہی نا! جیکر لگ جاتی کہیں آل اولاد کی پرورش مرد کو تو اُسے پھاڑ پھاڑ کھاتے۔ انھیں صبر نہیں انھیں تو اپنا موج مزہ چاہیے۔"

"او پر والا بھی آخر کو سچی سمجھ رکھتا ہے۔ جوڑے بھی بنائے اور کام دھندے بھی بانٹ دیئے۔ زنانی سے کہا۔ دھیے، تو ماماتا کی گابی واہی کر اور ٹبروں کی دیکھ بھال کر۔ جنے یا، تو کھیتی کر فصلیں پکا اور کھلا پلا۔"

"سنو ری سنو، بچے کا بھائیا کل شہر سے لوٹا ہے۔ کہتا ہے ہر پنڈ سے ٹابروں کی عمریں لکھ لکھ کر لے جا رہے ہیں۔"

"رب رکھیا کرے اپنے جاتکوں کی۔ شاہی حکم نکل گیا، اب سب ایک سے رستے سے بندھ جائیں گے۔"

"خیر صدقے، گوہر تمھارا ہے تو چھوٹا پر لگتا بڑا ہے۔"

"اور جلال میرا؟"

"وہی اگڑ تگڑ پچھڑ کے ہیں۔ دو چار مہینے اِدھر اُدھر۔"

"چل ماہیا، دُو چتائی نہ رکھ۔ برخورداروں کی بڑھی چڑھی ہونے دو۔ آخر تو انھیں یا سہاگا سہاڑ پھیرنا یا پھر کندھے بندوق۔ انھیں کون سے بیاہیاں۔ کھلاتے رکھنے رکھانے ہندوؤں کی طرح اللہ بیلی کی رحمت ہو گج وج کے لشکر چھاؤنی پہنچیں۔"

حمیدہ ری، سکندر کے کرتب سنتی ہے نا! جاتا ہے، ڈاکا مار پلٹ آتا ہے۔ چل، لام لگی ہے تو لڑکے اپنے ان بالوں سے تو مڑیں گے۔"

"میں نے کہا سائیں دِتی کی طرف دیکھی ہے ان دنوں؟ جتی شاہنی بن بن کر بیٹھتی ہے۔ کچہری پرچہ کر شریکوں کے کھیت ہتھیا لیے۔ رب رسول آپ دیکھیں گے اس بے انصافی کو۔"

"میئیں خان کی بیگم نے کان میں کہہ گئی تھی کہ مقدمے کے لیے شاہوں سے اور روپیہ اٹھایا ہے۔"

"شاہوں کی بھلی پوچھی! گتھی بھری ہو دمڑوں سے تو بندہ یا آپ ہٹ اُٹھ ناچے یا دوسروں کو نچائے، مقدمے لڑائے۔ بندہ آئی صدق صبر میاں لوگوں کی طرح کھا اُجاڑ نہیں دیتا۔ شاہ سوچ سمجھ کے پیسے لگاتے ہیں اور دُونا بناتے ہیں۔"

"چلتی ہوں ری، مال ڈنگر کو جھیرے جانا ہے۔"

"ہاں ری، ایک بات تو سن! جولاں کے گھر جو میاں بی بی اترے ہوئے ہیں۔ مجھے تو کچھ اوپرے بیٹھے نظر آتے ہیں۔ سیدو کو رکابی بھر پلاؤ بھیجا ہے تو دیکھ کر ترک گئی۔

جلال کے چاچے نے دیکھا تو بولا" کچھ بھی کہہ لو۔ ایسا پلاؤ سیدانی کے علاوہ اور کوئی نہیں بنا سکتا۔"

"کہیں سے بھاگے بھگائے ہوں گے۔ زنانی کو تو دن چڑھے لگتے ہیں۔ ایک نہ ایک دن تماشہ کھلے گا ضرور۔"

لاہ بی بی سر پر دڑیوں کی گٹھڑی اُٹھائے پاس سے گزری۔ "کیوں دھیو آج کیسے گوشے!"

"ماں، سنتے ہیں جنگ چھڑی ہے۔ لڑکوں کو جائے بغیر چین تھوڑے ہی آئے گا۔ اُٹھ اُٹھ بھرتی ہو جائیں گے۔"

لاہ بی بی بہت لاڈ سے ہنسی۔ "فتو میرا تڑکے ہی ڈنٹر نکال رہا تھا۔ وردی کا بڑا چاؤ۔"

"بودے کے لیے میرا تو کلیجہ دھک دھک کرنے لگا ہے۔"

لاہ بی بی کے دو پتر پہلے ہی فوج میں بھرتی۔ آہستہ آہستہ سے بولی "بوتے کی ماں، تیری مہربانی ہیں، فکر نہ کر۔ جس پتر جوانترے نے وردی میں سجنا ہے، اس نے سجنا ہے۔ مولا کیے جس کے کاندھے چٹی فوج کی پھبنی ہے اس کی ضرور پھبنی ہے۔ بھرم نہ کرو۔"

لاہ بی بی کے گئے پیچھے کو چھیڑوں کی ودھوئی بولی۔ "لے ملآ! لاہ بی بی کی بات سن! اس کے لیے جنگ نہ ہوئی سوہنی کبڈی ہو گئی!"

"جیتی ہے نا جیتی۔ پُتر پوترے کھیتی کرے یا بھرتی ہو نایک بنیں، اسے دونوں سرتے ہیں۔

اروڑوں کی بنتو نے کھترانیوں کو بولی مالی۔" ہم تو ہوئے ہٹوانے نے بہنا، پر کھترانیوں کی روح کیوں اڑتی ہے! کھتری کا کرم۔ کم ہی لڑائی جنگ اب کرے نہ پُتروں کے آگے۔"!"

کھلروں کی پاشو چج گئی۔ کیوں ری، کھتری براہمن کا ذکر کیوں لے بیٹھی کون ماں ہے جو اپنے پیٹ کے پیے نہ کترائے گی۔ پُتروں کی چھاتیوں پر لام آئی ہے اور تو کرنے چلی ہے کل گوتروں کے وارے نیارے! پچھے منہ ری!

گراں گراں میں ڈھول بجنے لگے اور سرکاری اعلان ہو گئے۔

پُتر نشان

جیویاں جہان

سنا شاہی فرمان

جوانان، لام روز روز نہیں لگتی

تقدیریں روز روز نہیں کھلتیں

جٹا، سنگھا، لنبا ڑیو، راجپوتو، جوالو، پٹھانو، جنگ کیوں چھڑی، جوانمردوں کے میلے لگ گئے!

بہادرو، پہنچو میدان میں! سرکار تمہارے کنبوں کی سلامتی دیکھے گی۔ صاحبزادو، بہادری دکھاؤ جا کے میدان جنگ میں، خلعتیں پاؤ، گھروں میں سندیں سجاؤ!

برخوردارو، ایک بار لگ گئے مربعے تمہارے ٹبروں کو تو پھر کوئی کمی نہیں! گائے بھینس مال ڈنگر، گھوڑے گھوڑیاں، دولت کے ڈھیر۔

او جوان بن رنگ روٹ   نئی پوشاکیں بڑھیا بوٹ

ماؤں، بہنو، گھروالیو دو اجازت ٹبروں کو۔ اعلیٰ فوج پنجاب میں بھرتی ہو، جواں مردی دکھلائیں میدان جنگ میں اور ہنستے کھیلتے گھروں کو پلٹیں کندھے سجا کر۔ یاد رہے ولایت کے شہنشاہ بہادر لڑوانہ۔ لانسرز کی وردی میں لیس ہو کر شاہی فوجوں کی رونقیں بڑھاتے ہیں۔

بھرتی افسر کے اشارے پر سرکاری ڈھولیوں نے زندہ بادیاں بلادیں۔

سرکار بہادر زندہ آباد   بہادری پنجاب زندہ آباد

لوّانہ لانسرز زندہ آباد

زندہ بھائی زندہ آباد

فوجیں اپنی زندہ آباد

بجے بجے بچوں کے جھنڈ آ گئے۔

بھرتی والوں نے چھوٹے بچوں کے سروں پر تھاپڑے دیئے اور مدرسے جانے والوں کو لمبا کر کہا۔ جلدی جلدی بڑے ہو جاؤ۔ تمھاری بھی چھاتی ناپ دیں گے۔

مٹے میلے کھیس دو تہبوں میں چودھرٹیا آن پہنچا۔ چودھری جہاں داد خاں، فتح علی، کرم الٰہی مئے خاں، میراں بخش اور دوسرے اون پون بندے۔

صاحب سلامت ہوئی۔ بھرتی والوں نے نرمائی سے اوپر چڑھایا۔ "چودھری جی، آپ کے ہوتے بھلا سرکار کو کیا فکر۔ اس مہینے پنڈ کتنے جوان دے رہا ہے!"

فتح علی جی نے گلا صاف کیا۔ "صاحب جی، بھرتی قابل، یہاں کا ہر جوان بھرتی دفتر پہنچ چکا ہے۔ ہاں دو چار والدین کے اکلوتے پتروں کی سونہہ نہیں۔ باقی جو پور آپ کے سامنے کھڑا ہے ان کی تو ابھی ناک ہی بہہ رہی ہے، قد و قامت نکال لیں، ابھی کون سی جنگ ٹک چلی ہے!"

بھرتی افسر جہاں داد جی سے مخاطب ہوئے۔ "فوجی پنشنی ہونے کے ناطے جنگ سے پہلے ہی فوج میں بھرتی ہیں۔"

زنانیوں کی بھیڑ جمع ہو گئی۔ مائیں، بہنیں، بے بے، دادیاں۔

کالی دوپٹی اوڑھے، کچھڑ میں نکا اُٹھائے، عائشاں بی بی آگے بڑھ آئی۔ "بھرتی صاحبا، پنڈ نے اپنی جوبنی طاقت سرکار کے آگے کر دی ہے۔ کوئی چھوٹی سی بات تو نہیں۔"

"ہاں جی، اپنے چار پنڈوں نے مل کر سو جوان بھیجا ہے۔ پورا لشکر اٹھا کے پورا پربت ٹھیل دے۔"

بھولو کا نکا بھائی گھولو اپنے ماجے کو وردی میں دیکھتے جلال پور گیا تھا۔ آگے بڑھ کر سنا سنایا ٹپہ بول دیا۔

ہر گھر سے اک بندہ پتر نہیں تو چندہ

اُتری ونڈ کی جینا نے جھڑک دیا۔" چپ رے، شہریوں کو گپتا ہوگا، ہمیں نہیں۔ یہ دولتیوں کے نخرے ہیں، پُتر گھر چھپائے رکھیں گے اور سرکار کے آگے چندے کی گتھیاں تارتے رہیں گے۔

سامنے والے کے موڑ پر شاہ جی دکھے۔ اونچا قد، گوری رنگت، سر پہ اُجلی پگڑی۔ چال ڈھال صاحب جائداد والی۔

شاہ جی صوبہ لاٹ کے دربار میں چندہ لکھوا چکے تھے، لہٰذا بھرتی افسر نے گرمجوشی سے ہاتھ ملایا۔

گاؤں کے معتبر بھرتی والوں کے سامنے منجیوں پر رونق افروز ہو گئے۔ کچھ کھڑے حقے گڑگڑاتے رہے۔ کچھ پیروں کے بل بھنجے بیٹھ گئے۔

نائب نے اُٹھ کر تقریر شروع کی۔" حاضرین، سرکار اعلیٰ اور شہنشاہ انگلستان ان سب والدین کا احسان مند ہے جو اپنے بیٹوں کو جنگ میں حصہ لینے کے لیے بھرتی کروا چکے ہیں یا کروا رہے ہیں۔ اپنی ہندوستانی رعایا اور بہادر فوجوں کی سلامتی اُنھیں اتنی ہی پیاری ہے جتنی اُنھیں اپنی انگلستانی فوجیں۔"

"غور فرمایئے۔ گوری پلٹنوں کے سر پر ٹوپ سجتے ہیں اور اچی تک دکھ والی قوموں کے سروں پر صافے، صافہ، پگڑی ہی بندے کی عزت آبرو ہے۔"

تحصیلدار نے نائب کو ٹوک دیا۔" پہلے ڈوگرہ پاگ کا بیان ہو۔"

"جناب، ڈوگرہ پاگ سوا سات گز کی، سکھی صافہ سات گز۔ پنجابی مسلمان ساڑھے پانچ گز۔ پٹھانی صافہ ساڑھے پانچ۔"

" دوسرے صافوں کے مقابلے میں مسلمانی صافے کی چھوٹی لمبائی ماؤں بہنوں کو پسند نہ آئی۔"

" ارے بھرتی افسر، یہ دوجیگی کیسی؟ سکھی صافہ سات گز، ڈوگری سوا سات، پنجابی مسلمان اور پٹھان کی پگ پر ہی سرکار نے ساری کنجوسی کر سکاری کرتی تھی۔"

" نائب بہت ادب سے بولے:" بے بے، بیشک بات آپ کی درست ہے، پر گز ڈیڑھ گز کپڑے سے سرکار کے خزانے خالی نہیں ہوتے۔ جیسا ہر قوم قبیلے کا رواج چلن ہو بالکل ویسا ہی صافہ سرکار اپنے فوجیوں کے لیے منظور کرتی ہے۔"

کرم الٰہی جی نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔" جرم نہ کرو، رواج کی بات ہے۔ جٹیوں کا کام نہ و ہاتھ کی دو پٹیوں سے چل جاتا ہے۔ ہندوانیوں کو جوڑوالے ڈھائی گز سے جھوجھن چاہیے ہوتے ہیں۔"

ماں کرم بھری نے ساتھ کھڑی حسینہ سے کہا۔" اری ہندوؤں کو بہت پیسہ، بہت برتن، بہت پھیل پھیلاؤ۔"

"لو سنو، ماؤں بہنو! ہر صافے کی علاحدہ شان۔ علاحدہ بان۔ پٹھانی صافہ۔ لمبے کلے پر آٹھ بل، بائیں طرف تین بل اور پیچھے کالڑ اندر ٹنگا ہوا۔ سکھی صافہ۔ ایک گھماؤ دائیں طرف پھر بائیں طرف سے کلے پر۔ شملہ پیچھے سے لاکر ٹونگنا اوپر۔"

خیالوں ہی خیالوں میں ہی ماؤں کو اپنے اپنے پُتروں کے سروں پر سوہنی پاگیں نظر آنے لگیں۔

ماں باکو نے دوپٹی کے چھورسے ڈھیلا نکال نائب کے سر پر سے نچھاور کر دیا۔" میں صدقے نائبا! میرے دونوں پُتر پوترے ایسی ہی پگڑی باندھتے ہوں گے۔"

نائب نے جھجک کر بے بے کو پیری پونا کر دیا۔

"جینیارہ پُتر، جوانیاں مان!"

گوہر کی دادی آگے بڑھ آئی۔ میں نے کہا میرے پوترے کو روٹی تو چنگی ملے گی چھاؤنی میں۔"

"برابر بے بے! چاہے کسی سے پوچھ کر صحیح کر لو۔ پنڈی بہاء الدین کا کرم نرائن جہاز بھر بھر لام پر بھیجتا ہے۔ بچوں کے کھانے پینے سے بے فکر رہو۔"

بے بے کی آنکھوں کے کٹے کی جھلک پھر گئی۔" پُترا! پوری وردی پوشاک میں ایک بار تو پھیرا ڈال جاتا گھر۔ بیڑے پر چڑھنے سے پہلے دو چار دن کی چھٹی تو دلوا دینا اُس کو!"

کوشش کروں گا بے بے! باقی برخورداروں کی فکر بالکل نہ کرو۔ سرکار اپنے جوانوں کی کھا، خوراک کا پورا خیال رکھتی ہے۔"

"بھلا کیا کچھ ملتا ہے اُنھیں کھانے کو؟"

"آٹا پون سیر۔ ۔ ۔"

"کیا رے کیا یہ کیا کہا! بارہ چھٹانک میں سے کتنے منڈے بنتے ہیں؟ دو نہیں تو تین! ہائے ہائے بارہ چھٹانک آٹا! تو لے ماشوں سے بندوقیں اور توپیں چلیں گی! آٹا نہ ہوا گھی ہو گیا!"

"سنو بھائی سنو، گھی کی کمی بتاتا ہوں۔ دال دو چھٹانک، گھی ایک چھٹانک، ترکاری گوشت ایک سیر!"

"ملا جھوٹ نہ بول! جو سرکار بارہ چھٹانک آٹے کو سولہ چھٹانک نہیں کر سکتی، وہ روز کا ایک سیر گوشت، ترکاری دے گی لڑکوں کو! نہ رے نا بابا، ہمیں نہ چلا!"

"آگے سنو، شراب دارو ایک پیپی فی ہفتہ۔"

بزرگوں کی پیشانیوں کے تیور بھانپ کر نائب نے اضافہ کیا۔ "دودھ کے ساتھ دودھ، قہوے کے ساتھ قہوہ! ہفتہ دس دن میں میٹھی ونگی! مطلب یہ ہے کہ اپنے جوانوں کی چوگ چگت ماڑی نہیں۔"

نجیبے نے پوچھ لیا، "کیوں جی، سننے میں آیا ہے کہ گورا فوجوں کو سرکار خوب بادام پستے رگڑ رگڑ پلاتی ہے۔"

"نری افواہیں! بادشاہو، انگریزی پلٹن کوئی کاشی والے براہمن گسائیوں کا کونڈی ڈنڈا رسالہ تو نہیں جو دنیا جنگ کا کام چھوڑ کر ٹھنڈائیاں گھٹتی رہیں۔"

بڑا ہاسہ پڑا۔

"چلو جی، گوروں کی خوراک سن لو۔ آپ کے دل میں خیال تو نہ رہے۔ گوشت ترکاری پون سیر، ڈبل روٹی پون سیر، سبزی پون سیر، چاول چار چھٹانک، شراب ایک پیپی، چائے، چینی، قہوہ جیسے دیسیوں کو ویسا اُن کو۔"

تحصیلدار منجی پر سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ "تحصیل گجرات، کھاریاں، پھالیاں کی بھرتی پر لاٹ صاحب بہت خوش ہیں۔ ہاں، آپ کے پنڈ میں ابھی بیس تیس لڑکے ایسے نکل آئیں گے جو بھرتی کے لیے پیش ہو ہی جائیں تو اچھا۔ حاضرین گبرُوؤں کے نام چھپانے کی مطلق کوشش نہ کریں۔"

کھوجیوں کے لوٹے نے اُٹھ کر خبر دی۔ "صاحب جی، تو شہرہ والے سیدوں کے لڑکے کل گھوڑوں پر آئے ہوئے تھے۔"

چودھریوں نے ایک دوسرے کو سینت ماری کہ بھرتی افسر نے اعلان کر دیا۔ "سب کو معلوم ہو کہ سرکار نے سیّد زادوں کو بھرتی نہ ہونے کی چھوٹ دے دی ہے۔"

میراں بخش بولے۔ "سید پاک صاف تو ہوتے ہی، پر ان کی بھرتی نہ ہوئی تو سرکار بڑا خسارہ ہو جائے گا۔ سید کوئی ایک ہی کیا، حسینی، زیدی، جیلانی، بغدادی، جعفری!"

"سیدوں کو رہنے دو نا! اپنے علاقے میں لڑاکو ذاتوں کی کون سی کمی ہے، جٹ، گوجر، گکھڑ، توانے، لنیاڑے، کھوکھر، راجپوت۔۔۔۔"

"سب کو موقع لگ گئے، اب بہادری دکھلانے کے!"

پنڈ کے آٹھ دس لڑکے جو کوٹھوں پر چڑھ کر تماشہ دیکھ رہے تھے، چھنا چھٹ نیچے اترے اور بھرتی والے کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ "جناب عالی! ہماری نیانی ہو جائے، ہم بھرتی ہونا چاہتے ہیں!"

"چودھری صاحب! انھیں ان کے والدین کی اجازت ہے نا؟"

"جی!"

"بدھ کو جلال پور حاضر ہوں!"

نام لکھ دیئے تو چودھری جٹے نے اہلکاروں سے عرض کی۔ "صاحب بہادر، ترکالاں اترنے والی ہے۔ کچھ دودھ لسی سے منہ گیلا کرتے جاؤ!"

سرکاری جتھا شاہ جی کی حویلی کی طرف چل دیا۔

راستے میں مائیں، دادیاں روک کر پوچھیں۔ "صاحبا! میرا نیا مہینہ پہلے بھرتی ہوا ہے، کیا اب تک جہاز چڑھ گیا ہوگا؟"

"پترا! سکندر روڑ پچ کا نام تو ضرور سنا ہوگا۔ اس کی پلٹنی، ڈاکٹری گجرات میں ہوئی تھی۔ جانگ سو سیکڑوں میں ایک ہے۔ پنج کے بہادر سرکار سے کہنا کچھ دے دلائے لڑکے کو!"

نائب نے سرچاوا کیا۔ "بےبے حکومت اپنے فرزندوں سے بہت خوش ہے!"

لادبی بی ایسے دبدبے سے آئی جیسے فوجیوں کی ماں آ گئی۔ للکار سے بولی۔ "حاکمو، سارے مربعے اُلٹے بالوں والے نہریوں کو ہی نہ لگا مارنا۔ اُن کے پاس پہلے ہی بہتیرے پُتر پوترے لام پر ہیں اور ہم دونوں ساس بہو آپ ہی کھیتی کی واہی گاہی کرتی ہیں صاحبا، مائیں اور سوانیاں جگرا نہ کریں تو بتاؤ انگریز کی فوج کیسے سجتی ہے! ضلع لاٹ کو کہہ دینا ہماری طرف سے دو پہلے ہی تھے فوج میں۔ اب خیروں نے دو اور کو چھاؤنی چڑھایا ہے!"

حویلی میں منجیاں سرکاری آن بان سے سج گئیں۔ گرم گرم دودھ کے کٹورے اور ساتھ خستہ نان ختائی اور پیڑی گول مٹھائی۔

تحصیلدار نے ختائی کا ایک ٹکڑا منہ میں ڈالا ہی تھا کہ مجلس میں ہاسہ پڑ گیا۔

"بادشاہو، آدھے انگل کی ختائی اور اس کا بھی چھوٹا سا لوٹہ۔ آج جو سرکار کے تیور ہیں۔ ان کے مطابق تو سرکاری اہلکار بندوں کو کچا چبا جائیں۔"

جہاں داد جی گنڈا سنگھ کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ "صاحب بہادر، فوجیں اپنی دشمن کی پیٹھ لگا کر گول مٹھائی ہی کھائیں گی۔ باقی نان ختائی تو ہوئی نہ آپ جیسے باریک عملے کے لیے۔"

کرپا رام بھی اپنی عادت سے باز نہ آئے گدگا لگا ہی لیا۔ "بادشاہو اتنا تو بتاتے جاؤ کہ آخر یہ جنگ چھڑی تو کیوں چھڑی!"

گنڈا سنگھ شروع ہو گئے۔ "کرپا رام، یہ بھی کیا سوال کر ڈالا۔ کوئی ٹکڑا علاقہ ہڑپنا ہو گا سرکار نے۔ نہیں تو جنگ لڑائیاں کوئی دوستانہ بڑھانے کے لیے تو نہیں کی جاتیں۔"

گرو دت سنگھ نے ٹہنڈا دیا۔ "آنکھ لگائی جمرود کے قلعے پر اور فوجوں کو چھاؤنیوں سے نکلنے کا حکم دے دیا۔ بس ایک رنجیت سنگھی جھٹکے نے علاقہ سمیٹ لیا اپنی طرف۔"

منشی علم دین چڑھ گئے۔ "خالصہ جی، کہاں کی کہاں ملائی، حکمت اپنے کو سمجھ میں نہیں آئی۔"

"سمجھ میں کیا آنی ہے۔ بات تو صاف ہے نا۔ کی چڑھائی اور علاقہ جیت لیا۔"

"سوال تو یہ ہے کہ انگریز کو کیا تھڑ گیا کہ جنگ کا اعلان کر دیا! فوجیں ویسے بھی تو کچھ نہ کچھ کرتی رہتی ہیں!"

"بات یہ ہے بادشاہو، کہ حکومت کو بیچ بیچ میں یہ ٹنٹے میرے کرتے پڑتے ہیں۔ آخر تو بچاتے حکومت نے مکھیاں مارنے کے لیے تو نہیں رکھے ہوئے۔ کسی سے آپ نے چھیڑ چھاڑ کی کسی نے آپ سے کروائی۔ اپنا وزن بھاری دیکھا تو بھبکی دے دی۔ داؤں لگ گیا تو گچی پکڑ لی۔"

شاہ جہانے فتح علی جی کی ہاں میں ہاں ملائی۔ "برابر چودھری صاحب، حکومت کے یہی دو کام ضروری ہوئے۔ جہاں گیری اور جہاں داری۔"

"نائب جی، گنتی کے حساب سے بھرتی میں کون سے ضلع، تحصیل اول چل رہے ہیں؟"

"بادشاہو، گنتی کے حساب سے اس وقت سارے ہندوستان سے آگے اور اول صوبہ پنجاب اور پنجاب میں سب سے آگے ہمارے چار اضلاع، شاہ پور، گجرات، جہلم، راولپنڈی۔"

تحصیلدار جی نے اپنا دبدبہ قائم کیا۔ "بات ایسی ہے کہ لڑائی چھڑنے کے وقت ایک لاکھ پنجابی اپنی فوجوں میں بھرتی تھا۔ شاہ صاحب، مطلب یہ کہ ہر اٹھائیس افراد کے پیچھے ایک فرد فوجی پنجاب میں اور ڈیڑھ سو افراد کے پیچھے ایک فرد باقی ہندوستان میں۔"

"ہیجی شاباش اے۔"

"لو اور سنو۔ گجرات چار ہزار، شاہ پور پانچ ہزار، راولپنڈی پندرہ ہزار، جہلم بارہ ہزار۔"

کرم الٰہی جی کا جوش ذرا ٹھنڈا پڑ گیا۔ "اس حساب سے اپنا ضلع اُنیس اکیس ہی ہوا۔"

بھرتی افسر نے بہت ذہانت سے کام لیا۔ "نہ چودھری جی، اوسط کے حساب سے اپنے ضلع گجرات کی تحصیل کھاریاں اول نمبر پر ہے۔"

کندن چیڑے نے پوچھا۔ "سننے میں آیا ہے کہ ٹھُر کی قیمت بھر گری ہے۔"

"کوئی نقص والی بات نہیں۔ صرافے منڈیوں میں تو اوپر نیچے ہونا ہی رہتا ہے۔"

"یہ نہ کہو بادشاہو، سرکاری بینکوں کا دیوالہ نکلنے والا تھا جس دن جنگ کا اعلان ہوا ہے۔"

تحصیلدار بولے۔ "ہوا تھی، اڑ گئی۔ سمجھا دیا لوگوں کو کہ آپ کی مرضی کے بغیر آپ کا پیسہ استعمال نہیں ہوگا۔"

گنڈا سنگھ یوں ہی تاؤ کھا گئے۔ "یہ سراسر جھوٹ تھا۔ سرکار نے لاہور گجرانوالیوں ہندو دھنا ڈھوں سے کہا۔ راتوں رات بینکوں میں پیسہ ڈالو تا کہ دن کا بھگتان چالو رہے۔ میرے سالے کا سالا پنجاب نیشنل میں روکڑیہ لگا ہوا ہے۔ دس جماعتیں کی ہوئی ہیں اُس نے۔"

تحصیلدار کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔ "ذرا نام تو بتاؤ اس لڑکے کا۔"

گنڈا سنگھ بیس سال چھوٹا ہو گیا۔ جلدی سے کہا۔ "نام جان کر کیا کرو گے؟ وہ تو کب کا بھرتی ہو چکا۔"

سرکاری منڈلی کو یہ انداز پسند نہ آیا۔

"خالصہ جی، کہیں غدریوں۔ انقلابیوں سے تو میل جول نہیں؟"

"نہ جی، پر ایک بات تو بتاؤ۔ سرکار نے کناڈا کی راہداریاں کیوں بند کر دیں؟ اپنے بندوں کی ایسی بے عزتی کی، کیوں بھلا! یہ ظلم نہیں چلنا۔ سرکار اتنا جان رکھے۔"

تحصیلدار بہت زچ ہوا۔ "شاہ صاحب، یہ کیا ماجرا ہے۔ کہیں غلط لوگوں سے ربط وضبط تو قائم نہیں کیا ہوا؟"

"نہ جناب، آپ بالکل بے فکر رہیں۔ فوجیوں کا پرانا ٹبر ہے۔ بڑا لڑکا فوج میں تھا۔ افریقہ میں کام آگیا۔ چھوٹا بھی لام سے پہلے کا بھرتی ہے۔ خود آپ گنڈا سنگھ فوج کے پنشن یافتہ ہیں۔"

"اپنی پرانی پلٹن ۳۲ پنجاب ہے۔"

"واہ! تحصیلدار نے آگے بڑھ کر ہاتھ ملایا۔" فوجی پنشن یافتہ لوگوں کی فہرست تو ضرور میری نظر سے گزری ہے۔۔۔۔"

"بیشک صحیح کرو، نام ضرور ہوگا۔ نائک گنڈا سنگھ نمبر ۵۸۶۶!"

بابو مراثن اوپر سے اتر حویلی کے آگے آن کھڑی ہوئی۔ بھرتی والوں کی بھیڑ دیکھ کر نئی بیاہی کی طرح منہ پر گھونگھٹ کھینچ لیا اور ٹلی دار تالیاں بجا دیں۔

حکم ہوا سرکاروں
کہ پتر والی کم نہ کرے
حکم ہوا سرکاروں
کہ دھی والی چھوے ڈلے

تحصیلدار کو یہ ٹکڑا بہت پسند آیا۔ آنکھ سے نائب کو اشارہ کیا تو اُس نے جیب سے پھکڑ نکال بابو کو دیا۔

بابو نے خوش ہو کر فتح بلادی۔

او مچھڑ بادشاہ تیری فتح — او روڑے بادشاہ تیری فتح
او ملکہ موٹڑی تیری فتح — او جنگی لاٹڑے تیری فتح

"لو سنو سہیلیو، لام گھوڑی۔"

شاہی حکم ہوا

جنگ کا بگل بجا

بانکا بسرے گیا

جیت آ رن کا

بن کے، تُو سرمور جی

تیری چھاتی سجے

تیرے کاندھے سجیں

تیرے ماتھے پہ

سہروں کا ہے شور جی

ماں کی جھولی بھرے

گھر کی جیویاں سجیں

مل گئے ہیں مربعے

پڑا شور جی۔"

"جیو، میری بچی جیو۔ میں صدقے جاؤں۔ ایک بار اور گا۔ کلیجے ٹھنڈ پڑے گی۔"

"و میں رابعاں، ایسی سکھاں۔ لدی لام گھوڑی جوڑ دی!"

ریشماں نے رابعاں کو کندھے سے گھیر لیا۔ "ماہیا، وہ دوسری سنا، جو جگتار کی بہن کو سنائی تھی۔"

چاچی مہری نے روک دیا۔ "نہ ری، جی بھر بھر آتا ہے اُسے سُن کر۔"

سعد بی بی نے سر ہلایا۔ "چاچی، سنانے دے۔ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو یاد کرنے دے۔ ماؤں بہنوں کی آنکھوں کی پھوہار جانوں کو ٹھنڈک پہنچائے گی۔"

شیریں بولی۔ "اری وہ ہیرے۔ نگینے والی۔

انبڑی کے لاڈلے

بابل کے لاڈلے

بہنوں کے بانکڑے

بھائیوں کے سانجھڑے

ٹھڑی کے ماہیا

او تیرے ماتھے پے

جیتوں کے سہرے بندھیں

موتی ہیرے نگینوں سے

تارے لال تیرے سہرے گنتھیں

تیرے کنبے بڑھیں

تیرے بچڑوں کے بچڑوں کے بچڑوں تلک

تیری بیلیں بڑھیں

تیری جیوبیاں کھلیں

تیری فصلیں پکیں

تیرے کوٹھے بھریں

مائیں، بہنیں گھروالیاں اور اداس پڑی کڑیاں کی ٹولی رب کا نام لے کر اپنے آنچلوں سے انکھیاں پونچھنے لگیں۔

سجد بی بی نے سر پہ پیار پھیرا۔ پیر فقیروں کی خیر ویٹے، تیری غزل، گھوڑیاں سنتی رہیں اور پتر پیاریوں کی اُڈیکیں سہل کرتی رہیں؟"

پیڑھی پر بیٹھی شاہنی نے حسینی سے پوچھا: ماں صدقے، بچے کا رقعہ پتر تو آیا ہے نا؟"

"آیا ہے شاہنی، دیکھو اب چٹھی رساں کب پہنچتا ہے!"

منجی پر بیٹھی چاچی مہری چاولوں کی کنیاں چُن رہی تھی بولی۔ "واری بلیہاری ہرکارے! پری جو پار۔ سمندروں سے پتروں کی سُکھ۔ساند لاتا ہے!"

رسولی کی ماں بڑے ہنکارے سے بولی۔ "لاٹ نے حکم نکالا ہے کہ زمینداروں کے پُتر اپنی پلٹنوں سے ہی جیویوں کے معاملے۔ سرکارے جمع کروا سکتے ہیں۔"

"اری بہنا، انگریز حاکموں کی عقل بدھی ماڑی نہیں۔ شرلی کی ماں، ہیں نے کمبا تیرا کاکا تو پولس میں بھرتی ہے نا؟"

"فوج ہی سمجھو۔ سرکار نے دو چار ٹکڑیاں پولس کی بھی لام ہیں بھیجی ہیں۔ اسی میں گیا ہے خیروں بے شرلی۔"

فقیرے کی ماں کر بھری نے منڈی ہلائی۔ "ہیں ری، گولہ بارود سے لڑنے کو لام لشکر بہتیرے۔ پر دشمن بیری کو میدان جنگ میں گالیاں کون دے؟ اپنی پولس پنجاب کی تو گالیاں دینے میں بہت اول و اعلیٰ ہوئی نا؟"

"سچ کہتی ہے بے بے۔ لڑائیاں جنگ صرف نیزے بندوقوں سے ہی تھوڑے لڑی جاتی ہیں جب تک بیری دشمن کو من بھرتی گالیاں نہ پڑیں، غرق جانے بیری کا کیسے تو کالجا پھٹے اور کیسے خون جلے۔"

لڑکیاں بے بے کر بھری کو دیکھ دیکھ کر ہنسیں۔

چاچی مہری نے پوپلے منہ سے کہا: "ہیں نے کمہاری، گالیاں کی اتنی طاقت۔ ستیا تو پتھر کو چار دے۔ بے بے کر بھری کے پاس تو گالیوں کی پوٹلی نہیں، پنڈ ہے پنڈ۔ بھیجنا تو سرکار کو تمھیں چاہیے لام پر۔ اُدھر سے چلیں بارود گولے اور اِدھر سے سیر سیر پکی گالی۔ پھر دیکھو تماشہ بیری دشمن کا!"

بے بے کر بھری ہنسنے لگی۔ "ماہیا، بیشک کر لو مسخری مجھ سے۔ ابر ری، گالیوں نکال پھینک دو۔ آپ چین پر جائے۔ پیر صاحب دیدیں بندے کو دو چار گالیاں تو ندیدوں کی قسمت کھل جائے۔"

"یہ تو سچ کہتی ہو بے بے چوٹ ہوتی ہے گالیوں کی بیا ہے مرم تھان۔"

"فاطمہ ری، نادر کا منی آرڈر آیا ہے نا؟"

"خداوند کریم کی نظر رہے سیدھی، اب تک خیروں سے دو آ چکے۔ چاچی جلدی تھی۔ اس پر شیخ سدوں پر سلام کر کے چراغ جلا کر گیا ہے جاتک۔ گدی پر چڑھنے سے پہلے گجرات کے ولی شاہ دولہ پیر کے بڑے دربار میں بھی سجدہ کر کے گیا ہے!"

"سائیں خیر کرے"

لسّی کا برتن اُٹھائے لاہ بی بی آن کھڑی ہوئی۔ فوجی بیٹوں والی لش بولی "فوجی رنگروٹ کو پندرہ کی تو سالانہ ترقی اور پندرہ کا بھتہ میدان جنگ کا۔ دیکھیے، بھلا کتنے کا رقعہ تھا گوہر کا؟"

بے بے دس کم سو، بچیڑوں کو کچھ آپ بھی تو کھانا پینا ہوا۔ رکھتے ہی ہوں گے نہ پانچ دس تو اپنے پاس بھی۔"

"کھانا پینا چنگا دیتی ہے سرکار۔ ہر جوان کو دودھ، آنڈڑے، پھل لگے ہوئے ہیں روٹی سالن بھی چنگا۔"

سجد بی بی کو یقین نہ آیا۔ بے بے لشکروں میں کون اتنا خرچہ کرنے لگا!"

"نہ ری نہ۔ سرکار احسان تھوڑے کرتی ہے۔ جنگ کی خاطر آپ سورماؤں کو پالتی ہے۔ اور تو اور تماکو کے سوٹے اور پینے کو دارو کے گھٹ بھی۔"

"اری بہنا! مفت کی ملے گی تو آپنے پتر بھی سنگھ لمبانڑوں کی طرح پی پی کر پڑے رہیں گے۔"

"نہ ری، فوج میں جیلوں سے بھی زیادہ مشقت۔ ٹبر لڑائی جنگ میں گھونٹ بھر بھی لیں گے تو کیا!"

نظام بی بی پوڑیاں چڑھ آئی۔ "کوئی دوا۔ دارو پوچھنے آئی ہوں شاہنی۔ سیفو کے بچے کا پیٹ چل گیا ہے۔ میں نے کہا لالی شاہ کے لیے تم نے ضرور کوئی گھٹی گھاٹی رکھی ہوگی۔"

شاہنی نے اٹھ کر مٹی کے کوزے میں ریوند، ہرڑ، زہر مہرہ، مازو، پکھور، نرمسی ڈال ہتھ پکڑائے۔ "رگڑ کے دو ایک بار دو۔ برابر آرام آنے گا۔"

"شاہ دولے کی بھابی، کاکا اپنا تو میرٹھ چھاؤنی پہنچا ہوا ہے نا۔"

"ہاں شاہنی، ابھی تک تو وہیں ہے۔ کب حکم آجائے آگے جانے کا۔"

سجد بی بی بولی۔ "سنتے ہیں پلٹن کے اونٹوں میں بیماری پھیل گئی ہے گل گھونٹو کی۔"

"نہیں ری، سرکار کو کیا کمی! گھوڑے نہیں تو اونٹ، اونٹ نہیں تو ڈاچیاں، ڈاچیاں نہیں تو ٹٹو!"

"کل بوٹے کا بھائیا گیا تھا ناچھاؤنی پتر کو چھوڑنے۔ خبر لایا ہے کہ لاٹ پنجاب نے دربار میں اعلان کیا ہے کہ سرکار جوانوں کو بہادری کے لیے دس ہزار گز مربع گز زمین انعام میں دے گی۔"

"فوجیوں کی پوچھ تو جنگی۔" مربعوں کے نام سے خوش ہو کر زنانیاں یکایک رب کا دھیان کرنے لگیں۔

"رب مہر کرے، پُتر راضی باجی گھروں کو لوٹیں، بہنا، پھر مربعوں کی کمی۔ پُتر آیا کہ جاگیر ملی، ایک ہی بات۔"

جمن کی ماں کا خیال سب کے دلوں میں کھلبلی مچانے لگا۔ یہ شیر جوان جمن اپنا اور مہینوں میں پار ہو گیا، مقدمہ اپنا اپنا۔ جہاز سے اترا نیچے اور گولی پہلے تیار۔

اپنے اپنے دودھ کے لیے چھاتیاں اُمنڈنے لگیں۔ بوٹے کی ماں اُٹھ کھڑی ہوئی۔ "آج پہلی میں ایسی رُنجھی کہ ماتھا بھی ٹیکنے نہ پہنچی۔ دھرمشالہ کا بیارا گی بڑا سوہنا کیرتن کرتا ہے۔ گھڑی دو گھڑی سن لیتی ہوں تو چت ٹھکانے رہتا ہے۔"

چاچی بولی۔ "سب کے پُتر خیر لام لشکروں میں۔ ماؤں کی آندریں، دل کیسے لگے۔"

چاچی اونگھنے لگی۔ ہاتھ کا اٹیرن ہاتھ میں ہی پڑا رہا۔ چھوٹی شاہنی، جتھانی کے پاس چلی آئی۔ ہولے سے کہا۔ "شکر منا جیٹھانی، جو بچے ہمارے بھی کندھوں تک پہنچ جاتے اب تک تو گیا لام پر جلنے سے رُکتے! میں تو ری، روز منکے پھیرتی ہوں، جب تک بچڑے بڑے ہوں یہ جنگ ظلمی مُک مکا جائے۔"

"سچ کہتی ہو بندرا دئی، اپنے بچے نیانے لگے ہوتے لڑائی پر تو ری میں نہ جیتی۔ اری کل کانشی رام تو بھائی کو بتا رہا تھا کہ روپو چک کی باکو نے پہلے دو پُتر بھرتی کرائے۔ ایک کے زخمی ہونے کی خبر آئی تو تیسرا بھی اُٹھا کے لام میں بھیج دیا۔ کہتے ہیں لاٹ پنجاب نے خوش ہو کر باکو کو رقعہ بھیجا ہے۔"

"باکو جیسی اور بہتیری۔ سجد بی بی کل بتا گئی تھی کہ چکوال والی شریفوں کی بڑی دھوم مچی ہے۔ ہیں ری، جنتی نے پانچ بیٹے بھرتی کروا دیئے۔ کوئی پوچھے موڑھ مَتے، ایک پُتر کی چھوٹ تو سرکار بھی دیتی ہے۔ آگے بڑھ بڑھ کر آپ جاؤ چھاؤنیوں کی طرف تو فرنگی کیوں دریغ کرنے لگا۔"

چاچی کو اونگھتے دیکھ کر رابعاں نے سوت اٹیرن اٹھا پچھی میں ڈال دیئے۔

شاہنی بولی۔ "رابعاں ذرا لالی کو تو دیکھ کہیں طویلے تو نہیں پہنچا ہوا۔ خیر سے لڑکے کو کیا سنسکار گھوڑوں کے آس پاس ہو تو بہت خوش!"

"پچھلے جنم سوداگر ہو گا گھوڑوں کا!"

رابعاں پوڑیوں سے نیچے اتر گئی تو دیورانی سے کہا۔ جیٹھ تمھارا لڑکی کے سوہنے قافیے ایسے مگن ہو کر سنتا ہے جیوں لڑکی کے منہ سے پھول جھڑتے ہوں "

"جیٹھانی یہی حال تمھارے دیور کا! لڑکی مرجاتی ہیں روشنائی بھی تو بہت۔ پوتھی اُٹھاتی ہے، پڑھ لیتی ہے۔ لاری سے جی سن، ایسی ایسی کہانیاں سناتا کہتا ہے، پیر مرتی سکھاتی ہے اُسے "

جیٹھانی کے ماتھے پر چنتا کی جھونجھل دیکھی تو فطری انداز میں کہا۔ "بھرم نہ کر ان ارائیوں کو تو رب کی دین۔ کومل کولی ساگ سبزی اُگاتے اُگاتے اندر باہر بھی ہریالی آگ آتی ہے۔ لڑکیاں تو اور بھی چھند ٹپے جوڑتی رہتی ہیں پر اس کی تو کچھ بات ہی انوکھی۔ جو چاہے جوڑے اور گلے کی بیچی ڈونگ ایسی کہ بندہ پانیوں میں تیرے لگے "

بندرا دیئے، دیور سے کہنا اس کا کہیں رشتہ کرانے کی کریں۔ اب چھوٹی تو نہیں نا!"

بیٹھے بٹھائے منّی کے سنجوگ کھل گئے۔ ایک ترکالاں منی کی موسیری بہن گن کوراں گھوڑے سے اتری۔ سب نے رام ست کی۔ بچوں کے سروں پر پیار پھیرا۔

"موسی! سب خیر سکھ ہے نا!"

"ہاں دھیے۔ گن کوراں، نہ چِٹھی نہ رقعہ پتری۔ آج کیسے ادھر رخ کرلیا! ساس سسر تو ٹھیک، جوائی راجہ ہمارا کیسا گھوڑی کے ساتھ بندہ آیا ہے نا؟"

"موسی، خیر میہر ہے۔ گھر والوں سے پوچھے بنا تو نہیں آئی۔ ذرا سانس لینے دے، پھر بتاتی ہوں ساری بات "

منی کی ماں نے اپنی بھینوی کی منجی پر بٹھایا۔ "میں صدقے گئی! ذرا ری منّیے، بہن کے لیے لسی پانی لا "

"موسی، ذرا ٹھہر، میری جیٹھانی، ساس کی نصیحت ہے کہ جب تک بات نہ کرلوں تم سب سے منہ جوٹھا نہ کروں!"

"ہائے ری، سکھی ساندی یہ کیا؟"

گن کوراں منجی پر بیٹھ کر اپنی گٹھڑی، پوٹلی پھرولنے لگی۔ لال گتھلی سے گری چھوہارا نکالا۔

"لے مُوسی، ذرا کرنا جھولی۔"

"بجھارتیں نہ بجھا، بتا تو سہی۔"

گن کوراں ہنس ہنس بولی "بے بے کو بھی بُلا لو۔ بے بے جی ذرا آنا۔ آپ ہی سے کچھ کہنا سننا ہے۔"

گن کوراں نے اُٹھ کر بے بے سے رام ست کی تو بے بے نے آسیسیں برسا دیں۔

"گن کوراں، راضی ہونا! ساس سسر راضی؟ میرا جوائیں راجہ راضی؟ آج کیسے پہنچی میری دھی اس پنڈ؟"

"بے بے بدھائیاں! میں آئی ہوں مٹھی کا رشتہ لے کر۔"

"رکھو سائیں کی۔"

ونتو چمک اُٹھی "یہ کیا گن کوراں، نہ پہلے بتایا، نہ پوچھا گچھا؟"

"مُوسی، یہ سگنوں کے کام ترت پھُرت! جٹھانی میری نے بیٹھے بیٹھے بات چھیڑی، جیٹھ جی نے سر ہلا کر حامی بھری اور جھٹنے میں، میں نے تھالی مُکائی، جیٹھ راجے نے گھوڑی اور بندہ گھر بھیج دیا۔ موسی، سگن شاستر کے کام میں دیر کیسی؟"

ونتو نے ہاتھ سے روکا، "ٹھہر ری گن کوراں، بتا تو سہی رشتہ لائی کس کا ہے۔ اپنے دیور کا؟"

"نہ، جیٹھ کے پُتر کا۔"

"ہیں ری دھیے، ایک ہی بیٹا اس کا۔ ننگی نہانے گی کیا اور نچوڑے گی کیا! گھر تو بھرا ہوا ہو۔ گن کوراں، تیرا ٹبّر تو ٹھٹھ والا ہے۔"

"بے بے، یہ بات پھینکنے والی نہیں۔ لڑکا بھاویں ایک ہے پر سوہنا سا لڑا۔ اونچا تگڑا۔ دیکھ کے بھوک اُترے۔ پھر دس جماعتیں پڑھا ہوا۔ موسی، ماسٹر جی کو بلائے جیٹھ جی کا حکم ہے کہ سگن ملے تو مُنہ جوٹھا کروا، نہیں تو ......"

"ٹھہر ری، ابھی 'ہاں'، 'نہ'، نہ کر۔ میرے پتر کو تو آنے دے۔"

دادی کو اپنی پوتری پر بھرلاڈ آیا۔ گن کوراں، لڑکی بھی دیکھ۔ سارا کام کرتی دھرتی ہے۔ باقی رہی، شکل وصورت کی ہیں اپنے منہ کیا کہوں! جنم دیتے ہیں ماں باپ اور روپ دیتا ہے رب۔"

"بے بے، میری بہن ہے مٹھی۔ میری سسرال والوں نے بھی قسم ہی دیکھی ہے نا۔ جٹھانی میری بولی گن کوراں، تمھارے ٹبر کی منڈ جنڑ بڑی سوہنی۔ دھی مل جائے تمھاری موہی کی تو اس گھر سوہنی رونقیں چل جائیں۔"

بہن ہنسنے لگی۔ "برا نہ ماننا گن کوراں۔ ٹبر تمھارا بڑا لڑاکا۔ اری ان سے نبھ جائے گی۔"

"بے بے دل کے ماڑے نہیں۔ بڑ بولے ہیں۔ دماغ میں آگئی تو ترت پھرت دیکھو، تھالی ابھی میرے ہاتھ اور گھوڑی بھیج دی۔"

مٹھی کے بھائیے جیون داس نے سنا تو جھٹ پٹ شاہوں کے یہاں جا پہنچا۔ شاہ جی سے صلاح مشورہ کیا اور گھر آکر بدھائی بلا دی۔ "گن کوراں، بدھائی ہو۔" "بدھائیاں ہوں بدھائیاں۔"

مٹھی پیسا ریں جا لگی۔ بے بے نے سب کو گڑ منہ لگوایا۔ اندر جا سالو نکالا۔ اس پر روپے رکھے اور گن کوراں کی جھولی میں ڈال دیے۔

"لو دھیے، رب نے میل ملایا۔ بیٹھے بٹھائے سنجوگ جڑ گئے۔"

اگلی صبح آس پاس کی آجمع ہوئیں۔ سہاگ چھو لیے۔ گن کوراں نے مٹھی کی پیشانی چومی۔ لاڈ سے ہتھیلی پر ٹھوکا۔ بے بے اور ونتی نے رام ست کی۔

ونتی کو ہولے سے کہا۔ "جو رشتے کی ہاں، نہ ہوتی تو سسرال میں میری شامت تھی۔ رب نے میری رکھ لی۔"

مٹھی کے بھائیوں نے کوزوں کی پوٹلی میں سگن کے روپے رکھے اور گن کوراں کو پکڑا کر کہا "ہم ان کے کس تُل! دولت مایا کی لشکارے ان کے بہت، عزت مان کی ان کے گھر کوئی کمی نہیں۔ ہاتھ جوڑ کر کہنا سمدھیوں سے۔" اس طرف رُج کر کے انھوں نے ہماتڑ ساتھیوں کو ابھار لیا۔"

گن کوراں نے مٹھی کو بانہہ میں بھر ٹھڈی پکڑی۔ "ماسٹر جی، ایسی رُوپلی، سوہنی دھئیں گھر ہیں چاہے درجنوں میں ہوں، جہاں پہنچے چراغ جل اٹھیں۔"

گھوڑے پر چڑھ سب کو ہاتھ جوڑے تو ہنس کر کہا۔ "بیاہ کی تیاری شروع کر لو۔ میرے گھر والے

بیاہ جلدی مانگیں گے۔"

"اتنی جلدی کیا، لڑکی کا بیاہ سولھویں سال ہے۔"

"بے بے ماؤں کے مرتے بچار جتنی جلدی اُترے اُتنا چنگا۔ لڑکے کو خیروں سے فوج کی پرچی مل گئی ہے۔"

"میں نے کہا ونتیے۔ بلّو کے لیرے باقی ہیں اور خیر صدقے ایک تو تغانی کوڑیاں۔ چرخا تھوڑے دن رہنے دیتی ہوں، بھر لوں گی جلدی جلدی۔"

متھی کو سہیلیاں گھیر بیٹھیں۔

"بنارسی بتا، کچھ تو بتا!"

"کیا بتاؤں ــ مجھے کچھ پتہ ہی نہیں۔"

"چھوڑ ری، ہمیں نہ چیرا، تمھاری موسی کی دھی لگتی ہے۔ بھلا بتانہ گئی ہوگی۔"

"بے بے نام تو بتادو نہ لڑکے کا۔ ہم سٹھ جوڑیں گی ایسی کہ شہر یئے منہ لٹکالیں گے۔"

"اری، نام لڑکے کا بڑا سوہنا سا تھا ــ مہتاب چند۔"

جیتی نے گل بانہی دی۔ "متھیے، سسرال کا نام تیرا مہتاب کور پکا۔ بے بے بھلا اس کی سسرال کہاں؟"

لکھن وال والے دگلوں کے گھر۔"

"لے ری متھیے، تم تو شہرن بن جاؤگی۔ پھر بھلا کہاں پہچانوگی اپنی سکھی سہیلیوں کو!"

متھی کی منگنی گُڑ مانی کی بدھانیاں۔ مبارکیں ابھی تازی ہی تھیں کہ بیوا ملا اور بیاہ سُدھ گیا۔ گھر میں سہاگنوں کے سنگی تمر گونجنے لگے۔

ونتی آنکھیں بھر بھر لائے تو متھی کی دادی سمجھائے۔ "ہم نے کہا ونتیے، دھیاں پیٹ میں سماتی ہیں پر لوں میں نہیں۔ ان کا ان جل تو بکھرنا ہی ہوا!"

گھر میں کڑاہی چڑھ گئی۔ میل آنا شروع ہوگیا۔

متھی مانیاں پڑی۔ میلے کچیلے کپڑوں میں کوئی صورت مورت اُبھر اُبھر پڑے شگن شاستر میں دادی بڑی پکی۔ "آؤری اُو سات سہاگنو، آگر لڑکی کو اُبٹن۔ وٹنا ملو۔ بہن، بھرجائی، موسی پھوپی چاچی تائی۔ ایک اور آجاؤ برکتی ہنس ہنس کے بولی۔" "میں آجاؤں؟"

شاہنی چاچی سانس روکے کھڑی رہیں۔ "ہیں ری، اس چنچلا نے یہ کیا پوچھ لیا" کہ متھی کی دادی بولی، "آری آ، تم سے بڑی سہاگن کون؟ تارے شاہ کا پُتر تیری گود۔ آ۔"

زنانیاں سہاگ گا گا میٹھا میٹھا رونے لگیں۔

آلے دوا لے میری گڈیاں
مینوں نہیں کھیلن دا چاؤ رے
میری سکھی سہیلی بابل بچھڑی
میرے ساسرے گھر جاؤ رے
ماں روتی کا آنچل بھیج گیا
میرے باپ روئے دریا رے
میرا ویر روو ے سارا جگ روئے
میری بھابیاں دل چاؤ رے

سہیلیاں بھر بھر انکھیاں روئیں۔ شالو نے چنی کو گلیانہی دی۔ "اری ارمان نہ لگا، تو بھی چلی جائے گی۔" متھی سے پوچھا: "ڈوڈی کو گھوڑی بھیجی ہے نا؟ آجائے تو چینگا، تیری پکی سہیلی ہے۔"

بڑی سیانیوں نے بھیڑ سے الگ متھی سہیلیوں کے سنگ پیار میں آبیٹھی۔

متھی چنی کے ہاتھ پکڑ کر ہولے سے بولی۔ "وہ تو دس جماعتیں پڑھے ہوئے ہیں اور میں نری کوری۔ دھرمسال سے پینتس اکھروں تک پہنچی تھی، پھر بھول بھال گئی۔ ہائے ری میرے چت میں بڑی چنتا ہے۔"

"بسر گئی باتیں، یہ تو ہی بات ہوئی۔ دروازے آئی جنج، او دھو کڑی کے کن! کیوں ری رابعاں تم اسے تُرت پھرت کچھ سکھا دو۔"

رابعاں ہنسنے لگی۔ "مولوی صاحب اور پاندھا جی رات کی رات دونوں لگے رہیں پڑھانے پر تب بھی مشکل ہے۔"

"چھوڑ ری، یہاں آؤ گی تو رابعاں سے چٹھی پتری لکھوا لیا کرنا۔"

"رابعاں بڑی پڑھی، گڑھی۔ دس جماعتیے کو تو یہ چلالے۔ اری سہ حرفیوں میں رات گزر جائے۔"

رابعاں کچھ نہ بولی بس دیکھتی رہی۔

ریشماں نے جھٹکا مارا۔ "کیوں ری رابی، کن سوچوں میں ہے، تیری بھی ہو جائے گی۔ سہارا رکھ! میرے سے پوچھ تو رابعاں کنری تو ایسا گھر ڈھونڈے گی جو شاہوں کی حویلی سے بڑا ہو، کھلا ہو اور ری، کہہ دوں اس کا گھر والا جنا بھی ایسا جیوں۔۔۔" ریشماں بیچ میں ہی ٹھرک گئی۔

رابعاں نے ہاتھ بڑھا ریشماں کے منہ پر رکھا دیا۔

ریشماں ہنستے ہنستے رک گئی۔ "کیوں ری کیوں؟"

"مری کا منہ دیکھو جو آگے بات کرو۔"

رابعاں اُٹھ کے جانے لگی تو ریشماں بولی۔ "سہیلی، میں نے ایسا کیا کہہ دیا جو برا مان گئی۔"

مٹھی بولی۔ "سونہہ چکا گئی ہے تو اب کچھ نہ کہہ۔"

شبیرے کے بھائی سے منگنی ہونے لگی تھی اس کی، خبرے کیوں رہ گئی۔ دونوں بہنیں دیورانی جٹھانی بن کر رہتیں۔"

مٹھی کو کن ہی خیالوں میں کھوئے دیکھا تو جینی بولی۔ "تیرا تو اب ہو گیا نہ کام پکا، تجھیں دوسروں کی کیا سوچ!"

مٹھی اداس ہو انکھیاں بھر لائی۔ "سن ری، میری ایک بات رکھ لے گی نہ اپنے دل میں۔ سونہہ کھا میری۔"

"کھائی سونہہ، کہہ اب۔"

"سہیلیے، شاہنی کے گھر آتے تھے نہ جموں والے۔۔۔"

"وہی رے وہی۔۔۔ دونوں بھائی، چل بول، اُن کا کیا؟"

"دونوں میں سے چھوٹا تھا نہ جو۔۔۔"

"ہاں مٹھیے، ہاں، اب کہہ تو۔۔۔"

"کیا کہوں؟"

مٹھی نے ہاتھوں میں چہرہ چھپا لیا۔

"وہ میرے دل میں لگا ہوا ہے، جاتی بیر چپکے سے رومال دے گیا۔"

"ہائے ری، میں مرجاؤں، اتنی دیر مجھ سے چھپائے رکھا؟"

چنتی آپ اُن ڈوگروں پر پل پڑی تھی۔ سوچ سوچ کر بولی: "ہیلیے! آج پیچھے نام نہ لینا۔ کہیں ابھی چھپائے رکھے گی دل میں تو وہ جان جائے گا۔ مردوں کے پاس ایسے جنتر منتر بھنیرے مرگئے ہاتھ لگتے ہی بوجھ لیتے ہیں۔"

شانی پاس آگئی۔ "ضرور تمہیں ہرنسو نے بتایا ہوگا۔"

چنتی شرارتوں پر اُتر آئی۔ "ملا تو تو اب ہوگئی کسی اور کی۔ ایک کام کر اس حسن وکمال پر مورت کو اپنے دل سے نکال مجھے رکھنے دے چار۔ جب جب پھیرا ڈالنے آئے گی تو میں تمہیں نکال کر دکھا دیا کروں گی رہا قول و قرار۔"

منٹھی کے بیاہ کا ساہا ایسا کہ مینہہ کبھے آج ہی برسنا ہے۔

چوڑا چڑھانے کو بیٹھے بیٹھے آدھا دن بیت گیا۔ ڈگلوں کے نائی پروہت چھوہارا لے کر نہ پہنچے۔ ہولی ہولی کھسر پھسر ہونے لگی۔ سمدھی کسی بات کا بُرا تو نہیں منا گئے۔

برستے پانی میں بھیگتے ہوئے سمدھیوں کے پروہت جی آن پہنچے تو گھروالوں کی جان میں جان آئی۔ مامیاں، چاچیاں بدھائیاں دینے لگیں۔ "وہ تو بدھائیاں، چھوہارا آن پہنچا! اب جنج کی چڑھائی بچی۔"

گڑموں کے نائی پروہت کی خاطریں ہونے لگیں۔ پوری کڑاہ، کھیر کھوہا۔ ان کے سب لازمے ضروری۔

ساہا ایسا کہ برابر دو دن سے دھمی جھڑی لگ گئی۔ براتیوں کی شامت آگئی۔ کچی راہوں پر نکلن! چوہ دھپ میں پانی۔ تانگے راہ میں چھوٹ گئے۔ گھوڑوں پہ بارات پہنچی پنڈ تو ہر بارانی گیلا گڑچ!

سیانیوں نے زنانیوں کو ہدایت دے دی کہ بارات ڈاڈھی مشکلوں سے پہنچی ہے۔ خبردار بیٹھکارے سے پہلے کوئی سٹھنیاں نہ دے۔

سارا پنڈ منٹھی کی بارات کی حفاظت و خدمت میں لگ گیا۔

جنج گھر میں بچھی منجیوں پر بچھائیاں بچھ گئیں۔ ایک دالان میں جانجیوں کے کپڑے سکھانے کو

آگ سلگنے لگی۔

بادام پستے والا قہوہ چلنے لگا تو پیچھے دبلے۔ لڑکے کے یار منگھی کے بھائیوں سے پوچھنے لگے۔

"کیوں جی، اتنے مینہہ پانی کے بعد قہوے پر بھی پرچاوا؟"

بارات کے لیے حقے بھر دیئے گئے۔ منجیوں پر باراتی ایسے پسرے جیوں کوئی شاہی ڈیرہ ہو۔ کوئی پیر دبوائے، کوئی مکیاں مروائے، کوئی نائیوں سے سر کی چمپی کروائے۔

حلوائیوں کے چولہوں، سیکوں پر ذرا ٹھنڈا دیکھ شاہ جی نے مراث بلا دی۔ مولو کو اشارے سے کہا "ہوت ہیں رہنا، بارات بہت اتنگ ہو کے آئی ہے۔" بھولو نے ڈفلی بجائی۔

سنو او لوکو

راجوں کے چڑھتے تلیں

کھڑکے دار

دھڑتے دار

کل قبیلہ ڈگلوں کا

شاہ رام چند

شاہ کشن چند

شاہ بشن چند

شاہ کرم چند

شاہ دھرم چند

شاہ دیوان چند

شاہ دھیان چند

شاہ مہتاب چند

سجا کے لائے بارات

دو سو گھوڑوں کی

اپنا ماڈا سا پنڈ

کیسے کریں خاطریں شاہی پروہنوں کی۔

"ان کے نام اونچے۔ ان کے کام اونچے۔ ان کی پگ سوہنی۔ ان کی نشش سوہنی نک تیکھی رنگ گورا۔ زبان تیکھی، گُتھلی رہتی۔"

"اوئے مراثیو! زبان سنبھال کے!"

"جی غلطی معاف۔ بُھلکھے سے دوسرے کا ذکر ہوگیا۔ پہلے بھی ایک چیڑھتل ہوئی تھی بارات کی۔ تھے وہ آپ کے ہی شریک ڈُگّل۔ پر قسم ہے مراث کو ایک دھیلا بھی دیا ہو۔"

"بھلا کہاں کے تھے ڈُگّل؟"

"یہیں آپ کے شریک حافظ آباد والے۔"

لڑکے کے چاچا بھنے لگے دوجی دو، اسے دو چار ٹکے دو۔ اس کا دل ٹھنڈا ہو!

مراث نے بے بُلا دی۔

ڈگلوں کے باغ ساوے

اونچے دربار والے

سنو لوگو سنو

نیل کوٹ

کچ کوٹ

وسنت کوٹ

شاہ کوٹ

جالی واہن

راج گھاٹ

رنگلی پور

جودکوٹ پار کر کے آن پہنچے لکھن پال خالصہ وقتوں میں، اگر سنبھالی دوانی مہاراجہ کی۔ عقلمندی دانشمندی سے جاگیریں لگ گئیں۔ تعریف سن بارات رو میں آگئی۔ لڑکے کے دادا صاحب نے صلفہ پر پانچ ٹکے رکھ کر فرمایا۔ "دل خوش کیا ہے۔ انعام بنتا ہے۔"

جواں مرانی کے اردگرد جمع ہو گئے "کوئی مزیدار قصہ سوانگ ہو جائے"

"جو حکم بادشاہ ہو!"

شہنشاہو، اس خادم کو عملوں میں عمل افیم کا۔ ہوا یہ کہ بے دھیان ہو کر کچھ زیادہ کھا گیا اور جی، بنا گھوڑے آسمانی اڑنے لگا۔ نہ پتا لگے کہ زندہ ہوں نہ پتا لگے کہ نہیں زندہ ہوں۔ اپنے مست تھا کہ جانی درویش نے آواز مار دی "او مولو مراثیا! مجھے راجہ اندر نے اندر پوری کے نظاروں اکھاڑوں کے جشن میں دعوت دی ہے۔ دیکھنے ہوں جلوے اندر سبھا کے تو میرے ساتھ تیار ہو جاؤ۔ بادشاہو، مراثی کی تیاری کیا۔ گلا سُر اپنا ساتھ، چل پڑے درویش کے پیچھے پیچھے۔

چلتے چلتے، چلتے چلتے، چلتے پہنچ گئے ٹلہ گورکھ ناتھ!

کسی نے آواز ماری۔ "جانی درویش، کدھر کی تیاریاں ہیں؟"

"میں نے درویش سے پوچھا کس کی آواز ہے؟"

راجہ بھرتری۔ مہاراج ذرا اندر سبھا تک جا رہے ہیں، کوئی سندیسہ دینا ہو اندر مہاراج کے لیے، تو دے چھوڑو"

"نہ۔۔۔۔ نہ۔۔۔۔ نہ۔۔۔۔ میرا نام نہ لینا۔ اندر میرے پیچھے اپسرائیں لگا دے گا تو کہاں چھپتا پھروں گا"

"جیسی آپ کی مرضی، ویسے چار چھ بیٹھنے کے لیے کوئی بھی آ نکلتی تو راجن حرج کوئی نہیں تھا۔ اس بڈھے بیلے آپ کو رونق رہتی"

"نہ او نے، اب ایسا کام نہیں، یہاں کون سی جان پڑی ہوئی ہے۔ بیکار فضیحت ہوگی"

"درویش بولا مہاراج، آپ کی مرضی اور آپ کی صلاحیت نہ دیں اجازت تو اپنے کو کیا لینا دینا"

اڑتے اڑتے، اڑتے پہنچ گئے ہم دونوں کوٹ کمالیا۔ نیچے دیکھا گھوڑوں کا دریا، گھوڑے ہی گھوڑے، گھوڑے گھوڑے۔ مجھے لالچ آ گیا۔ درویش نے کان میں کہا ایک ایک گھوڑا لے لیتے ہیں۔ ذرا رُعب داب سے پہنچیں گے۔ اندر پوری، اتنے میں شاہ سکندر نے آواز مار دی خبردار!

میرے گھوڑوں پر نظر نہ رکھنا۔ میری فوجیں وطن کو لوٹ رہی ہیں گی۔"

"چپ! ہم ایک دوسرے کو اشارہ کر کے آگے بڑھ گئے۔"

" درویش بولا۔" مولو دیکھو تو شاہ سکندر کی ابھی گھوڑے پر سوار ہے واپس وطن پہنچنے کو۔"

چلتے چلتے چلتے اب ہم پہنچے کابل ٹو کے پر ایک رنگیلی چھبیلی ہانک پڑی۔" مسافر ہندوستان سے آئے ہیں کیا؟ کس محل سے ؟"

درویش نے میرے کان میں کہا۔ شاہ درانی ہے۔ حضور ہم آپ کے گجرات محل سے چلے تھے۔ بہت خوب ہمارے شاعر غشرت کو ساتھ لے آتے۔ اُس سے کچھ سنتے سناتے ہوا میں ہلکورے لیتے ہوئے ہم نے ہندو کش پار کر لیا۔

اڑتے گئے اڑتے گئے ۔۔۔۔ اوپر ۔۔۔۔ اوپر ۔۔۔۔ بدن ہلکے پھلکے آنکھیں کھولیں۔ یہ کیا۔ بڑے بڑے لال سرخ سیبوں کے باغ! یہ بڑے بڑے لال مالٹوں کے پیڑ! یہ بڑے بڑے انگوروں کے گچھے یہ بڑے بگو گوشے! یہ بڑے بڑے انار قندھاری! یہ کیا کوئٹہ چمن کشمیر آسمان پر بھی آ گئے۔

درویش نے مجھے ہاتھ سے جھنجھوڑا۔" اپنا تنبا ذرا ٹھیک کر لے۔ یہ نہ ہو یہاں کا زنانہ اعتراض کرے۔"

بادشاہو! یہ سن کر یہ عراث بہت گھبرائی۔ نہ کام کا کپڑا اور نہ بندے نے کی ہوئی کوئی شوقینی جانی درویش کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

جدھر نظر مارو رنگ نما سے آسمان پہ سچے پٹ کے تمبو شامیانے تنے ہوئے جھالروں پر جھالریں۔ کہیں گھنگھرو۔ کہیں ریاض۔ کہیں طلبہ۔ کہیں سارنگی بس۔ منہ کہیے۔ واہ واہ۔

درویش نے کھڑکا۔ خاموش یہ اندر کا اکھاڑہ ہے۔ یہاں تعریف نظاروں کی نہیں۔ اندر کی ہے۔ واہ واہی صرف اس کی۔

"آگے سنو۔ مہاراجہ اندر چھیلا بنا زنانیوں میں لگا ہوا کسی کا ہار چھوئے کسی کی پازیب۔ کسی کو بانہہ میں بھرے۔ کسی کو گود میں بٹھائے۔ کسی کا ہار چومے۔ کسی کا بال ۔۔۔۔"

دولھے کے یاروں نے آواز ماردی۔ تخیرا جلدی جلدی آگے بڑھو۔ دل نہ للچا۔

"بادشاہو، اتنی بھوک پیاس تھی تو مجرا تماشہ ساتھ لاتے۔ چلو نہیں لا سکے تو مراث حاضر ہے:
اندر سبھا۔ اپسرائیں ایک سے ایک بڑھ کر کمخوابی کپڑا جھلمل جھلمل۔ نہ پتا لگے کپڑے ہیں، نہ پتا لگے پنڈے ہیں۔ موتی، ہیرے، جواہرات سے سجے۔ اندر راجہ مست نے نوشی میں۔
"اوئے، یہاں نہیں تم نے الائچی والا قہوہ پلا دیا"
"صبر کرو اور آگے سنو۔ اپسراؤں کے نازک بدنوں پر تھپے گچھے۔ کلیجہ چیڑ پھڑائے۔ سورگ یہی، بہشت یہی۔
مہاراجہ اندر کی نظر اس مراثی پر پڑ گئی۔ بولے: ہمیں خبر ملی ہے کہ آج ہمارے دربار میں گجرات پنجاب کی مشہور مراث حاضر ہے۔ وزیر اعلیٰ، یہ خاندانی مراث ہے۔ ان کے استقبال و خاطر مدارات میں کوئی کمی نہ ہو۔
بھالو! اس مراث نے اٹھ کر اندر کے دربار میں رب رسول کا نام لے دیا۔ اللہ سچ، نبی حق، دیدار اللہ کا، شفاعت حضرت صلعم کی۔
وزیر اعلیٰ نے پوچھا، مراث کا گوتر کیا ہے، پیلپاتی، ساجانی، جھوچھانی، پوسلا کہ میر مراثی؟"
"میر مراثی، شہر یمان! ہم شاگردجن سے واقف ہوں۔ آپ کی مراث کا پرچم میرے یہاں محفوظ ہے۔ کہئے آپ کے گراں کا کیا حال ہے؟"
"خیریت ہے مہاراج!"
"پنڈ کے شاہ کیسے ہیں؟"
"آپ کی طرح کی لہروں بہروں ہیں"
"پنڈ کے کاشتکار کیسے ہیں؟"
"جیسے ہو سکتے ہیں جٹ کاشتکار!"
"مزارعے کیسے ہیں؟"
"وقت کو ٹھل رہے ہیں۔
"کیوں، ہماری طرف سے پانی تو وقت پہ مل رہا ہے نا انہیں؟"
"معافی مہاراج، پانی تو وہ اب سرکار انگریزی کا ہی لگاتے ہیں"

"اور ہم جو سورگ سے پانی برساتے ہیں اس کا کیا ہوتا ہے؟"

"مہاراج، وہ پانی تو ہیرے موتی بن بن کر محلوں اور مندروں میں پہنچتا جاتا ہے۔"

"واہ، ہم جان کر خوش ہوئے۔ ہاں، یہ انگریزی سرکار کیسی ہے؟"

"مہاراج، ان دنوں لڑائی پر ہے۔ پہلے تو صرف ترکی سے ہی ٹھنی تھی اب دوسرے پنچوں سے بھی چھیڑ لی ہے۔"

سن کر راجہ اندر اچاٹ ہو گئے۔ کہا گانا ہو۔

بس، شروع ہو گئے وہی راس رنگ۔ وہی ناچ تماشے۔

جانی درویش نے کان میں کہا۔ یہاں تو ساری اپسرائیں مہاراج اندر سے ہی لپٹی ہوئی ہیں کاہے کو ترسائیں دل اپنا۔ یہاں آئے ہی ہوئے ہیں تو چلو، اللہ تعالیٰ سے بھی ملتے جائیں۔

مہاراجہ اندر نے ہمارے من کی بھانپ لی۔ حکم دیا۔ "پہریدار انھیں اللہ میاں کے دروازے تک چھوڑ آؤ۔ ہاں اُن سے میرا سلام عرض کرنا اور کہنا اندر آپ کی خیر و عافیت دریافت کرتے تھے۔"

"جی مہاراج۔"

"بہراتیو، اس مرات کی کھٹک گئی۔ ہو نہ ہو جب سے ہندوستان کا نیا لاٹ آیا ہے۔ تب سے پرم پتا پرماتما اور اللہ تعالیٰ کے تعلقات دو نئے نئے سمدھیوں کی طرح خوشگوار ہو گئے ہیں۔

اندر دربار سے نکل کر ہم چلتے گئے۔ چلتے گئے۔ سب پھل، پھول، سبزہ ہریالی ختم ہو گئی۔ آنکھوں کے آگے ویرانہ ہی ویرانہ۔ بڑے پریشان۔ جانی درویش بولا۔ "جہاں حوریں نظر آئیں سمجھ لو اللہ تعالیٰ کی حکومت آ گئی۔"

چلتے چلتے چلتے ایک مسیت نظر آئی۔ ساتھ ایک چھوٹا سا کنواں اوپر چرکھڑی پڑی ہوئی، لج کے ساتھ ڈول لٹکا ہوا۔ پہریدار رک گیا۔ "جائیے یہی وہ جگہ ہے جہاں آپ پہنچنا چاہتے تھے۔"

آگے بڑھے۔ دیکھا منجی پر بیٹھے ہوئے بزرگ حقہ پی رہے ہیں۔ آنکھوں میں چیل کے انڈوں کا سرمہ لگائے ہوئے۔

پاس جا کر پوچھا۔ "جناب ہم سرزمین پنجاب سے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے آئے ہیں۔"

"آیئے آیئے!"
"جی، انہی سے ملاقات کروا دیجیے تو آپ کا احسان نہ بھولیں گے۔"
بزرگوار بولے۔ "فرمایئے، اس نام سے تو ہمیں ہی . . . ."
اس مزاق سے نہ رہا گیا، کہا۔ اے میرے رب، کہاں مہاراجہ اندر کی اندر پوری! کہاں وہ شان و شوکت، ساز و سامان، ہیرے جواہرات اور رنگ رلیاں اور ایک یہ آپ کی حکومت۔ بادشاہوں کے بادشاہ آپ کی قوت جسمانی اور قوت روحانی کے ہوتے ہوئے یہاں کی یہ حالت۔
"دیکھو بیٹا، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہاں کا سب ساز و سامان کچھ دیر پہلے بلاقی شاہ قرقی کرا کر لے گیا ہے۔"
اوہ میرے مولا! آپ کی اور قرقی! پروردگار! یہ علامتیں علامتیں تو بیچارے جٹ کسان کی۔ میرے مالک، آپ نے ایسا کیوں کرنے دیا؟
مولو بیٹا، بلاقی شاہ کا مقدمہ جھوٹا اور کاغذ فرضی پر عدالت میں مقدمہ لڑنے کے لیے بھی تاوان شاہ سے ہی اُٹھانا پڑتا۔ اس لیے ہم نے فیصلہ دے دیا کہ ہوتی ہے قرقی تو ہو۔
بیٹے اداس نہ ہو۔ ایک نہ ایک دن اس کا بھی کوئی راستہ نکل آئے گا۔ اندر مہاراج کی قوم دولت دھڑے ایسے باندھ کے رکھتی ہے کہ ہماری حدوں کو چھونے نہیں دیتی۔
جانی درویش نے سجدہ کیا۔ "غریب پرور! اپنے بندوں کے لیے نئی حدیں قائم کر دیجیے۔"
سن کر باراتی ہنس ہنس کر دہرے ہوئے مولو کی جھولی بھرنے لگی۔
پنچ سیانوں نے آ کر باراتیوں کے آگے ہاتھ جوڑے۔ مہاراج، جو روکھی سوکھی تیار ہے۔ اُسے قبول کریں۔
قسم قسم کی خوشبوئیں ایسی کہ جنج گھر مہکنے لگا۔
مہمان کھانے بیٹھے تو پنچ چودھری اس طرح خاطر مدارت کرتے لگا جیوں اُن کی برات میں دیوتا تشریف لائے ہوں۔
مولو نے آواز اُٹھائی۔ لوگو، اندر پوری کے دیوتا ہمارے مہمانوں کے گھر۔ جیویں جوڑیاں۔ دھی مٹھی رانی اور دُولھا راجہ مہتاب۔"

پُتر میں ، دیتیر میں ہنڈ پر رات اُتر آئی۔ سورج کی لالی پیڑوں کو گہرائی کالک کے پیچھے جا لگی۔ اوپر آسمان کی گھٹی پر چاند تیر آیا۔ نکے نکے چاننے جھلملانے لگے۔ کہیں دیوٹے، کہیں گل، کہیں چولہوں میں جھم جھم جلتی لکڑیاں اور اُپلے۔

گڑتے کنوؤں کے سر اور بیلوں کی گھنٹیاں۔ ننھے بچوں کے رونے اور کلکاریوں پر جھوم جھوم دلوں کی ریجھیں اور حرصیں آپس میں کھسر پھسر کرنے لگیں۔ اور رات ریتیاری دم دم دمکنے لگی۔

بڑی بہنیلیاں چھوٹے ویروں کو روٹی کھلا کر سلانے لگیں۔ کوئی بجھارتیں ڈالے، کوئی کہانی سنائے

رابعاں بولی۔ "سُن لالی، سُن!"

"رانی بہن، کہانی سناؤ بوجو والی۔"

"ایک تھا تو ایک تھا بوجو۔"

"بوجو کیا رانی بہن؟"

"بوجو تھا تو بوجو ایک نٹ کھٹ بندر تھا۔"

"بوجو چلتے چلتے ایک گراں میں جا پہنچا۔"

"وہاں کیکر بیٹھ بیٹھا تھا ایک نائی۔ ایک جاٹ کی حجامت بنانے۔"

"بوجو نے ماری ٹپوسی اور نائی کا اُسترا چھین لیا۔"

"نائی نے آواز دی۔" یہ کیا بوجو، یہ کیا بوجو، یہ کیا بوجو، کرے لیکھا، کرے لیکھا۔"

" دنتو ے بوجو دانت دکھا دیئے

جٹ کے بال نائی کے پاس

نائی کا استرا میرے پاس

استرا میرا گھائی کے پاس

گھائی کا بھورا میرے پاس

"جٹ بولا۔

کرے لیکھا

کرے لیکھا

میرے بال نائی کے پاس
استرا میرا گھائی کے پاس
گھائی کا بھورا میرے پاس
بھورا میرا دھڑوائی کے پاس
دھڑوائی کا گڑ میرے پاس
میرا گھر بڑھی کے پاس
بڑھی کے پوڑے میرے پاس
میرے پوڑے جنج پاس
جنج کا ڈولا میرے پاس

"پھر کیا ہوا رابعاں بہن؟"

"ہونا کیا تھا لالی شاہ۔
بوجو لے گیا
دُلہن کا ڈولا
اب تو بھی
راجہ بن سوجا
جلدی سے سوجا

"مدرسے والے لڑکے اتنی دیر گئے ریت پر کبڈی کبڈی کیوں کھیل رہے ہیں؟"

"کھیلنے دو، تمھیں کیا!

"رابعاں بہن، کوٹھے پر کمو، بھمو کیکلی ڈال رہی ہیں۔"

شاہنی نے آواز دی۔ سلادی اسے جلدی سے!

ماں کی آواز سن کر لالی رونے لگا۔ "میں نہیں، میں نہیں سوؤں گا۔"

چاچی بولی۔ "بچی بار بار نہ رُلایا کر، ڈھیٹ ہو جائے گا۔ دو چار تھپکیوں کی بات ہے سلانے۔"

لالی رابعاں کی چنی کھینچ کھینچ کھرود کرنے لگا۔

رابعاں جھوٹ موٹ ڈسکنے لگی۔ اوں اوں . . . . اوں . . . . مجھے لالی شاہ مارتا ہے شاہنی. . ."

شاہنی نے تریرا. . . جرا سے ٹھہر، دودھ کے برتن بھانڈے رکھ کے آتی ہوں۔"

"بچی، دودھ ُرت پیچانتا ہے۔ برتن میں ذرا ٹھنڈا چھینٹا مار لینا۔"

"رابعاں نے کھٹولے پر بچھونا بچھایا اور لالی شاہ کو سلانے لگی:

آٹھ پتّن نو بیڑیاں
چودہ گھمن گھیر
جو تو راجہ جنی سنی
تو پانی کتنے سیر

چاچی نے آواز دی۔ رابعاں دھیئے، رسالوہی گانے لگی ہے تو، ری، ذرا اونچا سُر نکال خیروں سے دو جوں کے کان میں بھی پڑے۔

آٹھ پتّن نو بیڑیاں
چودہ گھمن گھیر
عنبر تارے گن دتیں
میں دساں پانی اُتنے سیر
رے جتنی جنگلی لکڑی
میرے دل کی اُنی تو!

دریا کنارے کی ٹھنڈی ہوا بچھڑوں کو جھلانے سُلانے لگی۔ روٹی ٹکر سے خالی ہو زنانیاں منجیوں پر آبیٹھیں۔

شاہنی لالی کے سرہانے آئی اور بندرا دئی کو آواز دی "خیروں سے بھائی ابھی نہیں پرتنے۔"

رابعاں نے سر اُٹھا کر آنکھیں اندھیرے میں گڑا دیں۔ کانوں سے جیسے کوئی آہٹ سنی ہو۔ پھر سر ہلا کر کہا "آئے ہی سمجھو۔"

چھوٹی شاہنی ٹھٹھا کرنے لگی "کیوں ری رابعاں، تیرے پاس کوئی غیبی گل ہے کیا جسے دیکھ کر بجوم لگاتی ہے؟"

رابعاں تھوڑا تھوڑا ہنسنے لگی۔

چاچی مہری بولی "سنا بندرا دیئے تو ہی سنا بڑا میٹھا گایا کرتی تھی تو۔ کون گن لاگوں

شری رام جی کی پیاری!

گھلڑوں کی نئی ودھوئی سلونا لینے آن پہنچی۔

اپنا کیا، کبھی بہت ہوا تو سہاگ گھوڑی گا لیے۔ اب تو گرمستی لگ گئی جان کو اب کیا اپنا ڈھڈھا اور اپنا اپنا اڈھر۔"

ویراں والی آن پہنچی۔ "میں نے کہاری کھلڑوں کی، جیم تیم وقت ہی کاٹنا ہے۔ یہ سُر کافیاں چھین یاریوں سے!"

شاہنی کو نہ بھایا۔ "اس واتے کا پُن پرتاپ ہے، نہیں تو جھٹ دشی ہیں اور تم کیوں نہیں جوڑ لیتیں کوت۔ کافیاں۔"

گوما منہ پچھٹ چاندنی رات میں سنگ مرمری مورت کو تکتی رہی پھر نگوڑی نے کا نکرڈی مار دی۔ "ساری درددوں بار نہ بھرتی ہیں کافیاں!"

چاچی نے جھڑک دیا۔ "پھٹے منہ ری، کون ہے یہ کال بھیمبھیتی۔ بھولے بھالے دلوں میں درد پیڑیں جگانے لگی!"

چاچی سے شہ پاکر شاہنی لاڈ سے بولی: "سنا ری رابی۔ گوما کو بھی پتا نہ ہو۔"

"جی شاہنی جی کیا سناؤں؟"

چاچی نے اپنا حکم سنا دیا۔ "دیکھے، وہ سنا جو اس بار رمضان میں جوڑی تھی۔"

تاروں کی چھاؤں منجی پر بیٹھی رابعاں آپ ہی چناب کی کوک لہرین آئی۔ چاند کی چاننی میں گنتھے سر کی مینڈیاں نوکیلی ناک کو انوکھی پھبن دیں۔ سر پر کی نٹ کھٹی دوپٹی ایسی الہڑ بن ٹنگی رہی جیسے منڈیر پر کوئی کونج آن بیٹھی ہو۔

ہائے رے
ڈاچی کس اُور ہانکوں!
چار دشائیں
چار دوڑے
کیسے جھیلوں تو

چار چاننے
اک دوڑا
میرا ماہی
اک دِوڑا
میرا سائیں
اک دِوڑا
میرا بھیا
جل جل انکھیاں
لُو۔بنی
ہائے رے میں
کیسے نہ لُو
ملن کو جاؤں
جت دیکھوں لُو جلے
جَت دیکھوں لُو اُٹھے
میری انکھیاں
میرا ہیرا
تن من سب
جل جل
لُو بھیا
ہائے رے
ڈاچی کس اُور ہانکوں!

سننے والیوں کے کالجے پھڑپھڑانے لگے!

رابعاں کی تھرتھراتی آواز خاموش ہوگئی کہ کاشی شاہ کی آواز سنائی دی۔ "واہ۔ واہ رابی، رب

سائیں تجھے اور روشنی دے اور چاننن کرے۔"

زنانیوں نے دوپٹے ماتھوں تک کھینچ لیے۔

چھوٹے شاہ پاس آئے۔ رابعاں کے سر پر ہاتھ رکھا۔ "بی بی رانی کو مالک کی ذات دل تمہارا پاک صاف سرور رہے۔

رابعاں سر کا کپڑا ٹھیک کرنے لگی۔

اچانک نگاہ سامنے اُٹھی۔ شاہ جی اندھیرے میں ساکت کھڑے تھے

"رابعاں۔۔۔۔" شاہنی شاہ جی کو دیکھ تھرک گئی۔

چاچی نے آنکھ اُٹھائی۔ "بچی، ہاتھ پاؤں دُھلا۔ کھانا نکال۔ ہاں ری رابعاں، آج ابو کو مجری ردی کھلا آ۔ نہ آنے کو من کیا تو وہیں سوجانا۔"

"بلا چاچی!" رابعاں نے پلکیں اُٹھائیں اور ایسے قدم اُٹھایا جیسے دس برس اور سیانی ہو گئی ہو۔ پنڈ پر تیرتے پتلے گھنے رولے بچوں کی نیند میں گھل گھل گئے۔ پھر روے کی ڈانگ کھڑکنے لگی۔ جاگتے رہو!

علیفے کی جھگی سے رابعاں کا گہنا اونچا سُر اُٹھ کر دریا کنارے پھیل گیا۔

"تو گھڑی منو مجرو

کیم جا لیہا رکھو

کا ہو نہ پوجیو پوجنیں

اُٹھنی بہر الکھو

تا توں پان پرکھ

سبھ کا ہیں ڈاہوں سامو ہوں

نقاں آگے رکھو ساکت بیٹھے دونوں بھائیوں کو رابعاں کے سروں میں کھوئے دیکھا تو کالجا مُنہ کو آ گیا۔ ہے زندگانی کے پیر خواجہ خضر، دریاؤں کے کنڈے ملانے والی سمرتھی مٹی کے پتلوں میں کہاں! ایک پتن پر پہنچ کر کھیر بیڑی! نہ۔۔۔۔ نہ۔۔۔۔ دریا پیر، میرے سائیں کے آگے یہ مر گیا ہرن نہ دوڑانا!

پوترے لدھے کا پہلا رقعہ: روپیہ آیا تو دادی حقہ نے ٹکے چوم حقہ کو پکڑا دیئے۔ "خداوند کریم تیرا فضل و کرم۔ لام سے ٹھنڈی ہوا آتی رہے!"

مہینہ پار نہ ہوا اور تتی خبر آن پہنچی۔ رونا کرلانا مچ گیا۔ "ہائے رے دشمنان، تو نے ہم سے بیر کمایا۔ لام سچی بڑی ہے جوانوں سے اور تو نے چن کر اپنا تیبر بچھڑا ہلاک کر دیا! ہائے رے ربا!

سن کر ماؤں کے کلیجے دہل گئے۔ پاس پڑوس میں چولھے ٹھنڈے ہو گئے۔

جمن کی ماں جو جمن کی خبر آنے کے پیچھے بیٹوں والوں سے کترا کر نکل جاتی تھی۔ آگے بڑھ کر فاطمہ کے گلے جا لگی۔

"ہائے او، کھلنڈرے یاروں کی جوڑی بہشتی جا ملی۔ بچھڑا، لوٹی بچی مائیں اب کیسے پہاڑ جیسی عمریں نکالیں گی! ہائے او ربا، یہ دن دیکھنے سے پہلے ان بڈھیوں کو موت کیوں نہ آ گئی۔

آس امیدوالی مائیں دل ہی دل میں سہم کر مالک کا نام لینے لگیں۔

"رب جی، بچھڑوں کو آپ کی اوٹ۔ تیری نظر سیدھی رہے!"

مرد انمنے اداس حقوق میں لگے رہے۔ کسی کو کوئی بات نہ سوجھے۔

تنگ آ کر محمد دین بولے: "جہاں دادا جی، اپنے بچے بال لام میں پہنچے ہوئے ہیں، سلامت رہیں۔ آپ ہی کچھ چھاؤنی لشکر کی سنا ڈالو۔"

کرم الٰہی جی نے ہنکارا بھرا۔ "چودھری جی، کچھ ایسی سناؤ کہ رنج و غم کم ہو۔"

جہاں دادا جی نے حقہ چھوڑ کر پرانا قصہ چھیڑ دیا۔ "بات یہ اُن دنوں کی ہے جب ۱۶ پنجاب کا تبادلہ ہوا پشاور سے جھانسی۔ جھانسی میں تعینات تھی ان دنوں چھٹی مدارس۔ بادشاہو، اتفاق، ادھر پلٹن گاڑی پنجاب سے نکلی۔ اُدھر راستے بھر بارش۔ گاڑی پہنچی جھانسی ٹیشن تو وہاں بھی موسلادھار پانی۔ آپ جانو ۱۶ پنجاب خیبروں سے پنجابی مسلمان اور پٹھانوں کی پلٹن۔

ادھر تگڑے اونچے لمبے قد، اُدھر مدراس پلٹن بڑی قاعدے قرینے والی۔ بندے ایسے لگیں جیسوں نہائے دھوئے ہوتے ہوں، وردیاں صاف شفاف۔ اپنے بندے اترے گاڑی سے تو مار ہو ہلا مچ گیا۔ مدراس پلٹن بڑی گمبھیر، چپ چاپ اور نازک مزاج۔ پٹھانوں کو دیکھ دیکھ انھیں حیرانی ہو کر کمان، کپتان ساتھ ہے اور انہا ہو بلڑ۔ حکم ملا پنجابی کو کہ اپنا سامان ہاتھیوں پر رکھو گھوڑوں

کی جگہ ہاتھی، بادشاہو، ذرا سوچو نظارہ۔ کہاں تو غازی گھوڑے مستعد چُست اور کہاں پھسکا کا پھسکا ہاتھی ڈِھل مٹھ۔ بڑے بڑے کان اور یہ لٹکی ہوئی سونڈ۔ ادھر کے لوگ گھوڑوں کے سدھے ہوئے ہاتھیوں کا کوئی تجربہ نہیں۔ پھر آپ جانو ہاتھی درشنی جانور۔ وجود اور کار کرتب دونوں ہی ٹھسک بھلا ہاتھی کا گھوڑے سے کیا مقابلہ! خوبصورت گھڑت اور چال مردانہ۔"

شاہ جی بولے: "ٹھیک ہے جہاں دا دی۔ کہتے ہیں آتا ہے کہ رب نے سب سے پہلے گھوڑے کو ہی وجود دیا تھا۔ کیا تراشی ہوئی ہے گھوڑے کی کاٹھی۔ کہنے کو جانور، پر کبھی بھاؤ سے کھڑا ہو غازی تو انسان کو لنڈا کر کے رکھ دے۔"

گنڈا سنگھ نے ہنکارا بھرا: "بادشاہو، گھوڑے پر سوار ہو بندہ تو شاہی تصویر تو آپ ہی قائم ہو گئی عالم میں۔"

نجیبے کا دماغ بھی تیز ہوا: "شاہ جی، سوچنے کی بات ہے انسان بیٹھا ہو گدھے پر تو دھوبی یا کنجر۔ باقی کہنے کو بیشک صاحب عالم کہتا پھرے۔ کسی نے نہیں ماننا۔"

رب کے ہاتھے، کھانیاں گھڑکے۔

گربوت سنگھ شروع ہو گئے: "مہاراجہ رنجیت سنگھ کا گھوڑا لالی۔ دنیا میں مشہور گھوڑا شاہی رنگ نیلا، کالی ٹانگیں اور سولہ ہتھ لمبا پاؤں میں سونے کی کڑیاں۔"

واہ واہ۔

فقیرا بولا: "بات یہ ہے کہ شہنشاہوں بادشاہوں کے پاس لوٹ مار کا سونا زیور سجاتے رہیں گھوڑوں کو۔ یہ تو سمجھو کہ جانور کی کھال سونے سے نہیں مڑھ سکتی انہیں تو کون کم کرتا!"

شاہ جی نے بات کو اور طول دیا: "شہنشاہ۔ سمرالوں کی طرح اُن کے گھوڑوں کی بھی بہت شہرت ہوئی۔ شاہ درانی کے گھوڑے ترلان اور ہمدم نے بہت نام کمایا۔"

فتح علی جی نے حامی بھری: "شاہ جی بات تو ہوئی کہ بندے کو اس کی سواری ہی سجاتی بناتی ہے۔" لکو خاں سے ضبط نہ ہو سکا: "سواریوں والے بہتیرے، پیر جی، بنا سواری کے بھی آدم خلقت بڑی۔ ویسے بات ہے، انسان اپنے دو پیروں پر چل رہا ہو تو سچ پوچھو اس کی بھی کوئی ریس نہیں۔ جیتے جاگتے انسانی وجود کی برکت ہی سمجھو نا! اپنی سواری سالم و ثابت، بندہ آپ ہی چلائے جا رہا ہے۔"

"واہ واہ طبیعت خوش کی ہے لکو خاں:"

چودھری فتح علی بولے: "شاہ جی، لکو خاں اور بچپے کے دادا صاحب کی دریا پار تک شہرت تھی۔ بات کرنی موتی پرو پرا اثر۔"

بیبا سنگھ چھوٹی سی اونگھ لے کر جاگے: "جہاں داد جھانسی سٹیشن پر پہنچی تھی ناپٹھان پلٹن اب آگے کی بھی ہو جائے۔"

"لو جی سنو۔ دیکھ کے ادھر اُدھر کے شور شرابے کو مدراسی ٹکڑیاں تے تیوریاں چڑھالیں اور بڑے ایٹھ۔ بابے بن کر گھورنے لگے۔ ان کا کپتان کماں ایسے دیکھے جیوں پانچویں جماعت بچی پکّی کو دیکھتی ہے۔"

جہاں داد جی نے آپ ہی خلاصہ کیا: "مدراسی باشندے نسبتاً مزاج ہی سے ٹھنڈے ہیں۔ قامت و جسامت بھی کم۔ ادھر اپنی پلٹن کا پھل پھیلاؤ زیادہ۔ شور شرابہ زیادہ۔ دھکا مُکی زیادہ۔"

گنڈا سنگھ ہنسے: "گز گز کے بازو۔ بانہیں اٹھیں بنے خال، گلزئی۔ درانی۔ پٹھانوں کو تو دیکھنے والے کو لگے بندے ہاتھا پائی کر رہے ہیں، چلو جہاں داد، آگے چلو۔"

"تو جی، اُس دن جھانسی سٹیشن پر سمجھو بھانگڑا پڑ گیا۔ پر اپنی پنجابی پلٹن کا حولدار میجر گل بادشاہ جھانسی سٹیشن پر ایسے سجا رہا جیوں پٹھان بلوچ دروں پر سجتے ہیں۔ پنڈی کاٹھی، رنگ ولائتی۔ ماں غالباً انگریز تھی اُس کی بڑا دکھ انگریز پٹھان کا۔ کھڑا کھڑا مسکراتا رہا۔ اپنی پلٹن تو اُس پر فدا تھی نا! مدراسی پلٹن نے منہ ماتھہ بہتیرے چڑھائے پر حولدار میجر اپنے رعب داب میں مست۔"

مولا داد جی نے پوچھا۔ ہاتھیوں کا کیا ہوا؟"

"ہاتھیوں کو مہاوت بٹھانے نیچے مُنہ سے کریں۔ دھک.... دھک.... دھک.... تو پٹھان ہنسیں۔ اُن مہاندروں پر دانت ایسے چمکیں جیوں بجلیاں۔ ہبڑا دبڑی میں ہاتھیوں پر سامان چڑھایا جانے لگا۔ رستے بانا رسنے لگے تو سامنے گڈی کی لائن پر ہڑ ہڑ دھڑ دھڑ کرتا انجن نکل گیا۔ بس جی، سٹیشن پر نادر گردی پڑ گئی۔ دبڑ دبڑ ہاتھی دوڑیں اور پٹھان رینگ ہنسے اور رسیاں پکڑ پکڑ ہاتھیوں کے ساتھ جھولیں! اوپر سے مینہہ۔ اگلے دن پوری بہہ۔ بٹھائی ہو گئی تو تر کالاں بیلے سرنائی اور ڈھول پر

پٹھانوں نے زخمی دل چھیڑ دیا۔ چھاؤنی میں سماں بندھ گیا۔ بیک ایسی درد ناک کہ آنکھیں نم ہو جائیں۔

کرپارام نے پوچھا۔ " بھلا زخمی دل کیا چیز ہوئی۔"

" جیوں اپنے گیت، ٹپّے، کافیاں ویسے ہی کوئی پٹھان بندش سمجھو۔ بول سمجھ آئیں نہ آئیں پر اس کے سُر روح تڑپا دیتے ہیں۔"

گرودت کا دھیان کہیں اور تھا۔ " اس مدراس پلٹن کا کیا ہوا؟"

" ہونا کیا تھا! بیٹھ کر اسی گڈی میں پلٹن اپنی چھاؤنی کی طرف چلتی بنی۔"

جہاں داد جی کا فوجی دل کچھ دیر کے لیے اپنی پلٹن ٹکڑی میں جا بسا۔

" بادشاہو! اپنی ۳۱ پنجاب کو دیکھ کر جنگی لاٹ ڈاڈا خوش ہوا۔ دورے پہ جھانسی آیا تو پلٹن کو اوّل قرار دیا۔ گنڈا سنگھ جی، یہ تبھی کی بات ہے جب سپاہی رحیم علی نے بڑے بڑے انعام جیتے تھے۔ ساتھ تھے سپاہی دِتو ڈوگرا اور بچیا سنگھ۔"

سویرے کیا ہوا کہ مجلس میں جوان لدھا آن کھڑا ہوا۔ قد کاٹھی تگڑی جتا چہرے پہ سجی ہوئی مونچھیں۔

گرودت سنگھ بولے۔ " رہ رہ کر خیال آتا ہے لدھے کا۔ اپنی آنکھوں کے آگے جنما، کھیلا، پلا اور آج اس کے پورے ہونے کی خبر بھی کانوں نے سُن لی۔ نصیب بھر جائی اور رب ہے حصہ کے! ایک دہاڑی میں چہرے چیلے پھٹک ہو گئے ہیں۔"

" بڑا فرمانبردار تھا۔ بھرتی کی پرچی ملی تو خوشی خوشی سب کو سلام کرنے آیا۔"

کرم الٰہی جی نے سر ہلایا۔ " رب کے رنگ۔ لکھی ہوئی تھی آن پہنچی۔ نہیں تو لام جنگ میں بے حساب گولیاں۔ موت جس کی آگئی، گولی اُسی کی چھاتی میں جا لگے گی۔"

میراں بخش بولے۔ " بادشاہو! اپنے پنڈ کے کئی چھوٹے بڑے پلٹنوں میں چھوٹی موٹی لڑائیوں میں بھی شریک ہوتے رہے نا! مرنے والے مرے بھی، پر بچنے والے بچے بھی۔"

" یہ سب اختیار رب رسول نے اپنے ہی ہاتھ میں رکھے ہوئے ہیں۔"

" جی ہاں، گنڈا سنگھ اپنے افریقہ بھی پہنچے تھے۔ کیوں خالصہ جی؟"

گنڈا سنگھ جی آنکھیں میچی ہوئی تھیں، نہ کھولیں۔

شاہ جی نے بات پھر جہاں داد جی کی طرف موڑ دی۔ "جب آپ پہنچے تبت تب بھی وقت کو بڑا ظالم تھا۔

"بادشاہو تبت ہیں تو بس دریا اور پانی۔ روٹی کا ٹکڑا دیکھنے کو نصیب نہ ہو۔ روٹ مارچ کر کے لاہسہ تک پہنچے۔"

منشی علم دین جی رعب میں نہ آئے۔ "جہاں داد جی، کتنا پینڈا ہو گا لاہسہ اور تبت کے بیچ؟"

"ہو گا قریب چار سو کوس۔ شاہ جی پانی وہاں کا بہت ناقص۔ نہ پیا جائے نہ ابالا جائے۔ آب و ہوا اتنی خراب کہ ٹھ پیڈے ڈوگرے نمونیے سے مر گئے۔ سردی کھا گئے۔ یہ سمجھو لو کہ آٹھ تو مرے گورے افسر اور کوئی دو ڈھائی سو دیسی بندے ہسپتال بھر گئے۔"

گنڈا سنگھ اجڑوا ہے اُٹھے۔ "سیالے میں انگریز کا وڈا دن کرسمس ہوتا ہے۔ ایک بار انڈوں کی فیرنی کھا کھا کر جوانوں کے پیٹ چل گئے۔ بس کمان سے حکم نکل گیا کہ میس میں نہ فیرنی بنے نہ کھائی جائے۔"

"ہاں جی۔ فوجوں کی سلامتی تو سرکار کو پہلے۔ شاہ جی۔ وہاں کی جونکیں بڑی ظالم لگ جائیں تو جب تک سارے کا سارا خون نہ چوس لیں، بدن سے الگ نہ ہوں۔ علاقہ بھاوے پہاڑی ہے پر پانی ناقص انسان کی بڑی ہوئی تو تبھی اس کو سہار جاتا ہے! اپنے سر سے بھی چنگے برے سب گزر ہی گئے نا؟"

گنڈا سنگھ بولے۔ "تبتی لوگوں کی کاٹھی چھوٹی اور تلواریں بڑی۔ اُن کی داڑھی مونچھیں بھی ندارد۔"

"گنڈا سنگھ جی۔ ٹھنڈا ملک ہے۔ بندوں کا اُبھار اٹھان کم۔ لو اور سنو۔ تبتی بندہ جیکر آپ کا شکریہ ادا کرے تو زبان باہر نکال کر ہاتھوں کے انگوٹھے دکھائے۔"

"توبہ توبہ..... یہ تو کوئی رسم والی بات ہوئی نا!"

"بادشاہو، وہاں ایک حادثہ ہو گیا۔ ایک پٹھان نے کسی تبتی کو فوجی بیچے سے اتارا بندے نے اتر کر پہلے تو زبان نکالی، پھر انگوٹھے دکھا دیئے۔ بس جی، پٹھان ہو گیا لال پیلا۔ مارنے کو پستول نکال لی ہو بہادر صوبیدار جبکہیں سے آن نکلا پٹھان کو سمجھایا کہ اپنے رواج کے مطابق وہ تمھاری عزت کر رہا ہے۔"

یہ قصہ کئی بار سنایا جا چکا تھا پر شاہ جی نے جہاں داد جی کو گرما نا منہ وری سمجھا۔ کاشی رام اپنا ٹینڈے والا کابل سنگھ بنایا کرتا ہے تاکہ تبت میں اپنی فوجیں بہت بہادری سے لڑی تھیں۔

لندن کے اخباروں میں چرچے ہو گئے۔ بہت تعریف کی گئیں۔"

پلٹن کے رعب سے جہاں داد جی کی مونچھیں ماشہ پھڑپھڑک گئیں "صوبیدار شبیب اللہ حوالدار شریف، سپاہی اکبر شاہ، صوبیدار میجر جمال علی لانس نائیک پیا یو کو بہادری کے تمغے دیئے گئے تھے۔"

گنڈا سنگھ بولے۔ "ایشور سنگھ کوملی والا نام اُس نے بھی چنگا کمایا تھا۔ ڈاڈا انگریز! اور سوہنا۔ اُسے بعد میں سمالی لینڈ بھیجا گیا۔"

منشی علم دین اس بات سے ناراض ہو گئے۔ "بادشاہو ایک بات تو بتاؤ آپ کے ذریعے ایک چھوٹی موٹی تمغی اپنے پنڈ کو بھی مل جاتی تو حرج کوئی نہیں تھا۔ آخر کو آپ سیجے ہوئے ہی تھے فوج میں۔"

اس چھینٹا کشی پر ہاسہ پڑ گیا۔

جہاں داد جی بولے۔ "بات تو برابر کھری ہے علم دین جی، پر میدان جنگ میں شہرت ہاتھ آنے کی کئی شرطیں۔ اول آپ کچھ کریں اور عین وقت پر کمان کپتان کی نظر پر چڑھ جائیں۔ دوئم اللہ تعالیٰ بھی آپ کو شہرت انعام دلوانے پر راضی ہو۔ تیسرا آپ بے خوفی ہتھیلی پر رکھ مر کٹ جانے پر تیار ہوں۔"

گنڈا سنگھ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ "جہاں داد جی میدان جنگ میں جان کوئی کھیسے بٹوے میں بند نہیں ہوتی۔ جان تو ہمیشہ ہی ہتھیلی پر ہوتی ہے باقی جو آگے بڑھ کر اُچھال لے، وہی سورما۔"

کاشی شاہ کو کوئی بند یاد آ گیا۔ "بادشاہو، سنو شاہ لطیف کیا فرماتے ہیں۔"

سرو ڈھنڈیاں دھنڈو نہ لبھان
دھنڈو ڈھنڈیاں سرو نا ہیں
ہتھ کرالیوں آنڈیوں
بیا کجھی کاہیں
وہودت جے وہائیں
جے وریاسے واڈھیا

فتح علی بولے۔ "بھا کھا کچھ مشکل ہے۔ کاشی رام ذرا سہل کر کے بتاؤ۔"

"سر ڈھونڈتا ہوں تو دھڑ نہیں ملتا اور دھڑ ڈھونڈتا ہوں تو سر نہیں ملتا ہاتھ، کلائیاں اور انگلیاں نا معلوم کہاں کٹ کٹ کر گر پڑی ہیں۔ سائیں کو بیاہنے جاتی کوار کے بیاہ ہیں جو شریک ہوتے جاتے ہیں وہ اُس راہ پر قتل کر دیئے جاتے ہیں!"

واہ واہ ... سبحان اللہ، کواری کنیا کے بیاہ کا کیا معاملہ باندھا ہے۔ شاہ سائیں تیرے نام کو سلا ہیں۔

کاشی جی جذباتی ہو کر بولے۔ "چودھری جی، شاہ لطیف کوئی چھوٹی سی ہستی نہیں بابا فرید جیسے وڈے وڈیروں کی صف ہیں۔ ان کے وچنوں میں ہیرے یا سچے موتی۔ کسی دوسری دھات کا کام نہیں ہے وہاں۔ اُن ہی کا مشہور جتا ہے۔

سائیں صورت عین کی
سائیں صورت غین
سمن نقطہ دور کر
تو عین کی عین

مدرسہ میں بیٹھنے سے پہلے کانچھ میں مرگان اور ہاتھ میں بھبھیا کا پاتر لے شاہوں کا بیٹا سات گھروں سے بھکشا مانگنے نکلا تو زنانیاں رل مل سگنوں کے گیت گانے لگیں۔

"بدھائیاں شاہنی، بدھائیاں! خیر صدقے لالی پنڈتر مدرسے بیٹھنے چلا ہے۔"

شاہنی بھری بھری انکھیوں بیٹے کو دیکھنے لگی اور من ہی من داتے کے آگے نمن ہوئی۔ رب جی مہریں تمہاری!"

کالے سلیم کے بٹن، گردن کے پیچھے بندھی گلبتی، کاجل لگی انکھیاں، لالی جانک سچ مچ کا رنگی کمار لگے۔

ڈیوڑھی سے نکلتے ہی لالی نے ہاتھ چھڑا لیا اور فقیرے لوہار کے تھڑے پر جا کھڑا ہوا آگے بڑھ رہے، آگے بڑھو!"

"میں پہلے بے بے کربھری سے مانگوں گا۔ آ رانی بہن!"

شاہنی نے موڑا۔ "چھوڑ پتر، ہاتھ چھوڑ دے رابعاں کا۔"

"نہ ہم دونوں بھچھیا مانگیں گے۔"

چاچی پاس آئی۔ سمجھا کر کہا۔ "پتر جی، لڑکیاں سکھی ساندی بھکشا نہیں مانگتیں۔ وہ دیتی ہیں لیتی نہیں!"

لالی اڑ گیا۔ "میں نہیں مانتا! میں رانی بہن کے ساتھ جاؤں گا۔"

شاہنی نے دیورانی کو آواز دی۔ "بندرا دیئے، سمجھا اپنے بچے لگنے کو۔ گھر دو گھرے لگا تو کھائے گا مار مجھ سے۔"

چھوٹی شاہنی نے آگے بڑھ کر سر پہ ہاتھ رکھا۔ ماں رج گئی۔ "پتر لالی، ریتی نیتی کی باتوں میں کیوں، کیوں نہیں کرتے۔ یہ نہیں چنگی بات!"

لالی نے رابی کی چینی نہ چھوڑی۔ "مدرسے تو جائے گی تو رابعاں بہن میرے ساتھ!"

"برابر جائے گی۔ چل ہانک دے بے بے کربھری کو!"

"بے بے در پہ فقیر کھڑا ہے۔ بھچھیا ڈال دے!"

زنانیاں لاڈ چاؤ سے ہنس ہنس کر دوہری ہوئیں۔

بے بے کربھری کچھڑ میں پوترے کو اٹھائے باہر آئی۔ "صدقے ری صدقے لالی شاہ پر۔ رب بڑی بڑی عمر کرے۔"

بے بے نے لالی کی جھولی میں گڑ کی ٹکی ڈال دی۔

لالی نے بے بے کو بیری پونا کیا اور ستاروں کے گھر کے آگے جا کھڑا ہوا۔ آواز دی۔ "چاچی سنت آئے ہیں، ڈال کچھ جھولی میں!"

دیراں والی دونوں کی مٹھ لے کر باہر نکلی اور لالی کی جھولی میں ڈال بچے کا ماتھا چوم لیا۔ "میرا لالی پتر چنگا چنگا پڑھے۔"

لالی نے ضد پکڑ لی۔ ماں کو جھجھکا دے کر کہا۔ "چاچی نے کیوں میرا منہ جوٹھا کیا۔ سنتوں کو بھی کوئی چومتا ہے۔"

ویراں والی نہورے کرنے لگی۔ "پتر جی ہو گئی نا غلطی مجھ سے!"

زنانیاں ہنسیں۔ لالی اور مچلے۔

چاچی مہریں بولیں۔ "دھیئے رابعاں، سمجھا اسے!"

رابعاں نے پیچھے جھک کان میں کہا۔ "تو سچ مچ کا سنت تھوڑے ہی ہے! چوم لیا تو کیا ہوا!"

لالی نہ مانا۔ "سنت فقیر نہیں تو بن ملنگے کیوں نکلا ہوں؟"

"یہ مدرسے جانے سے پہلے کی ریت ہے۔ فقیر ایسے تھوڑے ہی بن جاتے ہیں!"

لالی نے جھٹ اگلے گھر کی طرف قدم بڑھا دیئے اور گلی میں کھلتے جھروکوں کے آگے آواز لگا دی۔ "ماتا، سنت آئے ہیں، کچھ کھانے کو دو!"

اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو لالی نے اپنے دوست جگّے کو آواز دے دی۔ جگّے او ئے، اپنی بے بے سے کہہ۔ فقیر آئے ہیں، فقیر!"

جگا اپنی ماں کا بھوچھن کھینچ باہر لے آیا۔ "ماں لالی کو دانے ڈال۔ لالی میرا یار ہے!"

"دیتی ہوں رے، دیتی ہوں۔ خیر صدقے دونوں کی جوڑی بنی رہے!"

جگّے کی ماں مٹھ بھر شکر لے آئی۔ "بلیہاری میں، قربان ری اپنے لالی شاہ پر۔ اپنا کھت دھرم بنا ہے۔ بدھائیاں شاہنی، بدھائیاں۔ پتر مدرسے بیٹھنے جاتا ہے!"

"رابی بہن، اب تین گھر ہو گئے۔ چلو مدرسے!

"ابھی سات کرتے ہیں، سات!"

لالی ہاتھ چھڑا دوڑ پڑا۔ "میں چلا بے بے کھیّی کے گھر!"

زنانیاں لاڈ سے ہنسیں۔ "میں نے کہا، شرارتیں دیکھ اس کی، شرارتیں! نرا گولا ہے گولا!"

بے بے کھیّی کے تھڑے پر کھڑے ہو کر لالی شاہ نے آواز دی۔

میرے چمبل میں آٹا

تمھیں کبھی نہ پڑے گھاٹا

میرا چمبل بھر دے!

بے بے کھیّی سمجھ گئی لالی شاہ ہے۔ بہوٹی کو آواز دی۔ "تریلپ کور ے، لالی شاہ مدرسے بیٹھنے

چلا ہے۔ مصری چھوہارا ڈال دے جھولی میں۔"

مائی کچھ جھجکی۔ کمر پر ہاتھ رکھ کر دہلیز تک آئی۔ لالی شاہ کا ہاتھ پکڑا۔ تھو کیا اور شاہی کو مبارکیں دے کر کہا۔ "میں واری بلیہاری ٹبّر مدرسے بیٹھنے لگا ہے۔ بہت بہت روشنیاں ہیں۔

لالی نے بے بے کے دونوں پیر چھو کر ایسا سہانا پیری پونا کیا کہ زنانیوں کے حلق اُمڈ آئے رَبّا ایسا وقت سب کو دکھائے۔

اگلا گھر ڈھونڈا لالی شاہ نے جیٹروں کا۔ بانگ لگائی۔ "فقیر آئے ہیں جی، خیر ڈالو۔"

جیٹروں کے گھر کی ساری دھیئیں، بہوٹیاں باہر نکل آئیں۔ بچھاور کر بچھڑے کی بلیاں لیں اور جھولی میں گُڑ ڈال کر دعائیں دیں۔

چاچی نے ٹنو کا لگایا۔ "پاؤں چھو رے۔ پیری پونا کر۔ تیری چاچیاں، تائیاں ہیں۔"

"لالی اَڑ گیا۔" "نہ، میں نہیں کرتا۔"

"کیوں رے، کیوں؟ تیری بڑی سیانیاں ہیں۔"

"بھلے ہوں۔ ان کا منجھلا بھائی ہمارے کھیت سے رُخ کیوں اُٹھا کے لے گیا۔"

زنانیاں ہنس ہنس کر دوہری ہو گئیں۔ "لوری، یہ جم پڑا وڈا۔ نذر شاہ! اپنا شاہ ہے کبھو مدرسے بٹھانے سے پہلے ہی جیولیوں کی میری دے دی لالی شاہ کو۔"

چھوٹی شاہنی نے آگے بڑھ کر لڑکے کے سر پر دھپ دیا۔ "چپ بڑ بولا! چل رابعاں، عقل سکھا اسے کچھ۔"

لالی نے پیر تننے کو پاؤں اُٹھا لیا۔ "بس، اب اور نہیں۔"

رابعاں نے سمجھایا۔ "ابھی دو گھر اور۔ چنگے بچے اڑی نہیں کرتے۔"

لالی رابعاں کو سمجھانے لگا۔ "رابی بہن، جیٹروں کے گھر تین چولھے ہیں۔ ہو گئے نا تین گھر۔"

زنانیاں ٹھوڑیوں پر ہاتھ رکھ رکھ بولیں۔ "بزرگ سچ کہتا ہے۔ سچ کہتا ہے۔"

سامنے کی گلی لاہ بی بی چلی آئی۔ انھیں دیکھ کر لالی چہکنے لگا۔

"سلام ماں، میں سلام عرض کرتا ہوں۔"

"قربان مُلّا قربان اپنے لالی شاہ پر۔ کیوں لالی شاہ آج کدھر چڑھائی ہے۔"

ماں الف بے کی پٹی

میاں گھر اور بی بی ہٹی

ٹھہر رے لالی شاہ، ٹھہر، مجھے بات کرنے دے شاہنی سے۔ میں نے کہا شاہنی، تمہارا پُتر تو میرے من کو بھا گیا ہے۔ میں تو بیاہ کر کے رہوں گی۔ کیوں رے، کرے گا نا پسند مجھے۔"

گڑیاں چڑیاں ہنس ہنس لالی سے کہیں "جواب دے رے۔ مدرسے جانا پیچھے اور لالی شاہ کا رشتہ پہلے آ گیا۔"

لالی شاہ پہلے رابعاں کی طرف دیکھا، پھر ماں کی جانب اور جھٹ پٹ لاہ بی بی کے پاؤں پکڑ لیے۔

"یہ کیا رے، یہ کیا!"

لالی شاہ کی انکھیاں ہنسنے لگیں۔ "اب تو بیری پونا ہو گیا نا، اب پُتر سے شادی کیسے کرو گی؟"

لاہ بی بی ہنس ہنس کر بلیاں لینے لگی "ہائے ری، میں صدقے جاؤں، دیکھو لڑکوں کو۔ بیری پونا کر کے اس بڈھی کو سونہہ کھلا دی۔ ارے، میں تم سے ہی بیاہ کر کے رہوں گی۔"

لالی مچ گیا۔ "نہ نہ، میں تو بیاہ کروں گا رابی بہن کے ساتھ۔"

رابعاں نے آگے بڑھ کر ایک دھپا لگایا۔ "کملی باتیں۔"

چاچی دھیری ہنسنے لگیں۔ "کرے گا، پر ابھی سے جہان میں نشر کیوں کر رہا ہے؟"

لالی شاہ جمگھٹے اور رجماوڑے کے ساتھ گھروں سے بھکھائے کر گھر لوٹے تو پاندھا جی نے کپڑے بدلوا کر ماتھے پہ تلک کیا۔ آشیش وچن کہہ کر حکم دیا۔ "جاؤ گرو کے چرن میں ودیا پڑھو۔ گن وان بنو۔ یش وان بنو۔"

بتاشوں بھری چنگیر میں مولوی صاحب کے لیے پاگ۔ جوڑا رکھ کر شاہنی نے اوپر ٹکے رکھ دیئے۔

لالی کے گلے میں بستہ۔ ہاتھ میں تختی اور دوسرے میں قلم، دوات۔

چاچی نے پیٹھ پر پیار پھیرا۔ "پُترا، لڑکوں سے لڑنا مت۔ بڑے لڑکوں سے کبھی چھیڑ چھاڑ نہیں کرنی۔"

"پتہ ہے چاچی، پتہ ہے۔"

پنڈت جی بولے "لالی پُتّر! حویلی میں پتاجی اور چاچاجی کو پرنام کرکے مدرسے پہنچو!"

حویلی کی دہلیز پر رابعاں نے ہاتھ چھڑایا، پر لالی نہ مانا۔ اندر کھینچ لے گیا۔

لالی نے باری باری دونوں شاہوں کو پیری پونا کیا تو رابعاں نے بانہہ میں گھیر کر کہا "جاکر نواب چاچا اور چاچی محمد دین کو بھی پیری پونا کرو۔"

"انھیں میں سلام کروں گا، چاچا باگا کو سلام کروں کہ پیری پونا؟"

پاندھے جی نے اپنے ننّھے یجمان کی ذہانت پر خوش ہوئے "جیو بیٹا جیو!"

لالی نے کپلا گائے کو پیار سے چھیڑا۔ بھینس کو تھاپی دی، گھوڑوں کو چھو چھو کر ہیل میل کرنے لگا۔

"رابعاں بہن، میں نوشہباز پر مدرسے جاؤں گا۔"

"نہ، مدرسے پیروں پر جاتے ہیں۔ نہیں تو پڑھنا نہیں آتا۔ چلو اب مدرسے چلو۔"

دونوں بھائی تخت پر بیٹھے ہوئے لالی کو دیکھتے رہے۔

پاندھا جی نے ہاتھ سے اشارہ کیا "اب مدرسے کی جانب مہورت کھڑا ہے۔"

لالی بڑے سیانوں کی طرح پنڈت جی کے آگے جھکا "پرنام کرتا ہوں پنڈت جی۔"

"آیوشمان، یشوان، دھنوان۔ جیو پُتّر جیو!"

"سلام کرتا ہوں نواب چاچا! سلام کرتا ہوں محمد دین چاچا۔"

بڑے شاہ جی نے بیٹے کو گھورا "تمھارے بھائی گردواس اور کیشو لال کہاں ہیں؟"

"جی، وہ کڑاہی کے پاس بیٹھے بتاشے چکھ رہے ہیں، چاچا صاحب، انھیں رات کو چوہے ضرور لڑیں گے۔"

شاہ جی اس حاضر جوابی پر لڑکے کو گھورنے لگے۔ کاشی شاہ نے خوش ہوکر ایک ٹکا نکال آگے کیا "پتّر جی، مولوی صاحب کو سلام کرتے وقت یہ نذر کرنا ہے سمجھے۔"

"جی چاچا صاحب، ویسے ہی کروں گا جیسا آپ نے کہا ہے۔ اب ٹھیک ہے نہ رابی بہن!"

شاہ جی نے دولوں کو حویلی سے باہر جاتے دیکھا اور آنکھیں میچ لیں۔ جیسے کہاں سے بند آنکھوں کے آگے دُکھ کی جھلک اُبھر آئی کہ رابعاں مدرسے سے پلٹی ہے۔ سر دوپٹّے سے ڈھکا ہے اور تھالی کی طرف بڑھتے ہاتھ کی کلائی میں سونے کا کنگن جھلتا ہے۔

شاہ جی نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔

کاشی شاہ جانے کس رو میں تھے۔ "شاہ جی، رابعاں سیانی ہوئی۔ علیے سے کہو اس کے لیے کوئی رشتہ آس پاس ہی ڈھونڈ لیں۔ ہم کیسے دور کریں گے لڑکی کو!"

شاہ جی کچھ بولے نہیں۔ اُٹھے اور شہباز کو تھپکا پڑا دیا۔ نواب نے مستعدی سے کاٹھی ڈالی اور گھوڑے پر سوار ہو شاہ جی گاؤں سے باہر نکل چلے۔

ایک بار علیے کے گھر کی طرف نظر ماری اور گھوڑے کی راسیں دوسری سمت میں موڑ لیں۔ رب سائیاں میرے اَج کے آگے تیری مالکی ہے۔ میری نہیں۔

"تو شاہ جی، اس بار صوبہ لاٹ نے اپنی ہیک بھی بدلی دربار میں کہ نہیں!"

"چودھری جی، قافیہ جو ایک ہی ہوا تو ہیک کیسے بدلے! وہی بھرتی، وہی جنگ فنڈ اور خلعت وظیفے کے اعلان!"

"کچھ بھی کہو، اس بار لاٹ نے اپنے ضلع کی بہت تعریف کی۔ کہا کہ حکومت کو اس شہر پر بہت ناز ہے۔ لاٹ نے دل کھول کر اپنے لوگوں کی تعریف کی کہنے لگا کہ گجرات کے لوگ پہلے پہل بانگ کانگ پولس میں بھرتی ہوئے تھے گجراتیئے ہی پہلے پہل دریا نیل، آبادان اور لندن جا پہنچے تھے۔ مشہور ہے کہ جو ملنسار، یار باش بندہ آپ کو باہر کے ملکوں میں مل جائے، سمجھو جہلم، گجرات یا سیالکوٹ کا!"

مولادادجی بہت خوش ہوئے۔ "واہ واہ۔ ہم وطنوں کے بارے میں کیا سوچتی، صحیح بات کی گئی ہے۔ اپنے بندوں کی گرمجوشی تو جگ ظاہر ہوئی نا!"

"چودھری جی، لاٹ نے دربار میں پنڈ اور پنڈ والوں کے نام لے لے کر بیان کیا۔ پہلے ذکر کیا پنڈ بیلی والے لمبردار بخشش خاں کا کہ اس نے تین بیٹے اور تین بھتیجے بھرتی کروائے ہیں۔ سرکار اسے قابلِ تعریف سمجھتی ہے پھر ذکر کیا مریدکی والی مسماۃ شریفن کا۔ تینوں بیٹے لام میں بھیج کر آپ ہل چلاتی ہیں۔"

فتح علی جی بولے، "کاشی شاہ، ایک رقعہ لالہ بی بی کے بارے میں ضلع لاٹ کو ڈال دو۔ نظر چڑھ گیا تو ٹبر کو کچھ مل ملا جائے گا۔ بڑی ہمت سے کھیتوں کی گاہی واہی دیکھتی ہیں۔"

"جو حکم۔ کل ہی لکھ کے بھیجتے ہیں۔"

"شاہ جی، جلال پور کی خبر تھی کہ لاٹ نے اپنے گجرانوالیوں کو بہت دھمکایا تھا۔ کہا دھناڈیوں تم پُتر اور کھو سنبھال کے اور چندے دے دے کر سرکار سے خلعتیں خریدنا چاہو۔ یہ بات حکومت کو ہرگز ہرگز پسند نہیں ہے۔"

چودھری فتح علی بھی دربار میں موجود تھے، کہا، بادشاہو جاپتا کچھ ایسا ہے کہ لاٹ نے دربار کا یہ دستور ہی بنالیا ہے۔ پہلے تعریف، پھر چندے کی اُگراہی اور پھر جھڑکی۔

گنڈا سنگھ ایسے شروع ہوئے جیوں سرکار سے اُن کی شرکت داری ہو۔ "لڑائی لگے کون سے اتنے زمانے ہو گئے ہیں کہ ابھی سے حکومت کی پھلکری فل ہونے لگی اصل میں انگریز بڑی ڈنڈی مار اور پیسہ پکڑ تو قوم ہے۔"

تجیبا بہت ہنسا، کہا، "خالصہ جی، اس حساب سے تو انگریزوں کی رشتے داری کھتری اروڑوں سے بھی ہوئی۔ روپیہ ایک کو کھتری شاہ جب تک سونہ بنالے، بات نہ بنے۔"

شاہ جی بولے۔ "لاٹ بہادر وزیر آبادیوں کو کچھ اور کہتا ہے۔ انھیں دھمکایا کہ تم ابھی سوئے ہوئے ہو، اُدھر ایک ہزار بنگالی اور نو سو پنجابی سپاہی بھرتی ہو چکا ہے۔"

طفیل سنگھ بولے۔ "لاٹ کو کون سمجھائے کہ بنگالی کی بھرتی چنگی نہیں۔"

کاشی شاہ بولے۔ "تایا طفیل سنگھ یہ تو مخالفانہ بات ہو گئی۔ آخر انقلابیوں کی بہادری تو بنگالے سے ہی چلی جان پر کھیل جاتے ہیں۔"

میری بات دھیان سے سنو کاشی رام! بنگالی کے منہ چڑھا ہوا ہے، یہ کیوں! وہ کیوں! آگے کیوں! پیچھے کیوں! کتنا چلنا ہے! کتنا بڑھنا ہے! لکھت میں قانون بتاؤ۔ میدان جنگ میں جو قانون کا سیاپا چھڑ جائے تو ہو چکی لڑائی میں جیت!"

جہاں دادجی نے سر ہلایا "یہ بات تو ٹھیک ہے کہ فوج میں کیوں کرنے کی دیر اور منہ بند۔ عدالت مقدمے کی باتیں تو نہیں نہ! بحث ہوتی رہے۔ جرح ہوتی رہے۔ یہاں تو کرو چاہے مرو۔

شاہ جی نے پہلا سلسلہ شروع کر دیا۔ "ادھر تالیاں بجیں اُدھر صوبہ لاٹ اونچے چڑھ گئے۔ اشارہ کیا اہلکاروں کی طرف اور چندہ لکھا جانے لگا۔ آپ سمجھو شروع ہوا پانچ لاکھ سے اور ختم ہوا

پانچ ہزار پر۔"

فقیرے نے گھنکل نکالی۔" ہاں جی، کچھ لڑائی پر خرچ کر دیں گے، کچھ آپ کھا پی جائیں گے۔ آخر کو سب کے گھر بار اور ٹبر لگے ہوئے ہیں۔"

"ضلع حاکم نے کئی ٹبر قبیلوں کے نام لیے۔ کروڑ کے صوبیدار نکا خاں، ستید کے حولدار افضل حسین، مایر اشمش کے نایک غلام خاں، ڈھانگے کے سپاہی عبدالکریم، کوٹیا کے بربان علی، مایر اموڑ کے گیتا خاں۔ چک امرو کے لمبڑدار خداداد خاں نے چار لڑکوں میں سے تین کو لام میں بھیج دیا۔

"سیالکوٹیے میجر ہاشم خاں نے گن کر ایک ہزار سلاہریا رجپوت بھرتی کروائے ہیں، ہاشم خاں کی جاگیر تو پکی، شاہ جی، ایک اور اعلان کیا گیا ہے۔ سرکار کی طرف سے کہ دس ہزار ڈرائیوروں کی بھرتی کھولے گی سرکار۔"

"لاٹ نے پہلے وکٹوریہ کراس پانے والے نایک خداداد خاں کا ذکر کیا تو جی، پورے دربار میں زندہ آباد کے نعرے لگائے گئے خلقت ہل گئی۔ مائی کا لال زندہ ہی زندہ ہے۔"

گرودت سنگھ بولے۔" بادشاہو، یہ تو ملکہ کراس مل گیا نہیں تو جی، بندہ جو بھی لڑائی میں کھیت ہو وہ تو امر ہی امر ہے۔ ہاں زندہ بادیاں قسمتوں سے۔"

منشی علم دین آ ڈٹے میدان میں۔" فقیر سہری کا نام تو ضرور سنا ہو گا۔ شاہ صاحب پرانے وقتوں کی بات ہے۔ دشمن نے میدان جنگ میں فقیر سہری کا سر کاٹ دیا تو وہ بہادر اپنے ہاتھوں میں اپنا سر پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ بس، دیکھنے کی دیر تھی، دشمن کی فوجیں اکھڑ گئیں۔"

کرم الٰہی جی کا دھیان پوترے اکھیا پر جا لگا۔ بولے۔" شاہ جی، اکھیا اپنا ہے تو بہادر پر عقل زیادہ باریک نہیں۔"

"خیر مہر ہے چودھری جی، میدان جنگ میں تو بہادری کی ہی ضرورت ہوتی ہے، سوچنے ساچنے کے لیے فوج کے اعلیٰ افسر، ویسے جھوٹ کیوں کہیں، اپنے لشکروں کا دم خم چنگا ترکیب و ترتیب والا ہے۔"

"جہاں داد جی، یہ تو آپ جانیں۔"

کرم الٰہی جی نے گنڈا سنگھ کو آنکھیں موند کر سر ہلاتے ہوئے دیکھا تو جہاں داد جی سے بولے۔" کل

اپنا برخوردار زور آور سنگھ پنڈ پہنچا ہے ضرور جہاز پر چڑھنے کی پرچی مل گئی ہو گی۔"

ککو خاں بولے۔" نہ جی، کہتے ہیں چھاؤنی سے بنا چھٹی لیے گھر لوٹ آیا ہے۔ یہ بھی سنا ہے کہ پھڈا ہو گیا ہے کا کے کی۔"

منشی علم دین بولے۔" چڑھتی زور آور سنگھ کی کچھ تولہ ماشہ کم ہی جاتی ہے۔"

گنڈا سنگھ ہڑبڑا کے اُٹھ بیٹھے۔ دھمکا کر کہا۔" نہ کا کے اپنے کو کوئی بیماری اور نہ ہی وہ چھٹی پر۔ وہ فوج کی 'فینیاں' واپس کر آیا ہے۔ گورے کپتان کے آگے رکھ دیں۔" اپنی وردی سنبھالو، آپاں چلے۔"

جہاں داد جی پریشان۔" کچھ کھول کے بتاؤ۔ بادشاہو، یہ بڑی سنگین بات ہے۔"

گنڈا سنگھ نے اپنا صافہ چھوا، پھر بولے۔" زور آور بے وردی ہو کے آیا ہے ان کی پلٹن میں تیس چالیس بندے تھے۔ پرانی بھرتی۔ صوبیداری فہرست نکلی تو اس میں دیسی نام کا ایک بھی نہ۔ کھلبلی مچ گئی۔ سب نے مل کر کمان افسر کے سامنے اپنی شکایت پیش کی کہ صاحب بتایا جائے کہ دیسی بندے کس چیز میں کم ہیں۔ ان کو ترقی کیوں نہ ملے۔"

"بس جی! اگلے دن ہی پریڈ میں حکم سنا دیا گیا کہ ڈنگ ڈنگ کرتے والی ٹولی اپنی بندوق جمع کروا دے اور ان کے کندھوں سے فیتے اُتار لیے جائیں۔"

"یہ تو معطل کر چھوڑا نہ لڑکوں کو، کیوں جہاں داد جی؟

جہاں داد جی گنڈا سنگھ سے پوچھا۔" یہ معاملہ کوئی معمولی نہیں ہے۔ کوئی سنگین وجہ معلوم ہوتی ہے۔"

"وجہ بس یہی کہ فوج پلٹن ہندوستانی ہے تو اُسے بھی ترقی کا موقع برابر ملنا چاہیے۔"

کپتان نے لڑکوں کو سمجھایا۔" تمھارے قصور کی سزا یہی ہے۔ تم لوگ انقلابیوں سے سازش کر کے ایسے کام کرو گے تو خطا کھاؤ گے۔ جہاں داد جی، زور آور بتاتا ہے کہ ایک لڑکا تھا ساہیوال کا۔ روشن علی۔ بہت اعلیٰ کھلاڑی۔ اُس نے بڑا رعبیلا جواب دیا۔ کپتان صاحب، ہماری بات بھی پلّے باندھ لو۔ جبکہ فوج میں برابری نہ برتی گئی تو ہر دیسی آدمی کا دل پنجرے سے باہر نکل کر انقلابی بن جائے گا۔"

شاہ جی کچھ سوچتے رہے پھر آواز دھیمی کر کے کہا۔" زور آور کو کچھ دن کے لیے ننھیال بھیج دو۔ اپنے پنڈ میں پولس کی آوا جاہی ذرا زیادہ ہی چنگا ہے کچھ دن باہر رہ آئے تو۔"

گرودت سنگھ شردول سنگھ کا رقعہ چھپائے بیٹھے۔" شاہ جی، شردول سنگھ لکھتا ہے کہ ملک فرانس کی خلقت اپنے فوجیوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوتی ہے خاص کر زنانیاں وہاں کی سڑکوں پر نکل جائے ہندوستان ٹکڑی تو اس طرح ہنس ہنس کر ہاتھ ملاتی ہیں کہ بندہ مجبور ہو کر بانہہ میں بھر ے۔"

میری بخش بولے۔" برکتیں فوج کی اپنے بندوں کو یہ تو منہ مانگی مٹھائیاں ہوئیں نا چلو جی گولہ بارود کی اونچ ہیٹھ بھی تو ان ہی لڑکوں نے سہارنی سنبھالنی ہے۔ ملتی ہے خوشی تو کیوں نہ کر لیں۔"

"بادشاہو اپنے گوہر کی کبھی چٹھی پتری آئی؟"

"آئی۔ مجھ سے تو ذرا سنگتا ہے۔ پر اپنے بھرا کی طرف چٹھی تھی اس کی۔ لکھتا ہے کہ ایک شام پانچ سات کی ٹکڑی اپنی چھاؤنی کو لوٹ رہی تھی۔ رستے میں ایک بہت خوبصورت گلابالالی پہلے تو ہاتھ ملایا، پھر چمی دے دی۔ ساتھ چلتے گورے نے دیکھا تو ہنسنے لگا۔ گوہر نے پوچھا۔ آپ ہی بڑھ بڑھ کر گلے لگا رہی ہے۔ بتاؤ کیا کروں؟"

گورا بولا۔" خوش قسمت ہو جوان، جاؤ، اس پیاری انگنا کو ذرا سیر کروا لاؤ۔"

"پھر کیا ہوا میراں بخش جی؟"

گرودت سنگھ بیچ میں کود پڑے۔" اوہو، ہونا کیا تھا۔ آئی گئی میں گھونٹ بھر لیا ہو گا اور کوئی جھگی تو نہیں ڈال دینی تھی لڑکے نے کہ آ بی بچے بنا اور روٹی پکا۔"

میبا سنگھ ہنس ہنس کر دوہرے ہوئے۔ گرودت سنگھ کو آنکھ مار کر کہا۔" کیوں میرے پترا، ہے مرضی فرانسیسی ذائقہ لینے کی چلو، آپاں چلیں فرانس۔ کیا ہوا بوڑھے ہیں تو کچھ نو بچی کچھی ابھی جوڑوں میں باقی ہو گی!"

فقیرے نے ہنس کر کہا۔" حرمکاتی ہے تایا میبا سنگھ، شیر بوڑھا ہوتے ہوتے ہی ہوتا ہے۔"

میبا سنگھ کی جیسے جوانی لوٹ آئی۔ ہنستے ہوئے کہا۔" اور مادر ... لٹروا مشکری کرتا ہے۔

اوئے تایا تمھارا کفن کی تیاری ہیں۔ اب کہاں ملے گا یہ جھوٹا نہیں ملتا رہا۔ اب نہیں ملتا۔"

مجلس ایسی ہنس ہنس دوہری ہوئی کہ کھانسیاں چھڑ گئیں۔

لوگ آنکھیں پونچھتے پونچھتے سکتے میں آ گئے۔ ہنستے ہنستے تایا میہا سنگھ کا صافے سجا سر منجی کی پائی پر جا لگا تھا۔

کاشی شاہ نے ہاتھ سے اُٹھایا۔ آنکھیں ساکت ہو گئیں۔ نبض دیکھی غائب۔ بوڑھا شیر چھت پٹی میں ہی میدان جنگ کی خندق پار کر گیا تھا۔

ہائے ہائے پیچھے گئی۔ ماموں ٹھگنی۔ دیوار کے اندر کھیل رچا لیے۔ تکے تکے کی تول کر گھر ڈھیر لگا لیے۔ ہم نے بھی لگائے ہوئے بیج حرام کے اپنے ونجھرے میں تو دن رات ڈالوں پر مگیاں چھوٹتیں اور اولاد حرام کی بڑھتی۔ اری خصم کے دو تو پانی غرق جانا کنڈے توڑے لگا۔ جبر کے دتیئے، جبر کے۔ مرجاؤ ایں نہ رہی تو ڈھے لگ جائے گی ڈھے!

سائی دتی کی چھاتی پر بھبڑ بل اُٹھے۔ کوٹھے پر سے آواز دی "ڈھے لگ جائے تیرے ٹبر کو!"

"کون ہے ماں بیوپٹی بکار اکرنے والی سویرے سویرے؟"

"چپ ری، جیویاں ہضم کر کے اس گھر اُنگل اُٹھانے لگی!"

"پھٹے منہ! اری دتیئے، یہاں تو پہلے ہی ٹھر ہے۔ جیروں سے ایک جنے کا قبیلہ ہے۔ تیری اپنے جنے کو مُہرہ نہیں دیا مُہرہ!"

"تجھے دوزخ ملے۔ جھوٹ تہمتیں! سرتاج میرے کو سرسام ہوا تھا۔ ہوتا نہ زندہ تو گچی گھٹ دیتا بولنے والوں کی!"

"تو تو زندہ ہے تو اُٹھا لے ہاتھ۔ اری تو چاہے بھی تو ہاتھ نہ اُٹھے گا۔ خداوند کریم تیرے گناہ جانتا ہے۔ کُسے تو نے اپنے ہاتھوں زہر پلایا؟"

"چپ ری چپ!"

"کیوں نہ بولوں؟ جو محنت مجبوری کے سر رکھ ڈالے اور بٹ مار کمائیوں سے گھی کے تڑکے

لگائے :

"تڑکے لگتے ہیں خدا کے فضل سے۔ تیراکیوں کا لچا جلتا ہے ، چھٹانک چھٹانک جوڑتے نہیں کھاتے ہیں :"

شاہنی نے کان لگایا۔" میں نے کہا بند کر دیئے۔ یہ کیا انگیاری جل اُٹھی صبح سویرے !"

چھوٹی شاہنی ہنسنے لگی۔" نکال لینے دے غبار شریکنیوں کو۔ برس چھ ماہی انھیں دورہ پڑتا ہے۔ جس کے پلّے پیسے تھے اُس نے جھولیاں سنبھال لیں۔ دوسروں نے تو منجھتی سا جلنا ہے :"

چاچی مہری کتیلے سے لوٹی تھی۔ آواز دھیمی کر کے کہا" دتی کا بڑا پُتر لونڈے خاں آیا ہے کل۔ بہت چپ چپیتا ہے۔ ایسا بندہ بھک جائے تو تندور ہے تندور کہیں کوئی اور گل نہ کھلا بیٹھے !"

دونوں مامے پھوپی دوپہر تک پکارا کرتی رہیں۔

بھتے۔ بیلا کھلا کر لوٹی تو سائی دتی نے پہل کر لی پُچّی دوسروں کی گوں تیچھی کرے بندہ سچا ہو۔ سوکھا ہو تو اپنے ساتھ دوسروں کی بھی آبرو رکھے :"

جمالو شروع ہو گئے :" بڑے جھنکنے چھنکا رہی ہے۔ کیا تو ہی جنمی ہے۔ عزت آبرو والی ! چاندی کی ڈنڈیاں چھلے اور پاؤ پاؤ کے کڑے دیکھے ہیں کسی نے بھلا ! اری ، دولت کنجریوں کے پاس بھی کم نہیں۔ دیکھ آ زنان منڈی۔ ہر کنجری لدی پھندی ہے گہنے گٹے سے !"

جواب کی جگہ جمیلہ نے دتی کے چٹے رنگ پر گمان کے ایسے چمکار۔ تنکا دیکھے کر مُنہ پر جھٹ پھینک دیا۔" کنجریاں تم سے چنگی ، پیشہ دھیلا بٹورتی ہیں پر ری ، زہر نہیں پلاتیں شربتوں میں !"

سائی دِتی نے غصّہ غبار تھوک ڈالا اور جا کر اپنا تندور لیپنے لگی۔

جمیلہ اور مچی :" اٹھیئے ، بدگمانیاں تیری تبھی تک جب تک خبا تیرا دیوار بن کر کھڑا ہے۔ خدا کے کارندے نہیں چھوڑتے گناہگاروں کو۔ اُدھڑ جائیں گی لگیاں بدیاں ، اُدھڑ جائیں گی :"

"سائی دتی نے ہنڈیا اُٹھا چولھے پر رکھی۔ خیروں سے پُتر میرا فرمانبردار۔ میری طرف سے لٹوئی بھڑ دی جلے کھپے :"

"اگیترے تجھیترے مُردے اُٹھ آئیں گے قبروں سے۔ میری پلّے باندھ لے :"

"باندھنے کو تو تیرا لنگا باندھوں گی۔ مار بول بول کے تن من جلا مارا :"

سائیں دتی نے مٹھی بھر سوئیاں نکالیں اور دھمی ریشماں کو آواز دی۔ ریشمی جانگ میٹھیوں سے
دو مٹھی پورا توڑ آ۔ بھائی تیرے کے لیے سویاں رندھ دوں:"

جمیلہ ہنسنے لگی۔ "ماں بن کے لاکھ کرلے کمیلین۔ آخر کو تو دوزخ ہی ملنی ہے قتل کر تو ئیں
کچھ نہیں چھپتیں:"

گھر کے سامنے سے چودھری فتح علی نکل رہے۔ بن کر دھمکایا۔" بی بی زبان پر پھندہ ڈال
پاؤں مرا ہندی ہوں یا پواندی پیٹھ پیچ ہیں ہی لگے گی:"

جمالو نے دوپٹی سر پر ڈال لی۔ " سلام پنچوں کی پگڑیوں کو رکسے پتہ نہیں کہ شرمیت تیّا کر قبر دہ
چودھر ہٹہ تو دھوکہ کھا گیا نا!"

چودھری فتح علی کے گورے رنگ پر مہندی لگی مونچھیں پھڑکنے لگیں۔ سر اٹھا کر کہا۔ "جیسے گزر
گئے تو تیرا چنگا نہیں، نگیچی آج بھی بری اور کل بھی!"

چودھری نے قدم بڑھا دیے تو جمیلہ منہ ہی منہ بڑبڑانے لگی۔

چور اُچکے چودھری
اور لنڈی رن پردھان

سائیں دتی ہنس دی۔ "بن آئی۔ "تجھے کھالو سے سوچتر مار پڑ رہی۔ چودھر ہٹے سے تو حیا لازم کر۔ پنچوں کی
پگڑیوں پر ہاتھ ڈالنے لگی۔ گورا چھٹے منہ:"

"ہاں ری، ہاں جیویاں ہماری ہڑپ کرلیں اور چودھر ہٹے کے کانوں ہیں جوں تک نہ رینگی۔ وہ
تمہارے امدادی ہیں، ہمارے نہیں!"

دن ڈھلے سائیں دتی نے پُتر کے لیے بٹیر بھون گُنّی ہیں ڈالے۔ باسمتی اُبلنے رکھی تو خوشبوئیں
جمالو کے سرچا چڑھیں۔

کوٹھے سے لگی لکڑی کی پوڑی پر پاؤں رکھ شریکوں کے ویہڑے ہیں جھانکا اور شروع ہوگئی۔
"کھلاری کھلا۔ تیرا ہی پہلوٹھی کا کھٹ کما کے گھر نہیں آیا جو بھی کھٹنے کمانے جاتے ہیں برس چھ ماہی
پرت گھروں کو آتے ہیں:"

سائیں دتی نے اپنے جنے کی طرف دیکھا۔ کمال نے دیوار پر سے منجی اُتار بچھائی اور کتا دُتکار

نے کے بہانے جمیلہ کو خبردار کیا۔ "ڈرے.... ڈرے...."

"جمیلہ منہ پھٹ ہو گئی۔ گھڑ اچھال چھاڑ رونا۔ پلاؤ بنا پھر ہی خبردار۔ بنا پُتر رے۔ یاپ۔ سا بھولا نہیں ہے کہ تیرے ہاتھ سے شربت پی کے بیوتے کا سونا رہ جائے گا!"

دتی کے ہاتھ سے ڈوئی تھرک کر نیچے جا گری۔ سہم کر اوپر بیٹے کی طرف دیکھا۔ پھر کند سے کے پاس جا کر کہا۔ "خدا ترسی! کچھ تو خیال کر۔ پُتر کے سامنے ماں کو اتنا ذلیل تو نہ کر۔ کبھی تو میں نے تیرے ساتھ کچھ چنگا بھی کیا ہوگا!"

سائیں دتی نے سر نیچا کیے کیے ہی برتن بھانڈے رکھے۔ کنالی اٹھا تندور پر رکھی اور دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ "ربا! اس بے بخت کا دھیان ہٹا دے اس بات سے۔ اس بوڑھے بیلے کوئی تماشہ نہ کھڑا کر دے!"

بھینس کی کھرلی کے پاس کمال نے منجی بچھائی اور باہیں سر کے نیچے رکھ سیدھا لیٹ گیا اور آسمان کی طرف ٹکٹکی لگا دی۔ کان جیسے بوڈے خاں کی آواز پا کا انتظار کرنے لگے۔ آنکھوں کے آگے منظر گھومنے لگا۔ لڑکا دارے سے چلا۔ ادوڑھیوں کے پاس پہنچا۔ ہوڈی پر سے چھلانگ بھری۔ اب اُدھر مڑا۔

کمال نے آنکھ جھپک کے دیکھا تو کہیں آسمانوں سے اُتر کر بشیر کا بھولا سا پڑا اور بوڈے خاں کے چہرے سے گھل مل گیا۔ یا اللہ! چال تک وہی۔ اتنے برسوں بعد یہ گھڑی بھی کیا پلٹی۔

سائیں دتی نے ہنڈیا اُتار کر ایک کنالی میں چاول ڈالے۔ دوسرے میں رکھی روٹیاں اور بھنے ہوئے بٹیر۔

"آؤ، پُتر جی آؤ۔ بیٹھو!"

پھر کمال کو ہانک ماری۔ "میں نے کہا اُٹھ جاؤ۔ کھا پی لینا!"

بوڈے خاں اور کمال نے مُنہ کی نوڑی ہی کھی کہ سامنے بنیرے پر جمالو آ بیٹھی۔ "پُتر بوڈے خاں تیرے ہوتے اس گھر میں کیا کمی! پر دتی جی! بھلا ہمارا حصہ کیوں مار لیا! تمھارے شریک ہیں، تمھارے دشمن بیری تو نہیں!"

سائیں دتی کو پُتر کے سامنے شہ مل گئی۔ "جھوٹ کہتی ہو ری جمالو! جھوٹ کہتی ہو۔ ہم شریک نہیں:

بیری ہیں۔"

لونڈے خاں نے آنکھ اُٹھا کر اوپر دیکھا۔ سلام کیا۔ جمالو کو اور ہنس کر کہا "خالہ معاملہ تو کچہری میں طے ہو چکا۔ اب دنیا جہان کو سنانے بھٹر کلنے سے کیا فائدہ؟"

جمالو نرم پڑ گئی۔ آخر کو جوان جہان لڑکا۔ "چترا تو سیانا ہے۔ آپ ہی بتا۔ ہے کوئی جٹ کی آل اولاد جسے جیویاں پیاری نہ ہوں۔ کُملا میرے کلیجے کی نہ پوچھو۔ میری بچی دیوار میں بھی پھنک رہی ہیں۔ پُتر انصاف کر۔ آخر کو میں نے بھی تو تجھے جھولی میں کھلایا جھلایا ہے۔ سونہہ ہے رب رسول کی جو ہمارے تمھیں اپنے بچوں سے کم سمجھا ہو۔"

لونڈے خاں نے پہلے ماں کی طرف دیکھا پھر چاچا کمال کی جانب سنجیدگی سے کہا۔ خالہ میں اُسے کبھی نہیں بھولا۔ گھر کے لڑائی جھگڑے ایک طرف اور پیار محبت ایک طرف۔ تنے برسوں بعد گھر آیا ہوں۔ تم بھی کچھ چاؤ۔ ملہار کرو۔ نیچے اترآؤ اور آ کر کنالی سے ہاتھ پھیرو۔ ڈنگ ونگ کیا تو میں آج روٹی نہیں کھاتا۔"

کمال نے اوپر دیکھا اور پیار سے آواز دی۔ "سکندر! باہر نکل۔ کیا ہنڈیا کی خوشبو تجھ تک نہیں پہنچی۔"

چاول اور بٹیروں کی خوشبو پہ جمالو کا اپنا دل پھسل آیا۔ "دیکھو میرے بھولے جی باتیں۔ سالی سمجھو تو ہیں۔ سایہ بھاج سمجھو تو میں۔ ارے میں کیا تمھاری کچھ نہیں لگتی۔ کچہری چڑھ کے رشتے نہیں بدلتے۔"

سائیں دتہ نے سو سو خیریں منائیں۔ لاڈ سے کہا۔ "آری بڑ بولیے۔ اُتر آ کو ٹھے سے میاں کو ساتھ لے آ۔"

جمالو ہنسنے لگی۔ "سن ری نمہ! تو جیتا ہے مقدمہ۔ اور ہم غریب مسکین زخمی ہوئے تمھارے ہاتھوں تمھارے گھر بیٹھ کر کھاتے اچھے لگیں گے۔"

لونڈے خاں نے رسیلی آواز دی "ماں! اُٹھا کے کنالی بھینس کی کھرلی میں ڈال دے۔ اگر خالہ اور چاچا نہیں آتے تو میرے لیے ایک بُرکی بھی حرام ہے۔"

جمالو کے گورے رنگ پر کالی دوپٹی اور کانوں میں چاندی کے بالے۔ ہنس ہنس دوہری ہوئی۔

پھر سکندرے کو آواز دی. جنیا، پہلے شریک نہیں تھے ماں اب شریک وڈا ایک اور حرم پر ا دعوت چھوڑنے کا حکم نہیں ہے سو پہنچا بن"

کنالی کے آس پاس رونقیں لگ گئیں۔ جمالو نے لوڈے خاں کو بُرکی بھنتے دیکھا تو بشیر زندہ ہو گیا، وہی چوڑا ہاتھ. وہی روٹی کو دوہرا کر چار ٹکڑے کرنے کی جلدی۔

دِتّی نے ہاتھ دیکھا پُتر کا. کلیجے بھنور پڑ گیا، اُٹھ کر گھڑے سے کٹورا بھرا اور منہ کو لگا لیا۔

دیکھ کر لوڈے خاں ہنس دیا" ماں پہلی بُرکی پر ہی پانی!"

دِتّی نے بیٹے سے آنکھ نہ ملائی، دل کے کھیتے میں لکی چھپی ہوک اُٹھ کر گلے میں آ اٹکی۔

کمال کو کچھ نہ سوجھا تو جمالو سے کہا" لوڈے کو جٹ جوائیں کی سنا جو ساس کے ساتھ کنالی میں گھی چاول کھانے بیٹھا تھا"

جمالو کانوں کے بالے مٹکانے لگی" لو اور سنو کنالی پر بیٹھے ہیں سنانے میں کیوں وقت گنواؤں نہ ملا، یہ نہیں مرتا"

سائی دِتّی نے دل کی فکر چھپانے کو کہا" ماہیا میری پھوپی کی دھی ہے. جمالو کسی سے نہیں ہارتی"

جمالو چہکنے لگی" لوڈے خاں پُترا، تمہیں بھانجہ کہوں بھتیجہ، دونوں ساک نبتے ہیں. اب آگے چل، میں ہوں فریادی تمہارے سامنے. کچہری میں بیٹھ لگا دی ہماری اور ہمیں کو تہمتیں!"

"خالہ دل سے میل نکال دے. حکم کر مجھے، پورا نہ کروں تو باپ کا نہیں!"

"جیتے جاگے پُتر لوڈے خاں، تیری لمبی سلامتی. شاہ سے کاغذ نکلوا کے دیکھ کل، جو ہاتھ رکھنے والی بات ہو گی تو ٹالیاں والی زمین چھوڑ دیں. تیرے چھوٹے بھائی تیری آواز پر چلیں گے"

"ہوا قول قرار خالہ"

کمال اور دِتّی نے لوڈے خاں کو کچھ بینت کرنی چاہی، پر وہ چاؤ چاؤ خالہ سے رُجھا رہا۔

سکندرے نے بوٹی منہ میں رکھتے رکھتے ایک نظر کمال کو دیکھا اور آنکھ چرا لی. جمالو گھوڑے کھولنی جن کی کنالی میں کھائے گی، انہی کے پُتر کو سکھائے پڑھائے گی۔

جمالو نے چھپے نظروں سے پڑھ لیا، مٹھا مٹھا ہنس کر کہا" ملا کیوں نہ ہو بیٹا کس باپ کا ہے، سچ

کے رحم دلی۔

لونڈے خاں کا ابو لونڈے خاں کے اپنے دل میں دھڑکنے لگا۔ ہاتھ کی روٹی ہاتھ ہی میں رہ گئی۔ ماں سے پوچھا: "بھلا کیا ہوا تھا چاچے کو۔ یاد کرتا ہوں تو کچھ بھولا سا پڑتا ہے۔ ہمیں سی ویڑے میں ابو لیٹے ہیں۔ اوپر چادر پڑی ہے۔ ماں زور زور سے کرلا رہی ہے اور آس پاس ہنڈ جمع ہو گیا ہے۔"

رزقی کے گلے میں پھانس اٹک گئی۔ سانس کھینچا تو آنکھ بھر آئی۔

جمالو کی بن آئی۔ "لونڈے پتر۔ باقی تو رونا کرلانا ہی رہ گیا تھا۔ وہ شیر جوان تیرا ابا سرکالال بیلا کھیت سے لوٹا۔ بس ماں تمھاری شربت بنا کر لائی ہے۔ ایک ہی ڈیک میں پیا اور آنکھیں موند لیں۔ ہائے اللہ کیا موت تھی۔ قہر تھا قہر۔"

لونڈے خاں کمال کی طرف مڑا۔ "دور کے سلسلے چاچا۔ یہاں سے دو چار سپارے پڑھ کے نکلا تھا۔ ماں نے ماموں کے ساتھ شہر بھیج دیا۔ ایک بار آیا بھی تو دو چار دن رہ کر چلا گیا۔ پھر قدم باہر نکلا تو کراچی جا پہنچا۔ اپنا گھر کیا ہوتا ہے یہ تو جانا ہی نہیں۔ یہ تو کبھو جہازیوں کے دنوں میں بندرگاہیں دیکھ اپنے جیویاں۔ پینڈ زندہ ہونے لگتے ہیں۔ ایک جہازی یار میرا ساہیوال کا کہا کرتا ہے۔ دنیا جہان گھوم کے آجاؤ۔ اپنے کچے کوٹھے نہیں بھولتے۔"

"ماں! اٹھو نہیں، ذرا بیٹھی رہو۔ سننے والی بات ہے۔ ایک بار ایک صحابیؓ نے نبی صلعم سے پوچھا۔ "میں سب سے زیادہ بھلائی کس کے ساتھ کروں؟" حضور صلعم نے فرمایا: "اپنی ماں کے ساتھ" پھر پوچھا "اس کے بعد؟" حضور صلعم نے فرمایا: "اپنی ماں کے ساتھ۔" تین مرتبہ پیارے نبی صلعم نے یہی جواب دیا۔ چوتھی بار پوچھنے پر فرمایا "اپنے باپ کے ساتھ۔"

سائیں رزقی سامنے سے برتن اٹھانے لگی تو لونڈے خاں بولے: "ماں سوچ کر آیا تھا۔ اس بار تم سے ابو کی باتیں سنوں گا۔"

رزقی نے مرغیوں کی جھاڑی کی طرف منہ کر لیا۔ پٹ کھولا۔ بند کیا۔ پھر آواز دی۔ "ٹھہر پتر! ابھی آئی۔"
رزقی کی آواز نے کمال کو تھرتھرا دیا۔ ڈری، سہمی، کانپتی ہوئی آواز۔

سکندر اٹھ کھڑا ہوا۔ جماہی لے کر بولا: "بٹیروں کی دعوت تو ایسی تھی کہ بندہ کھا کر جُتے سے جتے

تک سویا رہے"۔

"لونڈے نے گھٹنوں پر ہاتھ لگا کر روک لیا۔" میری سونہہ ہے چاچا، آج ذرا بیٹھک جمنے دے۔ آپاں کون روز روز گاؤں آتے ہیں؟"

دونوں منجیاں آمنے سامنے بچ گئیں۔ ہر ایک پر تینوں جنے اور دوسری پر سائی دتی اور جمالو۔

جمالو نے پوچھا "بچے بیبالوں کو روٹی ٹکر تو کھلا دیا ہے نا؟"

"کھا پی کے کب کے سو گئے!"

لوڈے خاں نے اندھیرے میں کہا ماں کا چہرہ لیپ دیا "ماں: جس دن ابو اللہ کو پیارے ہوئے یاد تو کر اُس رات گھر میں کس سے ٹاکرا ہوا تھا"۔

"پُتر جی، اُس رات تو نہ کوئی آیا، نہ گیا۔ تیرا ابا تجھے گود میں بٹھا کر بُرکیاں دیتا رہا"۔

سائی دِتی کی آواز لرز گئی۔ "جیٹھ ہاڑ کی راتیں ڈاڈی گرم۔ پر ابو تیرا ساری رات تجھے اپنے ساتھ لگائے سویا رہا"۔

"پھر کیا ہوا ماں؟"

دِتی کچھ بولے، جمالو شروع ہو گئی۔ "پُتر! روز کی طرح مُنہ اندھیرے اُٹھا ہے تیرا ابا۔ رات ضرور کوٹھے پر رولا پڑا۔ چور ہے، چور ہے۔ لوڈے خاں تم تو چھوٹے بچے پر دوسروں کے کہنے سے تم بھی یہی کہو کہ چور کوٹھڑی میں ہے"۔

لوڈے خاں نے پہلے ماں کی طرف دیکھا پھر کمال چاچا کی طرف۔ "چور تھا کیا کوٹھڑی میں"۔

"سارے کوٹھڑی میں تیری ماں سوئی ہوئی تھی"۔

لوڈے خاں اُٹھ کر پیروں کے بل بیٹھ گیا۔ "ماں یاد تو کر تجھے کوئی بھولا پڑا ہو اندھیرے میں، کھڑکا آیا ہو"۔

لوڈے خاں نے بانہہ پھیلا کر ہاتھوں کے کڑاکے نکالے، پھر اُباسی لے کر جمالو اور سکندر سے کہا۔ "چنگا چاچا، لگتا ہے نیند آ رہی ہے۔ خالہ کل تمھارے ہاتھ کی بھنی کھچڑی ہو جائے"۔

"صدقے جاؤں، ایک بار نہیں سو بار۔ میں آج رات ہی تیاری شروع کر دوں گی۔ میں نے کہا بیٹا، لونگ الائچی ہے نا تمھارے پاس۔ دو چار دانے دے چھوڑ پلے باندھ لیتی ہوں"۔

دِتی نے جمالو کی ہتھیلی پر لونگ الائچی رکھی تو اُس نے دوپٹے کی چھور باندھ لیں۔ "جنگی جی، کل کچھڑی گوشت ہماری طرف!"

سکنہ، جمالو اُٹھ کر اپنے کوٹھے جا چڑھیں۔

لوڑے خاں بھینس کی کھرلی کے پاس جا کر ٹک بھر کو رکا پھر باہر چلا گیا کمال منجی پر بیٹھے بیٹھے کبھی آنکھیں میچے، کبھی کھولے۔ چھاتی میں اُمڑ گھمڑ لہی جیوں کوئی وا۔ورولہ آتا ہو۔

دِتی پاس آ کر کھڑی ہو گئی اور بھیجھا کر کہا۔ "شریکوں نے لڑکے کو لشاد دیا ہے۔ دو چار دن باہر لگا آؤ۔"

کمال نے ہاتھ سے روک دیا۔ "بس بس، کچھ نہ کہہ۔ میرے اوڑھنے کے لیے دوتہی لے آ۔"

سائیں دتی نے اندر بانس پر سے کھیس اُٹھایا۔ جھاڑا۔ بانہہ پر ڈالے ڈالے باہر آئی کہ لوڑے خاں کا گنڈاسہ کمال کی گردن کے پار ہو گیا تھا۔

"ہائے او میرے ربا۔ پُترا، یہ ظلم!"

چننگ بے ماں خلاصی ہو گئی۔ "ابو کا پُتر تو زندہ تھا تا حساب کتاب چکانے کو! روح آپ کے میرے چار چو پھیرے گھومتی رہتی تھی۔ ماں، منجی بچھا دے کوٹھڑی میں ذرا ٹھونکا لگا لوں۔ پھر تھانہ۔ پرچہ ہونا ہے!"

تھانیدار کو بیٹھک میں سوتا چھوڑ کر شاہ جی چپ چاپ نیچے اُترے۔ نواب کو ہدایت دی۔ اوپر آ کر کاشی شاہ کو جگایا۔ "نواب زور آور کو گھوڑے پر ریاست کی حد تک پہنچا آئے گا۔ باقی آپ منہ اندھیرے ذرا خالصہ کو سمجھا آنا۔ ٹھنڈی بات چیت کرے۔ تھانیدار کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جوان ہیں خفیہ محکمے کی طرف سے ہے۔ دوسرا معاملہ گنجن سنگھ، درشن سنگھ کا ذرا باعث فکر ہے۔ کماڈا والے جہاز سے اُتر کر دونوں بھائی زخمی ہو گئے تھے۔ سرکار کو انہی کی تلاش ہے۔ نگاہ رکھے ہوئے ہیں کہ ایک نہ ایک دن پنڈ تو پہنچے گا ہی! اِتنے کے ذرا سرداریوں کو چوکس کر آنا!"

"چنگا جی!"

کھیت پانی سے فارغ ہو شاہ جی اور تھانیدار سنسار چند چھاؤں بیٹھا کرنے بیٹھے۔ لسّی، مٹھا،

مکھن اور بیٹی د پیٹر؛

تھانیدار کو مزے میں دیکھ کر شاہ جی بولے :" سنسار چند جی ۔ ہم دونوں بھائی کھیتی زمیں سے اُٹھے ہیں اور دیکھو تو آپ بڑی پڑھائیاں کرکے کہاں پہنچے ہو ! پولس کی اہلکاری تو بادشاہی ہوئی نا۔"

سنسار چند کا تیکھے ناک نقشے والا چہرہ اپنی حیثیت حالت سن کھل کھل پڑا ۔ ہنس کر کہا :" کچھ وقت کی بات ہی سمجھو ۔ قسمت چل نکلی ۔"

تھانیدار کو خوش دیکھ کر شاہ جی نے باری لے لی :" پرچے اخباروں میں کچھ نکلتا ۔ نکلا رہتا ہے ۔ کناڈا والے جہاز پر سرکار نے ذرا زیادہ ہی ظلم ڈھا دیا ہے ۔ مسافروں سے کہا جہاز سے اُترو ، اور پولس فوج کو اشارہ کیا ، گولیاں چلاؤ ۔"

تھانیدار سنسار چند اپنے ہم مکتب یار شاہ جی کے سامنے خود ہی سرکار بن گئے :" ان غداروں کو سیدھا کرنا ضروری تھا ۔ آپ کو معلوم نہیں ان کناڈا والے غداروں نے بڑے پیمانے پر سرکار کے خلاف سازش کی کہ حکومت کا تختہ پلٹ دیں گے ۔ ایک دن مقرر کر لیا کہ صوبہ پنجاب کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں گے ۔"

شاہ جی نے سر ہلایا :" لی تو نہیں نا ؟"

" نہیں لی ، پر اپنی طرف سے کچھ کمی بھی نہیں کی ۔ کناڈا میں ان کی راہداریاں ختم ہوئیں ، اُدھر جہاز میں چڑھ کر کلکتہ آن پہنچے ۔"

" اور کر بھی کیا سکتے تھے ! مٹھی بھر آدمی ، سنسار چند جی ، کیا حکومت کو ہلا سکتے ہیں ؟"

" اندر ہی اندر سرکار کو خطرہ تو پیدا ہو گیا نا ؟"

" اپنی دبدبے والی سرکار کو نقصان پہنچا سکنے کا دم رکھنا کوئی چھوٹی سی بات تو نہیں ۔"

" بات یہ ہے کہ سرکار سو سیکڑوں یا ہزار لاکھ بندوں سے نہیں ڈرتی ۔ خطرہ محسوس کرتی ہے تو بغاوت کے بیج سے ۔"

شاہ جی ہنسے :" بیج تو ، بادشاہو ، اُگتے ہی اُگتے ہی اُگے گا ۔"

مدرسے میں ہمیشہ اپنے سے آگے رہنے والے شاہ کو پچھاڑنے میں نارا چند کو مزہ آیا " جھاڑ جھنکاڑ ناقص ہو گا تو یقیناً اُکھاڑ کر پھینک دیا جائے گا ۔ ادھر غدر پارٹی انقلابی بنگالی ۔ سرکار ان دونوں

کے بیچ ختم کر کے رہے گی۔"

کھانس کر کرم داد صافہ سر پر سجایا اور تھانیدار صاحب نے اپنے تن و توش سے کرسی بھری لگائی۔ پنڈ اکٹھا ہو گیا۔ پہلی پکار گنڈا سنگھ کی ہو گئی: "سردار صاحب! آپ کا پتر زور آور سنگھ فوج سے دوڑ ہو کر نکلا ہے۔ بھلا آج کل کس کام دھندے ہیں؟"

جناب جٹ کے لیے فوج یا کھیت! کسان کھیت چھوڑے تو فوج اور فوج چھوڑے تو کھیت۔
"ذرا زور آور سنگھ کو بلا بھیجو گھر سے۔"

گنڈا سنگھ بڑے تجربہ پن سے منجی پر ڈٹ گئے۔ سر ہلایا۔ "تھانیدار جی! آپ کا کام بنتا نہیں دکھتا۔ بات یہ ہے کہ زور آور سنگھ ان دنوں اپنی ننھیال گیا ہوا ہے جبر دل پور۔"

منشا رحیم دی "اک اور کاکا آپ ہی سیدھا ہو گئے۔ زور آور کے تو آپ ہی چھٹے۔ اپنے ہیں چھپانے کی کوشش بیکار ہے۔"

تھانیدار جی گھر پنڈ آپ کے سامنے حاضر ہے۔ بیشک دیکھو! تلاشی لو! زور آور تو ویروں سے جوان جہان لڑکا ہے۔ کوئی چھوٹا چھوٹے والا بابا گڈا تو نہیں کہ کسی منجی کے نیچے یا کسی کمرے بھڑولے میں لکا چھپا دیا جائے۔"

کرم الٰہی جی نے ٹوکا "گنڈا سنگھ، عادت نہ گئی تمہاری مسخری، مذاق کرنے کی۔ تھانیدار جی! خیال نہ کرنا خالصہ کی باتوں کا۔ مزاج سے ہی ہنسوڑ ہے۔ فوجی تھے تو فوجی وردی میں ہوتے تو سرکار دوں کے لیے لڑ چھوڑا، کھیت پر ہوئے تو کام دھندے سے فارغ ہو ہنس ہنس چھوڑا۔"

تھانیدار کی تیوریاں چڑھ گئیں۔ "ترکالاں تک آ جائے گا؟"

"نہ جی، اب تک مامے کے ساتھ تو کھیوڑا جا پہنچا ہوگا۔"

تھانیدار نے ناک پھلائی تو مونچھیں چوڑی ہو کر پسر گئیں۔ "کیوں وہاں کیا نمک کا ٹھیکہ لینے کا ارادہ ہے؟"

"نہ جی، بادشاہو، وہ بڑا لون حرامی ہے۔ کما کر چار پیسے باپ کے ہاتھ پر رکھ سکے، ایسا کم اُس نے کبھی نہیں کرنا۔"

شاہ جی نے تھانیدار کی خرمستی کم کرنے کے لیے کہا، "آ جائے گا تھانیدار جی، آپ کے اگلے دورے

تک موجود ہوگا ہی"۔

تھانیدار بہت دلچسپی سے گنڈا سنگھ کو گھورتے رہے، پھر سر ہلا کر کہا "زور آور کو واپس بلا بھیجو۔ سرکاری پوچھ تاچھ گوگا گوگی کا کھیل نہیں"۔

"کیا کہوں تھانیدار جی فوجی جوان کی عقل بُدھی مجھ سے پوچھو۔ خود مختاری اور مغروری دونوں ہی"۔

چودھری فتح علی نے ہوشیاری برتی "جناب اعلیٰ، اس پنڈ کے نوجوان زیادہ تر فوج میں ہی۔ بڑے چاؤ سے بھرتی ہوئے ہیں۔ اپنے کاکا زور آور کی کیا چھان بین ہے، ہمارے جانے تو آج کل اُسے 'فرلو' لگی ہوئی۔ تبھی 'چھٹی' پر ہے"۔

تھانیدار سنسار چند نے سارے 'پنڈ' کو ایک ہی بار میں ہوشیار کرنا ضروری سمجھا۔ "اچھا چودھری جی، اپنے لڑکے بالوں پر نگرانی رکھیے۔ موگا خزانہ لوٹنے والوں کا جوڑی دار آپ کے پنڈ کا لڑکا ہو، یہ آپ کے گاؤں کے حق میں اچھا نہیں"۔

شاہ جی نے تہہ پر تالی "تھانیدار صاحب کہیں کچھ گڑبڑ معلوم دیتی ہے۔ آپ مالک ہیں، پر کہاں موگا خزانہ لوٹنے والے اور کہاں تین پیڑھیوں کا فوجی ٹبر۔ کہاں موگا فیروز پور اور کہاں یہ پنڈ!"۔

تھانیدار گنڈا سنگھ پر نظر مرکوز کیے رہے "جو اپنے کندھے کی بِلّی اُتار کر کپتان کے آگے پھینک دے، اس کا علاج سرکار کے پاس ہے۔ باقی موگا والا جرم"۔

گنڈا سنگھ نے پگڑی اُٹھائی "تھانیدار جی، جب لوٹا گیا تھا موگا خزانہ اُس وقت زور آور اپنی پلٹن میں تعینات تھا۔ بیشک اس کی پلٹن سے صحیح کرو"۔

تھانیدار سنسار چند کی نظر بندھ گئی۔ بھنویں تن گئیں۔ دیکھنے والوں نے جان لیا کہ بھبھڑ مچنے کو ہے مچے گا۔

شاہ جی نے چپ چاپ ہی ہاتھ سے اشارہ کیا اور بنا کسی گل۔ بات کے منجیاں خالی ہو گئیں۔

شاہ جی نے لسی پانی کے لیے آواز دے دی۔ تھانیدار کچھ سوچتے رہے پھر حکومتی ادا سے کہا "جس پنڈ میں دو چار گھر غداریوں کے ہوں تو سرکار اُسے شک سے دیکھتی ہے۔ گجن سنگھ دونوں بھائی گولی سے زخمی ہو کر کتنی دیر پولس کو چکمہ دے سکیں گے۔ شاہ صاحب، دونوں کی گھر والیوں

سے کچھ اگلوایا جا سکتا ہے کیا؟"

شاہ جی نے ہاتھ سے اشارہ کیا" جناب، یہ فوجی پنڈ ہے۔ اس وقت ہر گھر کا بچہ پلٹن میں، آپ کا سرداریوں سے بات کرنا کچھ اچھا اثر نہ ڈالے گا۔"

"آپ سرکار کے خیرخواہ ہیں۔ ان سب غدریوں جھگڑیوں پر نظر رکھیں۔ میری معلومات کے مطابق زور آور پنڈ میں موجود ہے۔"

شاہ جی کے لبوں پر عجیب انوکھی ہنسی اُبھری۔ سر ہلا کر کہا۔ غرض یہ ہے کہ پنڈ شہر نہیں ہوتا۔ ایک پتہ بھی کھڑک جائے تو وہ بھی سب کی جانکاری میں۔ سرکار سات خون معاف کر دے، پر غدریوں کی افواہ پر بھی پولس چوکی تعینات کر دے۔

تھانیدار اُٹھ کر جانے کو تیار ہوئے۔ نواب نے ان کا گھوڑا کھول کر باہر کھڑا کر دیا۔ شاہ جی نے ہاتھ ملایا تو تھانیدار دوستی نبھانے کو بولے "گنڈا سنگھ اور گجن سنگھ۔ درشن سنگھ پر نگاہ رکھیے گا۔ سرکار آپ سے اتنی اُمید ضرور رکھتی ہے۔"

چھوٹے شاہ تھانیدار سنسار چند کو نوشہرے والی راہ پر ڈال کر حویلی پہنچے تو مجلس پوری کی پوری جمی تھی۔

چودھری فتح علی بہت فکرمند۔" شاہ صاحب جو بھی کہو، یہ شروعات چنگی نہیں۔ ہوا ہے کہ کوئی ڈکے قتل کے معاملے میں کوئی تھانیدار آن بیٹھا پر انقلابی غدری معاملوں کی چھان بین آج تک تو اپنے پنڈ میں ہوئی نہیں۔"

مولاداد جی نے سر ہلایا۔" دیکھا جائے تو ادھر رُخ کر کے بانگ مارنا کوئی اچھے آثار نہیں۔"

جہاں داد جی بولے۔" زور آور کا فوج سے الگ ہونا تو حقیقت ہے جی، شک شبہہ میں ہی۔۔۔"

بادشاہو، اسی لیے نہیں کہتا کہ لڑکے کا بابو ہوں، پر سوچنے والی بات یہ ہے کہ موگا کا خزانہ کب لوٹا گیا اور تھانیدار کی چوہ۔م۔چوہ اب شروع ہوئی ہے۔

میراں بخش بولے۔" شاہ صاحب کچھ یاد تو آتا ہے کہ آپ نے پرچے میں پڑھ کر یہ خبر سنائی تھی۔"

" غالباً یہ پنڈ مشری وال والا قصہ ہے۔ پانچ چھ سو غدریوں نے مل کر سرکاری خزانہ لوٹنے کی کوشش کی تھی۔"

منشی علم دین چمک اُٹھے ،" غدریوں نے موگا اڈے سے تین تانگے کئے اور بیٹھ کر مشری وال پنڈ کی طرف بڑھے۔ پنڈ میں بشارت علی، جو لال سنگھ ذیلدار اور کچھ دوسرے لوگ پولس کپتان کا انتظار کر رہے تھے۔ اُس کا دورہ لگا ہوا تھا اُس دن۔ غدریوں کے تانگے پہنچے تو بشارت علی نے رکنے کے لیے آواز دی۔ ادھر پہلا تانگہ رُکا اُدھر آگے بیٹھے جگت سنگھ نے بشارت علی کو گولی مار دی۔

گولیاں چلتے دیکھ کر ذیلدار سنگھ کو بھی گولی مار دی۔ گن کر چھ بہادروں کی ٹولی تھی جگت سنگھ، بخش سنگھ، لال سنگھ، دھیان سنگھ، جے دارے سنگھ اور کاشی رام جوشی۔

پنڈ والوں نے آواز سُنی تو سمجھا کہ ڈاکو ہیں۔ بس اکٹھے ہو کر گھیرا ڈال دیا۔ سننے میں آتا ہے کہ جگت سنگھ پکڑا گیا، باقی اب تک فرار ہیں۔"

مولا داد جی نے ایک لمبی نظر شاہ جی تک پہنچائی اور سر ہلا کر کہا،" شاہ صاحب پولس نے موگا فیروز پور چھوڑ کر منہ ادھر کر لیا ہے، کچھ تو توجہ ہو گی۔"

گنڈا سنگھ ہنسنے لگے ،" منشی جی، عبارت تو آپ کو مُنہ زبانی یاد ہے۔ سوال اب یہ ہے کہ گئے تو مجرم کہاں گئے؟"

مجلس پھیکی پڑ گئی۔

منشی علم دین بھڑک اُٹھے ،" خالصہ جی، نہ میں تھانیدار نہ سپاہی، جو پرچے میں پڑھا، وہ سنا دیا۔

تایا طفیل سنگھ اونگھ رہے تھے۔ مجسم اخبار بن کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔" بادشاہو۔ پچھلی بار بنگالے سے آتے ہوئے لاہور رُکا تو جدھر سنو چرچا غدر والوں کا۔ دیواروں پر غدریوں کے اشتہار لگے ہوئے۔

تمھارا نام کیا۔ غدر

تمھارا کام کیا۔ غدر

تمھارا پیشہ کیا۔ غدر

تمھارا ایمان کیا۔ غدر

محمد دین بولے ،" بادشاہو، یہ تو بہت کھرو دی کام ہوا، اس وقت سرکار اپنی جنگ میں اُلجھی

ہوئی ہے۔ اپنی فوجیں زوروں شوروں سے لڑ رہی ہیں۔ ایسے وقت انقلابیوں کا یہ نعرہ ٹھیک نہیں۔"

"غدر والا یہ نعرہ کن ڈا ہے جی چلا ہے؟"

"بادشاہو، سوچنے والی بات ہے۔ حکومت دلی ہیں بیٹھی ہو اور لڑائی۔ بغاوت چھیڑ دو آپ کناڈا سے تو بات کہاں تک بن آئے گی؟"

گرودت سنگھ بولے۔ "ہوا جو انگریز کا بیٹھ ملک اپنا بیشک ہو، پر بندے اپنوں سے سہن نہیں ہوتا۔ کہیں کچھ خراب نہ کر بیٹھیں۔"

شاہ جی کی نظر کے سامنے اخبار کی سرخی ابھر آئی۔ یہاں کے رہنے والوں کو افریقہ میں گھٹیا انسان سمجھا جاتا ہے۔ "برس چھ ماہی رقعہ پتری اپنے بہنوئی صاحب کی آتی رہتی ہے نا؟"

کرم الٰہی جی نے پوچھا۔ "کون اپنے سانول مل جی؟"

شاہ جی نے سر ہلایا۔ "ہاں کوئلہ رتولی خاں سے پانچ سات آدمی اکٹھے جہاز پڑھے تھے۔"

"ہیں۔۔ دھیلا تو چنگا پر سلوک ہندوستانیوں سے مُسلّیوں والا ہی سمجھو۔ تو کالو کی آپ یہاں نہ آؤ۔ آپ اس محلے میں نہ جاؤ۔ یہاں نہ دیکھے جاؤ رات کو سڑکوں پر نہ گھومو۔"

"بادشاہو، یہ تو بڑی ذلالت ہوئی باہر جا کر۔"

مولا داد جی پٹنے لگے۔ "مطلب یہ کہ بندہ گیا محنت کرنے کمانے اور آگے سے یہ سلوک ملکوں کی سنجھالی بھرا یہ کی پھر کیسی؟"

"چھاپے میں بھی تو خبریں آتی رہتی ہیں کہ حالات افریقہ میں چنگے نہیں ایک گجراتی وکیل موہن داس کرم چند گاندھی افریقہ پہنچے ہوئے ہیں۔ بندہ ضدی معلوم دیتا ہے۔ بیٹھ جائے پتھا مار کر کہ سرکار کرتی رہے ظلم زیادتیوں، آپاں نے ان پانی منہ نہیں لگانا۔"

"شاہ صاحب بھلا یہ کیا مست ملنگی ہوئی!"

"وکیل ہوا۔ اس کی اپنی جرح۔ بے انصافی آپ کی، پر سزا میں اپنے کو دوں گا۔"

چودھری فتح علی سر ہلانے لگے تو ہلاتے ہی چلے گئے۔ "بادشاہو، یہ بھی کوئی نئی ہی طرز شروع ہے۔"

کرم الٰہی جی کو کھانسی آنے لگی۔ "شاہ جی یہ ضد گھروں میں بھی چلتی ہے نا اکثر چھاپ چھلا بنوانا ہو تو سوانی اپنا روٹی پانی بند کر دے۔ جی گھڑوا کے دو، نہیں تو بھوکی ہی مروں گی۔"

نجیبا ہنسنے لگا۔ "بادشاہو، بات تو کتا پھنسنے کی ہے جس کا بھی پھنس جائے۔ جبکہ سرکار کا پھنس گیا کتا تو گجراتی وکیل کی سنوائی پکی۔"

میراں بخش بولے۔ "شاہ جی، بھلا کون سے ٹبّر کا ہے یہ وکیل، گجرات جہلم میں بھی ہیں تو سبھی گاندھیوں کے گھر ٹبّر۔"

شاہ جی نے سر ہلایا۔ "نہیں، میراں بخش جی، یہ بندہ اپنے گجرات کا نہیں ایک دوسرا بمبئی والا گجرات ہے۔"

منشی علم دین نے سر ہلایا۔ "جی بوہروں اور فوجوں کا وطن پڑتا ہے ادھر وہیں کے ہوں گے وکیل صاحب۔"

گنڈا سنگھ شروع ہوئے۔ "کناڈا والوں کا کہنا ہے کہ اگر سرکار انگریزی ایک ہے ساری رعایا کے لیے تو ملک کناڈا میں ہمارے لیے دوجنگی کیسی؟ وہاں اپنا بندہ بیس ہزار پنجابی پہنچا ہے۔ آگے خبروں سے ٹبّر ہوں گے، بڑھے گی گنتی پرجا کی۔"

شاہ جی بولے۔ "جو کچھ حالات معلوم ہوتے ہیں اس میں ایک وجہ خار بازی بھی ہے۔"

کرم الٰہی جی نے حقہ چھوڑ کر پوچھا۔ "وہ کیسے بادشاہو؟"

"محنت کرنے میں پنجابی بندہ چینی جاپانیوں سے بھی زیادہ محنتی۔ دوسرے ذرا ماڑے۔ بس ذرا کھڑبا کھڑبی ہو گئی۔"

"پر جی، سرکار تو انصاف کرے۔"

سرکار نے راہداریوں کے بارے میں قانون لاگو کر دیا۔ دو سو پونڈ تو ہو گئے جانے کے اور جیکر ساتھ جا رہی ہو گھر والی تو دو سو اور گنو۔ بڑی سختی ہوئی نا؟ اس مارے کوئی ہزار بندے چھوڑ آئے ہیں ملک کناڈا۔

کاشی شاہ بولے۔ "ریل پڑنے لگی کناڈے تو بندہ اپنا تو کافی گیا تھا نا! پار کے سال میں گوجرانوالہ گیا خریداری کرنے تو دکان پر سردار ہربنس سنگھ سے ٹاکرا ہو گیا، گل بات ہوتی رہی۔"

کہنے لگے کہ پہلے ڈاکٹری ہوتی تھی اپنے بندوں کی ہانگ کانگ۔ حکم سرکاری یہ کہ انیس بیس دیکھو تو پاس نہ کرو۔"

"اپنے لوگوں نے کہا۔ بیشک ٹھوک بجا کے دیکھو، اپنے بندوں کی نشین بری نہیں۔"

"یہاں ذرا ڈھلائی ہوئی تو وہاں پہنچ کے لوگوں کی اور بری ہوئی۔"

گنڈا سنگھ خبر کے اب تک کیوں چپ تھے۔ گرودت سنگھ نے کہا۔ "آپ جی کے سالے کا شہر پہنچا ہوا لیبیا، بھلا بولتے کیوں نہیں؟"

چھوٹے شاہ نے اصلاح کی۔ "لیبیا نہیں بلکہ ملک کا نام کولمبیا ہے۔"

"چلو وہی سہی۔ ہوا یہ شاہ جی، کہ میرا سالا اور سالیچ دونوں تیار ہوئے جانے کو کسی نے اتفاق سے میل کروا دیا بھائی بھاگ سنگھ اور بھائی بلونت سنگھ سے۔ دونوں کنڈا گرودوارے گئے کرنتی اور پردھان تھے۔ ساتھ تو تھیں ان کی مرد انیاں۔ میرا اور سالیچ بھی اُن کے ساتھ لگ گئے۔"

فتح علی جی نے سر ہلایا۔ "ہونا ہی ہے نا۔ دیس پردیس کا معاملہ۔ ساتھ سنگ ہو تو چنگا۔"

"جی پہلے تو بانگ کانگ کئی ٹھٹھے بڑے۔ نمٹ مٹا کر پہنچے کنڈا تو دیکھا گورا شاہی کیا کرتی ہے۔ بھائی بھانگ سنگھ اور بلونت سنگھ کو تو جہاز سے اترتے دبا اور ان کے گھروالیوں کو قید کر لیا۔"

"گرودت سنگھ تمہارے سالے اور سالیچ کا کیا ہوا؟"

"میئے خاں، وہی جو دو مردوں کا ہوا۔ ان دونوں کو حراست میں لے لیا گیا۔"

گلو خاں نے پوچھا۔ "جو ہوئی حوالات تو اُس کی کیا چنگیائی اور کیا بُرائی۔"

شاہ جی سمجھ گئے۔ سر ہلایا۔ "نہیں فقیریا، یہ بات ایسی نہیں۔ دیکھو اپنے ملک کی ساری جیل حوالات سے کالے پانی کی جیل سب سے ناقص اور قیدیوں کے لیے بڑی ڈاڈی۔"

مولاداد جی خوش ہوئے "کیوں نہ ہو گلو خاں، آخر کو بھائی کا دل ہے نا۔ تار جا جی وزیر کے پاس۔ ویسے بات کرتا ہوں جیل گجرات کی بھی۔ بڑی ڈاڈی مشہور ہے۔"

کرپا رام نے سوچ سوچ کے بات نکالی۔ "خالصہ جی، جیکر کنڈا میں بن گیا گرودوارہ تو سمجھو زمین تو آخر سرکار نے ہی دی ہو گی نا۔ یہ تو بات بری نہیں چنگی ہی ہے۔"

چودھری فتح علی بولے۔ "سننے میں آتا ہے کہ شہر لندن میں بھی بڑی رعب داب والی مسجد بنائی جا رہی ہے۔"

"اس معاملے میں تو کوئی بھی سرکار ٹو کا ٹوکی نہیں کر سکتی۔"

میراں بخش جی کو بڑی کھد کھدی۔ "میں نے کہا گر نیتی اور پردھان کا کیا ہوا۔ گردوت سنگھ جی، آپ کا سالا اور سانیجی . . . ."

"لوگوں نے مل جل کر وہاں کی کچہری میں فریاد کر دی۔ اعلیٰ اجلاس نے حکم دے دیا کہ سب کو چھوڑ دیا جائے . . . ."

"یہ تو انصاف چنگا جی ہے۔"

"اپنے بندوں میں وہاں کئی بڑے سیانے عقلمند اور تگڑے امیر، ایک گجراتی سیٹھ حسین رحیم اور پشاوری آتمارام نے بڑا پیسہ دیا اپنے لوگوں کی مدد کے لیے کچہری مقدمے کا سارا خرچہ۔"

"واہ واہ پردیس میں تو ایسے بندے نبنوں کے ہتھ ہوئے نا۔"

"ٹھہرو، بھلیکھا پڑ رہا ہے۔ ایک اور نام تو لینا تھا میرا سالا، پادری پال صاحب، انگریز پادری ہندوستان سے ہی پہنچا ہوا تھا وہاں۔"

نجیبا بولا "کیا پتہ اپنے جلال پور والے پادریوں کا ہی کوئی رشتے دار ہو۔"

"نہ جی، پادریوں کا پادریوں سے اتنا رشتہ جتنا مولویوں کا مولویوں سے اور پنڈتوں کا پنڈتوں سے۔"

گردوت سنگھ جی کچھ اور سوا کہنا چاہیں پر یاد نہ آئے۔ آنکھیں بند کیں تو سالے کی بات چیت تازہ ہو گئی۔ "بادشاہو، باہر جا کر خالصوں نے بڑی بڑی مایا کمائی۔ ملایا سنگاپور کے ٹھیکیدار سردار گرو وت سنگھ نے اپنے بندوں کی تکلیف سنی کہ گورا جہازوں پر ٹکٹ دیتے میں بہت حیل و حجت کی جاتی ہے تو بادشاہو گرو وت سنگھ نے اپنے بندوں کے لیے جہاز خرید لیے۔ لاکھوں کروڑوں کے سودے!"

"بادشاہو، اوقات ہوتی نا۔"

گنڈا سنگھ بولے۔ "ایک اور بندے کی بہت شہرت ہے۔ سردار جوالا سنگھ اپنے تیز ہوشیار لڑکوں کو امریکہ میں پڑھنے کے لیے چار وظیفے لگا دیئے۔ کرم الٰہی جی، یہ کوئی چھوٹی بات نہیں، یہ سمجھ لو جہیز، برتن بھانڈا، منجی پیڑھی، سگن جھول، لین دین ایک دھی کا اور وظیفہ ایک پڑھائی کا کھرا!"

بروت سنگھ کو کچھ سوجھ ہی گیا: "مجھے پوچھو شاہ انگلستان ولایت میں بیٹھا ہے اور حکم اس کا ہمارے ملک میں چل رہا ہے۔ یہی کارسازی یہاں بھی ہونے لگی انقلابیئے اور غدر والے مکار کو کھڈے میں لگا کر رہیں گے۔"

کرم الٰہی جی نے حقہ ہاتھ سے پرے کر دیا: "اپنا علاقہ تو خیر خواہ ہے سرکار کا۔ ہوتی سب سے اونچی ان پنڈوں کی۔ بھلا ایسی بے مروتی یہاں کی رعایا کیوں کرنے لگی۔"

کاشی شاہ کچھ گنتی جی والے تھے کرتایا طفیل سنگھ اپنی جانکاری اور بنگالے کا ڈنکا بجانے لگے۔ کچھ بھی کہو، انقلابی بندے بنگالے کے بڑے بہادر۔ ان کے نام کام سے انگریز کی ماں مرتی ہے۔ وہاں گھر گھر میں انقلابی برادری صبح سویرے اٹھو اور دیواروں پر اشتہار لگے ہوئے ہیں۔ مر جائیں گے یا مار ڈالیں گے۔

"کبھی کسی انقلابی کے سر پر انعام کی پیشکش، کبھی کسی کا حلیہ۔ انعام پانچ ہزار منبولا کاٹھی گندمی رنگ نہ زیادہ گورا، نہ کالا۔ بندہ بنگالی لگتا ہے۔ کپڑے دوسرے پہن لے تو پنجابی بھی لگ سکتا ہے۔ ہاتھ کی تیسری انگلی پر زخم کا نشان ہے۔

شاہ جی بولے: "یہ بات کافی پرانی ہے۔ بڑے لاٹ پر دلّی میں بم پھینکنے والوں کے بارے میں تھا یہ۔ کئی پرچوں میں شائع ہوا۔ لاٹ کا جلوس دلّی کے چاندنی چوک سے نکلا تو ہودے پر بم مار گیا۔ لاٹ برابر زخمی ہوا تھا۔"

کرپا رام اس موضوع سے چڑ گئے: "چنگی بھلی خلقت آرام سے رہ رہی تھی۔ پر اپلوں کو آگ لگا چھوڑی۔ دہکتے رہو! جو جوان پتر سرکاری فوجوں میں ہی تعینات ہے نا! یہ تو نہیں کہ کسی راجے مہاراجے کی فوج ہے کچھ تو درگزر ہیں بھی کرنی چاہیے نا!"

ککو خاں نے حامی بھری: "بادشاہو، بات تو کچھ دل لگتی ہے۔"

گنڈا سنگھ چڑھ گئے: "کیوں جی، ہم دل کے اتنے چھلے ہو گئے کہ مار انقلابیئے پھانسیوں کے تختوں پر جھولیں اور ہم اپنے گیان، چکھو بند کر کے سرکار کا قصیدہ پڑھیں! بادشاہو، یہ نہیں ہونا!"

دین محمد ابھی آ کر ہی بیٹھے تھے بھنّی پر: "رعایا اُٹھ اُٹھ کر سرکاری بندوں پر گولیاں بم چلانے لگے۔ یہ بھی تو مناسب نہیں۔ اپنی گجرات والی پھوپھی کے جوائیں محمد موسیٰ اسی کھیل میں بری طرح زخمی

ہو گئے۔"

شاہ جی نے پوچھنا ضروری سمجھا "دین محمد یہ کیا معاملہ تھا بھلا؟"

"شاہ صاحب، ہوا یہ کہ تین سردار لاہور انارکلی سے تانگے میں گزر رہے تھے۔ داروغہ محمد دین نے سوچا، ہو نہ ہو اُن کے پاس تلواریں ہیں۔ شک ہی شک میں ہاتھ سے تانگہ روک لیا۔"

تانگہ رکتے ہی تجن سنگھ کچہری میں پیش ہوا تو اُس نے ڈنکے کی چوٹ پر کہا۔ "جو کوئی بھی میری نظروں کے سامنے ہندوستان کے خلاف کام کرے گا، میں اُسے چھوڑوں گا نہیں۔ اس کی خلاصی میرے ہاتھوں ہو کر رہے گی۔"

"نانگل کلاں ہوشیار پور کا ذیلدار چندن سنگھ خفیہ طور پر انقلابیوں کی خبریں سرکار کو پہنچایا کرے۔ لالچ یہی کہ خلعت خطاب مل جائے گا کچھ سرکار سے تو چسکا ہی ہے۔"

"ادھر انقلابی مجلس نے فیصلہ کیا کہ چندن سنگھ کا کام تمام کر دیا جائے۔ کام یہ سونپا گیا بنتا سنگھ اور بوٹا سنگھ کو۔"

فتح علی پوچھ بیٹھے۔ "دیکھا نہیں اپنا بوٹا سنگھ، گیا تو تھا نا بھرتی ہیں۔"

گرودت سنگھ بولے۔ "برابر بادشاہو سننے میں ایسا آیا ہے کہ کمپنی ابھی اس کی کانپور یا کلکتے میں پڑی ہے۔ حکم ہو گا تو جہاز چڑھ جائے گی۔"

منشی علم دین نے سچ مچ ہی نئی سنا دی۔ "یہ سنو بادشاہو۔ ذرا پرانی بات ہے۔ دوآبے کے رہنے والے ایک بوٹا سنگھ نے بیٹھے بیٹھے فیصلہ کر لیا کہ نہیں ماننی حکومت کسی کی۔ اور لاہور امرتسر کے راستے پر اپنی چنگی چوکی جما سجا لی۔ سرکاروں کی طرح در مقرر کر لی۔

"گدھا چھکڑا لانگھ کے جائے تو دو آنے۔ گھوڑا دو آنے۔ گدھا ایک پیسہ۔ باقی جو بھی نکل جائے سب دو پیسے۔"

بیٹھک کو بہت مزہ آیا۔ "بادشاہو، خیال تو واہ واہ ہے۔ نہ چوری چکاری، نہ ٹھگ ماری اپنے چبوترے کی چنگی پر بیٹھ گئے اور محنت کی کھٹی کمائی۔"

خبر پہنچی صوبیدار ذکریا خاں کو۔ اُس نے چنگی پر قبضہ کرنے کو سپاہی بھیج دیئے۔ بوٹا سنگھ تڑ گیا۔ کہے، زندہ جی سلامی دینی نہیں لینی ہے۔ ذکریا نے تگڑی بھیج دی سواروں کی بوٹا سنگھ نے پیسہ دھیلا

مزیبوں میں بانٹ آپ ہتھیار اٹھا لیے اور لڑتے لڑتے کھیت ہو گیا۔

"بادشاہو! بندہ مزاج سے جو بہادر تو بھلا بہادری بھی کہیں چھپی ڈھکی رہ سکتی ہے۔"

کرپا رام کہیں سے کچھ اور نکال لائے۔ "ساون مل کے پاس تو تھی دوائی ملتان کی اور جلندھر دوآبے کی مشرا ہسپتال کے پاس۔ مشرا روپ لال معاملہ لگائے ذرا بانکا اور جیولوں والے بہت خوش چسکا اس کو یہ کہ پوری کی پوری زناق رعایا کو وہ سیدھا اپنے ہیٹھ سمجھے۔ سنو مشرا روپ لال قابو کیسے آیا۔"

ایک شام مشرا جی ایک خوبصورت کھترانی کے پاس جا پہنچے کھترانی کا گھر والا گیا ہوا تھا دوسرے شہر۔ سو دیوان جی اپنے بے فکری سے بیٹھے۔ اتفاق۔ باٹ ندہ پاری کھتری جلدی پلٹ آیا۔ مشرا کو دیکھا اپنے پیار تو اٹھا کے مارا تیشہ کھیتے مونڈھے پر۔ دیوان صاحب زخمی ہو گئے۔ ٹھیک ہوئے تو چار سے نکلیں آوازیں پڑیں۔ دیوان صاحب بڑا ظلم ہوا۔ سو جھی بھی تو اس بھڑوے کھتری کو کیا سوجھی۔"

ککو خاں بختیار، فقیرا ہنس ہنس کر دوہرے ہوئے۔

مولادادجی نے دل ہی دل خوب مزہ لیا پھر ایک لمبا سوٹا مارا اور دانا آواز میں کہا "ہو گئی نہ ذرا بے احتیاطی۔ وہ گھڑی خیر سے نکل جاتی تو نکل ہی جاتی۔"

کانشی شاہ نے موضوع بدل دیا۔ "کنک کمیٹی لندن میں بیٹھی بیٹھی ہر فصل کے بھاؤ مقرر کرتی رہتی ہے۔ پہلے کنک کی در چار روپے مانی۔ پھر بھاؤ چڑھا ساڑھے پانچ، چھ تک بھی ہو گیا۔ نہر سولہ سے ہو گئی بیس۔ ہاں کپاہ اور روئی سستی ضرور ہو گئی ہے۔"

میئے خاں بولے۔ "چلو چنگا ہے۔ لوگوں کی رضائیاں بن جائیں گی۔"

فتح علی جی نے کہا "بادشاہو، ماڑی بات یہ ہے کہ سکے کی جگہ سرکار نے روپے کی پرچی نکال دی ہے۔ نرا کاغذ اور کیا!"

چودھری جی، بات تو ریچ میں اتنی ہی ہے کہ سرکار چاہے تو مٹی کو سونا اور سونے کو مٹی بنا دے۔"

گنڈا سنگھ نے تمام منجیوں کو ہنسا ہنسا مارا۔ "بادشاہو، آج کل تو سرکار اپنی گلٹر یا کتابی ہوتی ہے۔"

جہاں دادجی بہت ہنسے "جن کی آنکھوں کا رنگ جنم گھڑ سے ہی لال ہو وہ کیسے گلٹر یا نظر

آئیں:

کاشی شاد نے پرچہ نکال کر بلند آواز میں پڑھنا شروع کر دیا۔ "عبداللہ خاں چک نمبر ۳، دلیپ سنگھ چک نمبر ۱۱۶، دلباغ سنگھ چک نمبر ۶۶، حمید بی چک نمبر ۱۲۸، حیات محمد چک نمبر ۲۰۸، نورنگ سنگھ ٹھاکر چک نمبر ۲۴۴، سندر سنگھ حوالدار چک نمبر ۱۰۵۔ بادشاہو! یہ لائلپور علاقے کی انعامی فہرست ہے۔"

گنڈا سنگھ چوکس ہو کر پیروں کے بل بیٹھے پھر منجی ڈھیلی دیکھ کر چتڑا مار لیا اور بولے "پرچے بہتیرے پڑھ چھوڑے ہوں گے آپ نے جی! اِک بات یاد کرو۔ کوئی خبر نظر سے گزری ہو ایسی جس میں اپنے چار فوجی سپاہیوں کا بھی ذکر ہو۔ نام بتاتا ہوں۔ لینس دفعہ دار ایشور سنگھ نمبر ۵۰، سوار ہزارہ سنگھ نمبر ۱۲۰، سپاہی پھول سنگھ نمبر ۲۹۰، کوارٹر ماسٹر بیبا سنگھ نمبر ۴۸۴۔"

جہاں داد جی نے کان کھڑے کیے۔ آنکھوں سے ایک لمبی تک گنڈا سنگھ کے چہرے پر جمائے رہے۔ پھر کھنکھار کر کہا۔ "میں نے کہا خالصہ جی! کس رجمنٹ کے نام لے رہے ہو خیروں سے! کیا کا کارزار کی ہے؟"

"نہ یہ اپنے ملک کی شہیدی رجمنٹ ہے۔ ان بہادروں کو بغاوت کرنے کے لیے سزائے موت دی گئی میرٹھ چھاؤنی میں! کورٹ مارشل۔ گولی سیدھی چھاتی پر!"

مجلس سہم کے کچھ خاموش سی ہو گئی تو گنڈا سنگھ نے ہنس کر کہا۔ "صدقے ان بہادروں پر۔ مولوں کے جے کارے! فوجی بندے اپنے ملک کی خاطر قربان ہو گئے!"

تایا طفیل سنگھ نے شاہ جی کا گمبھیر چہرہ دیکھا تو سمجھا کر کہا۔ "گنڈا سنگھ کلجگ برتا ہوا ہے۔ ست گست کو اکٹھا نہ کر۔ نقصان ہونے کا اندیشہ ہے۔ ذرا سنبھل کر!"

"کھڈ سے نکل کر سانپ چڑھ جائے۔ دل پر تو بنا قتل خلاصی مشکل ہے۔"

یہی سمجھو بادشاہو، کہ لوڈے خاں نے اپنے ہاتھوں سے لیس مال بچالی اور کمال کو کر دیا پار۔"

"کمال کی اُسی کے ہاتھوں آئی ہوئی ہے۔ نہیں تو اتنے برسوں بعد باپ کا بدلہ لینے پہنچا پنڈ!"

"بات یہ ہے کہ حساب کتاب بیہ مُکتے کے بنا نہیں رہتا۔"

پتا ہوا ہے نہ معافی دینیاں والا قصہ؟ اپنے ہاتھوں مہا سنگھ نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

کریم الہی چونکنے ہو بیٹھے۔ "شاہ جی، ذرا بات تازی کر ڈالو۔"

"ہوا یہ کہ جیال پور جٹاں کا ایک خداداد خاں مہا سنگھ کے رسالے میں جا داخل ہوا۔ خداداد بڑا دلیر جوان تھا۔ چڑھ گیا سردار صاحب کی آنکھوں میں۔ کچھ دن غیر حاضر رہا۔ واپس آیا تو مہا سنگھ نے وجہ پوچھی۔ اس نشے کی جھونک میں ساری بات کھول دی۔"

"سنگھ جی، ایک دم میرے ذمے بڑا ضروری لگا ہوا تھا۔ ہوتا ہوتا یہ بازوؤں کی رنجش میرے سر کو جا چڑھا۔ روگ ملامت یہاں تک پہنچا کہ اس سے سرخرو ہونا ضروری ہو گیا۔ بس ماں کو دوسری درگاہ پہنچانا تھا۔ پہنچا آیا ہوں۔"

مہا سنگھ نے چونکتے ہو کر پوچھا "ضروری تھا کیا؟"

"تھا، سنگھ صاحب، نہیں تو کون نالائق ہے جو دودھ پی کر ماں کا، اسے قتل کرنے تک بھی سوچے۔"

"بس بات شاہ ہو، مہا سنگھ کو لگ گئی۔ رات بھر نشہ کرتا رہا اور اگلے دن معافی دینیاں کا کام تمام۔"

فتح علی جی نے حقے کی نڑی منہ سے نکال لی۔ "کہتے ہیں نا، عشق اور عقل میں ضد ہے۔ جو کچھ عقل میں نہ آوے وہ کافر عشق کر دکھائے۔"

"او جی، بڑی عمر عشق کا ہے کا۔ یہ تو ٹانگ لو یا ٹانگ دو والی بات ہوئی۔"

"کچھ بھی کہو، بات کچھ چنگی تو نہیں نا!"

گرودت سنگھ حسب معمول شروع ہو گئے "لگو خاں اسے چنگا کون کہتا ہے وچھی۔ بہن کی کبھی گاڑھی تیاری ہو بھی جائے پر جیکر پتروں کی مائیں اٹھ اٹھ بھنے لگیں تو علاج پھر پتروں کے پاس وہی جو مہا سنگھ نے کیا یا خداداد نے۔"

شاہ جی نے ایک اور آتشیں چھوڑ دی "تو، اور سنو، جو باپ نے کیا وہی مہا سنگھ کے بیٹے رنجیت سنگھ کو کرنا پڑ گیا۔"

"یہ کفر کیوں بڑنا شاہ صاحب؟"

"رب جانے، حکومت کے لیے راستہ صاف کرنے کا بہانہ تھا یا مہاراج کی ماں میں کچھ اونچ نیچ تھی دیوان لکھپت رائے سے۔ رنجیت سنگھ نے اکٹھے ہی ٹھکانے لگا دیا۔"

چھوٹے شاہ نے جو کمر والی ٹیپ بدل دی۔ "بادشاہو، مہاراجہ تے جب خالصہ فوج جموں بھیجی تو یہی اپنے ظفر وال کے راستے چڑھائی ہوئی۔ ادھر لشکر جموں کے قریب پہنچا، اُدھر جموں مہاراج تر کوٹا دیوی جا پہنچے۔ خالصہ نے میدان صاف دیکھا تو فرمان نکال دیا اپنی فوجوں کے نام کہ شہر جموں کی لوٹ مار نہ کی جائے۔ دوسرے وہاں کے صرافے کو حکم دیا کہ ہاٹ بازار کھول دیئے جائیں۔"

"بادشاہو، اِس سے تو یہ صحیح ہوا کہ حکومت صرف انگریز کو ہی نہیں آتی۔"

جہاں دادجی نے سر ہلایا۔ "برابر بادشاہو۔ کوئی بھی اُٹھ کھڑا ہو ملک فتح کرنے تو عقلمندوں کی کیا کمی۔ اُس کے چاروں طرف عقلمندیاں اور دانشمندیاں۔"

مولا دادجی کو یہ بات بڑی من لگی۔ "مدعا تو یہ نکلا شاہ جی، کہ گھوڑے پر سوار ہو کوئی بھی بہادر قوم نکل پڑے ملک فتح کرنے تو انھیں نہ تو کوئی کوہ روکے، نہ روکیں دریا۔"

جہاں دادجی کے چہرے پر فوج کا رعب جھلکنے لگا۔ "تاتار، ترک، ایرانی افغانی کوئی رکا؟ بس رُخ کیا ہندوستان کی طرف اور ڈھل پڑے۔"

شاہ جی نے چھوٹے بھائی کو اکسایا۔ "کاشی رام، پنجاب کی پرانی مالکی تو ترک، افغان، پٹھانوں کے ہاتھ ہی تھی نا؟ بیس بیس پچیس پچیس پیڑھیاں ہو گئیں یہاں آئے۔ بس رہتے ہندوستان زادے ہو گئے۔"

"ہاں جی۔ ملتان میں مالکی بغدادی سید شاہ حبیب نے قائم کی تھی۔ کبیر والا تحصیل میں بغداد پنڈ اُسی کا بسایا ہے۔"

منشی علم دین کان کنتولی میں انگلی پھیر رہے تھے۔ "ان کی ایک اور آل بھی نکلی تھی بغداد سے جو اُچ میں آکر جمی۔ کستوکی والے سید بھی انہی کے بھائی بند ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے شاہ صاحب، آئیں، معاملے اگر آہ کے لے گئیں۔"

"کہنے والے کہتے ہیں پنجاب فارس کا ایک صوبہ رہا تھا۔ پھر یونان کا، ایران کا ہوا۔ افغانوں کو بھرتے ہیں معاملے۔ بادشاہو، دور کیا جانا۔ میر منو نے شاہ ابدالی کو چار محل دیئے تھے، اپنا سیالکوٹ

گجرات، پسرور اور اورنگ آباد۔"

چھوٹے شاہ بولے:" چودہ لاکھ مالیئے کی شکل میں شاہ ابدالی ہر سال معاملہ لیتا رہا۔"

بھتیجے نے اپنے پُتر کا نام سکندر رکھا تھا۔ بیچ میں ہی لوٹ کا" بادشاہو، سکندر شاہ کا کیا بنا، اُسے کچھ کھٹی کمائی ہندوستان سے ؟"

گرودت سنگھ ہنسنے لگے:" بھتیجے، تیری بھولی باتیں، لڑائی کے میدانوں میں یا قسمتیں بن گئیں یا بگڑ گئیں۔ بیچ کی تو کوئی بات ہی نہ ہوئی۔"

کئی لڑائیاں لڑنی پڑیں شاہ سکندر کو۔ فتحیاب بھی ہوا پر اس کی فوجوں نے دریا ویاس لانگھنے سے انکار کر دیا۔ لوٹتی بار جب سکندر شاہ کو زہریلا تیر لگ گیا۔ بس جی، یونانی فوجیں بپھر گئیں۔ علاقے میں قتل عام شروع ہو گیا۔

جہاں داد جی نے سر ہلایا:" شاہ جی، شاہی فوجیں بگڑ جائیں، آگے بڑھنے سے انکار کر دیں تو بڑی سے بڑی شہنشاہی بے دست و پا ہو جاتی ہے۔ فوجیں تو ہوئیں نا حکومت کی بانہیں۔"

"برابر جی! اب آگے سنیے! سکندر شاہ جب پہنچا ہے اپنے پنجاب تو راوی تک کے علاقے کا ناظم صوبیدار تھا ستر پ سوبتی۔ راوی و ویاس کے علاقے کی مالکی اس کے پاس۔ ایک طرف آنبی اور پورس نے سکندر شاہ کا مقابلہ کیا اور دوسری طرف دیکھو ستر پ سوبتی کیا کرتا ہے! آگے بڑھ کر سکندر شاہ کا استقبال کیا۔ ہیرے جواہرت کی نذر پیش کی۔ مرغوں کی لڑائی دکھائی شاہ کو اور دوستانہ بڑھا لیا۔"

"یہ تو بات کچھ جنگی نہ ہوئی۔ نہ ڈنکا بجا، نہ نگاڑا، نہ گھوڑ چڑھی، نہ لڑائی لڑی اور حملہ آور سے بغل گیری کر ڈالی!"

شاہ جی بولے:" کرم الٰہی جی، اس کا سبب یہ تھا کہ ستر پ سوبتی رہنے والا ہی یونان کا تھا۔ اس ٹبر کے مورث اعلیٰ یونانی بھاگ دوڑوں میں پنجاب اتر آئے تھے۔"

"ہو گئی نہ بات صاف، دونوں شریک ہی ہوئے نا، ہم وطنی! پھر تو سلوک نبھانا ہی تھا نا!"

"یہی سمجھو۔ سکندر نے بھی بھرپور برادری نبھائی۔ جانے سے پہلے ستر پ سوبتی کو راوی اور ویاس والے علاقے کا ناظم بنا دیا۔ اُدھر پورس وان کر یہ سارے کے سارے جتا کا ربیر لیتے۔

لیے ادیئے۔ کابل قندھار ہیئے کھول کر دروازہ ہندوستان کا بڑھ بڑھ کر آگے آتے رہے۔"

جوش و خروش میں مجلس کے دل بھکنے لگے۔ ڈھیلے ڈھالے پگڑوں والے سر انہ کھے گمان سے ہلنے لگے۔

"جو بھی کہو، چنگیز خان، گھکڑ خان، رنگ خان جیسے حملہ آور بادشاہتیں تو قائم کر ہی گئے ہندوستان میں، آئے گئے، بار بار آتے رہے، پر فتح حاصل کر کے بھی رہنے کی نہ گدی اس ملک میں قائم

"اور تو اور سکندر شاہ نے بھی ادھر کا رخ کر لیا۔ بڑے بڑے سمندر دیکھے ہوئے تھے اس نے مگر بادشاہو، ایسے دریا نہیں جو برکتوں میں سمندر ہوتے ہیں۔ شاہ سکندر نے کابل اور سندھ کے تیز بہتے پانی دیکھے تو آنکھیں بھر گئیں۔ باب سندھ پر نیا بھو کا شور سنا تو سلیمانی حوصلہ اور بلند ہو گیا۔ فوج کے لشکر ڈیرہ جی، شہبان اور کوٹ کمالیا جا پہنچے۔ آگے دیکھا ملک پنجاب کا تو آنکھوں پر دودھ اور خون کا رنگ چڑھ گیا۔ پھیلا دیئے سپاہی اپنے اٹک سے لاہور تک۔"

"آلے میں جلتے چراغ کی روشنی میں درجنوں آنکھیں میدان جنگ دیکھنے لگیں گھوڑوں پر چمکتی بہادروں کی شمشیریں۔"

"آگے سنو۔ ساڑھے چار ہاتھ کا بھاری گو بھرا ڈیل ڈول والا پورس وان کھڑا ہے۔
سکندر شاہ کے آگے۔ "آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے؟"

پورس وان نہ ہلا نہ پلک جھپکی۔ ڈٹ کے کھڑا رہا۔ "ویسا ہی جیسا ایک شہنشاہ کو دوسرے شہنشاہ کے ساتھ کرنا چاہیے۔"

"واہ..... واہ..... واہ! پورس وان کیوں نہیں! پگ پنجاب کی کتنی تیرے سر!
"بہادرا، تو بھی کیا برابری سے دست پنجہ ہوا ہے شاہ سکندر سے!"

"کیوں نہ ہو، ببر شیروں کو کون سکھائے گرجنا، دہاڑنا اور کون اٹھائے شیروں کی قوتیں اور بیاں۔"

منشی علم دین جی کی بن آئی۔ "بادشاہو، لکھت بتاتی ہے کہ سکندر شاہ نے اپنی جہلم چناب کی رتی دیکھی تو سر کو خمار چڑھ گیا۔ اپنے رواج کے مطابق دونوں دریاؤں کو عزت و احترام سے قربانی ایک طرف جہلم جیسا جواں مرد اور دوسری طرف چناب جیسا جوان۔"

فتح علی جی نے منہ سے حقّے کی نڑی نکالی۔ سر ہلایا اور بولے: ”دو طرفہ کھڑے ہوں چاہنے والے زبری تو دھرتی کا رُخ خود بخود غیوب ہو گیا۔“

”بیشک، آنکھوں میں کھٹنے والا ملک پنجاب تو اپنا ہی نا۔ بڑی بڑی قومیں مانگی دے دی پنجاب کی ابھیسارا کو جناب اور جھنبر راجوری کی سرحدیں بانھ پکڑا ہیں۔“

”ہاں جی کبھی شاہ اور کبھی سترپ، ملک پنجاب کوئی چھوٹا سا تو نہیں نا۔“

کاشی شاہ نے سر ہلایا ”پنجاب کا نام کبھی سپت سندھو ہوتا تھا۔ یونانی شاہ بادشاہ پہنچے تو نام ہو گیا پینت پوتا میا۔ پانچ ندیوں کی دھرتی۔“

مولا داد جی نے حقہ چھوڑ کر سر ہلایا۔ ”سچ ہے۔ رب برکتیں اپنے وطنوں کو۔“

گرو دت سنگھ کا ذہن کہیں اور بھٹک رہا ہے۔ ”سوتی سترپ کو کیا ماڑا رہا۔ بڑھ بڑھ کر بہادری کی لکڑ لڑائیاں دکھائیں اور لکڑ لڑائیاں کھلائیں رنگ تماشے دکھائے شاہ سکندر کو اور برادرانہ تعلقات قائم کر لیے۔“

فقیرا ہنسنے لگا۔ ”بات تو یہاں لوٹی کہ بنا میدان میں اُترے فائدے کا ست نچوڑ لیا۔ یہ بہادری تو نہ ہوئی پالیسی ہوئی۔“

نجیبا کسی سوچ میں تھا۔ ”شاہ جی، ایک بات کہتا ہوں۔ بھلا یہ کیسے درست ہو کہ زمانوں پہلے یہ ہوا تھا وہ ہوا تھا۔ اب کوئی چشم دید گواہ تو نہیں بیٹھا ہوا نا۔ پتہ کیسے لگے یہ سچی ہے، جھوٹی ہے یا یہ مراث نے جوڑی ہوئی ہے۔“

”نجیبے واجب سوال ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ چھوٹی بڑی حکومتیں سرکار اپنے کارناموں لڑائیوں فتحیابیوں کو محفوظ رکھنے کا پورا بندوبست کرتی ہیں۔ پورا دفتر رکھتی ہیں۔ باقی ہما تڑ ساتھیوں کے لیے یہی کام ان کی مراث کر لیتی ہے۔ جس خاندان کا کارج ڈھنگ سے ہوا، مراث ان کی سات پیڑھیوں تک نام دوہرا لے گی۔ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔“

کرپا رام بولے ”شاہ جی، مراث بھی کوئی ایک تو نہیں نا۔ کھتریوں کے مراثی شو بالے، برہمنوں کے مراثی کماچھی، میر مراثی، رائے مراثی، سیوک قوال۔ بلوچوں کے مراثی الگ۔ شیعہ مراثی الگ۔ امیر حمزہ والے لوریں الگ۔“

کاشی شاہ بولے: " اپنی میراث کی جڑ پیچھے ملتان سے ہے۔ تبھی وقت پہ نواب علی مردان کا شجرہ تازہ کرتے رہتے ہیں۔"

" مظفر دین جہاں داد شاہ، فاروق بادشاہ، شاہ رُخ مرزا، شہزادہ علی قلی خاں، سردار گنج علی خاں، نواب علی مردان خاں، سردار بہرام علی خاں، سردار محمود حسین خاں، سردار علی خاں، نواب شاہ بادل خاں، نواب امیر محمد خاں، سردار شاہ پسند خاں۔ نواب علی مردان کے ٹبر کو ملتان کی جاگیر ملی تھی۔ پہلے یہ ہیرات قندھار کے صوبیدار تھے۔"

مولا داد جی بولے: " وہ جنگ لڑائیوں کی باتیں تو بیچ میں ہی رہ گئیں۔"

شاہ جی پھر شروع ہو گئے: " لو سنو، محمود غزنی چلتا ہے غزنی سے دس ہزار گھوڑوں کا لشکر لے کر۔ ادھر سمراٹ جے پال سامنا کرتا ہے بارہ ہزار گھوڑے تیس ہزار پیدل اور تین سو ہاتھی لے کر۔ میدان جنگ میں پانسہ پلٹ جاتا ہے اور جے پال قیدی بنالیا جاتا ہے۔ محمود غزنی کو ہیرے جواہرات کا بڑا شوق، نذرانے میں بیش قیمت ہیرے جواہرات لے کر جے پال کو چھوڑ دیتا ہے۔"

جہاں داد خاں ہنسنے لگے: " شاہ صاحب، وہ شہنشاہ سمراٹ کیا ہوا جسے ہیرے جواہرات کا شوق نہ ہو۔"

لکو خاں بولے: " موٹی سی بات ہے۔ بادشاہوں کو بھوک پیاس ہیرے جواہرات کی۔ ڈاکو لٹیروں کو بھی وہی چسکا۔ دونوں میں لمبا چوڑا فرق بھی کیا ہوا؟"

گنڈا سنگھ ہنسنے لگے۔ لکو خاں کے بیان سے اس بات کی تصدیق ہوئی کہ مجلس میں بیٹھ کر لوگوں کے دماغ روشن ہو جاتے ہیں۔ لکو خاں پہلے تو ہوئے نا ڈاکہ زنی۔ لوٹ مار۔ پیچھے بہادری کے زور بندے نے خلقت ساتھ لگالی۔ بس جی، جہاں میں تاج و تخت والی ہٹی چل نکلی۔ من چاہے فرمان لگائے۔ دو دس چڑھائیاں کیں۔ محل پر کوٹے بنوا دیئے۔ معاملے لگا لیے۔ بس، پھر عمر بھر کے جلسے جشن۔ اگلے گھر سے آواز پڑ گئی تو اپنی شاہی شان و شوکت کے ساتھ سمادھ، مقبروں میں جا لیٹے۔"

نایا طفیل سنگھ بہت ہنسے: " گنڈا سنگھ تمھارے ہاتھ میں کوئی پڑ نہ جائے۔ ہو نہ ہو پچھلے جنم میں تو برادری کا آگو ضرور ہوگا۔"

کاشی شاہ کو یاد آ گئی: " رنجیت مہاراجہ کا دل آ گیا کوہ نور ہیرے پر۔ بس پھر کوئی چال ترکیب

نہیں چھوڑی اور افغان شاہ شجاع سے ہتیا کے چھوڑا۔ دیکھو آخر کو ہیرا کہاں پہنچا ہے۔ برطانیہ کے تاج پر۔ کہتے ہیں دنیا کا سب سے بڑا ہیرا ہے یہ۔ جو ہیرا لگا ہوا ہے روسی تاج میں وہ کبوتر کی آنکھ کے برابر ہے اور کوہ نور اُس سے بھی بڑا۔ بہت بلند اقبال ہیرا ہوتا کوہ نور۔"

"شاہ جی، جے پال جب چھوٹ گیا تو سنبھالی جاکر راج کی باگ ڈور۔"

"بادشاہو آگے سنو۔ جے پال راجہ کیا کرتا ہے۔ گدّی سونپتا ہے بڑے لڑکے اننگ پال کو اور آپ چتا پر چڑھ جاتا ہے۔"

کرپا رام کے سر دھرم کا نشہ چڑھ گیا۔ "آخر کو وکرما جیت تھا۔ دھرم کی لاج رکھنی تھی۔"

"ملتان جیت کر محمود غزنی رخ کرتا ہے بھٹنڈہ کی جانب تین دن زبردست جنگ ہوتی ہے چوتھے دن غزنی نے قبلہ رو ہو کر نماز پڑھی اور سپاہیوں کو للکار کر کہا۔ "بہادرو ملکہ مرنے سے فتح ونصرت کا پیام آیا ہے، کوئی ڈر نہیں، آگے بڑھو۔"

بھٹنڈہ والے جی رائے کی فوج کے قدم اُکھڑ گئے اور فتح کا سہرا غزنی کے سر پر بندھا۔"

"کیوں نہیں جی، رب رسول ہو امداد پر غازیوں کے حوصلے بلند ہوں ہاتھ میں شمشیریں چمکتی ہوں، پھر کون روک سکتا ہے انھیں آگے بڑھنے سے! آخر کو جیتا نا ہندوستان!"

شاہ جی سر ہلانے لگے۔ "کاشی رام اِس کا اگلا حصہ بھی ہو جائے۔ آپ سناؤ۔"

"بازی ہاری دیکھ کر جی رائے خود اپنی گردن دھڑ سے الگ کر دیتا ہے۔"

مولا داد جی سے نہ رہا گیا۔ "شاہ جی، سوچنے والی بات یہ ہے کہ چتا پر چڑھنے سے یا خود ہلاک کرنے سے ہاتھ میں کیا آیا۔ اپنی جان گئی، میدان گیا اور اگلی بازی لڑنے سے پہلے ہی ہاری گئی۔"

منشی جی نے موقع تاڑا۔ "دراصل گیتا نیک کام کرنے، خواہشات اور جذبات سے آزاد رہنے کی تعلیم دیتی ہے۔ یہ ہندوستان کا پرانا عقیدہ ہے۔ اپنی جان پر کھیل جائیں گے لیکن دل میں بیراگ بیٹھا ہی رہتا ہے۔ میدان جنگ میں جیکر سر اُٹھا لیا ایسے بیراگ نے تو لام لشکر میں بھگدڑ مچ جائے گی اور فتح دوسروں کے قدم چومے گی۔"

گرودت سنگھ بھڑک اُٹھے۔ "بس، او منشی علم دین۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کس کس کی پیٹھ نہیں لگائی۔ پتہ ہے نا پٹھان، بلوچ، افغان کون مادر رن چھوڑ کر نہیں بھاگا۔ گانٹھ باندھ لو میری

بات، بہادری کسی ایک قوم کی میراث نہیں۔"

جہاں داد جی نے بیچ بچاؤ کیا۔" برابر درست۔ جب تک باوٹا لہرایا خالصوں کا پنجاب میں کوئی کُسکا نہیں۔ شیرِ پنجاب کی آنکھیں میچنے کی دیر کہ فرنگی گوروں نے زور پکڑ لیا۔"

"بادشاہ تب ایک گیت پڑھتا تھا۔ رب مویا، دیوتا مر گئے، راج فرنگیوں دا!"

میراں بخش نے ٹہوکا دیا۔" مہاراج کا بھیا سنتا ہے۔ خالصہ نے بڑی بڑی جنگیں لڑیں، لشکر سجائے، لڑائیاں جیتیں۔ فتحیاب ہو کر حکومت کی تو وہ بھی گج وج کے۔"

فتح علی جی شامل ہوئے بات چیت میں۔ بڑے بڑے صوبیدار کاردار رکھے۔ برابر مغلوں والا سارا تام جھام۔ شاہ جی، آپ نام لیا کرتے ہیں نا، ہو جائے . . . ."

"لو سنو! داروغۂ دیگ۔ داروغۂ جواہرات، داروغۂ خزانہ، فوجدار دوآبہ، داروغۂ شہر، داروغۂ رسالہ سلطانی وغیرہ وغیرہ۔"

گرودت سنگھ بولے۔" اور تو اور ملتان کی پکی مالکی پٹھانوں سے کھوس لی۔"

کاشی شاہ نے حرارت دیکھ کر موضوع بدل دیا۔" دیوان ساون مل نے ملتان کا ناظم بن کر بہت شہرت حاصل کی تھی۔

"نام بھی اور ناواں بھی۔ دولت مایا کے ڈھیر لگ گئے۔ معاملہ اکٹھا کیا جیویوں کا۔ ضروری والا بھیج کیا لاہور دربار، باقی پرماننڈ۔"

شاہ جی بولے۔" مالیا اگراہنے کے لیے خالصہ سرکار فصلوں پر بولی لگوائی تھی۔ پکی فصلیں کھڑی ہیں کھیتوں میں اور سرکار نے بولی لگوا کر نیلام کروا دی۔ جو سب سے اونچی بولی دے، وہ معاملہ اکٹھا کر کے سرکاری خزانے پہنچا دے۔ راج کے لیے حساب کتاب جیویوں فصلوں کا بھی وہی رکھے۔ بولی سے اگراہی زیادہ ہو گئی سو اپنی۔"

"سرکار کی اپنی اپنی سوچ اور اپنے اپنے فرمان۔ انگریز نے بھی کام تو چنگا ہی کیا ہے۔ شاہ جی جی، اپنے مسلمین درج ہو گئے کسانی فہرست میں۔ البتہ ہندوؤں کا گھاٹا ضرور رہا۔ جلوان کے پاس دھن دولت کافی۔ بیس سال والا قانون آسامی کے لیے تو ماڑا نہیں۔ گہنے پڑی آدھی زمینیں تو آپ ہی چھوٹ جائیں گی۔"

شاہ جی ہنسنے لگے۔ "چودھری جی، یہ بھی درست ہے۔ کوئی اور نیا قانون آگیا تو پھر آپ شاہ اور ہم مزارع۔"

"ابھی تک تو چودھری، اتنا ہی آیا ہے۔ اگر مسلمان تین ہزار سالانہ آمدنی پہ معاملہ جرے تو چون کا حقدار رہے۔ اور ہندو تین ہزار سالانہ پہ معاملہ دے تو پہ جی ڈال سکے۔ اب آپ ہی اندازہ لگا لو بادشاہو کہ اپنی حالت کیا ہونے والی ہے۔"

جبڑا یا سہ پھڑا۔

"شاہ جی، مان لو۔ قانون تو بن گئے۔ جیویوں کی مالکی بھی مل گئی کاشتکار کو پیسے دھیلے کو سنبھالے گا کون؟ اپنا کوئی پشتینی پیشہ تو نہ ہوا پیسہ دھیلا سنبھالنا۔ اس کے لیے قابلیت بھی تو ہونی چاہیے نا۔ یہاں کوئی پشتینی وراثت تو نہ ہوئی روپے پیسے کی۔"

شاہ جی کے ماتھے پہ تیوڑے بل ابھرے، پر ہنس کر کہا۔ "چودھری جی، دریاؤں جڑ باڑھ اُتر آئیں تو کس نے روک سکتا ہے۔ تبدیلی کے آگے کس نے ٹکنا! پانیوں کے رُخ ہیں کسی کے روکے نہیں رُکتے۔"

مولاداد جی حقہ چھوڑ کر بولے۔ "میں نے کہا ساون مل والا قصہ آپ نے کیسے چھوڑ دیا! چنگا دل لگا ہوا تھا۔"

"دیوان ساون مل نے کم از کم تین سو میل لمبی نہریں نکلوائی تھیں اپنے علاقے میں۔ دنیا وہاں کی بہت چنگا ماتی تھی اُسے۔"

گرودت سنگھ چوکنے ہو کر بیٹھے تو سب کو کھٹک گئی کہ کچھ نئی تازہ خالصہ کے پاس۔

"لاہور فوجوں نے ملتان فتح کیا اور دوالی سج گئی لاہور، امرتسر جشن منائے گئے۔ خوشی میں خلعتیں اور خطابات بانٹے گئے۔"

شاہ جی نے پینترا بدلا۔ ملتان کی حکومت راجہ رنجیت سنگھ نے سنبھالی اور وہاں کے [illegible] سرفراز خاں اور ذوالفقار خاں کو گزارے کے لیے جاگیریں لگا دیں۔

"شاہ جی، ملتان کے شیخ شمس الدین تبریزی کی خانقاہ [illegible] بڑے ولی حاکم ہوئے سائیں شاہ دولہ ملتان کے ولی ہوئے شمس [illegible]

کاشی شاہ نے سلسلہ پکڑ لیا۔ "پھر شمس تبریزی" زندہ قتل ہو گئے تھے۔ قتل ہوئے اور زندہ رہے۔ سننے والی بات ہے یہ۔ اپنی چمڑی ہاتھ میں لے کر چلتے رہے کہنے میں آتا ہے کہ ملتان کی زمین پر سورج ان کی حکومت میں ہے۔ شاہ شمس کا میلہ شیخ پور، بھیرا میں لگتا ہے۔ بیمار لوگ وہاں نائیوں سے نشتر لگوا لگوا کر خون بہاتے ہیں۔"

"میں نے کہا شمس اپنے سیالکوٹ میں بھی بہت۔"

کرپارام دوہرانے پر اُتر آئے۔ "سننے میں آتا ہے کہ ساون مل چنگا مگر اضافی ہوا ہے۔"

"برابر۔ ساون مل نے اُٹھا کر اپنے پتر کو قید خانے میں ڈال دیا۔ ہوا یہ کہ کسی جٹ نے دربار میں شکایت کر دی کہ کسی درباری بندے نے میری پکی فصل برباد کروا دی ہے۔ اب کیا کھاؤں اور کیا سرکار نے جمع کرواؤں۔"

ساون مل نے حکم دیا۔ اگر وہ آدمی دربار میں موجود ہے۔ چاہے میں ہی کیوں نہ ہوؤں، بے خوف ہو کر ہاتھ رکھ دو۔ بادشاہو جٹ اپنی ذات کا پھٹ۔ اُٹھا اور دیوان ساون مل کے فرزند رام داس پر ہاتھ رکھا۔"

"دربار سارا ہکا بکا پر جی دیوان ساون مل کا حکم ہو گیا اور اگلے ہی دن قید بامشقت کے لیے کاکا رام داس اندر۔ خیروں سے لڑکا حاکم ہے۔ امیر پتر۔ نہ محنت نہ مجبوری بندی خانے میں بیمار پڑ گیا۔ سمجھو سزا کے غم میں ہی جاتا رہا۔ پر دیوان ساون مل اپنی بات پر قائم۔"

"دیوان کا شجرہ تو بہت اعلیٰ ہوا جی۔ اس خاندان میں کئی مشہور ناظم کار دار ہوئے ہیں۔"

منشی علم دین کہیں سے پرانی پوٹلی نکال لائے۔ "آگے جا کر اسی ٹبر کے پتر۔ پوترے نے کلمہ پڑھ لیا اور خیروں سے دیوان رام سروپ غلام محی الدین ہو گئے۔"

محمد دین جی نے رفع دفع کیا۔ "کلمہ تو ہزاروں نے پڑھ ڈالا۔ یہ تو کوئی نقص والی بات نہ ہوئی۔"

شاہ جی نے نیا قصہ چھیڑ دیا۔ "ہوا یہ کہ ساون مل کے بہنوئی بدن ہزاری ملتان بھیجے گئے تھے ملتان کے سرغنہ اہلکار کی حیثیت سے۔ بہن کا دل۔ گھر والے کے پیچھے پڑ پڑ کر اپنے بھائی کو بلا لیا۔ بہنوئی نے کسی چھوٹے موٹے کام پر لگا دیا سالے صاحب کو۔ سالا بہادر بڑے تیز۔ جس کام میں ہاتھ ڈالے برکت بڑھائی لوگ لڑکے پر بڑے خوش۔ بس جی، اُڑتی اڑتی لاہور جا پہنچی۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ میں ایک بڑی بھاری صفت، سو کوس سے پہچان جائے کہ آدمی میرے مطلب کا ہے۔ سال بھر بعد حکم کر دیا۔ بھاتیا بدن ہزاری حکومت کے بیٹھے اور ساون مل گدی کے اوپر۔

فتح علی جی بولے۔ "گھر والوں کی ضد اور کیا۔ پیکے مانگنے کے پیار نے اپنے گھر والے کا نقصان کروا چھوڑا۔"

میراں بخش بولے۔ "بادشاہو زنانی کی خصلت مرد کی ماں بہن لڑائی جھگڑے اور تہمتوں کے لیے اور اپنے پیکے بھیروالے خاطر توجہ کو۔ یہ تو نہیں کہ بندہ دیکھتا نہیں۔ گھونٹ پانی ہو روز تو بتاؤ دودھ کی ہنڈیاں پھینکی جاتی ہیں۔"

لکو خاں سر ہلا ہلا کر بولے۔ "آپے پچھانسڑیے، تینوں کون چھڑائے۔ چودھری جی بندہ دھڑے پکڑا جاتا ہے۔"

فتح علی جی خیروں سے دو بیویوں کی سرداری سنبھالے ہوئے تھے۔ بڑی دانائی سے کہا۔ "خاندان کی ہڈی پاک رہے۔ نہیں تو جہاں ادھر ادھر کی نکل بیٹر خاندان میں پہنچی، خوبیاں خامیاں سب کھچڑی ہو جاتی ہیں۔"

مولاداد جی مالو اسی موضوع پر سوچتے رہے ہوں بولے۔ "فتح علی جی، جبکہ نقص پیدا ہو جائے تو اس حالت میں اولاد کا اوپری دھڑ بن جاتا ہے مرد کا اور نچلا زنانی کا۔ اسی طرح پنجر مرد کا اور دل و دماغ عورت کا۔ کہنے کا مطلب یہ کہ ایسے حالات میں سالم ثبوتے آدمی ذرا کم ہی پیدا ہوتے ہیں۔"

گنڈا سنگھ شروع ہو گئے۔ "چودھری جی، سیدوں والی تیجھی چادر تو نہ تان، دو کر رشتے داری کرنی ہے تو سیدوں سے ہی۔ کتنے خاندان جو پاک بھی اور صاف بھی۔ یہ بات پردے میں ہی رہے تو چنگا۔"

شاہ جی نے ٹوکا۔ "گل گوتر یا خاندان دیکھنے جانچنے کی ٹیو ٹیک تو کوئی بری بات نہیں ہمارے بزرگوں نے سوچ سمجھ کے یہ بندھ بنا بنایا تھا۔ جو میل نہیں ملتے انھیں ترک کر دیا۔"

تایا طفیل سنگھ نے بات دوسری طرف ہی کھینچ لی۔ "بادشاہو، اپنے خالصہ کو دیکھو۔ قسم قسم کی مٹی ہڈی سے گرو صاحب نے ایک دھاکڑ دھات پیدا کر دی۔"

مگر پارام نے اپنی بات کہی۔ ٹھیک ہے، خاندان کی پشت پختگی نے انسان پر ذات برادری کی حد بندیاں تو لگی ہوئی ہیں ناقبیلوں کے ساتھ، شاستر مریادا یہی کہتی ہیں نا۔ کھتری، کھتریوں سے، جاٹ جاٹوں سے۔"

کرم الٰہی جی کو بھی کچھ سوجھ گئی۔" گجرات اعوان اپنی دھی، دھیانی جب کھا کھروں کے یہاں نہیں دیتے۔ جہلم والے اعوان رشتہ کریں گے تو اعوانوں کے گھر۔ آپ نے بھی سنا ہوگا شاہ جی، کالا باغ والے ملک نے راولپنڈی والے محمد علی گھیبے کے یہاں اپنی بیٹی کا رشتہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔"

"دھرم شاستری کہتے ہیں کہ تخم اور تاثیر کا فرق سات پیڑھیوں میں کم ہوتا ہے۔"

شاہ جی جانے کس خیال میں بے خبر بے دھیان ڈیوڑھی کی لو کی طرف دیکھنے لگے تو دیکھتے ہی چلے گئے۔

کاشی شاہ نے گلا صاف کر کے ذرا دھیان بانٹنا چاہا پر شاہ جی نہ ہلے، نہ پلک جھپکی۔ کاشی شاہ بلند آواز میں بولے۔" آپس داری میں جہاں گاڑھی گہری محبتیں اور سلوک پیدا ہوتے ہیں وہاں ناقص زہریلی بوٹیاں بھی اگتی رہتی ہیں۔ اسی کو مد نظر رکھ کر بڑے بزرگوں نے کچھ قاعدے قانون بنا دیئے تاکہ مریادا بنی رہے۔"

نجیب کو کچھ پلے نہ پڑا۔ چڑھ کر کہا۔" بادشاہو، اگر رب رسول نے انسان کو ایک اعلیٰ برکت لگا ہی دی تو ان سب حقیقتوں کا کیا مطلب! موٹی بات تو لے دے کے اتنی ہی ہوئی نا کہ بندہ غریب سے میل ملائے، امیر ہو تو امیر سے۔ باقی ایک بات پکی ہے کہ اکیلی جوا بچے پیدا نہیں کر سکتی۔ آخر کو اللہ تعالیٰ نے جوڑے بنائے تو اسی لیے نا!"

سوکھ سوکھ پٹیے، لونگاں چٹیے!
لونگ سپاری، تیری میری یاری!

رابعاں نے آواز دی۔ لالی شاہ! بچی آپ ہی سوکھ جائے گی۔ بیٹھ کر چھٹی سبق یاد کرو۔"

"رقیّ بہن! میں سیاہی سکھا کر آیا۔"

لالی نے پیتل کی دوات میں چھوٹی سی لیر ڈالی۔ سیاہ روشنائی کی پڑیا کھولی اوپر سے پانی کی بوندیں ڈال کر قلم سے رسانے لگا۔

رابعاں نے پھر بلایا۔ "بس اب دھوپ میں رکھ کر چلے آؤ آپ رے گی۔"

لالی شاہ نے چاقو سے قلم کو ٹک لگایا اور اُسے دوات میں ڈال کر رابعاں کے پاس آبیٹھا۔ ہنستے ہوئے قاعدہ کھولا اور آنکھیں بند کر کے شروع ہو گیا۔ "برکت پالنے میں پڑا انگوٹھا چوس رہا تھا۔ برکت کی ماں پاس بیٹھی پکار رہی ہے۔ برکت کا باپ حقہ پی رہا ہے۔ برکت کی ماں بچے کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔ سوچتی برکت بڑا ہوگا۔ محنت کرے گا۔ کمائے گا۔ آپ کھائے گا ہمیں کھلائے گا۔"

ماں بی بی پاس آن کھڑی ہوئی۔ "صدقے جاؤں اپنے لالی شاہ پر! بھلا تمہیں تو کس کس کو کھلائے گا!"

"رابی بہن نام لے دوں! چاچی کو کھلاؤں گا۔ ماں کو کھلاؤں گا۔ ماں بی بی کو کھلاؤں گا۔ رابعاں بہن کو کھلاؤں گا۔"

چرخے پر بیٹھی چاچی ہاتھ کا تار روک کر ادھر دیکھنے لگی۔ "میں نے کہا کیا کھلائے گا ہمیں کیا چیز! نام تو لے۔"

شرارت سے لالی دندیاں چمکانے لگا۔ "چھّے چاچی! چھّے کھلاؤں گا۔ سب کو چھّے کھلاؤں گا۔"

رابعاں اُٹھ کر پاس آئی۔ لالی کا کان کھینچا اور آنکھوں سے گھُرک کر کہا۔ "بڑوں سے ایسا کہتے ہیں! چلو، چاچی اور ماں بی بی سے معافی مانگو۔"

اچھلتے کودتے لالی نے باری باری دونوں کے پاؤں چھو لیے۔ پھر ہاتھ میں قاعدہ پکڑا اور شتابی سے رابعاں کو بیری پونا کر دیا۔

رابعاں نے کان پکڑ لیا۔ "کتنی بار منع کیا ہے۔ چھوٹوں کے پیر نہیں چھوتے۔ آج سے یاد رکھ لے میری بات! نہیں تو میں چاچا جی سے شکایت کروں گی۔"

لالی پھر چوکڑی مار کر بیٹھ گیا اور قاعدہ کھول کر کہا۔ "رابی بہن، میرے سے بڑی ہو آپ کی بیری پونا کیا تو کیا ہوا! نہ کروں!"

چاچی نے دھمکایا، "مڑ جا۔ آگے سے آگے جبرح جاری۔ ایک بار کہہ جو دیا نہیں چھونے پیر رابعاں کے۔ پھر بار بار....."

لالی چڑھ کر بولا، "پھر رابی بہن کو کیا کرنا ہے؟ رام ست! بولو، رام ست کروں! عید ملوں!"

لالی رابعاں سے لپٹ گیا۔

چاچی نے گھڑکا، "چھوڑ رے چھوڑ! میں بتاتی ہوں تجھے رابعاں کو تو سلام کیا کر۔"

"سلام رابعاں بہن، سلام!"

رابعاں نے لاڈ سے سر پر ایک دھپ دیا، "اندر والی جماعت کب سے پیچھے چھوڑ دی۔ آج پھر کیوں پڑھ رہا ہے؟"

"میں دیکھتا ہوں رابی بہن، مجھے یاد ہے نا! نہیں بھول تو نہیں گیا!"

شاہنی نے آواز دی، "تیری ٹر ٹر نہیں مکی!"

لالی نے سکینہ چھیڑ دی۔

کن گدینہ کہت شاہ نجات

تھیا شام مکان سکینہ دا

مالک پیغمبر ذات خدا دی

کرن ارمان سکینہ دا

یکایک لالی کے کان کھڑے ہو گئے۔ چوکنا ہو کر آواز سنی، "رابعاں بہن سنو! بھینس بول رہی ہے، سنو نا!"

"سن لیا! یہ والی بھینس بھوری بھینس جیسی نہیں ہے۔ پہلے بھی بولی تھی ایک بار۔ نواب چاچا اسے چھوڑ آئے تھے پر یہ گبن نہیں ہوئی تھی۔ یہ بھینس پھر ڑ ہے۔"

شاہنی نے اٹھ کر ایک لگایا، "ہر بات میں بولتا۔ رابعاں اسے سبق دے اور غلطی کرے تو کان کھینچ!"

بولتا ہوں، ماں بولتا ہوں۔ آٹھ کا پہاڑا یاد ہے مجھے پر چاچا نواب باگے چاچا سے کہہ رہے تھے کہ ایک بار اور دیکھ لیتے ہیں۔ اس بار گبن نہ ہوئی تو واپس بھیج دی جائے گی۔"

شاہنی نے آواز کڑی کرلی۔ "آؤں اُٹھ کے!"

"اگر مجھے مارنا ہی ہے تو میں اُٹھ کے آجاتا ہوں۔"

رابعاں نے ہونٹوں میں ہنسی اور تیور چڑھا کر کہا۔ "چلو، پہاڑا دوہراؤ۔"

لالی شروع ہوگیا۔

آٹھ ٹھگ اور آٹھ سنار

آٹھ سنار اور آٹھ لوہار

آٹھ جو کا پتری

ایک پگلا جیا کھتری

کھتری توڑ بنایا کھوجہ

جیوں بالوں کا گندہ بوجھ

کھوجہ سو سرے کا مرا

کھوجہ شہد لپیٹا موہرا

پیچھے سے کاشی شاہ آن پہنچے۔ تیوریاں چڑھا کر کہا۔ "لالی پتر، یہ کیا سن رہا ہوں؟"

لالی نے مستعدی سے چاچا صاحب کے پاؤں چھوئے اور کھڑے ہوکر کہا۔

اوّل اللہ نور اُپایا

قدرت کے سب بندے

ایک نور سے سب جگ اُپجیا

کون بھلے کون مندے

شاباش! پترجی، وہ آٹھ کا پہاڑا کبھی نہ سنوں۔ جانتے ہو اس کی ممانعت کیوں ہے؟"

"جی! چاچاجی، اس میں کھوجوں کے لیے بُری باتیں ہیں۔ پر مدرسے میں سب لڑکے بولتے ہیں۔"

"اُنہیں بھی منع کردیا جائے گا۔ تم کبھی نہیں دوہراؤ گے! سمجھے!"

"جی!" لالی نے اپنے جھگّے میں "چھوٹی" سی گانٹھ باندھ لی۔

"برخوردار! یہ کس لیے؟"

"اس سے آپ کی بات یاد رہے گی چاچا جی۔"

"ہوں!" کاشی شاہ من ہی من میں ہنسنے مگر اوپر سے رعبیلا انداز بنائے رہے۔

"تمھارے بھائی گرو داس کیشول لال کہاں ہیں؟"

لالی شش و پنج میں پڑ گیا۔ "چاچا جی، وہ دونوں۔۔۔۔ وہ گئے ہیں۔۔۔ وہ دونوں گئے ہیں بیریوں پر!"

"کیا کہا؟ ان دونوں بیریوں کا کیا کام!"

لالی منہ پر ہاتھ رکھ کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر کپاس کی سوکھی سنٹی اٹھا لایا۔

کاشی شاہ کے سامنے کر کے کہا۔ "چاچا صاحب، میں جھوٹ بول رہا تھا۔ مجھے لگا دیجیے ہاتھ پر!"

چاچا صاحب نے تحقیق کی۔ "یہ کیا ٹھیک کہ تم نے صبح سے ایک ہی جھوٹ بولا ہے۔"

لالی نے آنکھیں اوپر اٹھائیں تو چاچا صاحب دل ہی دل میں خوش ہوئے۔

"چاچا جی، آپ کے سامنے رونگٹی بالکل نہیں۔ سچی مچی میں ایک ہی جھوٹ بولا ہے۔"

"چلو۔ آج تمھیں معافی ملی۔ ہاں تمھارے جوڑی دار کہاں ہیں بھلا، سوچ کر بتاؤ۔"

"چاچا صاحب، وہ مدرسے کے پیچھے کھیل رہے ہیں۔"

"کیا کھیل رہے ہیں۔ گلی ڈنڈا، گوڈیاں کوڑیاں؟"

"جی، دونوں اُتری وٹڈ والے لڑکوں کے ساتھ کوڑیاں کھیل رہے ہیں۔"

"ہوں!" کاشی شاہ نے موضوع بدل دیا۔ "رابعاں بیٹی، لالی نے اور کیا سیکھا ہے تم سے؟ اُن کتابوں میں سے کچھ پڑھا سُنا؟"

"جی تینوں پد ایتیں یاد کی ہیں۔"

لالی نے اشتیاق سے پوچھا۔ "رابعاں بہن، سنا دوں!"

"سُناؤ۔"

کاشی شاہ اطمینان سے چارپائی پر بیٹھ گئے اور لالی نے دونوں ہاتھ سیدھے رکھ کر رابعاں کی

طرف دیکھا اور شروع کر دیا۔ "رعایا جڑ ہے اور بادشاہت درخت ؛

"جب نوشیرواں کا آخری وقت آیا تب اُس نے اپنے بیٹے ہرمز سے کہا۔ بیٹا! دل سے فقیروں، درویشوں کی حفاظت کر۔ اپنے آرام کی فکر نہ کر کوئی بھی عقلمند یہ پسند نہیں کرے گا کہ چرواہا پڑا سوتا ہو۔ اور بھیڑیا اُس کے غول میں رہے۔ ہوشیاری سے درویشوں محتاجوں کا خیال رکھ۔ اس لیے کہ رعایا کی بدولت ہی بادشاہ تاجدار ہوتا ہے۔ رعایا جڑ کی طرح ہے اور بادشاہ درخت کی طرح اور درخت جڑ سے مضبوط ہوتا ہے۔ اے میرے پیارے بیٹے! جہاں تک بن سکے رعایا کا دل مت دکھانا اور اگر تو ایسا کرے گا تو اپنی جڑ کھودے گا۔ بیٹا! اگر تجھے نیک راہ کی ضرورت ہے تو تیرے سامنے فقیروں پرہیزگاروں کا راستہ کھلا پڑا ہے۔ جسے یہ خوف ہے کہ وہ خود تکلیف نہ اُٹھائے اُسے بھلا دوسروں کا نقصان کیوں پسند آئے گا اور اگر اس کی طبیعت میں یہ عادت نہیں ہے تو اس کے ملک میں امن چین کی بو بھی نہیں ہے اگر تو قاعدے قانون سے مجبور ہے تو خوشی اختیار کر اور اگر تنہا ہے۔ پاک صاف ہے تو اپنا راستہ لے۔ اُس ملک میں خوشحالی کی اُمید نہ رکھ جس میں بادشاہ رعایا ایک دوسرے سے ناراض ہیں۔ خواب میں ملک کو آباد وہی دیکھتا ہے جو لوگوں کے دل گلزار رکھتا ہے۔ ظلم کی خرابی بدنامی ہوتی ہے ظلم کے ذریعے رعایا کو تباہ کرنا ٹھیک نہیں اس لیے کہ وہی حکومت کو پناہ دینے والی ہے ؛"

لالی نے چاچا صاحب کے سامنے ذرا سا سر جھکایا اور ناک پھلا کر رابعاں کی طرف دیکھتا ہوا مسکرانے لگا ؛

"شاباش برخوردار، شاباش رابی ؛"

لالی کی چیڑھ بڑھ بن آئی ' "چاچا صاحب، امیر حمزہ کی بھی دو حکائتیں یاد کی ہیں میں نے ! "

"بیٹے۔ سوچ کر بتاؤ، جب سے مدرسے گئے ہو، تمھیں کتنی بار کٹ پڑی ہے ؛"

لالی نے انگلیوں پر گنتی کر ڈالی ' "چاچا صاحب' مجھے پانچ بار مار پڑی ہے ! ایک بار مسالے والا گُڑ چگلا رہا تھا، ایک بار سکینہ گا رہا تھا، ایک بار میں موٹے گلو سے چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا اور ایک بار مولوی جی ٹھونکا لگا رہے تھے اور گرو داس بھائی حاجت کو گئے، مجھے اپنی جگہ بٹھا گئے۔ مولوی جی نے پوچھا تو میں نے فاتحہ تیر کو فاتحہ خوانی کہہ دیا۔ اس دن ڈاڈی کٹ پڑی۔ چاچا صاحب رابی بہن

نے چپکے چپکے اُس دن گمی اور لونگ چیڑ دیا تھا پیٹھ پر۔ میں نے کسی کو بتایا نہیں تھا!"

"رابعاں نے سر ہلایا۔" جی، شاہ صاحب۔"

"چاچا صاحب، ایک اور سناؤں، اس کا نام ہے۔"

"ظلم وستم پر بنیاد رکھنے والا فنا ہو جاتا ہے۔"

سیڑھیوں پر پیروں کی آہٹ ہوئی اور شاہ جی اوپر آن پہنچے۔

لالی نے بڑھ کر پاؤں چھو لیے۔ "پتا جی، پیری پونا!"

شاہ جی کی پیشانی پر بل آ گئے۔ "کون فنا ہو جاتا ہے۔ کیا کہہ رہے تھے؟"

"جی، میں چاچا کو کہانی سنانے جا رہا تھا!"

رابعاں نے آنکھ سے اشارہ کیا۔ لالی نے پھرتی سے منجی کھینچ دی۔ "بیٹھیے پتا جی!"

شاہ صاحب چپ چاپ لڑکے کو گھورتے رہے۔

لالی نے شاہ جی کے ماتھے پر تیور دیکھے تو چاچا جی سے پوچھا۔ "گرو داس بھائی اور کیشو دال بھائی کو مدرسے سے بُلا کر لے آؤں!"

"نہیں، انھیں آج آپ ہی آنے دو۔"

لالی نے فکرمندی سے کہا۔ "چاچا صاحب، آج انھیں بہت مار پڑے گی نا!"

ضرور پڑے گی۔ جو جیسا کرے گا وہ ویسا بھرے گا۔"

لالی نے ہولے سے بنیرے کی طرف چھلانگ ماری تھی کہ چاچا جی کی آواز سن کر پلٹ آیا۔

"کہاں جا رہے تھے!"

"جی، مدرسے!"

"جانے کی ضرورت نہیں۔"

"چاچا جی، اگر میں انھیں روک نہیں لیتا تو دونوں گوڈیاں چنتے دریا پہنچ جائیں گے۔ میں بھی ایک غلیل ریت میں چھپا آیا تھا۔ نہ گیا تو میری غلیل اُن کے ہاتھ لگ جائے گی۔"

شاہ جی نے اُٹھ کر ایک دھپا دیا۔ "چپ رہ! بڑا عقلمند بنا پھرتا ہے۔ آگے سے آگے بڑھتا ہی جاتا ہے! رابعاں جا چھوٹی بیٹھک میں بیٹھ کر اسے املا لکھا۔"

لالی کو بانہہ سے پکڑے رابعاں بیٹھک کی طرف اوجھل ہو گئی تب بھی دیر تک شاہ جی اُدھر ہی دیکھتے رہے۔

کاشی شاہ بڑے بھائی کے بولنے کا انتظار کرتے رہے۔"نکاریا والی مسل ابھی فیصلے تک نہیں پہنچی تاریخ پڑ گئی ہے۔"

شاہ جی کچھ سوچتے رہے پھر آواز ہلکی کر کے کہا۔"علیا مل گیا جلال پور کے اڈے، ساتھ نگولال والا سلطان!"

شاہ جی نے آنکھ اُٹھا کر بھائی کی طرف دیکھا۔ دیر تک دیکھتے رہے جیسے کچھ کہنا چاہتے ہوں اور نہ کہہ پاتے ہوں۔ ایک لمبا سانس بھرا۔"رب کے رنگ۔ لاکھوں میں ایک اپنی رابعاں اور عمر ہنڈائے ہوئے سلطان علیے سلطان کو ساتھ ساتھ دیکھ کر میرا دل بجھ سا گیا ہے۔ صلاح مشورہ کرے آج آئیں گے ضرور۔ سوچتا ہوں....

کاشی رام کئی پل انتظار کرتے رہے، پر شاہ جی نے بات پوری نہ کی۔"علیا آیا تو بیٹھک میں ہی لے آنا۔"

روٹی ٹکر کھا کے دونوں بھائی بیٹھے ہی تھے کہ علیا آ گیا بیٹی نے سلام کیا تو سر پر پیار پھیرا۔

علیا نے بیٹھتے ہی بات چھیڑ دی۔"شاہ صاحب، سلطان کے پاس گھر، جیبوں کی مالکی ہے۔ پہلی بیوی جاتی رہی۔ دھی ٹھکانے جا پہنچے گی تو میں بھی سرخرو ہوں گا۔ فتح اپنے گھر راضی۔ ذرا اسی کی چنتا فکر ہے من میں۔"

چھوٹے شاہ بولے۔"دھی رابعاں دوجی لڑکیوں سی نہیں علیے، اس کے دل من میں روشنی۔ آپ باپ ہو، جو اُچے گا کرو گے۔ بیشک رشتہ طے کرو۔ زورا زوری نہیں سمجھ کر، رابعاں دھی برابر ہے، جو جُڑ بن آئے گا، کریں گے۔"

"شاہ جی، یہی سوچا تھا کہ سلطان پیسے دھیلے سے سوکھا ہے ....!"

چھوٹے شاہ نے ہاتھ سے روک دیا۔"ہو گا پر سلطان کی عمر تو دیکھو۔ علیے شوق سے یہ کام کرو

دھی تمھاری موتی ہے۔ اُس کی رکھیں چُن۔ دِچُن نہ کر دو۔ یہ نہ ہو کہ کنواری کے سوچا ؤ اور بیاہی کے معاملے۔ لڑکی مُنہ سے نہ کہے گی پر محسوس کرے گی۔"

"جی شاہ صاحب!" علیے کو کچھ جواب نہ سوجھا۔ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "کہیں اور نظر ماروں گا۔ آپ بھی خیال رکھیں شاہ جی دیکھو۔ دھی کر نار و اپنے چنگے گھر پہنچ ہی گئی۔"

کاشی شاہ بولے "بھرم نہ کر علیے۔ اس میں بھی کچھ بہتری ہے۔"

شاہنی دونوں بھائیوں کو گرم گرم دودھ کے کٹورے دے گئی۔ جاتے جاتے بیٹھک کے پٹ بھیڑ دیئے۔

دونوں بھائی چپ چاپ بیٹھے رہے۔ علیے جاتے جاتے کچھ ان کہا چھوڑ گیا ہو۔ دیپک کی لو میں اندھیرے کی پلک نہ جھپکی۔

بیٹھک کے باہر دبی دبی ہچکیاں سنائی دیں۔

کاشی شاہ نے آواز دی "کون! کون ہے!"

کاشی شاہ نے اُٹھ کر کپاٹ کھولا، باہر جھانکا۔ "رابیں بیٹا تم! یہ کیا، ابھی سوئی نہیں! کچھ کہنا ہے کیا!"

رابعاں نے سر ہلایا "جی۔"

"اندر آجاؤ رابیں، باہر سردی ہے!"

رابعاں نے دہلیز لانگھی کہ جیسے لانگھ لیا پہلے روتے روتے شاہ جی کی طرف دیکھا پھر چھوٹے شاہ کی جانب اور آنکھوں پر آنچل رکھ لیا۔

رابعاں سر ہلاتی ہوئی بولی۔ "میں کہیں نہیں جاتی شاہ جی، مجھے کہیں نہیں جانا!"

"سلطان کے لیے ہم نے علیے کو منع کر دیا ہے۔ بے فکر ہو جاؤ، رابی!"

رابعاں نے قدم اُٹھایا اور شاہ جی کی پائنتی پر سر جھکا دیا۔ "میں مر جاؤں گی شاہ جی، میں آپ کے بنا نہیں جیتی!"

"رابعاں.....!" شاہ جی کی آواز کی تھرتھراہٹ سے جیسے دیوار ہل گئی ہو۔

"لالی اس گھر کا بیٹا ہے، سمجھو تمھارا بھائی ہے اور تم اس گھر کی....."

رابعاں رو رو کر بولی: "یہ نہ کہنا شاہ صاحب، یہ کبھی بھی مت کہنا، میں نے آپ کو....."
شاہ جی کی آنکھوں کے آگے آندھیاں اُڑنے لگیں۔ ایک نگاہ بھائی کی طرف ڈالی اور کانپتا ہاتھ رابعاں کے سر پر رکھ دیا۔ "رابی، دل میں کچھ نہ رکھو، کہہ دے۔ رابعاں کہہ..... کاشی ذرا اس سے پوچھ لو۔"

رابعاں کانپ کانپ ساکت ہوئی، دوپٹی سے آنکھیں پونچھیں اور پاک صاف آواز میں کہا۔ "شاہ صاحب، میں نے دل میں آپ کو ایسے دھار لیا جیسے بھگت مرید اپنے سائیں پیر کو دھار لیتے ہیں۔"
"یہ کیا رابعاں! تیرے دل میں انہونی ورت گئی، یہ انہونی ہے، انہونی..... رابعاں یہ نہیں ہوتا، یہ نہیں ہوگا۔"

چھوٹے بھائی کی بات سے بے خبر شاہ جی نے رابعاں کی جانب دیکھا تو ادھ میلی اوڑھنی میں دمکتے مکھڑے کے سامنے دیوٹے کی لو کمھلانے لگی۔

مجلس ہمیشہ کی طرح منجیوں پر سج گئی۔ آلے میں جلتے دیوٹے کی لو کاشی شاہ کو کچھ کم جاپنے لگی تو مولاداد جی نے نواب کو آواز دی۔ "برخوردار، ذرا اپنی بیٹھک سے شمع دان اٹھا لاؤ۔ خیر دل سے چھوٹے شاہ کچھ پڑھ کر سنانے والے ہیں تو اُن کی آنکھوں کے سامنے اکھر تو صاف چمکیں۔"
جہاں داد جی آتے ہی کچھ کہنے کو بیتاب۔ "بادشاہو، ایک بہت بُرا حادثہ ہوگیا ہے۔ گجرات اڈے پر ایک ہی مضمون۔ شاہ پور کے تحصیلدار نادر حسین کو قتل کر دیا گیا ہے۔"
یکایک حقوں کی گڑگڑاہٹ بند ہوگئی۔ "بادشاہو، یہ کیا گفر بڑا، ضلع شاہپور تو بھرتی نشان میں بہت اعلیٰ اور اول چل رہا ہے۔"
"چلنے کو تو سرکار کا جنگی قانون بھی چل رہا ہے۔ جنگ فنڈ تو جرمانہ ہوگیا نا۔ فی کھیت دس روپیہ اور فی مربعہ تینتیس روپیہ۔"
مولاداد جی نے سر ہلایا۔ "یہ زیادتی ہے۔ لوگوں کے لیے یہ سخت ڈاڈی ہے۔"
گرودت سنگھ بولے۔ "سننے میں آیا ہے کہ جتنا جوان جو بھرتی کے لیے اپنے کو پیش نہ کرے انہیں

زیرِ دفعہ ۷۔۱۔۱۰۱۱ اندر کر دینے کا حکم ہے اور سنو، جو جٹ کسان لڑائی لاگ نہ دے، سرکار اس کا پانی بند کر دے۔"

کرم الٰہی جی بولے۔ "دراصل سرکار اب ہولے ہتھیاروں پر نکل گئی ہے۔ بات تو ایسی ہو گئی کہ لوگوں کی بانہیں میدانِ جنگ میں اور لوگوں پر ہی تھوک۔ زمین کا پرچہ، کاغذ ہو، لین دین کے تمسّو، رجسٹری ہوں، جنگ فنڈ کی وصولی پہلے! شاہ صاحب، یہ سرکاری سلوک بھلا کتنی دیر چلے گا؟"

"بادشاہو، جنگ لڑائیاں نرے جھگڑے تو نہیں نا! یہ رگڑے ہیں، چلتے جائیں تو برسہا برس چلتے جائیں گے۔ شاہی معاملے!"

جہاں داد جی نے کہا۔ "بات ایک اور بھی ہے۔ جنگ پسند جنگجو لوگوں نے تو فوجوں میں جانا ہی جانا۔ اُس کا تو سرکار پر کوئی احسان نہیں۔ باقی رہے ہرجے جرمانے، وہ بھی سمجھو حکومت کے لیے لازمی۔"

محمد دین جی ہنسنے لگے۔ "کیوں نہ ہو جہاں داد جی، آخر کو فوجی ہونا! فوجی بندوں کے سبق۔ سو تر اعلیٰ ترین سرکار کی خیر خواہی بنے گے! باقی تنگی تو لوگوں کی ہوئی!"

فتح علی جی کا دھیان کہیں اور بھٹک گیا۔ "بادشاہو۔ اپنے قومی شاعر لال فلک کے پیچھے سرکار بہت پڑی ہوئی ہے۔ سننے میں آتا ہے کہ سرکار نے پہلے تو اُسے لاکھ روپیہ اور سو مربعہ دینے کے لیے اعلان کیا لال چند نے منڈ ہلا دی۔ مجھے نہیں چاہیے۔ تنگ آ کر سرکار نے دلّی والی بم واردات میں پھنسا دیا۔"

چھوٹے شاہ بولے۔ "چودھری جی، جہلم کرپالے والے دو چار بندے اور بھی اسی لاٹ بھی قصے میں اندر رکھے۔"

"وہی جو وہی۔ بڑا دھوم دھڑکا ہوا تھا۔ بھائی بال مکند کو پھانسی ہوئی تو اپنے پسار میں بیٹھی بال مکند کی گھر والی بی بی رام رکھی رب کو پیاری ہو گئی۔ نہ روئی نہ کرلائی۔ بس بیٹھے بیٹھے ختم۔ ہاں شاہ جی، لالی چند فلک کے پیچھے سرکار کیوں پڑ گئی؟"

شاہ جی نے سر ہلایا۔ "اس کی وجہ ایک اور بھی تھی۔ بال چند فلک نے کہیں جلسے میں نظم گائی۔ دانہ دانہ ہند کا، لالی برادر لے گیا۔"

کرم الٰہی حقہ چھوڑ کر بیٹھ گئے۔ "شاہ جی، ہے کوئی قابلِ اعتراض بات اس میں! ویسے کنگ کمیٹی

تو لگی ہوئی ہے نیچے اپنے دالوں کے۔ سچ پوچھو تو ملک اپنا اور حکومت پرائی۔ بس یہی بات جڑ سے کھینچا تانی کی۔ نہیں تو شاعر لکھتے آئے اور لوگ سنتے آئے۔ سیالکوٹ والے علامہ محمد اقبال صاحب کی بھی شہرت تو بڑی!"

گنڈا سنگھ بولے۔ "شاہ جی، آپ نے سنا ہوا ہے نا یہ بھی۔

چلو چلیے دیش نوں
یُدھ کرن

اے ہی آخری وچن
فرمان ہو گیا

بادشاہو، اپنے کناڈا والے جاروں نے یہ گیت جوڑا تھا۔

نواب نے شمع دان لا کر کاشی شاہ کے آگے تخت رکھ دیا تو کاشی شاہ کتاب کھول کر پڑھنے لگے:"

شاہجہاں بادشاہ کے وقتوں کی بات ہے۔ اُن دنوں شاہ میاں میرؒ بڑے ولی اللہ مانے جاتے تھے۔

"میاں میر شاہؒ اکثر اوراد و وظائف میں مشغول رہا کرتے تھے۔ ہندو مسلمان سب ان کے دربار میں آتے۔ گویوں، رنڈیوں کی طرف سے ناچ گانا اور مجرا بھی ہوتا رہتا۔

کسی احمق نے بادشاہ سلامت کے آگے شکایت پیش کر دی کہ میاں صاحب کے یہاں اوباش لوگوں کا ہجوم رہتا ہے۔ اس کی چھان بین کی جائے۔

"سو بادشاہ سلامت نے فرمایا کہ جب تک ہم خود موقع پر نہ دیکھیں سنی سنائی پر کچھ نہ کرنا چاہیں گے۔"

"چنانچہ ایک دن بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور اُدھر کا رُخ کر لیا۔ راستے میں دریا راوی حائل تھا، بادشاہ سلامت نے گھوڑا پانی میں ڈال دیا۔

"جب گھوڑا عین۔ دریا کے بیچ پہنچا تو گھوڑے نے پیشاب اور لید کر دی۔ شاہ میاں میر دربار میں بیٹھے بیٹھے چشمِ باطن سے سب دیکھ رہے تھے۔"

"بادشاہ دربار میں پہنچا تو شاہ صاحب نے ہنس کر فرمایا۔ آپ کے گھوڑے نے تمام دریا گندہ دیا ہے۔ اب ہم وضو اور غسل کہاں کریں گے۔"

شاہجہاں بادشاہ ہنسے۔ کہا "سائیں صاحب، بھلا گھوڑوں کی لید سے دریا پلید ہوتے ہوں گے۔"

"فقیر کا دل جو مست سمندر ہے، اگر دنیا کی آرائش سے پلید ہو سکتا ہے تو یہ کیوں نہیں ہو سکتا۔"

"سنتے ہی بادشاہ پر اثر ہوا اور شاہجہاں نے سائیں صاحب کی مریدی قبول کر لی۔"

"اتنے میں بادشاہ سلامت دیکھتے کیا ہیں، چھجو بھگت دربار میں کھڑے ہوئے دیکھتے ہی میاں میر چھجو بھگت کے استقبال کے لیے اُٹھے اور عزت و احترام سے اپنی گدی پر بٹھایا۔"

"بادشاہ نے دیکھا مگر دریا تکبر میں غرق رہے اور اللہ کے بندے کو نہ پہچانا ادھر شاہی سواری میاں میر کے دربار سے رخصت ہوئی۔ اُدھر بادشاہی پیادہ آن پہنچا، عرض کیا، سائیں صاحب بادشاہ سلامت کی ریاح بند ہو گئی ہے، پیٹ پھول گیا ہے اور وہ بہت پریشان ہیں۔"

سائیں صاحب نے فرمایا۔ میں اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اُن کی یہ تکلیف صرف چھجو بھگت رفع کر سکتے ہیں۔"

پیادہ بھگت جی کے پاس پہنچا تو وہ بولے۔" میں ایک معمولی ٹٹ پونجیا۔ دوا اور دارو کیا جانوں!"

پیادے نے پھر عرض کیا۔" بھگت جی، سائیں صاحب کا کہنا ہے کہ آپ اور صرف آپ بادشاہ سلامت کی تکلیف دور کر سکتے ہیں۔"

"چھجو بھگت بولے۔ یہ سائیں صاحب کی بندہ نوازی ہے۔ وہ ہر طرح صاحب کمال ہیں۔"

ہار کر پیادہ پھر سائیں صاحب کے دربار میں حاضر ہوا۔ "شاہ صاحب، بادشاہ سلامت بہت بہت تنگی میں ہیں، کچھ تو کیجیے۔"

"سائیں صاحب نے فرمایا۔ بادشاہ سلامت سے جا کر کہو کہ بھگت جی کے یہاں اُنھیں پیادہ نہ بھیجنا تھا۔ اُنھیں خود جانا چاہیے تھا!"

"ہار کر بادشاہ سلامت چھجو بھگت کے یہاں پہنچے کہا۔ "میری خطا بخش دی جائے۔ بڑی مشکل میں ہوں۔"

چھجو بھگت بولے" اے بادشاہ، تمھیں اپنی شہنشاہی پر اتنا گمان! بتاؤ ہم جیسے معمولی لوگ کسی ایک بادشاہ کے لیے کر بھی کیا سکتے ہیں۔"

" بھگت جی، رحم کیجیے۔ میری تکلیف اب ناقابل برداشت ہے۔"

" اے شہنشاہ، یہ تو بتاؤ اگر ہمارے رحم سے راضی ہو گئے تو اس کے عوض میں کیا دوگے؟"

"جو آپ کا حکم ہو، مہاراج آپ فرمایئے۔"

"چھجو بھگت جی ہنسے ۔" او بھولے شہنشاہ، تمھارے پاس ہے ہی کیا!"

فقط بادشاہت ہی نا۔ وہ بھی تمھاری نہیں، رعایا کی ہے۔ چلو آج کے لیے بادشاہت قبول کیے لیتے ہیں۔ بادشاہت کا پٹہ لکھو اور مہر لگا کر ہمارے حوالے کرو۔

" بادشاہ سلامت کشش و پنج میں پڑ گئے۔ سوچا جان کے مقابلے میں مال کیا چیز ہے۔ جان نکل گئی تو بادشاہی تو یوں ہی چلی جائے گی۔"

" بادشاہ نے پٹہ لکھ کر چھجو بھگت کے آگے پیش کر دیا۔"

" جیوں ہی بھگت جی نے ہاتھ میں پکڑا، بادشاہ کے پیٹ سے ریاح خارج ہو گئی اور پیٹ ہلکا ہو گیا۔"

" بادشاہ نے مصاحبین کو حکم دیا۔" جانے کی تیاری ہو۔"

بھگت جی نے یہ شہنشاہی ادا دیکھی تو ہنسے ۔" ہوش میں تو ہو! اب کیسا حکم اور کیسی بادشاہت ہندوستان کی حکومت کا پٹہ تو لکھا جا چکا ہے اور وہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ شاہجہاں، اب تمھاری ہستی باقی بھی ہے کچھ!"

" بادشاہ جھنجھلائے ۔" یہ کیا تماشہ ہے۔"

" اپنے قول سے پھرنے والے بادشاہ، ایک پلڑے پر بادشاہت ہندوستان کی دوسری طرف گندی ہوا کا ایک اخراج۔ اس پر بھی تم گھمنڈ اور تکبر کا شکار ہو کر اُن لوگوں کا مقابلہ کرنے کی حماقت کرتے ہو جو خدا سے ہم آہنگ ہیں۔ اے بادشاہ، چلے جاؤ ہماری آنکھوں کے سامنے

سے اور اُٹھالو اپنی سلطنت کا ٹنڈ یرا بھی ۔"

بھگت جی نے پٹے کا کاغذ دیجی دیجی کر دیا ۔ بادشاہ پانی پانی ہو کر بھگت جی کے قدموں پر گر پڑا ۔" میں اپنی غلطی اور گناہ دونوں سمجھ گیا اس ناچیز کی خطا معاف کی جائے ۔"

بھگت جی نے آنکھیں موند لیں ۔" معافی دینے کے حقدار سائیوں کے سائیں میاں میر ہیں ، میں نہیں ۔"

" واہ ۔ واہ ۔ پیر فقیر ، سادھو سنیاسیوں میں ایک طرف جی بھر کر انکساری دوسری طرف ایسا رعب داب جو بادشاہوں شہنشاہوں کو بھی نہ گردلیتے ۔"

کاشی شاہ بھگتی بھاؤ سے جیسے چھجو بھگت کے چوبارے میں ہی جا پہنچے ۔ سر ہلا کر کہا ۔" کہاوت مشہور ہے ۔ جو سکھ بلخ نہ بخارے ، وہ سکھ چھجو کے چبارے ۔

شاہ میاں میر اور چھجو بھگت کی دوستی ، محبت ، سلوک تو دنیا میں مشہور ایک دوسرے کی صحبت میں نہ اُنھیں دن ، دن لگتا ، نہ رات ، رات لگتی ۔ دونوں پر رب کا فضل و کرم ، بس ذکر میں گم رہتے ۔

" ایک دن شاہ میر عالم وجد و حال میں بیٹھے تھے ۔ چونک کر اُٹھے اور چھجو بھگت کے چوبارے کی طرف چل دیئے ۔"

" پہنچے تو دیکھا ، چھجو بھگت چوکے میں میں کھانا پکا رہے ہیں ۔ شاہ میاں میر نے چوکے کی دہلیز کے باہر کھڑے ہو کر پوچھا ۔ اندر آ جاؤں ۔"

" چھجو بھگت نے کڑی نگاہ سے دیکھا اور سر ہلا کر کہا ۔" اندر آ ہی جاتے تو کسی کو کیا انکار تھا ، پر اب آپ باہر ہی رہ جایئے ! میر صاحب ، پیر فقیروں کی بھی ذات پات ہوتی ہے کیا ، آپ کے دل میں یہ خیال گزرا تو کیسے گزرا ! آپ کے دل میں اِس نے سر اُٹھایا ہے تو یہاں یہ پہلے ہے ۔"

" سن کر میاں میر بڑے حیران پریشان ۔ دہلیز پر سر جھکا کر معافی مانگی ۔ گناہگار ہوں بھگت جی ، جو سزا چاہیں دیں ، حاضر ہوں ۔"

" چھجو بھگت کا گلا بھر آیا ۔ بھرائی آواز میں کہا ۔" میاں میر ، تم نے ایک اور خطا کر ڈالی ! میرے دوست ، اندر آ کر میرے گلے نہ لگ گئے ، لعنت تم تو مجھ پہ ہے ! مجھ سے بڑا امیر اچوکا

سمجھ لیا۔ سائیں، محبت میں یہ گناہ ہے گناہ! اس ایک لمحے میں تم نے ہم دونوں کے بیچ سمندر لا بہایا ہے۔ اب میں ادھر اور تم اُدھر۔"

"میاں میر بچشم نم دیر تک چھجو بھگت کو دیکھا کیے۔ پھر سلام کیا۔ اپنا گناہ اور تمھاری سزا دونوں قبول کرتا ہوں۔ آپ کا مرید ہوں مرید ہی رہوں گا۔ نہ پل کو بھی بھولوں گا۔ نہ بسراؤں گا۔ یہ کہہ کر میاں میر دیکھتے رہے۔ پھر سلام کیا اور رخصت ہو گئے۔"

"چھجو بھگت بس پنیاری آنکھوں سے راستے کی طرف دیکھتے رہے جب تک حضرت میاں میر اوجھل نہ ہو گئے۔"

جہاں دادجی بولے۔" شاہ صاحب، دودھ مکھن کی طرح دل کے درپن میں بھی بال آجائے تو خیال میلا ہو ہی جاتا ہے!"

شاہ جی نے سر ہلایا۔" اس کی وجہ کچھ اور بھی تھی۔ سائیں صاحب کی نشۂ محمد صلعم میں مخمور آنکھ جب چھجو بھگت پر پڑتی تو اُنھیں ایسا معلوم دیتا جیسے اُن پر الٰہی برکات برس رہی ہوں۔ بھگت جی جان گئے کہ جب تک میاں میر اور وہ ایک دوسرے کی صحبت میں روحانی دولت سے فیضیاب ہوتے چلیں گے، صاحب کمال کو بھول جائیں گے!"

گنڈا سنگھ کا خیال کہیں اور بھٹکا ہوا۔ پہلے پگڑی ٹھیک کی پھر کھیس کی بُکّل کھولی۔ بانہہ پھیلا کر دوبارہ اوڑھ لی اور سر ہلا کر کہا۔" شاہ جی، یہ بات تو ہوئی روحانی عشق کی، پر جیکر کوئی مجھ سے پوچھے تو آپ والا بادشاہی معاملہ فرنگی سرکار کی طرف چل نکلا ہے۔ ہوگا اب یہ کہ غدری اور انقلابیوں نے مل کر سرکار کا بول و براز بند کر دینے ہیں۔ بجاویں تو نبو لکھوا لو شاہ جی، حکومت کا پٹہ دیسی رعایا کے ہاتھوں میں پہنچ کر رہے گا۔ ایک بار تخت و تاج سے ہولی ہوئی سرکار پھر خلقت اپنی نہیں رکھتی۔ نعرہ ایک ہی بلند ہو کر رہے گا۔ آوازِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو!

"کہتے ہیں سورج کو جنما سنیچر اور اس کے ست بل کا سولہواں حصہ کم ہو گیا۔ سرکار کی بھی یہی حالت۔ اُدھر جنگ، اِدھر انقلابیے شہادت پر!"

شاہ جی کچھ دیر سر ہلاتے رہے۔" بادشاہو، دشمِ پادشاہی گرو گوبند سنگھ جی مہاراج

نے مغل بادشاہ اورنگ زیب کے ظلم وستم دیکھ کر اُسے خط میں لکھا۔

چوں کار از ہماں حیلتے درگزشت
حلالست بُردن بہ شمشیر دست

"جب دوسرے سب راستے کارگر نہ ہو سکیں تو ظلم کے خلاف تلوار اُٹھا لینا جائز ہے۔"
واہ، واہ، گرو صاحب، آپ کی بہادری کی واہ ہی واہ۔